اعلام الھدایۃ

ہادیانِ برحق

(چودہ معصومینؑ کی مستند، معتبر، سبق آموز سوانح حیات)

جلد دوّم

از

حضرت حجۃ الاسلام والمسلمین

جناب مولانا السید علی الرضوی قمی گوپال پوری طاب ثراہ

ناشر

نور اسلام امامباڑہ۔ فیض آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اعلام الھدایۃ

با

ترجمہ

اثبات الوصیّۃ

للامامِ حجّۃِ اللہِ علی بن ابی طالب علیہ السلام

جلد ۲

تالیف

علامہ جلیل ومحقق، مورخ قدیم ومدقق ابوالحسن علی ابن حسین

مسعودی ھذلی

صاحب تاریخ مروج الذہب متوفی سنہ ۳۴۶ ہجری

از

خادم الشریعۃ المطہرۃ السیّد علی الرضوی القمی

گوپال پوری بہاری دراترولہ ضلع گونڈہ یوپی

کتاب کا نام : اعلام الہدایۃ یا ہادیانِ برحق

تالیف : ابوالحسن علی بن حسین مسعودی ہذلی (م ۳۴۶ھ)

ترجمہ و توضیح : حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا سید علی رضوی قمی گوپال پوری طاب ثراہ

تاریخ اشاعت: جنوری ۲۰۰۵ء، ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ

ناشر : نور اسلام امامباڑہ۔ فیض آباد

قیمت : ۳۰۰/-

بسمہ تعالیٰ وبذکر ولیہ (عج)

عنایت حق اور توجّہ ولی حق

خدا اور حجّت خداؑ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ایسے وسائل فراہم ہوگئے جس کی بنا پر یہ گران قدر کتاب آپ کے ہاتھوں تک پہونچ سکی۔ اس سلسلے میں ادارہ جناب حاجی حبیب والجی صاحب مرحوم ومغفور کے اہل خاندان کا شکر گذار ہے کہ ان عنایتوں سے یہ کتاب منظرِ عام پر آسکی اور ان لوگوں کا بھی شکر گذار ہے جو اس کارِ خیر میں واسطہ بنے۔ اور یہی عنایت کتاب کی قیمت کے کم ہونے کا سبب قرار پائی۔ لہٰذا جناب حبیب والجی مرحوم اور ان کے مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب ہمارا اخلاقی فریضہ ہے۔

خداوند عالم حضرت حجتؑ کے ظہور میں تعجیل فرمائے۔

اور ہم سب کو ان کے غلاموں میں شمار فرمائے۔ آمین۔

ادارہ۔ نورِ اسلام

حقیر مؤلف کی مختصر کتاب زندگی

عمر بھر مثل نفس چلتے ہی گذری عالی
بیٹھنے ہی نہ دیا حسرتِ منزل نے مجھے

میری پیدائش شب پانزدہم ماہ مبارک رمضان شب جمعہ تاریخ ولادت حضرت امام حسنؑ سنہ ۱۳۳۰ھ میں ملک عراق شہر مقدس نجف اشرف میں ہوئی اور فقیہ اہل بیتؑ آیۃ اللہ آقائے سید کاظم طباطبائی طاب ثراہ نے میرا نام سید علی رکھا پہلی جنگ عظیم میں سنہ ۱۳۳۴ھ میں والدین کے ساتھ عراق سے ہندوستان آیا۔ داستانِ سفر بڑی پر ہول ہے بس یہ خدا کا فضل و کرم تھا کہ ہم لوگ زندہ اور سلامت وطن پہونچ گئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن گوپال پور ضلع سارن صوبہ بہار میں جناب مولوی سید محمد عسکری صاحب مرحوم اور جناب مولوی سید علی حسین صاحب مرحوم اور جناب مولوی سید گوہر علی صاحب مرحوم سے حاصل کی پھر سرکار والد مرحوم کے ساتھ حسین آباد ضلع مونگیر چلا گیا اور وہاں میزان منشعب سے کافیہ اور نفحۃ الیمن تک اور منطق کی ابتدائی کتابیں عالم باعمل طبیب حاذق جناب مولانا حکیم سید تجمل حسین صاحب مرحوم بھیکپوری سے اور خود جناب مرحوم سے پڑھیں۔

سنہ ۱۳۴۱ھ میں جناب مرحوم کے ساتھ زیارت عتبات عالیات سے مشرف ہوا۔ وہاں سے واپسی کے بعد پھر چند سال حسین آباد میں پڑھتا رہا پھر بغرض تحصیل علم مدرسہ عباسیہ پٹنہ بھیجا گیا لیکن وہاں میرا وقت ضائع ہوا تو میں جناب مرحوم سے اجازت لے کر لکھنؤ چلا گیا اور مدرسہ سلطان المدارس میں نام لکھوایا اور وہیں سے عالم الہ آباد کا امتحان دیا اور کامیاب ہوا پھر سند الافاضل کی

دوسری جماعت تک وہیں پڑھا اور کچھ کتابیں خارج سے علماء لکھنؤ سے پڑھتا رہا۔ فیلسوف اسلام مولانا سید مظاہر حسین صاحب مدرس معقولات مدرسہ ناظمیہ کی خدمت میں شرح مطالع الانوار اور علامہ عصر ادیب کامل حجۃ الاسلام مولانا مفتی سید محمد علی صاحب اعلی اللہ مقامہ کی خدمت میں نہج البلاغہ اور حضرت آیۃ اللہ مولانا سید سبط حسین صاحب طاب ثراہ جونپوری اور ان کے جونپور چلے جانے کے بعد حجۃ الاسلام مولانا مفتی سید احمد علی صاحب طاب ثراہ کی خدمت میں قوانین پڑھی۔ شرح مطالع الانوار، تصورات ختم کرنے کے بعد عالم جلیل جناب مولانا سید کاظم حسین صاحب مرحوم لکھنوی کی خدمت میں تصریح شرح تشریح الافلاک کامل اور حمد اللہ اور صدرا فن اول کامل پڑھی مولانا سید کاظم حسین صاحب مرحوم مدرسہ سلیمانیہ پٹنہ میں ملازم تھے جب آپ پٹنہ جانے لگے تو چونکہ آپ بڑی شفقت اور محبت سے پڑھاتے تھے اور میری کتابیں ابھی ناتمام تھیں لہٰذا میں بھی آپ کے ساتھ پٹنہ چلا گیا اور مدرسہ ترک کر دیا۔ حمد اللہ اور صدرا ختم کرنے کے بعد پھر میں لکھنؤ واپس آیا اور مدرسہ ناظمیہ میں داخلہ لے کر فاضل کا امتحان دیا۔ پھر ممتاز الافاضل میں آیا اور طبیب حاذق جناب حکیم سید احمد حسین صاحب مرحوم سے طب میں سدیدی اور شرح اسباب پڑھی اور صبح کو نسخہ نویسی کرتا تھا مولانا حکیم سید محمد اطہر صاحب سیتاپوری میرے ساتھی اور ہم درس تھے۔

پھر تکمیل الطب کالج جھوائی ٹولہ میں داخلہ لیا۔ چونکہ میرے درجہ کے طلبہ میں میری حالت سب سے بہتر تھی اور پرنسپل اور میرے درجہ کے مدرسین مجھ سے بہت خوش تھے اور میرا احترام کرتے تھے لہٰذا میرے درجہ کے ناصبی طلبہ نے سازش کر کے ۱۹۳۷ء میں تبرا ایجیٹیشن سے پہلے مجھ کو شربت میں پارے کا زہر ملا کر پلا دیا جس سے میں شدید بیمار ہو گیا جس کا سلسلہ چھتیس برس گذرنے کے بعد اب بھی جاری ہے اور اب تو صحت بہت زیادہ خراب ہو چکی

ہے۔ میں نے پہلے کچھ دنوں جناب حکیم منے آغا صاحب مرحوم کا علاج کیا لیکن جب فائدہ نہ ہوا تو وطن چلا گیا۔ علاج ہوتا رہا اور مرض بڑھتا گیا یہاں تک کہ امید زیست قطع ہوگئی۔

میرا مرض پیچش سے شروع ہوا پھر بخار رہنے لگا جب حالت زیادہ خراب ہوئی تو بغرضِ علاج پھر لکھنؤ گیا۔ اس وقت تبرا ایجیٹیشن جاری تھا جناب حکیم منے آغا صاحب مرحوم اور جناب حکیم سید احمد حسین صاحب مرحوم کے مشورے سے علاج شروع ہوا بخار تو اتر گیا لیکن دیگر شکایات میں بہت خفیف فائدہ ہوا۔ پھر میں وطن واپس آیا اور خود جناب والد مرحوم کا علاج ہوتا رہا اور مرض کبھی کم اور کبھی زیادہ ہوتا رہا اسی طرح گیارہ برس کی مدّت گذر گئی۔ اس درمیان میں تقریباً آٹھ برس جناب والد مرحوم کے ساتھ رہنے کا موقع ملا اور انھیں حالات میں مختلف کتابیں علم کلام و طب و فقہ کی پڑھتا رہا کفایۃ ملا آخوند خراسانی کی پہلی جلد کا کچھ حصّہ پڑھا اور الٰہیات صدرا اور شرح تجرید قوشجی و شرح حکمت الاشراق و شمس بازغہ و کتب تفاسیر و احادیث کا مطالعہ کرتا رہا اور تفسیر انوار القرآن کی تصنیف میں جناب مرحوم کی کمک کرتا رہا اور خود بھی متعدد کتابیں تصنیف کیں۔

سنہ ۱۳۶۴ھ میں میری حالت کچھ بہتر ہوئی تو مومنین اترولہ کی خواہش پر صرف ماہ رمضان المبارک کے لیے اترولہ آیا بعد ماہِ صیام مومنین کے اصرار پر اترولہ کا مستقل قیام منظور کر لیا خداوند عالم جزائے خیر عطا فرمائے سادات و مومنین اترولہ کو انھوں نے روز اول جو وعدہ کیا تھا آج تک بڑی محبّت و خلوص کے ساتھ بہتر سے بہتر طریقہ سے پورا کیا۔

سفر ایران

میری کوشش تھی کہ ہندوستان کی تعلیم جلد از جلد ختم کرکے تکمیل فقہ واصول کے لیے عراق چلا جاؤں لیکن "**عرفت ربی بفسخ العزائم**" ۱۳۵۶ھ میں جیسا کہ گذر چکا کہ میں بیمار ہوگیا جس کا سلسلہ برسوں رہا ۱۳۵۹ھ میں جب میری حالت کچھ بہتر ہوئی تو میری شادی ہوگئی اگرچہ میرے مرض کا سلسلہ ابھی باقی تھا اور علاج ہو رہا تھا۔ ۱۳۶۴ھ میں اترولہ بلالیا گیا اس وقت میرے دو بچّے پیدا ہو چکے تھے اور اب تحصیل علم کے لیے عراق جانے کا ارادہ ایک خواب پریشان بن چکا تھا کہ ۱۳۶۹ھ میں پروردگار عالم نے یک بیک میرے عراق جانے کا انتظام کر دیا میں نے بچوں کو وطن پہونچایا اور براہِ کوئٹہ پاکستان ایران روانہ ہوگیا اور مشہد مقدس کی زیارت سے مشرف ہوکر عراق چلا گیا اور چند یوم میں عراق کی زیارتوں سے فرصت کرکے چونکہ حوزۂ علمیہ نجف حضرت ابوالحسن اصفہانی اعلیٰ اللہ مقامہ کے بعد قم منتقل ہو چکا تھا میں ماہِ صفر میں حضرت آیۃ اللہ سید حسین بروجردی طاب ثراہ کی خدمت میں قم پہونچ گیا اور حضرت آیۃ اللہ سے اجازت لے کر اپنے کام میں مشغول ہوگیا۔

مدرسوں میں جگہ نہ ہونے کے سبب سے میں نے حضرت آقائے بروجردی اعلیٰ اللہ مقامہ کے مکان سے قریب محلہ عشق علی میں ایک کمرہ کرائے پر لے لیا اور حجۃ الاسلام حضرت آقائے مصطفیٰ صادقی مدظلہ کی خدمت میں شرح لمعہ جلد اول اور حجۃ الاسلام شیخ محمد حسن دزفولی مدظلہ کی خدمت میں شرح لمعہ جلد دوم اور حجۃ الاسلام آقائے سید رضا اشراقی کی خدمت میں رسائل پڑھی۔ ایران میں چھ ماہ تعلیم ہوتی ہے اور چھ ماہ تعطیل ہوتی ہے لیکن میں ایام تعطیل میں بھی پڑھتا رہا اور ثقۃ الاسلام آقائے سید ابوالفضل فصیحی اصفہانی کی میبذی اور فخر الاسلام آقائے علی اشراقی قمی کو شرح تجرید علامہ کا مباحثہ کرایا دو سال کے بعد گرمیوں کی تعطیل میں عراق چلا گیا

اور زیارات سے مشرف ہوا اور نجف اشرف میں حضرت آیۃ اللہ محسن حکیم مدظلہ کی زیارت سے مشرف ہوا آپ نے اجازہ اور اپنی وکالت اور کتاب متمسک العروہ عطافرمائی پھر میں عراق سے ہندوستان چلا آیا اور چند ماہ کے بعد براہِ کوئٹہ مشہد مقدس ہوتا ہوا قم پہونچ گیا اور تحصیل علم میں مشغول ہوگیا اور حجۃ الاسلام آقائے میرزا علی اصغر قمی دام ظلہ کی خدمت میں مکاسب اور کفایۃ الاصول جلد اول اور حجۃ الاسلام آقائے سید شہاب الدین نجفی مرعشی مدظلہ العالی سے کفایۃ الاصول جلد ثانی پڑھی اور حضرت آقائے نجفی مدظلہ کے خارج مکاسب اور حضرت آیۃ اللہ بروجردی طاب ثراہ درس خارج میں شرکت کرتا رہا۔

۱۳۷۱ھ میں جناب مرحوم کی علالت کے زمانے میں اچانک ہندوستان واپس آنا ہوا۔ پانچ مجتہدین سے اجازے حاصل کرسکا۔ ایران سے براہِ خرم شہر کراچی پہونچا وہاں سے شکار پور سندھ کے مومنین کے اصرار سے شکار پور چلا گیا اور عشرہ محرم کی مجلسیں پڑھیں جن میں ہر مذہب وملّت کے لوگ شریک ہوتے رہے، دو آدمیوں نے مذہب حق قبول کیا اور ایک دینی مدرسہ مدرسہ حسینیہ نام کا قائم کیا۔ جو بحمد اللہ اب تک قائم ہے۔ پھر میں لاہور ہوتا ہوا لکھنؤ پہونچ گیا اور جناب مرحوم کی علالت کے زمانے میں مدرسۃ الواعظین میں مدرس اعلیٰ کی خدمت انجام دیتا رہا میرے بعض ہمدردوں نے مشورہ دیا کہ جناب سے کہیے کہ وہ مہاراجکمار سے کہہ کر آپ کو اپنی جگہ پر مستقل کرادیں لیکن میں نے پسند نہ کیا۔ میں نے اترولہ کے قیام کو ترجیح دی اور جناب مرحوم کے انتقال کے بعد اترولہ چلا آیا۔ میں جہاں بھی رہا ہمیشہ مومنین کو اعلم کی تقلید کا پابند بنایا اور انھیں کے مسائل بیان کیے اور کل مومنین ومومنات پر دنیا میں جہاں بھی آباد ہوں جو خود مجتہد نہیں ہیں نہ احتیاط پر عمل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اعلم وقت ہی کی تقلید واجب ہے مومنین غفلت وبے پروائی سے اپنے اعمال کو برباد نہ کریں۔

میری دعا

پروردگارا! بحق محمد وآل محمد علیہم السلام اس ملّت جعفریہ کو اس آخر زمانے کے فتنوں سے محفوظ رکھ ان کے ایمان کو تباہی وبربادی سے اور ان کے شیرازے کو انتشار وافتراق سے بچا اور ہم سب کو حق پر قائم رکھ اور دنیا سے باایمان اٹھا۔

آمین رب العالمین۔

میری حقیر تصنیفات

وہ کتابیں جو ایران جانے سے قبل لکھیں:

۱۔ اسرار کائنات در غرض خلقت ممکنات دہریوں کی رد میں ایک مدلل اور قابلِ دید کتاب ہے۔

۲۔ مرج البحرین در عقائد فریقین۔ اس کتاب میں توحید و عدل و نبوّت و امامت و قیامت کے تفصیلی مباحث کے متعلق شیعہ اور سنی کے عقائد بالمقابل لکھے گئے ہیں۔

۳۔ معیارِ خلافت۔

۴۔ جنّات المعارف، مختلف موضوعات علمیہ پر تحقیقی مضامین۔

۵۔ جلوۂ حیدریہ۔

۶۔ دیوان آل عبد المطلب۔ اس میں ابجد کی ترتیب پر خاندان عبد المطلب کے اشعار جمع کیے گئے ہیں۔

۷۔ منہاج النجاۃ۔ مجرب و مستند دعاؤں کا مجموعہ۔

۸۔ مجربات طب سر سے پاؤں تک کے امراض کے تیر بہدف اور مجرب نسخے۔

۹۔ قیصر و زہرا کی مختصر تاریخ عربی میں عشری حسن پورہ سے دکھن ایک جنگل میں دو قبریں ہیں جن کا ہندو اور مسلمان سب احترام کرتے ہیں۔ یہ قیصر و زہرا کی قبریں کہی جاتی ہیں ان کا پورا خاندان کفّار سے جنگ میں شہید ہوا۔

۱۰۔ شرح خطبہ شقشقیہ عربی میں۔

۱۱۔ کشکول عربی۔

وہ کتابیں جو ایران میں لکھیں:

۱۲۔ ابو الفرج اصفہانی۔

۱۳۔ صیغ العقود۔

۱۴۔ حواشی مکاسب محرمہ۔

وہ کتابیں جو ایران سے واپسی کے بعد لکھیں:

۱۵۔ حقیقت رویائے صادقہ وکاذبہ۔

۱۶۔ تلخیص الدرایہ۔

۱۷۔ صاحب تاج الماثر حسن بسطامی کا مذہب ایک تاریخی اور تحقیقی رسالہ۔

۱۸۔ وجودِ خدا۔

۱۹۔ حقیقتِ وضو۔

۲۰۔ علامات ظہور قائم آل محمد علیہم السلام قابلِ دید رسالہ ہے۔

۲۱۔ رفع اتہام از دامنِ امام۔

۲۲۔ قرآن کا عمرانی نظام روس کے داغستان یونیورسٹی کے پروفیسر عبداللہ ٹیف کا جواب۔

۲۳۔ شرح دعائے مکارم الاخلاق ناتمام۔

۲۴۔ منازل موت وبرزخ۔

۲۵۔ القرآن۔

۲۶۔ معصوم کی نمازِ جنازہ۔

۲۷۔ آریوں کی بت پرستی۔

۲۸۔ ترجمہ دعائے فرمان صادق آل محمدؑ۔

۲۹۔ نور و ظلمت کی جنگ، ۲۱۰ صفحات مولانا عبد الصمد رحمانی کی کتاب فاطمہؑ کا چاند کا جواب شایع ہو چکی ہے۔

۳۰۔ ایمانِ ابو طالبؑ۔

۳۱۔ رسالہ جنّت و جہنم شائع ہو چکی ہے۔

۳۲۔ کاروانِ نور مجموعہ قصائد۔

۳۳۔ بزم نجوم غزلوں اور نظموں کا مجموعہ۔

۳۴۔ خاتم النبیینؐ کے معنی اور امینی صاحب کی پریشانی کلکتہ کے قادیانی عالم مولانا امینی کے رسالہ خاتم النبیینؐ کا جواب شایع ہو چکا ہے۔

۳۵۔ جواز عزاداری امام مظلوم دیوبند کے رسالہ تعزیہ، اسلام اور علماء کی نظر میں کا نہایت مدلل اور دندان شکن جواب شایع ہو چکا ہے۔

۳۶۔ تبرا اور اس کے حدود۔

۳۷۔ پیام عمل اہل محراب و منبر کو ہدایت۔

۳۸۔ اوقاتِ نماز شیعہ قرآن اور احادیث رسولؐ کی روشنی میں۔

۳۹۔ رسالہ در جواز اعادۂ معدوم۔

۴۰۔ الفرقۃ الناجیۃ فی الاسلام ۵۱۲/ صفحات اسلام کے تہتّر فرقوں میں نجات پانے والا فرقہ کون ہے۔ مقبول خاص و عام اور قابل دید کتاب ہے۔

۴۱۔ اعلام الھدایۃ باترجمہ اثبات وصیت مسعودی ۸۰۰/ صفحات سوانح چہاردہ معصومین علیہم السلام۔

۴۲۔ نغمۂ ہستی در فلسفہ تکوین ایک مسدس تیس بند کا مع شرح۔

۴۳۔ مودّت اہل بیتؑ۔

۴۴۔ کشکول اردو دو جلدیں۔

۴۵۔ تصوف کی حقیقت۔

۴۶۔ پانچ شہدائے راہِ خدا۔

۴۷۔ ثقلین۔

۴۸۔ تناقض واختلاف۔ اس کتاب میں مذاہب اربعہ حنفی و شافعی و مالکی و حنبلی کے اصول و فروع میں اختلافات اور متناقض عقائد و اقوال بالمقابل لکھے گئے ہیں۔

۴۹۔ زیارت عاشورہ غیر مشہورہ۔

فقط

حقیر سید علی الرضوی قمی گوپال پوری بہاری

ابن

حجۃ الاسلام والمسلمین آیۃ اللہ فی العالمین،

مولانا سید راحت حسین صاحب قبلہ مجتہد اعلیٰ اللہ مقامہ۔

رہنمائے کتاب

موضوع	صفحہ	موضوع	صفحہ
مختصر حالات علی ابن حسین مسعودی	۳۰	ولادت سرور کائنات کی خوشی میں کعبہ کا سجدۂ شکر	۷۳
مسعودی کے متعلق علماء امامیہ کے بیانات	۳۱	تاریخ ولادت حضرت سرور کائنات ﷺ	۷۵
مسعودی کے متعلق علماء اہل سنّت کے بیانات	۳۲	واقعات رضاعت رسول اللہ ﷺ	۷۶
مسعودی کی تصنیفات	۳۳	حضرت رسول اللہ ﷺ کا سفر شام اور بحیرہ راہب سے ملاقات	۸۰
مسعودی کی کتاب اثبات الوصیۃ کا ذکر	۳۴		
اعتذار	۳۵	حضرت خدیجہ سے شادی	۸۲
جبینِ انبیاء (ع)		بعثت	۸۴
جبین انبیاءؑ میں نورِ رسالت مآب ﷺ	۳۹	اسلام میں پہلی نماز	۸۵
تابوتِ عہد	۴۳	دعوتِ ذوالعشیرہ	۸۷
قیدار کو صحرائی جانوروں کا پیغام	۴۵	رسول اللہؐ پر سب سے پہلے کون لوگ ایمان لائے	۸۹
حضرت ہاشم	۵۱	قریش کا عہد نامہ اور بنی ہاشم سے ترک موالات	۹۱
حضرت ہاشم کا خطبہ منذریہ	۵۴	ادلۂ نبوّت	۹۵
حضرت عبد المطلب	۵۷	حضرت رسول اللہ ﷺ کے معجزات	۹۵
حکایت ابرہہ اور اصحاب فیل	۵۷	نزولِ قرآن	۹۷
حضرت عبد اللہ ابن عبد المطلب	۶۳	معراج حضرت رسول اللہ ﷺ	۹۸
آثار حمل حضرت رسول اللہ ﷺ	۶۵	تاریخ وفات حضرت ابو طالبؑ و حضرت خدیجہؑ	۱۰۵
آثار ولادت حضرت سرور کائناتؐ	۷۰	قریش کا مشورہ قتل حضرت رسول اللہ ﷺ	۱۰۵
آباؤ اجداد حضرت رسول اللہ ﷺ مومن اور اوصیاء حضرت ابراہیمؑ تھے	۷۲	ہجرت مدینہ	۱۰۶
		ہجرت حبشہ	۱۰۷

موضوع	صفحہ	موضوع	صفحہ
عقبۂ اولیٰ	۱۱۰	سریہ محمد ابن سلمہ	۱۴۲
عقبۂ ثانیہ	۱۱۱	غزوۂ ذی قروہ	۱۴۳
اصحاب رسول ﷺ کی روانگی مدینہ	۱۱۲	سیرہ دومۃ الجندل	۱۴۳
فرش رسولؐ پر حضرت علیؑ	۱۱۴	سریۂ فدک	۱۴۳
حضرت رسول اللہ ﷺ قبا اور مدینہ میں	۱۱۹	سریۂ زید ابن حارثہ	۱۴۴
نماز و اذان	۱۲۱	سریۂ عرینہ	۱۴۴
حکمِ جہاد	۱۲۱	استسقاء	۱۴۴
غزوۂ ابواء	۱۲۲	غزوۂ حدیبیہ	۱۴۵
اسلامی لڑائیاں سب دفاعی تھیں	۱۲۳	شرائط صلح نامہ	۱۴۷
غزوۂ ذوالعشیرہ	۱۲۴	شاہانِ اطراف کے نام فرامین پیغمبر اسلامؐ	۱۴۹
سریہ بطن نخلہ	۱۲۴	خدا کبھی باطل سے حق کی تائید کرتا ہے	۱۶۰
انتقام و دفاع ہر انسان کا فطری حق ہے	۱۲۶	مذہب کی ترقی فتوحات کی وسعت اور	
غزوۂ بدر	۱۲۷	افراد و نفوس کی کثرت کا نام نہیں	۱۶۵
غزوۂ اُحد	۱۳۰	حاصل کلام	۱۶۸
حضرت حمزہؓ کا ماتم	۱۳۴	اسلام ابوہریرہ اور غزوۂ خیبر	۱۶۸
سریۂ رجیع	۱۳۵	فتح فدک	۱۷۳
غزوۂ احزاب	۱۳۶	رجعت شمس	۱۷۴
غزوۂ بنو قریظہ	۱۴۱	غزوۂ وادی القریٰ	۱۷۵
غزوۂ لیحان	۱۴۲	نامۂ مبارک بنام شاہ عنان	۱۷۵
غزوۂ مزینہ	۱۴۲	سریۂ موتہ	۱۷۵
غزوۂ دومۃ الجندل	۱۴۲	سریہ ذات السلاسل	۱۷۷

موضوع	صفحہ	موضوع	صفحہ
سریہ خبط	۱۷۷	سریہ امیر المومنینؑ	۲۰۳
فتح مکہ	۱۷۸	مباہلہ	۲۰۳
دعوت بنو خزیمہ	۱۸۲	حضرت امیر المومنینؑ کی ولی عہدی	۲۰۵
غزوۂ حنین	۱۸۳	علم حضرت رسول اللہ ﷺ	۲۱۰
جنگ اوطاس	۱۸۵	حکم اطاعت رسول اللہ ﷺ	۲۱۰
غزوۂ طائف	۱۸۵	صاحب خلق عظیم	۲۱۱
تقسیم غنائم حنین	۱۸۶	اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو بہتر اسماء اعظم تعلیم فرمائے	۲۱۱
منبر رسول ﷺ	۱۸۸	کتاب عہد	۲۱۱
نامۂ مبارک بنام حاکم بحرین	۱۸۸	حضرت رسول اللہ ﷺ کا مرض موت اور جیش اسامہ سے صحابہ کی روگردانی	۲۱۳
وفد عبد القیس	۱۸۸		
سریہ بنو تمیم	۱۸۹	حدیثِ قرطاس	۲۱۶
بت شکنی	۱۸۹	وصیت	۲۲۴
سریہ قطبہ ابن عامر	۱۸۹	تنبیہ	۲۲۵
جناب حفصہ اور عائشہ کا مظاہرہ	۱۹۰	حضرت ابو بکر کی پیش نمازی	۲۲۶
غزوۂ تبوک	۱۹۳	وفات حضرت رسول اللہ ﷺ	۲۲۸
عقبہ ذی قتیق	۱۹۵	خطبۂ امیر المومنینؑ بعد وفات حضرت رسول اللہ ﷺ	۲۲۹
مسجد ضرار	۱۹۶	ازواجِ رسول ﷺ	۲۴۶
سریہ وادی الرمل	۱۹۷	۱۔ ام المومنین حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا	۲۴۶
کثرت وفود	۱۹۸	۲۔ حضرت سودہ بنت زمعہ	۲۴۷
ابن ابی سلول اور نجاشی کی موت	۱۹۹	۳۔ حضرت عائشہ بنت ابو بکر	۲۴۸
تبلیغ سورۂ برائت	۱۹۹	حضرت عائشہ اور حفصہ کی شان میں قرآنی آیتیں	۲۴۸

موضوع	صفحہ	موضوع	صفحہ
حضرت عائشہ کی شان میں رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں	۲۴۹	حضرت فاطمہ زہراؑ کی شان میں حدیثیں	۲۶۴
حضرت عائشہ سے متعلق احادیث رسولؐ کا دوسرا رُخ	۲۵۰	قضیۂ فدک	۲۶۵
۴۔ حضرت حفصہ	۲۵۱	وفات حضرت فاطمہ زہراؑ	۲۶۸
۵۔ حضرت زینب بنت خزیمہ	۲۵۱	حضرت فاطمہؑ کا عقد نکاح خدا نے آسمان پر کیا	۲۶۹
۶۔ حضرت ام سلمہ	۲۵۱	سیرتِ فاطمہ زہراؑ	۲۷۲
۷۔ حضرت زینب بنت جحش	۲۵۲	پردہ کا خیال	۲۷۲
۸۔ جویریہ بنت حارث	۲۵۳	زہد و ترک دنیا	۲۷۲
۹۔ جناب ام حبیبہ بنت ابو سفیان	۲۵۳	خانہ داری	۲۷۴
۱۰۔ حضرت صفیہ بنت حی ابن اخطب	۲۵۴	تسبیح فاطمہ زہراؑ	۲۷۴
۱۱۔ حضرت میمونہ بنت حارث	۲۵۵	فاطمہ زہراؑ کے گھر کی خدمت کے لیے خدا نے ملائکہ مقرر فرمائے تھے	۲۷۴
حضرت رسول اللہ ﷺ کی کنیزیں	۲۵۶		
۱۔ ماریہ بنت شمعون قبطیہ	۲۵۶	مساوات	۲۷۵
۲۔ ریحانہ بنت عمر	۲۵۶	اطاعت شوہر	۲۷۵
حضرت رسول اللہ ﷺ کی اولاد	۲۵۶	گریۂ حضرت فاطمہ زہراؑ	۲۷۶
۱۔ قاسم	۲۵۶	حضرت رسول اللہ ﷺ کے اصحاب	۲۷۷
۲۔ عبداللہ	۲۵۶	**حالات سید الوصیین امیر المومنین امام الاولین والآخرین**	
۳۔ ابراہیم	۲۵۶	**حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام**	
۴۔ **حضرت فاطمہ زہرا** سلام اللہ علیہا	۲۵۷	حضرت رسول اللہؐ اور حضرت علیؑ ایک نور سے تھے	۲۸۰
القاب	۲۵۹	حضرت امیر المومنینؑ کعبہ میں پیدا ہوئے	۲۸۱
حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا	۲۶۳	حضرت علیؑ سابق الایمان ہیں	۲۸۳
حضرت فاطمہؑ کی فضیلت میں قرآن کی آیتیں	۲۶۳	حضرت رسول اللہؐ کے متعلق علماء نصاریٰ و کاہنوں کی بشارتیں	۲۸۴

موضوع	صفحہ	موضوع	صفحہ
رسول اللہؐ کی پرورش میں فاطمہ بنت اسد کی خدمات	۲۸۶	اسبابِ جنگ صفین	۳۲۳
عہد طفلی میں حضرت رسول اللہؐ کی سیرت	۲۸۷	معاویہ اور قتل عثمان	۳۲۷
بچپن میں حضرت رسول اللہؐ کا ایک معجزہ	۲۸۸	جنگ صفین	۳۳۲
خدا کی بارگاہ میں فاطمہ بنت اسد کی قربانیاں	۲۹۰	فیصلہ حکمین	۳۳۶
عالم نصرانی کا امیر المومنینؑ کی ولادت کی خبر دینا	۲۹۳	جنگ جمل و صفین و نہروان کے متعلق قرآن کی آیت	۳۴۱
حضرت فاطمہ بنت اسد کا خواب	۲۹۵	اصحاب جمل کے متعلق قرآن کی آیت	۳۴۳
سقیفہ کی کہانی	۳۰۲	اصحاب صفین کے متعلق قرآن کی آیت	۳۴۴
رسول اللہؐ کے کفن و دفن میں کون شریک تھے	۳۰۲	خوارج نہروان	۳۴۴
خطبۂ امیر المومنینؑ	۳۰۳	**ناکثین و قاسطین و مارقین سے جنگ کے متعلق** حضرت رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں	۳۴۴
جمع قرآن	۳۰۴		
احراق خانۂ فاطمہ زہراؑ	۳۰۵	جنگ جمل و صفین و نہروان کے متعلق علمائے اہل سنّت کی رائیں	۳۴۷
ایک معجزہ اور اتمام حجّت	۳۰۶		
تدبیرِ قتل امیر المومنینؑ	۳۰۷	جنگِ نہروان	۳۴۹
استخلاف	۳۰۷	رجعت شمس	۳۵۰
شوریٰ	۳۰۸	سندھ پر لشکر کشی	۳۵۰
بیعت امیر المومنینؑ	۳۰۹	فارس اور کرمان پر لشکر کشی	۳۵۲
خطبہ	۳۰۹	امیر المومنینؑ نے بعد رسول اللہؐ کیا کیا؟	۳۵۷
جنگِ جمل	۳۱۲	بعد رسول اللہ ﷺ اسلام کی حالت	۳۶۲
خطائے اجتہادی	۳۱۹	خدا نے امیر المومنینؑ کو بہتر اسماء اعظم تعلیم فرمائے	۳۶۴
بغاوت سیستان	۳۲۲	معجزات امیر المومنینؑ	۳۶۴
بغاوت خراسان	۳۲۲	جنوں کی بیعت	۳۶۵

موضوع	صفحہ	موضوع	صفحہ
فضائل امیر المومنینؑ	۳۶۸	شہادت امیر المومنینؑ	۳۸۹
امیر المومنینؑ بعد رسول اللہؐ سارے انسانوں سے افضل تھے	۳۶۸	وصیت	۳۹۰
سیرتِ امیر المومنینؑ	۳۷۱	مقام قبر امیر المومنینؑ	۳۹۱
نصرت وحمایت حق	۳۷۱	معجزۂ قبر امیر المومنینؑ	۳۹۳
شجاعت	۳۷۱	آثار شہادت	۳۹۴
عصمت	۳۷۲	خطبۂ حضرت امام حسنؑ	۳۹۴
سخاوت	۳۷۲	نقش خاتم امیر المومنینؑ	۳۹۵
سابقیت اسلام	۳۷۴	ازواجِ امیر المومنینؑ	۳۹۵
صبر	۳۷۵	اولاد امیر المومنینؑ	۳۹۶
رحم وکرم	۳۷۶	حضرت امیر المومنینؑ کے اصحاب	۳۹۷
عبادت	۳۷۶	**حالات**	
ایثار	۳۷۷	**حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام**	
محبت خدا اور رسولؐ	۳۷۷	ولادت	۴۰۰
ہدایت	۳۷۸	ختنہ	۴۰۱
صدق	۳۷۸	حلیۂ مبارک	۴۰۱
زہد وترک دنیا	۳۷۹	مشابہت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۴۰۱
عفو وبخشش	۳۸۰	القاب	۴۰۲
عدل وانصاف	۳۸۱	فضائل امام حسنؑ قرآن کریم میں	۴۰۲
علم امیر المومنینؑ	۳۸۲	حضرت امام حسنؑ ابن رسولؐ ہیں	۴۰۳
قضا	۳۸۵	حضرت امام حسنؑ کی محبت مسلمانوں پر فرض کی گئی	۴۰۷
پابندی شرع	۳۸۷	امام حسنؑ سوارِ دوشِ رسولؐ ہیں	۴۱۰

موضوع	صفحہ	موضوع	صفحہ
امام حسنؑ سردارِ جوانانِ اہل بہشت ہیں	۴۱۰	وصیت	۴۵۴
امام حسنؑ کو سرداری اور ہیبت رسول اللہؐ سے وراثت میں ملی	۴۱۱	حضرت امام حسنؑ کے آخری کلمات	۴۵۶
		حضرت امام حسنؑ کی ازواج	۴۵۸
حضرت امام حسنؑ کی پرورش	۴۱۱	حضرت امام حسنؑ کی اولاد	۴۶۰
عبد اللہ ابن عثمان	۴۱۳	حضرت امام حسنؑ کے مخصوص حواری	۴۶۱
خلافت	۴۱۶	**(جلد ۲) حالات سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام**	
صلح حسنؑ	۴۱۹		
شرائط صلح	۴۲۷	ولادت	۴۶۴
صلح حسنؑ یا بنی امیہ کی موت	۴۲۹	مکان ولادت	۴۶۴
صلح امام حسنؑ کے بعد معاویہ کی پہلی شکست	۴۳۷	تہنیت ولادت حضرت سید الشہداءؑ کے لیے نزولِ ملائکہ	۴۶۵
سخاوت امام حسنؑ	۴۳۷		
حضرت امام حسنؑ کا حلم	۴۴۰	کنیت و القاب	۴۶۶
امام حسنؑ کی عبادت	۴۴۱	عقیقہ	۴۶۶
امام حسنؑ کی ہیبت	۴۴۲	ختنہ	۴۶۶
امام حسنؑ کا زہد	۴۴۲	حلیۂ مبارک	۴۶۷
حضرت امام حسنؑ کا علم	۴۴۳	فضائل امام حسینؑ قرآن میں	
حضرت امام حسنؑ کے قضایا	۴۴۸	حضرت امام حسینؑ معصوم تھے	۴۶۸
حضرت امام حسنؑ کے معجزات	۴۴۸	حضرت امام حسینؑ ابن رسولؐ ہیں	۴۷۰
حضرت امام حسنؑ کا خُلق	۴۵۲	حضرت امام حسینؑ کی محبت مسلمانوں پر فرض کی گئی	۴۷۰
ایام طفلی کا امر بالمعروف	۴۵۳	سرداری جوانانِ جنّت	۴۷۳
حضرت امام حسنؑ کی وفات	۴۵۴	امام حسینؑ میں رسول اللہ ﷺ کی شجاعت تھی	۴۷۴

موضوع	صفحہ	موضوع	صفحہ
حضرت رسول اللہ ﷺ اور محبت امام حسینؑ	۴۷۵	معجزات و کرامات حضرت عباسؑ	۵۱۸
حضرت عمر اور اقرار افضلیت امام حسینؑ	۴۷۶	شہادت حضرت علی اصغرؑ	۵۱۹
حضرت ابن عباس اور احترام حضرت امام حسینؑ	۴۷۷	شہادت حضرت امام حسینؑ	۵۲۱
عبد اللہ ابن عمر اور اقرار افضلیت امام حسینؑ	۴۷۸	شہادت عبد اللہ ابن حسنؑ	۵۲۴
ابوہریرہ کا امام حسینؑ کے قدم مبارک کی خاک جھاڑنا	۴۷۸	انصار امام حسینؑ جو کربلا میں شہید ہوئے	۵۲۵
عام مسلمانوں اور صحابہ کی نگاہ میں آپ کی منزلت وعظمت	۴۷۸	روانگی اسراء اہل بیتؑ طرفِ کوفہ	۵۲۸
اہل بیتؑ کا دشمن منافق اور جہنمی ہے	۴۷۹	واقعۂ کربلا کے نتائج	۵۳۲
شہادت امام کی پیشگوئیاں	۴۸۰	انقلاب	۵۳۸
معاویہ اور بیعتِ یزید کے لیے جدوجہد	۴۸۱	انتقام	۵۴۶
یزید کی تخت نشینی اور گورنر مدینہ کے نام فرمان	۴۸۳	حضرت امام حسینؑ کی سخاوت	۵۴۹
اہل کوفہ کے خطوط	۴۸۹	تواضع	۵۵۱
کوفہ کے شیعہ	۴۹۳	ہیبت	۵۵۱
حضرت مسلم کی روانگی	۴۹۶	عبادت	۵۵۱
امام نے شب عاشورا اپنے اصحاب کو جنّت دکھائی	۵۰۶	بے نیازی	۵۵۲
جنگ	۵۰۷	حلم	۵۵۲
روز عاشور امام کی نمازِ ظہر	۵۱۰	زہد و ترک دنیا	۵۵۲
حضرت علی اکبرؑ	۵۱۱	علم	۵۵۳
محمد ابن عبد اللہ ابن جعفر طیار	۵۱۳	حضرت کے حکیمانہ اقوال	۵۵۴
عون ابن عبد اللہ ابن جعفر طیار	۵۱۳	معجزات	۵۵۶
حضرت قاسم ابن حسنؑ	۵۱۳	آپ کی ازواج و اولاد	۵۵۷
حضرت ابو الفضل العباس ابن علی ابن ابی طالبؑ	۵۱۵	عمر شریف	۵۵۷

موضوع	صفحہ
حالات سید الساجدین حضرت امام زین العابدین علیہ السلام	
نصوص امامت	۵۶۰
لوح فاطمہؑ	۵۶۱
ولادت	۵۶۳
آپ کا خاندانی شرف	۵۶۶
آپ کے القاب	۵۶۶
حلیۂ مبارک	۵۶۷
ہیبت	۵۶۸
شجاعت	۵۶۸
صبر	۵۷۰
حلم	۵۷۰
علم	۵۷۱
آپ کی معرفت	۵۷۲
آپ کی عبادت	۵۷۲
حضرت کا کثرت گریہ وبکا	۵۷۳
حضرت امام کے حبشی غلام کا مرتبہ	۵۷۷
ادلۂ امامت	۵۷۹
حضرت کے معجزات	۵۷۹
حضرت کی امامت کا سخت دور	۵۸۲
امام زین العابدینؑ کی امامت پر حجر اسود کی شہادت	۵۸۳
امامؑ کی سخاوت	۵۸۵
دشمن پر رحم و کرم	۵۸۶
آپ کے زمانہ کے بادشاہ	۵۸۶
قصیدۂ فرزدق	۵۸۷
وصیت	۵۸۸
وفات	۵۸۹
ازواج واولاد	۵۸۹
آپ کے مخصوص حواری	۵۹۰
حالات باقر العلوم حضرت امام محمد باقر علیہ السلام	
کنیت و القاب	۵۹۴
نشر واشاعت علمِ دین	۵۹۶
حسن بصری کو تنبیہ	۵۹۹
امام ابو حنیفہ کو تنبیہ	۶۰۰
امام کو شکست دینے کی ناکام کوشش	۶۰۱
نصوص امامت	۶۰۳
ائمۂ اہل بیتؑ بعد رسول اللہؐ مثل رسولؐ حاکم اسلام ہیں	۶۰۳
دلائل امامت	۶۰۵
امام کی خدمت میں تحصیل علم کے لیے جنوں کا حاضر ہونا	۶۰۶

موضوع	صفحہ	موضوع	صفحہ
باقر العلومؑ کا زہد و تقویٰ و عبادت	۶۰۷	فیلسوف اسلام جابر ابن حیان طرسوسی	۶۲۵
صوفی مخالف اہل بیتؑ ہیں	۶۰۸	ائمہ اہل بیتؑ کے علوم کے ذرائع	۶۲۵
کسبِ معاش اور زراعت	۶۰۹	دعوائے سلونی	۶۲۸
علم تمدّن	۶۰۹	کتاب جفر و جامع	۶۲۹
حضرت کے زمانہ کے بادشاہ	۶۱۲	اخبار بالغیب	۶۳۰
عبد الملک کا ایک خواب	۶۱۲	ایک عجیب الخلقت پرندہ	۶۳۳
شہادت حضرت زید ابن علی ابن الحسینؑ	۶۱۲	دلائل امامت	۶۳۴
وصیت	۶۱۳	معجزۂ حضرت موسیٰؑ	۶۳۴
وفات	۶۱۳	معجزۂ حضرت ابراہیمؑ	۶۳۵
ازواج و اولاد	۶۱۴	ابو حنیفہ کو ہدایت	۶۳۶
آپ کے مخصوص اصحاب	۶۱۴	مناظرے	۶۳۷
حالات		عبادت	۶۴۰
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام		وصیت	۶۴۱
آپ کی والدۂ ماجدہ	۶۱۷	وفات	۶۴۱
نصوص امامت و خلافت	۶۱۸	آپ کے زمانے کے بادشاہ	۶۴۲
کنیت و القاب	۶۲۱	ازواج و اولاد	۶۴۲
حلیۂ مبارک	۶۲۱	اصحاب حضرت امام جعفر صادقؑ	۶۴۲
امام کا عہد طفلی	۶۲۱	**حالات**	
آپ کی عظمت و جلالت اور علم	۶۲۲	**حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام**	
امام مالک اور ابو حنیفہ جیسے جلیل القدر ائمہ اہل سنّت بھی آپ کی شاگردی پر فخر و ناز کرتے ہیں	۶۲۳	آپ کی ولادت	۶۴۶
		نام کنیت اور القاب	۶۴۶

موضوع	صفحہ	موضوع	صفحہ
آپ کی والدۂ ماجدہ	۶۴۷	ولادت	۶۷۹
امام کا عہدِ طفلی	۶۴۹	کنیت والقاب	۶۷۹
نصوص امامت	۶۵۱	والدین	۶۸۰
اسماعیل ابن جعفر صادقؑ	۶۵۱	نصوص امامت	۶۸۱
فرقۂ اسماعیلیہ	۶۵۴	دلائل امامت	۶۸۲
عبد اللہ افطح ابن جعفر صادقؑ	۶۵۵	اخبار بالغیب	۶۸۲
دلائل امامت	۶۵۷	سفر خراسان	۶۸۴
عذاب کا کنواں	۶۶۱	ابو حبیب نباجی کا خواب	۶۸۵
سخاوت	۶۶۳	حضرت امامؑ قم میں	۶۸۷
عصمت	۶۶۳	امامؑ نیشاپور میں	۶۸۷
عبادت	۶۶۴	ایک تاجر کا خواب	۶۸۸
حلم وہدایت خلق	۶۶۵	امام دہ سرخ میں	۶۸۹
وصیت	۶۶۷	امام کا ورود سناباد میں	۶۹۰
دفن وکفن	۶۶۹	امام کا ورود مرو میں	۶۹۰
کاظمین	۶۶۹	ولی عہد	۶۹۰
حضرت کی ازواج واولاد	۶۷۱	نماز عید	۶۹۲
معصومۂ قم حضرت فاطمہ بنت موسیٰ ابن جعفرؑ	۶۷۲	حضرت کا علم وفضل	۶۹۳
معصومۂ قم کے حرم کی کرامات	۶۷۴	جنوں کا آنا اور سوال کرنا	۶۹۷
اصحاب حضرت امام موسیٰ کاظمؑ	۶۷۶	معروف کرخی	۶۹۷
حالات امام ہشتم		شاعر اہل بیتؑ دعبل خزاعی	۶۹۸
حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام		وفات	۷۰۴

موضوع	صفحہ	موضوع	صفحہ
ازواج واولاد	۷۰۷	کنیت والقاب	۷۳۲
حالات امام نهم		والدین	۷۳۳
حضرت محمد ابن علی تقی علیہ السلام		فضائل	۷۳۳
ولادت	۷۱۰	نصوص امامت	۷۳۴
کنیت والقاب	۷۱۱	دلائل امامت	۷۳۵
والدین	۷۱۱	اخبار بالغیب	۷۳۵
نصوص امامت	۷۱۱	معجزات	۷۳۸
مہرِ امامت	۷۱۳	ہندوستان کا جادوگر	۷۳۹
دلائل امامت	۷۱۶	درندوں میں امامؑ	۷۴۰
اخبار بالغیب	۷۱۶	استجابت دعا	۷۴۱
مامون کا شکار اور امام محمد تقیؑ کا امتحان	۷۱۷	سخاوت وایثار	۷۴۱
معجزات	۷۱۸	عبادت وزہد	۷۴۲
امام کا علم	۷۲۰	امامؑ کا علم	۷۴۳
امام سے یحییٰ ابن اکثم کے سوالات	۷۲۴	وفات ووصیّت	۷۴۶
وفات	۷۲۷	ازواج واولاد	۷۴۷
وصیت	۷۲۸	اصحاب خاص	۷۴۷
ازواج واولاد	۷۲۹	**حالات امام یازدهم**	
امامؑ کے اصحاب	۷۲۹	**ابو محمد حضرت حسن عسکری علیہ السلام**	
حالات امام دهم		ولادت	۷۵۰
حضرت علی نقی علیہ السلام		کنیت والقاب	۷۵۰
ولادت	۷۳۲	والدین	۷۵۱

موضوع	صفحہ	موضوع	صفحہ
نصوص امامت	۷۵۱	کنیت و القاب	۷۷۸
ادلہٴ امامت	۷۵۳	صفات امامؑ	۷۷۸
اخبار بالغیب	۷۵۳	پیدائش صاحب الامرؑ کے متعلق علماء کے اقوال	۷۷۹
مختلف زبانوں میں گفتگو	۷۵۴	ائمہ اثنا عشر اور غیبت امام زمانہؑ کے متعلق حضرت رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں	۷۸۳
معجزات	۷۵۵		
دینِ خدا کی حمایت	۷۵۶	نصوص امامت	۷۸۹
بہلول دانا کو نصیحت	۷۵۷	ادلہٴ امامت	۷۹۱
کتاب تناقض القرآن	۷۵۸	غیبتِ صغریٰ	۷۹۳
سخاوت	۷۶۰	فرمانِ حاکم زمین و زمان امام الانس و الجان	۷۹۵
علم	۷۶۱	غیبتِ کبریٰ	۷۹۸
وصیت و وفات	۷۶۲	ائمہ اثنا عشر کے متعلق حضرت رسول اللہؐ کی حدیثیں	۷۹۹
ازواج واولاد	۷۶۷	ظہور حضرت صاحب الامرؑ کے متعلق رسول اللہؐ کی حدیثیں	۸۰۱
اصحابِ خاص	۷۶۷	علامات ظہور حضرت صاحب الامرؑ	۸۰۲
آپ کے زمانے کے بادشاہ	۷۶۷	علامات قیامت	۸۰۳
ظالموں کی حکومت اور اس کا دنیاوی انجام	۷۶۸	منبر پر بیٹھنے والوں کی ذمہ داریاں	۸۰۴
خدا کے مقرر کردہ خلفاء	۷۶۹	زبان عذابِ الٰہی	۸۰۶
امّت کے مقرر کردہ خلفاء	۷۶۹	ریل موٹر ہوائی جہاز، ریڈیو.. کی ایجادات	۸۰۷
امام دوازدھم حجّت اللہ		تاجروں کی ناشکری اور حرص	۸۰۸
حضرت صاحب العصر والزمان علیہ السلام		کمیونزم کے متعلق پیش گوئی	۸۰۸
ولادت	۷۷۳	ممالک اسلام میں نئی تہذیب و دہریت	۸۰۸
کیفیت خلقت امام	۷۷۳	مرد عورت اور عورتیں مرد بنیں گی	۸۰۹

موضوع	صفحہ	موضوع	صفحہ
مسجدوں کی آبادی اور نمازیوں کی بربادی	۸۰۹	ظہورِ امام کے عام قدرتی علامات	۸۲۵
سودخواری اور دنیاداری	۸۱۰	آفتاب علم نجف سے غروب ہو کر شہر قم طلوع کرے گا	۸۲۶
ناچ اور گانے کی کثرت	۸۱۰		
حج وزیارت یا تجارت	۸۱۱	یاجوج وماجوج کا خروج	۸۲۷
علماء سوء کا ظہور	۸۱۱	منغولیا	۸۲۹
تقلید کیسے علماء کی کرنی چاہیے؟	۸۱۳	پیش گوئی حزقیل	۸۳۰
علمائے صالحین کے فضائل	۸۱۴	سد یاجوج وماجوج	۸۳۱
علمائے صالحین کی صحبت میں بیٹھو ہول محشر سے نجات پاؤ گے	۸۱۵	زمین کے بسنے والوں کی آسمان پر فتح	۸۳۳
		یاجوج وماجوج کا حملہ اور ان کا انجام	۸۳۴
عالم باعمل کی دشمنی نفاق ہے	۸۱۵	حضرت آخر الزمانؑ کے ظہور کے متعلق حضرت حزقیل پیغمبر کی پیش گوئی	۸۳۶
اچھے لوگوں پر بُرے لوگ مسلط ہو جائیں گے	۸۱۶		
لوگ بچوں کو علم دین نہ پڑھائیں گے	۸۱۷	ظہور امام شہر شیب روایت مفضل	۸۳۷
خدا کی راہ میں خرچ کرو نجات پاؤ گے	۸۱۸	امامؑ کا حلیۂ مبارک	۸۳۷
حرام لباس پہننے اور حرام غذا کھانے والے کی دعا قبول نہیں ہوتی	۸۱۹	ید بیضاء	۸۳۸
		صیحہ	۸۳۸
علامات ظہور ہندو مذہب کی کتابوں سے	۸۲۱	سفیانی کا خروج	۸۳۹
تھوڑے ہی لوگ مہامت کے فرزندوں کی راہ پر رہیں گے	۸۲۳	سفیانی فوج کی ہلاکت	۸۳۹
		سفیانی کی ہلاکت	۸۴۰
چوپائی	۸۲۴	دابۃ الارض	۸۴۱
حضرت صاحب الامرؑ کی بشارت توریت میں	۸۲۴	دابۃ الارض حضرت امیر المومنینؑ ہیں	۸۴۲
حضرت کی بشارت زبور میں	۸۲۵	فوج امام کی سد	۸۴۲

موضوع	صفحہ	موضوع	صفحہ
دنیا کی آخری جنگ اور عراق و بغداد کی تباہی	۸۴۲	دجال کا قتل	۸۴۷
ترک اور مغربی قوموں کی آمد	۸۴۴	شیطان کے لشکر اور امام کی فوج میں جنگ	۸۴۸
شام کی تباہی	۸۴۴	شیطان کی ہلاکت	۸۴۸
نفس ذکیہ کا قتل	۸۴۵	امامؑ کا دارالسلطنت	۸۴۹
ایٹمی جنگ	۸۴۵	ٹیلی ویژن، وائرلیس احادیث کی روشنی میں	۸۴۹
جوان حسنی کا خروج	۸۴۶		
حضرت امام حسینؑ کی آمد	۸۴۶	حکومت الٰہیہ کا پاکیزہ دور	۸۵۰
نزول حضرت عیسیٰؑ	۸۴۷	جملہ مومنین و مسلمین کی خدمت میں گذارش	۸۵۲
حضرت عیسیٰؑ حضرت امامؑ کے پیچھے نماز پڑھیں گے	۸۴۷		

حالات

سید الشہداء امام حسینؑ

حالات سید الشہدا

حضرت امام حسینؑ

مسعودی نے لکھا ہے کہ: حضرت امام حسنؑ کے بعد حضرت امام حسینؑ بحکمِ پروردگار ان کے جانشین ہوئے۔ عالم آل محمد ﷺ محمد تقیؑ سے منقول ہے حضرت نے فرمایا کہ: ایک مرتبہ حضرت جبرئیل امینؑ حضرت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ: آپ کی دختر فاطمہ زہراؑ کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا اس کا نام حسین رکھیے گا۔ اور خبر دی کہ آپ کی امّت کی اکثریت اس کو قتل کرے گی۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہ زہراؑ کو اس واقعہ کی خبر دی تو حضرت فاطمہ زہراؑ نے عرض کیا کہ: بابا ہم کو اس بچہ کی حاجت نہیں ہے! پھر خداوند عالم نے حضرت رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل فرمائی کہ: اے رسولؐ!، علیؑ اور فاطمہؑ کو خبر دیجئے کہ ہم شہادتِ حسینؑ کے عوض میں امامت و میراثِ نبوّت و علم و حکمت قیامت تک نسل حسینؑ میں قرار دیں گے حضرت رسول اللہ ﷺ نے امیر المومنینؑ اور حضرت فاطمہ زہراؑ کو خبر دی تو ان لوگوں نے عرض کیا کہ: ہم راضی ہیں۔

روایت کی گئی ہے کہ: حضرت امام حسینؑ کی ولادت صبح کے وقت ہوئی آپ صرف چھ ماہ بطنِ مادر میں رہے اور آپ کی پیدائش بھی اسی طرح ہوئی جس طرح حضرت رسول اللہ ﷺ اور

حضرت امیر المومنینؑ اور حضرت امام حسنؑ پیدا ہوئے آپ کی ولادت کے وقت حضرت فاطمہؑ نے عام عورتوں کی طرح نفاس وغیرہ نہیں دیکھا۔

ولادت

حضرت امام حسینؑ تیسری یا پانچویں ماہ شعبان سنہ ۴ھ میں مدینۂ منوّرہ میں پیدا ہوئے۔

مکان ولادت

مدینۂ منوّرہ میں حضرت امیر المومنینؑ کے دو مکان تھے، ایک تو مسجدِ نبویؐ سے ملحق تھا اس کا ایک دروازہ مسجد کی طرف تھا اس کا نام "دار فاطمہؑ" تھا دوسرا گھر بقیع میں تھا جو "دارِ علیؑ" کے نام سے مشہور تھا۔ حضرت امام حسینؑ کی ولادت دارِ فاطمہؑ میں ہوئی اس کا کچھ حصّہ اس وقت تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ اقدس سے شمال کی جانب محفوظ ہے جو آج "حجرۂ فاطمہؑ" کے نام سے مشہور ہے اس کے اندر کسی کو جانے کی اجازت حکومت کی جانب سے نہیں ہے (۱)۔

علامہ ابن حجر نے اصابہ میں لکھا ہے کہ: حضرت امام حسینؑ اپنے بڑے بھائی حضرت امام حسنؑ سے گیارہ ماہ چھوٹے تھے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی، حضرت نے اپنے لعابِ دہن سے امام حسینؑ کی تحنیک فرمائی اور ان کے منہ میں لعابِ دہن ڈالا اور دعا فرمائی (۲)۔

---

(۱)۔ فاطمہؑ کا چاند، صفحہ ۱۱۔

(۲)۔ فاطمہؑ کا چاند، صفحہ ۱۱، بحوالہ نور الابصار، صفحہ ۱۱۴۔

تہنیت ولادت حضرت سید الشہداءؑ کے لیے نزولِ ملائکہ

مسعودی نے لکھا ہے کہ: جب حضرت امام حسینؑ پیدا ہوئے تو حضرت جبرئیل امینؑ ایک ہزار ملائکہ کے ساتھ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حضرت امام حسینؑ کی ولادت کی تہنیت ادا کرنے کے لیے حاضر ہوئے تو ان کا گذر ایک فرشتہ کی طرف سے ہوا جس کا نام فطرُس تھا اور حضرت جبرئیل امینؑ کا دوست تھا وہ دریا کے ایک جزیرہ میں پڑا تھا۔ کسی نافرمانی کی بنا پر اس پر عتاب ہوا تھا اور اس کے پر گر گئے تھے اور ایک جزیرہ میں ڈال دیا گیا تھا وہاں پانچ سو برس پڑا رہا۔ جب فطرُس نے حضرت جبرئیل امینؑ کو دیکھا تو پوچھا کہ: کہاں کا ارادہ ہے؟ انھوں نے کہا کہ: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی آخرالزمان کے یہاں لڑکا پیدا ہوا ہے تو خدا نے ہم لوگوں کو تہنیت کے لیے بھیجا ہے۔ فطرُس نے کہا: اے جبرئیلؑ! ہم کو بھی لے چلو شاید وہ ہمارے لیے دعا کر دیں! حضرت جبرئیلؑ اس کو اٹھا کر لے گئے۔ خدمتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پہونچ کر جب جبرئیلؑ پیغامِ الٰہی پہونچا چکے اور تہنیت ادا کر چکے تو حضرت نے فطرُس کی طرف دیکھا اور پوچھا کہ: اے جبرئیلؑ! یہ کون ہے؟ جبرئیلؑ نے فطرُس کا سارا واقعہ بیان فرمایا تو حضرت فطرُس کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ: اپنے دونوں بازو اس بچّہ سے مس کر دے فطرُس نے اپنے بازو حضرت امام حسینؑ سے مس کیے، فوراً خداوند عالم نے اس کو اس کی پہلی حالت پر پلٹا دیا۔ جب فطرُس شاد و مسرور روانہ ہوا تو حضرت نے فرمایا کہ: اے فطرُس! خدا نے تیرے بارے میں میری شفاعت قبول فرمائی جا تو زمینِ کربلا پر قیام کر اور تا قیامت حسینؑ کی زیارت کے لیے جتنے زائرین وہاں پہونچیں ہم کو ان کی خبر دینا اس روز سے اس ملک کا نام ''عتیق الحسینؑ'' پڑ گیا۔

بغوی نے اورعبد الغنی نے ایضاح میں حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: حضرت ہارون نے اپنے دونوں بیٹوں کے نام شبّر وشبیر رکھے تھے اور میں نے اپنے دونوں بیٹوں کے نام حسنؑ اور حسینؑ رکھے ہیں۔

ابن سعد نے عمران ابن سلمان سے روایت کی ہے کہ حسنؑ اور حسینؑ یہ دونوں نام جنّت کے ناموں میں سے ہیں زمانۂ جاہلیت میں عرب نے کبھی یہ نام نہ سنے تھے (۱)۔

کنّیت والقاب

آپ کی کنیت ابوعبد اللہ اور القاب طیب، زکی، رشید، وفی، مبارک، سعید، امام الثالث، تابع لمرضات اللہ، دلیل علی ذات اللہ، شہید اکبر، سبط، سید شباب اہل الجنۃ وغیرہ تھے لیکن زیادہ آپ سبط اور سید کے لقب سے مشہور تھے۔

عقیقہ

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی پیدائش کے ساتویں روز آپ کا عقیقہ کیا اور دو مینڈھے ذبح کرائے اور آپ کے بالوں کے ہم وزن چاندی تصدق کی۔

ختنہ

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام حسینؑ کا ختنہ عقیقہ کے روز یعنی پیدائش کے ساتویں روز کرایا (۲)۔

---

(۱)۔ صواعق محرقہ، صفحہ ۱۱۵۔

(۲)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۲۶۰۔

حلیہ مبارک

آپ سر سے کمر تک حضرت امیر المومنینؑ سے اور کمر سے نیچے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہ تھے۔ بخاری نے انس سے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسینؑ سے زیادہ کوئی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہ نہ تھا۔

سعید سکری کا بیان ہے کہ: میں نے امام حسینؑ جیسا بڑی آنکھوں والا خوبصورت انسان نہیں دیکھا(۱)۔

حضرت امام حسینؑ جب تاریکی شب میں نکلتے تھے تو آپ کے روئے مبارک کی روشنی میں لوگ راستہ چلتے تھے(۲)۔

ملا مبین صاحب لکھتے ہیں کہ: یہ دونوں گوہر درج جمال واختر برج کمال ظاہر اور باطن میں جامع کمالات مصطفویؐ وحاوی کرامات مرتضویؑ تھے:

میرم حسین است وحسنؑ آرام جسم و جان وتن
بی مہر ایشان دم مزن گرمیزنی لاف ازولا
آن قرۃ العین علیؑ و آن میوۂ باغِ نبیؐ
آن یک امیرمتقی و آن یک امامِ مقتدا
آن روزوشب اندرتعب وآن سال ومہ اندرکرب
آن خستہ زھرتعب و آن کشتۂ تیغِ جفا
از دستِ طعن فاجران وزشومی ان منکران
آن یک اسیرموبران وآن یک شہیدِ کربلا

---

(۱)۔ فاطمہؑ کا چاند، بحوالہ الحسینؑ۔

(۲)۔ شواہد النبوت، صفحہ ۱۷۴۔

فضائل امام حسینؑ قرآن میں

حضرت امام حسینؑ معصوم تھے

خداوند عالم سورۂ احزاب آیت ۳۳، رکوع ۴ میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾(۱)۔

یعنی اے اہل بیت رسولؐ! خدا چاہتا ہے کہ تم سے ہر گندگی و پلیدی کو دور رکھے اور پاک رکھے تم کو جو حق ہے پاک رکھنے کا۔

یہ آیت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علیؑ اور حضرت خاتونِ جنّت اور حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کی شان میں نازل ہوئی (۲)۔

مولانا عبد الصمد رحمانی صاحب نے اپنی کتاب فاطمہؑ کا چاند میں بحوالہ ترمذی لکھا ہے کہ:
اس آیت کے نزول پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہؑ حضرت امام حسنؑ حضرت امام حسینؑ اور حضرت امام علیؑ کو بلایا اور اپنا کمبل اُڑھا کر فرمایا: ”اے میرے اللہ! یہ میرے اہل بیتؑ ہیں تو ان سے پلیدی کو دور کردے اور ان کو ہر طرح کی طہارت نوازش فرما“۔ یہ سُن کر ام المومنین ام سلمہؓ نے کہا کہ: یارسول اللہؐ! میں بھی ان لوگوں میں شامل ہوں؟ آپ نے فرمایا: تو اپنی مرتبت کی جگہ میں ہے تو بھی نیکی میں شامل ہے۔ اس کے بعد مولانا نے لکھا ہے کہ: ہر طرح کے رجس سے پاکی اور ہر طرح کی طہارت سے سرفرازی محاسن و مناقب کے باب میں ایسی دستاویز ہے جو محاسن کے

---

(۱)۔ سورۂ احزاب، رکوع ۴، آیت ۳۳۔

(۲)۔ صواعق محرقہ، باب ۱۱، فصل ۱، صفحہ ۸۵۔

ہزاروں اسفار کے مجلدات پر بھاری ہے دل کا ذوق کہتا ہے کہ اس پر کچھ اور لکھوں مگر پاسبانِ عقل نے کہا:

سخن عشق بدل درنہ ولب را مکشائے
سر این شیشہ فرو بندکے بادی نخورد

مسلم اور ترمذی نے ام المومنین ام سلمہ اور جناب عائشہ سے روایت کی ہے کہ: ایک روز حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت اشرف سے باہر تشریف لے گئے آپ ایک اونی چادر اوڑھے ہوئے تھے ناگاہ حضرت امام حسنؑ سامنے آئے حضرت نے ان کو بلا کر چادر میں لے لیا پھر حضرت امام حسینؑ آئے آپ نے ان کو بھی چادر میں لے لیا پھر حضرت فاطمہ زہراؑ اور حضرت علیؑ تشریف لائے آپ نے ان لوگوں کو بھی چادر میں لے لیا پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾

انس ابن مالک سے مروی ہے کہ: اس آیت کے نازل ہونے کے بعد چھ ماہ تک جب بھی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے لیے گھر سے نکلتے تھے اور حضرت فاطمہ زہراؑ کی ڈیوڑھی سے گذرتے تھے تو فرماتے تھے کہ: الصّلوٰۃ اَھلَ البیت﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾

عین المعانی میں اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس کساء میں داخل ہوئے اس کے بعد حضرت جبرئیلؑ یہ آیت لے کر نازل ہوئے اور وہ بھی تبرکاً اس چادر میں داخل ہوئے(۱)۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ یہ آیت صرف انھیں پانچ ذواتِ مقدّسہ کی شان میں نازل ہوئی ہے اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیتؑ اور ظاہری اور باطنی گندگی اور گناہوں سے پاک تھے

(۱)۔وسیلۃ النجات، صفحہ ۲۰۴۔

اور یہی معنی عصمت کے ہیں اور حضرت کی بیویاں اہل بیتؑ میں داخل نہ تھیں اسی بنا پر حضرت نے ان کو چادر میں نہ لیا نہ ان کو اہل بیتؑ میں داخل کیا۔

نیز اسی بنا پر آنحضرت ﷺ چھ ماہ تک اوقاتِ نماز میں حضرت فاطمہ زہراؑ کی ڈیوڑھی پر تشریف لے جا کر اس آیت کی تلاوت فرماتے رہے تاکہ مسلمان اچھی طرح یاد کرلیں اور سمجھ لیں کہ یہ آیت صرف حضرت فاطمہ زہراؑ اور حضرت علیؑ اور ان کے دونوں نورِ نظر کی شان میں نازل ہوئی اگر ازواجِ رسول ﷺ آیتِ تطہیر میں داخل ہوتیں تو آنحضرتؐ ان کے حجروں کی ڈیوڑھی پر بھی جا کر اس آیت کی تلاوت فرماتے لیکن حضرت نے کبھی ایسا نہ کیا۔

حضرت امام حسینؑ ابن رسول ﷺ ہیں

خداوند عالم نے آیت مباہلہ میں حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کو ابن رسولؐ فرمایا ہے۔ جس کی تفصیل حضرت امام حسنؑ کے حالات میں گذر چکی ہے وہاں ملاحظہ کریں۔

حضرت امام حسینؑ کی محبت خداوند عالم نے مسلمانوں پر فرض کی ہے

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ: ﴿قُل لَّا أَسۡأَلُكُمۡ عَلَيۡهِ أَجۡرًا إِلَّا ٱلۡمَوَدَّةَ فِي ٱلۡقُرۡبَىٰ﴾(۱)۔

یعنی اے رسولؐ! کہہ دو کہ تم سے سواء اپنے قرابت داروں کی محبت کے اپنی رسالت کا کوئی اجر نہیں چاہتے۔

(۱)۔ سورہ شوریٰ، پارہ ۲۵، آیت ۲۳۔

صاحب کشاف نے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو پوچھا: یارسول اللہؐ! وہ کون لوگ آپ کے ذوی القربیٰ ہیں جن کی محبت ہم پر واجب کی گئی ہے تو فرمایا: علیؑ اور فاطمہؑ اور ان کے دونوں بچے۔ اسی مضمون کی حدیث تفسیر ابوالسعود بر حاشیہ تفسیر کبیر جلد ۷ سورۂ شوریٰ صفحہ ۴۰۴ وصواعق محرقہ باب ۱۱ فصل ۱، صفحہ ۱۰۱ و فاطمہؑ کا چاند صفحہ ۵۸ و تفسیر بیضاوی و ثعلبی اور مدارک وغیرہ میں منقول ہے۔

ثعلبی اور بغوی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ: جب یہ آیت ﴿قُلْ لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ ۲۳﴾ نازل ہوئی تو ایک قوم نے اپنے دلوں میں یہ خیال کیا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بعد ہم لوگوں پر اپنے قرابت داروں کی محبت لادنا چاہتے ہیں تو حضرت جبرئیلؑ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی کہ لوگ آپ کو اتہام لگارہے ہیں اس وقت یہ آیت سورۂ شوریٰ آیت ۲۴ نازل ہوئی: ﴿أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا﴾ یعنی کیا یہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ رسولؐ نے خدا پر جھوٹ باندھا ہے (یعنی اپنے دل سے کہہ دیا ہے خدا نے نہیں فرمایا ہے) اس آیت کے نازل ہونے کے بعد لوگوں نے اپنے خیالات سے توبہ کی تو یہ آیت سورۂ شوریٰ آیت ۲۵ نازل ہوئی: ﴿وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ الخ﴾ یعنی خدا ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے (۱)۔

واضح ہو کہ اس آیت مودّت میں علمائے اہل سنّت نے چند تاویلیں کی ہیں۔ ایک گروہ نے کہا کہ: یہ آیت مکی ہے اس وقت نازل ہوئی تھی جب کہ حضرت فاطمہ زہراؑ سے حضرت علیؑ کی شادی بھی نہیں ہوئی تھی اور آیت کا معنی یہ ہے کہ اے رسولؐ! کہہ دو کہ میں اپنی رسالت کا تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا سواء اس کے کہ ہم سے تم سے جو قرابت ہے اس کا لحاظ رکھو اور ہم کو نہ ستاؤ۔ آج کل عموماً قرآن کے ترجموں میں یہی لکھا جاتا ہے تاکہ مسلمان سمجھیں کہ اس آیت کو اہل بیت رسولؐ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور خدا نے قرآن میں اہل بیتؑ کی محبت کا کوئی حکم نازل نہیں فرمایا ہے۔

---

(۱)۔ صواعق محرقہ، صفحہ ۱۰۲۔

دوسروں نے کہا کہ: یہ آیت عام ہے اس میں قربیٰ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کل قرابت دار مقصود ہیں، اموی ہوں یا عباسی ہوں یا ہاشمی، خدا نے اس آیت میں سب سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ سب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت دار تھے۔

تیسرے گروہ نے کہا کہ: یہ آیت منسوخ ہو چکی ہے لہٰذا اب یہ حکم باقی نہیں رہا لیکن اس کو کہتے ہیں حق کی فتح کہ ان تاویلوں کے جوابات خود علمائے اہل سنّت ہی نے دیئے ہیں۔

علامہ ابن حجر مکی نے اپنی کتاب صواعق محرقہ صفحہ ۱۰۲ میں پہلی تاویل کا یہ جواب دیا ہے کہ: ہو سکتا ہے کہ یہ آیت دو مرتبہ نازل ہوئی ہو ایک مرتبہ مکّہ میں ایک مرتبہ مدینہ میں۔

میں عرض کرتا ہوں کہ: اس آیت کے شان اہل بیتؑ میں نازل ہونے کے متعلق روایتیں حد تواتر تک پہونچی ہوئی ہیں لہٰذا اس کے مکّی ہونے والی روایت شاذ اور ضعیف ہے۔ دوسری تاویل کا جواب ابن حجر نے یہ دیا ہے کہ: اگر تسلیم کرلیا جائے کہ یہ آیت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کل قرابت داروں کی شان میں نازل ہوئی ہے تو پنجتن پاک اس میں بدرجۂ اولیٰ داخل ہوں گے اس لیے کہ وہ سب سے نزدیک تر تھے۔

تیسرے کا جواب یہ دیا ہے کہ ثعلبی نے اس کو رد کیا ہے اور کہا ہے کہ: اس قول کے قبح کے لیے یہی کافی ہے کہ رسولؐ اور اولادِ رسولؐ کی محبت کے ذریعہ سے خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کو یہ قائل منسوخ قرار دے رہا ہے اور اس سے بڑھ کر لغو قول اور کیا ہو سکتا ہے۔

بغوی نے کہا ہے کہ: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور ان کے قرابت داروں کی محبت اور ان سے اذیتوں کا دور کرنا اور خدا کی اطاعت وفرماں برداری اور عمل صالح کے ذریعہ سے اس کی خوشنودی حاصل کرنا فرائض دین سے ہے اور یہ حکم تا ابد باقی رہے گا لہٰذا اس آیت کے منسوخ ہونے کا دعویٰ جائز نہیں ہے کیونکہ وہ حکم جو اس آیت سے ثابت ہے وہ باقی ہے اور ہمیشہ باقی رہے گا۔

اس کے بعد ابن حجر نے وجوبِ محبت اہل بیتؑ اور ان سے دشمنی کی ممانعت کے متعلق کچھ حدیثیں نقل کی ہیں پھر لکھا ہے کہ: ان حدیثوں سے محبت اہل بیتؑ کا واجب ہونا اور ان سے بغض و دشمنی کا حرام بلکہ بہت سخت حرام ہونا ثابت ہوتا ہے اور امام بیہقی اور بغوی نے اہل بیتؑ کی محبت کے لازم ہونے کی تصریح کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ وہ فرائض دین سے ہے بلکہ اس پر امام شافعی نے اپنے اس شعر میں نص فرمایا ہے کہتے ہیں کہ:

یَااَھلَ بَیتِ رَسولِ اللّٰہِ حُبَّکُمُ
فَرضٌ مِنَ اللّٰہِ فِی القُرآنِ اَنزَلَہُ (۱)
کفاکُم مِن عَظیمِ القَدرِ أَنَّکُمُ
مَن لَم یُصَلِّ عَلَیکُم لَا صَلوٰۃَ لَہُ (۲)

یعنی اے اہل بیت رسولؐ! تمہاری محبت خدا کی طرف سے مسلمانوں پر فرض کی گئی ہے اس نے قرآن میں تمہاری محبت کا حکم نازل فرمایا ہے۔ اے اہل بیتؑ! تمہاری عظیم قدر منزلت کے ثبوت کے لیے یہی دلیل کافی ہے کہ جو شخص نماز میں تم پر درود نہ بھیجے اس کی نماز نہیں ہے۔

سرداری جوانانِ جنّت

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اَلْحَسَنُ وَ اَلْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ أَھْلِ اَلْجَنَّۃِ وَ أَبُوھُمَا خَیْرٌ مِنْھُمَا.'' (۳)؛ یعنی حسنؑ اور حسینؑ جنّت کے جوانوں کے سردار ہیں اور ان دونوں کے باپ ان دونوں سے بہتر ہیں۔

(۱)۔ صواعق محرقہ، صفحہ ۱۰۴۔

(۲)۔ صواعق محرقہ، صفحہ ۸۸۔

(۳)۔ صواعق محرقہ، صفحہ ۱۱۴ وغیرہ۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سواء حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علیؑ کے حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ ساری امّت سے اور کل صحابہ و تابعین سے بہتر و افضل ہیں کیونکہ جتنے بھی جنّت میں جانے والے ہیں امام حسنؑ اور امام حسینؑ سب کے سردار ہیں سواء حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علیؑ کے۔

امام حسینؑ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شجاعت تھی

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: "حسینؑ میں میری شجاعت و سخاوت ہے" (۱)۔

عبد الصمد رحمانی صاحب فاطمہؑ کا چاند صفحہ ۷۹ میں لکھتے ہیں کہ: حضرت امام حسینؑ کی شجاعت کی سب سے جامع اور سچّی تصویر وہ ہے جو مقاماتِ سینہ میں عثمان ابن علی نے لکھا ہے امام حسینؑ جنگ کے ہنگام سب سے زیادہ شجاع اور سب سے زیادہ باعزّت تھے عزّت و جنگ کے معاملہ میں وہ اپنے نانا کے مشابہ تھے۔

علامہ مجلسیؒ نے بحار جلد ۱۰، صفحہ ۲۰۳ میں لکھا ہے کہ: پھر فوج یزید پر امام حسینؑ نے حملہ کیا اور بہت سے دشمنوں کو قتل کیا اس وقت آپ یہ شعر پڑھ رہے تھے:

اَلقَتلُ اَولَیٰ مِن رُکُوبِ العار
وَالعار اَولَیٰ مِن دُخُولِ النَّار

راوی نے کہا ہے کہ خدا کی قسم! کسی شکستہ حال کو جس کی آنکھوں کے سامنے اس کے لڑکے اور اہل بیتؑ اور اصحاب سب قتل کر دیئے گئے ہوں امام حسینؑ سے زیادہ سخت حملہ کرنے والا میں نے نہیں دیکھا جب ایک گروہ لشکر کا آپ پر حملہ کرتا تھا تو آپ تلوار سونت کر اس پر جھپٹ پڑتے تھے تو وہ اس طرح بھاگتے تھے جیسے بھیڑیے کے حملہ کرنے پر بھیڑیں بھاگتی ہیں آپ تیس ہزار کی جماعت پر حملہ کرتے تھے تو وہ ٹڈی کی طرح منتشر ہو جاتی تھی پھر آپ **لا حول و لا**

(۱)۔ صواعق محرقہ، صفحہ ۱۱۴ بحوالہ طبرانی۔

قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھتے ہوئے اپنی جگہ پر واپس آتے تھے۔ اسی طرح آپ نے زخمیوں کے علاوہ ۱۹۹۹ آدمیوں کو قتل کیا تو عمر وابن سعد نے پکار کر اپنے لشکر سے کہا کہ: وائے ہو تم پر! تم جانتے ہو کہ کس سے جنگ کر رہے ہو؟ یہ انزع البطین کا بیٹا ہے یہ قتّال عرب کا بیٹا ہے اس پر ہر جانب سے یکبارگی حملہ کرو۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور محبّت امام حسینؑ

ابن عساکر نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ: میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امام حسینؑ کا ہاتھ پکڑے ہوئے فرمارہے تھے کہ حسینؑ چڑھ جاؤ! حسینؑ چڑھ جاؤ! اس وقت امام کا پیر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم مبارک پر تھا جب چڑھ گئے تو امام کا پاؤں حضور کے سینۂ مبارک پر تھا۔ یہاں تک کہ ان کا چہرہ حضور کے چہرہ کے مقابل ہو گیا۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا کہ: منہ کھولو پھر آپ نے ان کا بوسہ لیا اور دعا فرمائی کہ اے اللہ! میں اس بچہ کو چاہتا ہوں تو بھی اس کو چاہ!(۱)۔

لیلی ابن مرہ عامری کا بیان ہے کہ: ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعوت میں تشریف لے جارہے تھے میں بھی حضور کے ساتھ تھا۔ اثناء راہ میں حضرت امام حسینؑ پر نظر پڑ گئی۔ وہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے آنحضرتؐ نے ان کو پکڑنا چاہا وہ ادھر ادھر مچلنے لگے آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو پکڑ لیا اور ایک ہاتھ ان کی پیٹھ کے پیچھے اور ایک ہاتھ ان کی ٹھوڑی کے نیچے رکھ کر بوسہ لیا اور فرمایا: ''حسینؑ میرا ہے اور میں حسینؑ کا ہوں''(۲)۔

(۱)۔ فاطمہؑ کا چاند، صفحہ ۲۵۔

(۲)۔ ابن عساکر، البدایہ النہایہ۔

شدادؒ سے روایت ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عشاء یا مغرب کی نماز میں سجدہ میں بہت طول دیا جب نماز سے فراغت ہوئی تو لوگوں نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ: یہ بچہ میری پشت پر چڑھ گیا تھا تو میں نے اس کے اترنے سے پہلے سجدہ سے سر اٹھانا مناسب نہیں سمجھا(۱)۔

انس ابن مالک کی روایت ہے کہ: ایک مرتبہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ: آپ کے اہل بیتؑ میں کون آپ کو سب سے زیادہ پیارا ہے؟ تو فرمایا کہ: حسنؑ اور حسینؑ(۲)۔

حضرت عمر اور اقرار افضلیت امام حسینؑ

حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ: جب مدائن فتح ہوا اور اس کا مال غنیمت حضرت عمر کے پاس آیا تو حضرت امام حسنؑ تشریف لائے اور فرمایا کہ: لاؤ ہمارا حق اس مال سے جو خدا نے فتح کے ذریعہ سے مسلمانوں کو عطا فرمایا ہے تو حضرت عمر نے ایک ہزار درہم دیئے پھر حضرت امام حسینؑ تشریف لائے اور اپنا حق مانگا تو ان کو بھی ایک ہزار درہم دیئے پھر حضرت عمر کے بیٹے عبد اللہ آئے اور کہا کہ: میرا حق دیجئے تو حضرت عمر نے پانچ سو درہم ان کو دیئے اس پر عبد اللہ نے کہا: بابا میں جوان اور قوی انسان ہوں میں زمانۂ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی جہاد کرتا تھا حالانکہ اس وقت امام حسنؑ اور امام حسینؑ بچوں کے ساتھ مدینہ کی گلیوں میں کھیلتے تھے تو آپ نے ان کو ایک ایک ہزار دیا اور مجھ کو پانچ سو درہم دیئے۔ حضرت عمر نے کہا کہ: جو بلند درجات و مراتب حسنؑ اور حسینؑ کو حاصل ہیں تم بھی لاؤ! جاؤ ان کی مادرِ گرامی فاطمہ زہراؑ جیسی ماں لاؤ اور ان کے پدرِ بزرگوار علی مرتضیٰؑ جیسا باپ لاؤ اور ان کے جدّ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا دادا لاؤ اور ان کی جدۂ ماجدہ حضرت خدیجہ جیسی دادی لاؤ تم کو ان لوگوں سے کیا نسبت؟!(۳)۔

---

(۱)۔ فاطمہؑ کا چاند، صفحہ ۲۶ بحوالہ نسائی۔

(۲)۔ وسیلۃ النجات، بحوالہ ترمذی۔

(۳)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۲۶۸۔

یہ روایت اگرچہ شیعوں کے لیے حجّت نہیں ہے کیونکہ حضرت عمر اگر ایسے ہی اہل بیتؑ کے مرتبہ شناس اوران پر شفیق ومہربان ہوتے جیسا کہ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے تو وہ حضرت علیؑ کو خلافت سے محروم نہ کرتے۔ اہل بیتؑ سے علاقۂ فدک نہ چھینتے جو حضرت رسول اللہ ﷺ نے ان کو بحکمِ پروردگار ہبہ فرمایا تھا۔ ان کو مال سے اور خمس سے محروم نہ کرتے جو بنص قرآن خاص حضرت رسول اللہ ﷺ اور ان کے اہل بیتؑ کا حق تھا۔

ان کو عہدوں سے محروم نہ کرتے جیسا کہ مؤرخین نے تصریح کی ہے کہ تین دور خلافت میں اہل بیتِ رسولؐ کو ایک چھوٹا سے چھوٹا عہدہ بھی نہ دیا گیا۔

لیکن اہل سنّت کے لیے حجّت ضرور ہے اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ حضرت عمر سے افضل تھے بلکہ ان کو حضرت علیؑ سے کوئی نسبت نہ تھی اور حضرت امام حسینؑ بھی کل صحابہ سے افضل تھے کیونکہ حضرت امام حسینؑ کو جو درجات ومراتب خدا نے عطا فرمائے تھے کسی کو نہ ملے تھے۔

حضرت ابن عباسؓ اور احترام حضرت امام حسینؑ

ایک روز حضرت امام حسینؑ سوار ہونے لگے تو حضرت رسول اللہ ﷺ کے جلیل القدر صحابی حبر امّت حضرت عبداللہ ابن عباس نے بڑھ کر رکاب تھامی کسی نے اعتراض کیا کہ آپ تو رشتہ میں بھی اور عمر میں بھی حضرت امام حسینؑ سے بڑے ہیں آپ کیوں ان کی رکاب تھامتے ہیں؟ جناب ابن عباس نے جواب دیا کہ: اے بدبخت! تجھے کیا معلوم کہ یہ کون ہیں؟ یہ رسول اللہ ﷺ کے فرزند ہیں خداوند عالم نے ان لوگوں کے طفیل میں جو نعمتیں ہم کو عطا فرمائی ہیں اس کے شکریہ میں ان کی رکاب بھی نہ تھاموں!(۱)۔

(۱)۔ بحارالانوار، جلد ۱۰، صفحہ ۸۹ وفاطمہؑ کا چاند، صفحہ ۵۰ بحوالہ تاریخ کبیر۔

عبداللہ ابن عمر اور اقرار افضلیت امام حسینؑ

ایک دن عبداللہ ابن عمر کعبہ کے سایہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ سامنے سے حضرت امام حسینؑ تشریف لاتے ہوئے نظر آئے تو عبداللہ نے کہا کہ: آج کے روز آسمان وزمین میں ان سے بہتر کوئی نہیں ہے (۱)۔

ابوہریرہ کا امام حسینؑ کے قدم مبارک کی خاک جھاڑنا

ایک جنازہ کے ساتھ حضرت امام حسینؑ اور ابوہریرہ جارہے تھے۔ جب حضرت کسی مقام پر تشریف فرما ہوئے تو ابوہریرہ اپنے کپڑے سے حضرت کے قدموں کی گرد جھاڑنے لگے حضرت نے فرمایا: اے ابوہریرہ! کیا کررہے ہو؟ تو عرض کیا کہ: آپ مجھے چھوڑ دیجئے اور اس خدمت سے نہ روکیے۔ خدا کی قسم! آپ کے فضائل ومناقب جو مجھ کو معلوم ہیں اگر دوسروں کو معلوم ہوتے تو وہ آپ کو اپنے کاندھوں پر لیے پھرتے کہیں پیدل جانے ہی نہ دیتے (۲)۔

عام مسلمانوں اور صحابہ کی نگاہ میں آپ کی منزلت وعظمت

ایک مرتبہ حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ حج کے لیے پیدل تشریف لے جارہے تھے راستہ میں جو حاجی بھی آپ کو دیکھتا سواری سے اتر کر پیدل ہو جاتا تھا آخر حاجیوں کے لیے بڑی زحمت کا سامنا ہو گیا تو سعد ابن وقاص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ لوگوں کا پیدل چلنا دشوار ہو گیا ہے اور آپ پیدل چلیں اور ہم لوگ سوار ہو کر چلیں یہ نہیں ہو سکتا اگر آپ حضرات بھی سوار ہو جائیں تو لوگوں کی زحمتیں دور ہو جائیں۔ حضرت نے فرمایا کہ: ہم لوگوں نے پیادہ حج

---

(۱)۔ اصابہ جلد ۲، صفحہ ۱۵۔

(۲)۔ فاطمہؑ کا چاند، صفحہ ۵۱ بحوالہ تاریخ کبیر۔

کرنے کا ارادہ کر لیا ہے لہٰذا سوار تو نہیں ہو سکتے ہاں ہم لوگ اپنی راہ بدلے دیتے ہیں آپ لوگ سوار ہوں چنانچہ آپ حضرات نے اپنا راستہ بدل دیا(۱)۔

اہل بیتؑ کا دشمن منافق اور جہنمی ہے

حدیث صحیح میں ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! ہم اہل بیتؑ سے نہیں بغض رکھے گا کوئی لیکن یہ کہ خداوند عالم اس کو داخل جہنم کرے گا۔

۲۔ حضرت نے فرمایا کہ: جو اہل بیتؑ سے بغض رکھے وہ منافق ہے(۲)۔

۳۔ حضرت مقداد سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: معرفت آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برائت ہے آتشِ جہنم سے اور محبّت آل محمدؑ کی پروانہ راہ داری ہے پل صراط سے اور ولایت آل محمدؑ کی امان ہے عذاب سے(۳)۔

۴۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: اگر کوئی شخص (تمام عمر) قدم جما کر رکن کعبہ و مقام کے درمیان نمازیں پڑھے اور روزے رکھے پھر وہ خدا سے اس حالت میں ملاقات کرے کہ وہ اہل بیتؑ سے بغض رکھتا ہو تو داخلِ جہنم ہو گا(۴)۔

۵۔ احمد ابن حنبل نے ابو دجانہ سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ: دیکھو علیؑ اور ان کے اہل بیتؑ کو برا نہ کہو میرے ہمسایہ کا رہنے والا ایک شخص کوفے سے آیا اور اس نے حضرت امام

---

(۱)۔ بحارالانوار، جلد ۱۰، صفحہ ۷۷۔

(۲)۔ صواعق محرقہ، صفحہ ۱۰۴ بحوالہ احمد ابن حنبل۔

(۳)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۵۳ بحوالہ فصل الخطاب۔

(۴)۔ مستدرک حاکم۔

حسینؑ کے متعلق کہا: (نعوذ باللہ!) اس فاسق ابن فاسق کو تم لوگوں نے نہیں دیکھا کہ خدا نے ان کو قتل کر دیا تو خدا نے اس کی آنکھوں میں دو سفید نقطے پیدا کر دیئے اور اس کو اندھا کر دیا(۱)۔

شہادت امام کی پیشگوئیاں

احمد ابن حنبل نے اپنی مسند میں انس ابن مالک سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ: وہ فرشتہ جو ابر پر موکل ہے ایک مرتبہ پروردگار عالم سے اجازت لے کر خدمت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوا جب وہ آیا تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت ام سلمہ سے کہا کہ: دیکھو کوئی میرے پاس آنے نہ پائے اتنے میں حضرت امام حسینؑ آگئے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں جانا چاہا۔ ام المومنین جناب ام سلمہ نے روکا لیکن آپ کو دکر حجرۂ مبارک میں داخل ہوگئے اور کبھی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پشت مبارک پر کبھی دوش پر سوار ہونے لگے یہ دیکھ کر اس فرشتہ نے پوچھا: یارسول اللہؐ! آپ ان سے محبت فرماتے ہیں؟ فرمایا: ہاں۔ اس نے کہا کہ: آپ کی امّت ان کو قتل کر دے گی اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو وہ جگہ بھی دکھادوں جہاں یہ شہید کیے جائیں گے؟ اس کے بعد اس ملک نے ہاتھ بڑھادیا اور ایک سرخ مٹی اپنی مٹھی میں لے کر حضرت کو دکھائی حضرت نے وہ مٹی لی اور حضرت ام سلمہ نے اس مٹی کو لے کر ایک شیشہ میں رکھ دیا پھر وہ مٹی خون ہوگئی۔

مشکوٰۃ میں ام المومنین ام الفضل بنت حارث سے منقول ہے: انھوں نے ایک مرتبہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ: میں نے ایک بہت بُرا خواب دیکھا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ بیان کرو! انھوں نے عرض کیا کہ: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آپ کے جسمِ اطہر سے ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں رکھ دیا گیا ہے۔ فرمایا کہ: تم نے بہت اچھا خواب دیکھا

(۱)۔ صواعق محرقہ، صفحہ ۱۰۴۔

ہے۔ عنقریب میری پارۂ جگر فاطمہؑ کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تمہاری گود میں پرورش پائے گا۔ بی بی ام الفضل بیان کرتی ہیں کہ: حضرت کی تعبیر کے مطابق حضرت فاطمہ زہراؑ کے یہاں بچہ پیدا ہوا اور میری گود میں پرورش پانے لگا۔ ایک روز میں امام حسینؑ کو لے کر آنحضرتؐ کی خدمت میں گئی اور حضرت کی گود میں بٹھادیا پھر جو نظر کی تو دیکھا کہ حضرت کی چشمہائے مبارک سے سیل اشک جاری ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ: یارسول اللہؐ! آپ کے رونے کا سبب کیا ہے؟ تو فرمایا کہ: میرے پاس جبرئیل آئے تھے۔ انھوں نے خبر دی کہ میری امّت میرے اس بیٹے کو قتل کردے گی۔

حضرت کی شہادت کے متعلق پیشگوئیاں بہت کثرت سے ہیں جو تاریخ الخلفاء وصواعق محرقہ ومسند احمد ابن حنبل وجذب القلوب وبحار الانوار وغیرہ میں منقول ہیں۔

معاویہ اور بیعت یزید کے لیے جدوجہد

مسعودی نے لکھا ہے کہ: معاویہ نے سنہ ۶۰ھ میں انتقال کیا اور انھوں نے اپنا ولی عہد اپنے بیٹے یزید کو بنایا تو وہ اپنے باپ کے مرنے کے بعد بادشاہ ہوا اور اس نے حضرت امام حسینؑ سے بیعت طلب کی تو حضرت نے اس کی بیعت سے انکار کیا۔

مولانا عبد الصمد رحمانی صاحب اپنی کتاب فاطمہؑ کا چاند صفحہ ۱۱۵ میں لکھتے ہیں کہ: سن ۶۰ھ میں جب یزید تخت خلافت پر شرعی اصول اور اسلامی طریقہ کے خلاف موروثی سلطنت کے آئین پر بیٹھا تو اس نے سوچا کہ سب سے پہلے قلب اسلام یعنی مدینۂ منورہ کے اساطین امّت خصوصاً حضرت امام حسینؑ سے اپنی غیر شرعی خلافت پر بیعت لینی چاہیے۔ چاہے وہ بیعت غیر شرعی طریقہ پر کیوں نہ ہو اور اس طرح اس نے تاریخ اسلام میں ملوکیت اور استبدادیت کی بنیاد رکھنے کے لیے دیدہ ودانستہ سب سے پہلے ناروا اقدام کیا۔

پھر لکھتے ہیں کہ: اس کو یہ بھی معلوم تھا کہ حضرت معاویہ نے جب یزید کی ولی عہدی کا ذکر ان اساطین امّت کے سامنے اپنی تقریر میں کیا تھا تو امام حسینؑ نے اس کے جواب میں فی البدیہ فرمایا تھا:

"تم پس پردہ اس کی تعریف کرنا چاہتے ہو حالانکہ اس کا حال معلوم و مشہور ہے یہ کیوں نہیں کہتے کہ وہ کتوں کی لڑائیوں میں کبوتر کی بازیوں میں، گانے والی لونڈیوں کے گانے میں اور مختلف قسم کے لہو ولعب میں مشغول رہتا ہے میرے نزدیک مناسب یہ ہے کہ تم اس ارادہ کو ترک کرو، تم کیوں خدا کی مخلوق کا بھاری بوجھ اپنے سر پر رکھ کر خدا سے ملنا چاہتے ہو"۔

گذر چکا کہ حضرت امام حسنؑ نے جب معاویہ سے صلح کی تو صلح نامہ میں ایک شرط یہ رکھی کہ معاویہ کو یہ حق نہ ہوگا کہ وہ اپنے بعد کے لیے کسی کو اپنا ولی عہد مقرر کریں بلکہ معاویہ کے بعد خلافت امام حسنؑ کو ملے اور اگر حسنؑ کا انتقال ہو جائے تو امام حسینؑ کو ملے گی۔

اس شرط نے معاویہ کے دلی منصوبوں کے لیے راستہ بند کر دیا معاویہ چاہتے تھے کہ جس دولت و نعمت سے وہ چالیس سال متنعم ہوئے اس سے اپنے بیٹے یزید کو بھی بہرہ ور بنائیں۔ لیکن صلح نامہ نے ان کی تمناؤں پر پانی پھیر دیا۔ معاویہ برابر اس فکر میں رہا کرتے کہ کسی طرح یزید کی ولی عہدی کے لیے راستہ صاف کریں۔ آخر انھوں نے سب سے پہلے حضرت امام حسنؑ کو زہر دلوا کر شہید کیا اس کے بعد مغیرہ ابن شعبہ والی عراق اور عبید اللہ ابن زیاد حاکم بصرہ کے ذریعہ سے عراق و بصرہ کو خوف دلا کر یا لالچ دے کر بیعت یزید کے لیے ہموار کیا اور شام تو اپنا ملک ہی تھا۔ بصرہ اور عراق و شام سے فرصت کرنے کے بعد انہوں نے مکّہ اور مدینہ کا رُخ کیا اور پہلے مروان ابن حکم والی مدینہ کو لکھا کہ تم لوگوں سے یزید کے لیے بیعت لو۔ مروان نے لوگوں کے سامنے بیعت یزید کا سوال پیش کیا اور کہا کہ: امیر معاویہ چاہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر و عمر کی طرح اپنے لڑکے یزید کو

خلافت کے لیے نامزد کر جائیں اس پر عبد الرحمٰن ابن ابو بکر نے کہا کہ یہ ابو بکر عمر کی سنّت نہیں بلکہ قیصر و کسریٰ کا طریقہ ہے (۱)۔

حضرت امام حسینؑ اور عبد اللہ ابن زبیر اور عبد اللہ ابن عمر نے بھی یہی جواب دیا۔ مروان نے کل حالات کی اطلاع معاویہ کو کر دی۔

۵۶ھ میں ایک ہزار سواروں کے ساتھ معاویہ خود حجاز کی طرف روانہ ہوئے جب وہ مدینہ کے قریب پہونچے تو پہلے حضرت امام حسینؑ سے ملاقات ہوئی۔ معاویہ نے آپ کو دیکھ کر کہا کہ خوشی اور بھلائی نہ ہو تمہارے لیے تم ایک شتر قربانی ہو جس کا خون جوش کھا رہا ہے خدا کی قسم! یہ خون ضرور گرایا جائے گا۔ حضرت نے فرمایا: اے معاویہ! میں ان باتوں کا اہل نہیں ہوں۔ معاویہ نے کہا کہ: آپ اس سے بدتر کلام کے حق دار ہیں (۲)۔

اس کے بعد معاویہ مدینہ میں داخل ہوئے اور لوگوں کو ڈرا دھمکا کر لالچ دلا کر یزید کی بیعت لی لیکن عبد اللہ ابن عمر اور عبد اللہ ابن زبیر اور حضرت امام حسینؑ نے بیعت سے انکار کیا۔

معاویہ نے عبد اللہ ابن عمر اور عبد الرحمٰن ابن ابو بکر کے پاس ایک لاکھ درہم بھیجے لیکن ان دونوں نے قبول نہیں کیا عبد اللہ ابن عمر نے کہا کہ: بڈھا ہو چکا ہوں اور میرا دین ایک لاکھ درہم سے زیادہ قیمتی ہے اور عبد الرحمٰن ابن ابو بکر نے کہا کہ: ہم دین کو دنیا کے عوض نہ بیچیں گے (۳)۔

یزید کی تخت نشینی اور گورنر مدینہ کے نام فرمان

ماہِ رجب ۶۰ھ میں معاویہ نے ۷۷ سال کی عمر میں انتقال کیا اور باب جابیہ اور باب صغیر کے درمیان مدفون ہوئے ان کے مرنے کے بعد ان کا بیٹا یزید تخت حکومت پر بیٹھا۔ یزید بڑا بدکار،

---

(۱)۔ تاریخ الخلفاء۔

(۲)۔ کامل ابن اثیر، جلد ۳، صفحہ ۲۵۴۔

(۳)۔ استیعاب حالاتِ عبد الرحمٰن ابن ابو بکر۔

ظالم، لامذہب، شرابخوار، گانے بجانے کا شوقین، کتوں سے کھیلنے والا تھا اور اس کے ہم نشین بھی ایسے ہی تھے۔

علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ واقدی نے حنظلہ ابن عیل سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ: ہم نے اس وقت تک یزید کی بیعت فسخ نہ کی جب تک مجھ کو یقین نہ ہو گیا کہ اب آسمان سے پتھر برسیں گے یہاں تک نوبت پہونچی تھی کہ لوگ اپنی ماؤں اور بیٹیوں اور بہنوں سے نکاح کرنے لگے تھے اور شراب پیتے تھے اور نماز وغیرہ چھوڑ بیٹھے تھے (۱)۔

یزید نے تخت پر بیٹھتے ہی حاکم مدینہ ولید ابن عتبہ کو فرمان بھیجا کہ حضرت امام حسینؑ اور عبد اللہ ابن زبیر اور عبد اللہ ابن عمر سے میرے لیے بیعت لے لو اور اگر وہ منظور نہ کریں تو ان کے سر کاٹ کر بھیج دو (۲)۔

ولید اس حکم نامہ سے گھبرا گیا اوراس کے انجام کے پیش نظر یزید کے اس فرمان کو نامناسب سمجھا آخر مروان کو بلا کر اس نے اس بارے میں مشورہ کیا مروان ایک ناعاقبت اندیش اور دنیادار اور دشمنِ اہل بیتؑ انسان تھا اس نے مشورہ دیا کہ جس قدر جلد ممکن ہو حسین ابن علیؑ کو بلا کر ان سے بیعت لے لو۔ ولید نے مروان کے مشورہ سے عمر ابن عثمان کو حضرت امام حسینؑ اور عبد اللہ ابن زبیر کو بلانے کے لیے بھیجا اس وقت یہ دونوں آدمی مسجدِ نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے ولید کا پیغام ملنے کے بعد ابن زبیر نے حضرت سے پوچھا کہ: آپ کا کیا خیال ہے اس پردۂ شب میں ہم لوگوں کو بلانے سے ولید کا کیا مقصد ہے۔

حضرت نے اپنی فراست سے سمجھ لیا اور فرمایا کہ: میرا خیال یہ ہے کہ معاویہ نے انتقال کیا ہے اور ولید نے ہم لوگوں کو اس وقت بیعت کے لیے طلب کیا ہے تاکہ قبل اس کے کہ معاویہ کی موت کی خبر پھیلے ہم لوگوں کو پابند کر لیا جائے ابن زبیر نے کہا کہ: میرا بھی یہی خیال ہے۔

---

(۱)۔ تاریخ الخلفاء حالات یزید۔

(۲)۔ حبیب السیر، حصّہ اول جلد دوم، صفحہ ۲۲۔

حضرت امام حسینؑ مسجد سے اٹھ کر گھر تشریف لے گئے اور اپنے گھر کے چند افراد کو ساتھ لے کر ولید کے دروازے پر پہونچے اور اپنے اصحاب کو باہر ہی روک دیا اور فرمایا کہ: اگر میری آواز بلند ہو تو تم لوگ اندر آجانا اور ولید کے پاس چلے گئے دیکھا کہ ولید اور مروان دونوں خاموش بیٹھے ہیں آپ بھی ایک طرف بیٹھ گئے۔ ولید نے پہلے معاویہ کی موت کی خبر دی حضرت نے **انالله وانا اليه راجعون** فرمایا۔ پھر ولید نے یزید کا خط پیش کیا اور بیعت کا مطالبہ کیا حضرت نے فرمایا کہ:

غالباً تم بھی اس کو مناسب نہ سمجھتے ہو گے کہ میں اس پردۂ شب میں بیعت کرلوں۔ صبح ہونے دو جب تم دوسروں سے یزید کے لیے بیعت لینا تو مجھ کو بھی طلب کرلینا ولید ابن عتبہ نے کہا: بے شک آپ تشریف لے جائیں۔

مروان خاموش بیٹھا پیچ و تاب کھا رہا تھا کیونکہ اس نے یہ رائے دی تھی کہ امام سے بیعت لو اور اگر انکار کریں تو سر کاٹ لو۔ اس نے کہا کہ: ولید اگر اس وقت حسینؑ تیرے قبضہ سے نکل گئے تو پھر تم ان پر قابو نہ پاؤ گے یہ جب تک بیعت نہ کرلیں اپنے گھر سے جانے نہ دو ورنہ سر کاٹ لو۔ ولید نے کہا کہ: بڑے افسوس کی بات ہے! تم مجھے ابن فاطمہؑ بنت رسولؐ کے قتل کرنے کی رائے دیتے ہو خدا کی قسم! قیامت کے روز جس سے حسینؑ کے خون کا محاسبہ ہو گا اس کا پلّہ خدا کے نزدیک بہت ہی ہلکا ہو گا۔ مروان نے جب حضرت کے قتل کا مشورہ دیا تو حضرت کو غصّہ آگیا اور فرمایا کہ: کس کی مجال ہے کہ مجھ کو قتل کرے تو یا ولید؟ پھر آپ اٹھ گئے اور اپنے اصحاب کے ساتھ گھر واپس آئے (۱)۔ اور آپ نے طے کرلیا کہ وہ ہرگز کسی قیمت پر یزید فاسق و فاجر کی بیعت نہ کریں گے۔

حضرت امام حسینؑ کو جو ولید نے بیعت یزید کے لیے طلب کیا اس کے متعلق مولانا عبد الصمد لکھتے ہیں کہ: وہ (امام حسینؑ) خوب سمجھتے تھے کہ اس وقت بلانے سے:

(۱)۔ طبری جلد ۴، صفحہ ۲۵۱ چھاپہ مصر۔

۱۔ ان کا مقصد ہے کہ ایک غیر شرعی خلافت کے لیے ایک غیر شرعی طریق پر حضرت امام سے بیعت لے لی جائے۔

۲۔ ان کا مقصد ہے کہ عوام کو اس دھوکہ میں رکھا جائے کہ اسلام میں موروثی حکومت کے لیے بھی مقام ہے اور حضرت امام حسینؑ کی رائے اور تائید اس کے ساتھ ہے۔

۳۔ ان کا مقصد ہے کہ ہمیشہ کے لیے اسلام کے شوروی نظام کو امام حسینؑ کے نام پر اسلام سے خارج کر دیا جائے۔

نوٹ: ان دونوں مقاصد کے بیان میں مولانا نے اپنے مذہبی غلط نظریہ کی حضرت امام کے فعل کی تائید کرنا چاہی ہے جس طرح امیر معاویہ نے یزید کی باطل حکومت کی حضرت امام حسینؑ سے تائید کرانا چاہی تھی ورنہ خلافت الٰہیہ میں وراثت واجماع واستخلاف وشوریٰ کسی کو دخل نہیں ہے اسی بناپر جس طرح حضرت امام حسینؑ نے یزید کی بیعت سے قطعاً انکار کیا اسی طرح حضرت امیر المومنینؑ نے حضرت ابو بکر وعمر اور عثمان کی بیعت سے قطعاً انکار فرمایا تھا جس کی تفصیل خلافت ابو بکر کے بیان میں گذر چکی فرق صرف اتنا تھا کہ حضرت امام حسینؑ سے جب بیعت طلب کی گئی تو انکار بیعت کی صورت میں سر کاٹ لینے کا صاف حکم موجود تھا اور حضرت امیر المومنینؑ سے جب بیعت کا مطالبہ کیا گیا تو ان پر ہر سختی کی گئی یہاں تک کہ قتل کی بھی دھمکی دی گئی (۱)۔ لیکن قتل کرنے کی کسی کی جرات نہ ہو سکی جس کو حضرت بھی سمجھتے تھے۔

۴۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ اسلام میں ملوکیت کی بدعت وضلالت کو سنّت اہل بیتؑ کے نام سے ہدایت وثواب ٹھہرایا جائے اور ظلم واستبداد کے لیے راہ پیدا کی جائے۔

۵۔ ان کا مقصد ہے کہ نہی عن المنکر اور حق اور عدل کے قیام اور ظلم وناانصافی اور استبداد کے مقابلہ میں عملی جہاد اور ''جان سپاری کا جذبہ'' جس سے قومیں زندہ رہتی ہیں حدودِ الٰہیہ

(۱)۔ امامت وسیاست ابن قتیبہ، جلد ۱، صفحہ ۱۴۔

اور شعائر دینیہ کا تحفظ ہوتا ہے اس کو قوّت سے جبر سے عسکری طاقت سے دبا دیا جائے اور دنیائے دنی کی چند روزہ زندگی کو حیات ابدی اور نعمت سرمدی پر ترجیح دی جائے(۱)۔

حضرت امام حسینؑ نے حفظ ماتقدم اور احترام حرم رسولؐ کے پیش نظر مدینہ سے ہٹ جانا مناسب سمجھا۔

آپ اپنی والدۂ ماجدہ حضرت فاطمہ زہراؑ اور حضرت امام حسنؑ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرِ اطہر سے رُخصت ہوئے اور اپنے مخصوص اہل بیتؑ کو ساتھ لے کر حرمِ خدا مکّہ معظّمہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ مدینہ سے نکلتے وقت یہ آیت سورۂ قصص آیت ۲۱ پڑھتے ہوئے نکلے: ﴿فَخَرَجَ مِنۡهَا خَآئِفًا يَتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ ۲۱﴾۔ یہ وہ آیت ہے جو فرعون کے خوف سے مصر چھوڑ کر مدین کی طرف ہجرت کرتے وقت حضرت موسیٰؑ نے پڑھی تھی۔

بعض لوگوں نے آپ کو یہ مشورہ دیا کہ شاہراہ عام کو ترک کرکے پوشیدہ راہ سے جایئے لیکن حضرت نے فرمایا کہ: نہیں میں اسی راہ سے جاؤں گا۔ اس کے بعد خدا جو کرے(۲)۔

حضرت کا مقصود یہ تھا کہ میں ایسے عنوان سے سفر نہ کروں گا کہ میرا سفر فرار کی لفظ سے موسوم کیا جائے۔

حضرت امام حسینؑ اتوار کے روز اٹھائیس رجب ۶۰ھ میں مدینہ سے روانہ ہوئے۔ آپ کے ساتھ سواء حضرت محمد حنفیہ کے آپ کے اہل بیتؑ بھائی بھتیجے، بیٹے، بیٹیاں، بہنیں، ازواج سب موجود تھیں(۳)۔

حضرت امام حسینؑ حضرت حنفیہ کو اپنا وصی بنا کر مدینہ میں چھوڑ گئے تھے۔ کیونکہ مدینہ کا امام یا امام کے وصی سے خالی کرنا مناسب نہ تھا۔

---

(۱)۔ فاطمہؑ کا چاند، صفحہ ۱۱۹۔

(۲)۔ ابصار العین، صفحہ ۴۔

(۳)۔ ابصار العین، صفحہ ۴۔

حضرت امام حسینؑ نے حضرت محمد حنفیہ کو ایک وصیت نامہ لکھ کر دیا جس میں اپنے سفر کا مقصد بیان فرمایا۔ آپ نے تحریر فرمایا کہ:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ وصیت نامہ ہے حسین ابن علی ابن ابی طالب کی طرف سے ان کے بھائی محمد حنفیہ کے نام، میں شہادت دیتا ہوں کہ سواء اس خدائے وحدہٗ لاشریک کے کوئی دوسرا معبود نہیں اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور رسولؐ ہیں جو خدا کی طرف سے دین حق لے کر آئے ہیں اور جنّت جہنّم حق ہیں اور ایک روز قیامت آنے والی ہے جس میں کوئی شک نہیں اور خدا ایک روز تمام مُردوں کو زندہ کرے گا اور یہ کہ میں کسی غرور و برتری و فتنہ و فساد و ظلم کے لیے نہیں جارہا ہوں بلکہ صرف اپنے جد کی امّت کی اصلاح اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی غرض سے جارہا ہوں اور اپنے جد اور اپنے پدرِ بزرگوار کی سیرت پر چل رہا ہوں تو جو شخص حق کو سمجھ کر میری مدد کرے گا وہ اپنا فرض ادا کرے گا اور جو میری نصرت ترک کرے گا میں اس پر صبر کروں گا یہاں تک خداوند عالم ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے (۱)۔

نیز آپ نے فرمایا کہ: آپ مدینہ میں قیام کریں اور میری طرف سے ان کے نگراں رہیں اور مجھ کو یہاں کے حالات سے مطّلع کرتے رہیں۔

اس وصیت نامہ سے حضرت کا مقصد سفر اور انکارِ بیعتِ یزید کا اصل سبب اظہر من الشمس ہے جس کے بعد دوسروں کے لیے اپنی طرف سے حضرت کے نقطۂ نظر اور مقصد کی تعیین تشخیص کی گنجائش باقی نہیں ہے۔

مسعودی نے لکھا ہے کہ: حضرت نے مدینہ سے روانگی کے وقت اپنی بڑی صاحب زادی جناب فاطمہ کو بلایا اور لپٹا ہوا صحیفہ حوالہ کیا اور فرمایا کہ: اس کو اپنے بھائی علی ابن الحسین زین

(۱)۔ بحارالانوار، جلد ۱۰، صفحہ ۱۷۲۔

العابدینؑ کو دے دینا عالم آل محمدؐ سے پوچھا گیا کہ: اس کتاب میں کیا تھا؟ فرمایا: خدا کی قسم! اس میں وہ باتیں تھیں جن کی طرف اولادِ آدم قیامت تک محتاج ہوگی۔

حضرت امامؑ مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر بروزِ جمعہ ۳/ شعبان ۶۰ھ کو مکّہ میں وارد ہوئے اور شعب ابو طالب میں قیام کیا جہاں کفّار قریش کی ترک موالات کے سبب سے حضرت ابو طالب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بنی ہاشم کو لے کر کبھی محصور ہوئے تھے۔

اہل مکّہ جوق جوق آپ کی زیارت کو آنے لگے۔ عبد اللہ ابن زبیر جو آپ سے چند روز قبل مکّہ پہونچ چکے تھے وہ بھی حاضرِ خدمت ہوئے لیکن ان کو حضرت کا مکّہ میں قیام ناگوار گذرا اس لیے کہ حضرت کی تشریف آوری سے لوگوں کی توجہ ابن زبیر کی طرف سے کم ہوگئی۔

اہلِ کوفہ کے خطوط

۶۰ھ ماہِ رجب میں معاویہ نے انتقال کیا اور یزید تخت حکومت پر بیٹھا اہل کوفہ کے سروں پر معاویہ کے بیس سالہ دور حکومت میں جو بلائیں نازل ہوئیں جس طرح قتل کیے گئے تباہ و برباد کیے گئے وہ ہی کیا کم تھیں کہ ان کے بعد یزید ایسا فاسق و فاجر و بے دین شراب خوار ان کا جانشین ہوا۔ یزید کے تخت نشینی کا انجام معلوم تھا شیعوں کو دنیا تاریک نظر آنے لگی اچانک ان لوگوں کو یہ خبر ملی کہ حضرت امام حسینؑ نے بیعتِ یزید سے انکار کر دیا ہے اور مدینہ سے ہجرت کر کے مکّہ معظمہ میں قیام پذیر ہیں یہ سُن کر ان لوگوں نے بھی طے کر لیا کہ وہ یزید کی بیعت نہ کریں گے اور کچھ شیعہ جناب سلیمان ابن صرد خزاعی صحابی رسولؐ کے گھر میں جمع ہوئے اور بیعتِ یزید کے موضوع پر تقریریں کیں آخر متفقہ طور پر حضرت امام حسینؑ کو مندرجہ ذیل مضمون کا دعوت نامہ لکھا گیا:

"یہ خط شیعیانِ علیؑ کی طرف سے حضرت امام حسینؑ کے نام، خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمارے سخت دشمن کو ہلاک کر دیا، جس نے قوم کی حکومت کی عنان بغیر اس کی مرضی کے اپنے

ہاتھوں میں لے لی تھی۔ ان کے حقوق اور مال فے پر غاصبانہ قبضہ اور تصرف کیا تھا وہ نیکوکاروں کے قاتل اور بُرے لوگوں کے دوست تھے انھوں نے مالِ خدا کو ظالموں اور دولت مندوں کے اختیار میں دے دیا تھا، ہم لوگوں کے سر پر کوئی امام نہیں ہے لہٰذا آپ تشریف لائیں شاید آپ کی وجہ سے ہم حق پر مجتمع ہو جائیں۔ حاکم شام کا گورنر نعمان ابن بشیر اگرچہ یہاں قصر شاہی میں موجود ہے لیکن ہم لوگ اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ نمازِ جمعہ اور نمازِ عیدین میں شرکت نہیں کرتے۔ اگر آپ تشریف لائیں تو ہم لوگ اس کو یہاں سے نکال کر شام کی طرف بھگا دیں"(۱)۔

اس خط کو عبد اللہ ابن سبع ہمدانی اور عبد اللہ ابن دال لے کر حضرت کی خدمت میں مکّہ گئے۔

یہ خط سلیمان ابن صرد اور مسیب ابن نخبہ اور رفاعہ ابن شداد اور حبیب ابن مظاہر اور کچھ دوسرے شیعوں کی طرف سے لکھا گیا۔

اس کے بعد خطوط کا تانتا بندھ گیا۔ یہاں تک کہ چند روز کے اندر حضرت کے پاس خطوط کا انبار لگ گیا۔ جن میں سے کچھ خطوط تو حضرت کے مخلص شیعوں کے تھے اور زیادہ تر خطوط ایسے لوگوں کے تھے جن کا کوئی کردار و مذہب نہ تھا جو ہوا کے رُخ بہنے والے تھے جن کا مذہب یہ تھا کہ جو غالب آئے اس کا ساتھ دو، اور کچھ ان کے خطوط تھے جو حضرت امام حسینؑ سے مذہباً یا عقیدتاً کوئی لگاؤ نہیں رکھتے تھے بلکہ وہ خالص بنی امیہ کے آدمی اور ان کے وفادار اور دشمن اہل بیتؑ تھے یہ ایک طرف تو حضرت امام حسینؑ کو خط لکھتے تھے کہ آپ جلد از جلد تشریف لایئے! دوسری طرف یزید کو کوفہ کے مفصل حالات سے مطلع کرتے رہتے تھے۔

جیسے شیث ابن ربیعی، یہ کربلا میں یزید کی پیادہ فوج کا افسر تھا۔

حجار ابن ابجیر۔ یہ کربلا میں فوج یزید کا ایک سپاہی تھا۔

عمر ابن حجاج، میمنہ پر فوج یزید کا سردار تھا۔ اس نے کربلا میں اپنی فوج کو جوش دلانے کے لیے تقریر کی اے اہل کوفہ! تم اپنی اطاعت و وفاداری اور جماعت پر قائم رہو اور جو لوگ دین

(۱)۔ طبری، جلد ۴، صفحہ ۲۶۲ وغیرہ۔

سے نکل گئے ہیں اور اپنے امام (یزید) کی اطاعت سے نکل گئے ہیں ان کے قتل میں کوئی شک وشبہ نہ کرو۔ یہ سُن کر حضرت امام حسینؑ نے فرمایا: اے عمر ابن حجاج! کیا ہم لوگ دین سے نکل گئے ہیں اور تم لوگ اپنے دین پر قائم ہو؟ خدا کی قسم! جب تم اپنے کردار پر مر جاؤگے تب تم کو معلوم ہو جائے گا کہ کون دین سے نکل گیا تھا اور جہنّم کا حق دار ہے (۱)۔

اس تقریر سے عمرو ابن حجاج کا عقیدہ آئینہ ہو جاتا ہے۔

عزرہ ابن قیس، نویں تاریخ کو جب یزید کی فوج نے خیام حسینی پر حملہ کیا اور حضرت عباسؑ نے بڑھ کر اُن کو روکا اور امام حسینؑ کو اس کی خبر دینے گئے تو حبیب ابن مظاہرؓ نے لشکر مخالف کو وعظ وپند شروع کیا تو اسی عزرہ نے کہا کہ: آپ ہمیشہ اپنی تعریف کرتے ہیں۔ اس پر زہیر ابن قین نے کہا کہ: خدا نے بے شک حبیب کے نفس کو قابل تعریف بنایا ہے۔ زہیر کی آواز پہچان کر عزرہ نے کہا کہ: اے زہیر! تم تو اس گھرانے کے شیعہ نہ تھے تم تو عثمانی تھے، زبیر نے کہا کہ: اب میں جہاں کھڑا ہوں اس سے سمجھ لو کہ میں اب شیعہ ہوں۔ اس کے بعد زبیر نے عزرہ پر ایک معنوی حملہ کیا اور فرمایا کہ: خدا کی قسم! میں نے نہ امام حسینؑ کو خط لکھا نہ کوئی قاصد بھیجا نہ مدد کرنے کا وعدہ کیا تھا لیکن راہ میں میرا ان کا ساتھ ہو گیا جب میں نے ان کو دیکھا تو رسول اللہ ﷺ یاد آگئے اور میں نے ان کی مدد کرنے کا ارادہ کر لیا اور طے کر لیا کہ اپنی جان ان پر فدا کر دوں اور خدا و رسولؐ کا حق ادا کروں جس کو تم نے ضائع کر دیا (۲)۔

غرض یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے حضرت امام حسینؑ کو خط لکھا تھا کہ: کھیتیاں لہلہا رہی ہیں اور درختوں میں میوے رسیدہ ہو رہے ہیں تالاب لبریز ہو رہے ہیں آپ جب چاہیں تشریف لائیں آپ کی مدد کے لیے لشکر کمر بستہ کھڑا ہے (۳)۔

---

(۱)۔ طبری جلد ۴، حالات سن ۶۱ھ صفحہ ۳۳۱۔
(۲)۔ طبری، جلد ۴، حالات سن ۶۱ھ، صفحہ ۳۱۶ چھاپہ مصر۔
(۳)۔ طبری، جلد ۴، صفحہ ۲۶۲۔

اس خط پر شیث ابن ربعی حجاز ابن ابجر، یزید ابن حارث، یزید ابن رویم، عزرہ ابن قیس، عمرو ابن حجاج، زبیدی، محمد ابن عمیر کے دستخط تھے۔

اس خط کے مضمون ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ابنائے دنیا تھے جن کی نگاہ میں دین و مذہب و خدا اور رسولؐ سے زیادہ غلّہ اور پانی اور میوے کو اہمیت حاصل تھی حضرت امام حسینؑ کو کوفہ آنے کی دعوت دینے والوں میں ایسے لوگوں کی تعداد کثیر تھی یہی لوگ تھے جنھوں نے حضرت امیر المومنینؑ کے ساتھ عذر کیا یہی تھے جنہوں نے حضرت امام حسنؑ کے ساتھ بے وفائی کی اور انھیں نے مکر و فریب سے حضرت امام حسینؑ کو بلایا اور کیا جو کچھ کیا۔

علامہ عمر ابوالنصر قدسی کی کتاب، یزید ابن معاویہ کے مترجم سید احمد علوی عراقی اس کتاب کی ابتداء میں فرقۂ یزیدیہ کے عجیب و غریب حالات کے زیرِ عنوان لکھتے ہیں کہ: یہ حالات بعد کو ترقی کرکے اس منزل تک پہونچے کہ یزیدیوں نے بیت اللہ (۱) کا محاصرہ کرلیا اور مدینہ والوں پر بڑے سخت مظالم کیے مگر اس سے آگ فرو نہ ہوئی تو پھر حضرت امام حسینؑ کی شہادت کا وہ روح فرسا سانحہ پیش ہوا جو قیامت تک کے لیے کائنات کے سینہ پر نقش ہوگیا اسی زمانہ میں مسلمانوں کے اندر مختلف گروہ پیدا ہوگئے، جن میں شیعیان (۲) علیؑ بھی تھے جو بعد کو مستقلاً شیعہ فرقہ بن گئے اور آج تک کثیر تعداد میں ہر جگہ موجود ہیں۔

لیکن شیعیانِ علیؑ کے سواء عام مسلمانوں میں بھی تین خیال کے لوگ پیدا ہوگئے:

۱۔ وہ فرقہ جس سے یزید پر لعنت اور ملامت کی اور اس کے خلاف نفرت و عداوت کو دل میں مستقلاً جگہ دی۔

۲۔ وہ فرقہ جو بین بین تھا جس نے نہ بنو ہاشم کی ہمدردی کی نہ بنی امیہ کا ساتھ دیا۔

---

(۱)۔ یہ دونوں واقعات بعد شہادت امام حسینؑ پیش آئے اس میں سید صاحب کو اشتباہ ہوا ہے۔

(۲)۔ شیعیانِ علیؑ کا وجود حضرت رسول اللہ ﷺ کے زمانے سے تھا یہاں سید صاحب نے تعصب سے کام لیا ہے۔

۳۔وہ فرقہ جو پہلے فرقہ کے برعکس یزید کا حامی و ہم نوا تھا اور جو اس کے متعلق حسن ظن رکھتا تھا(۱)۔

اس تحریر میں علوی صاحب نے صاف صاف اقرار کیا ہے کہ وہ فرقہ جس نے حضرت امام حسینؑ کو قتل کیا اور یزید کا حامی و ہم نوا تھا شیعوں کے علاوہ عام مسلمانوں سے تھا۔

کوفہ کے شیعہ

کوفہ میں حضرت امیر المومنینؑ کے زمانے میں شیعوں کی تعداد عام مسلمانوں کے مقابلہ میں اگرچہ بہت کم تھی لیکن پھر بھی تھی۔ یہی لوگ تھے جو حضرت کے مطیع و فرماں بردار رہے اور ہر موقع پر مدد کرتے رہے انہیں لوگوں نے حضرت امام حسنؑ کو دشمنوں کے حملہ سے بچایا لیکن صلح امام حسنؑ کے بعد معاویہ کے بیس سالہ دورِ خلافت میں سب کے سب چُن چُن کر قتل کر دیئے گئے۔

علامہ عقیل نے نصائح کافیہ صفحہ ۷۰ میں مدائنی کی کتاب الاحداث کے حوالہ سے لکھا ہے کہ: معاویہ کے دورِ حکومت میں سب سے زیادہ مصیبت میں اہل کوفہ تھے کیونکہ وہاں شیعیانِ علیؑ کی تعداد بہت زیادہ تھی وہاں زیاد ابن سمیہ حاکم بنا کر بھیجا گیا تو اس نے شیعوں کو پوری طرح تلاش کر کر کے قتل کیا۔ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے اور آنکھوں میں سلائیاں پھروائیں کچھ کو درختوں پر سولی دی کچھ کو جلاوطن کیا۔ یہاں تک کہ کوفہ میں شیعوں کا کوئی نمایاں شخص باقی نہیں رہا۔

ایسی صورت میں کوفہ میں شیعوں کی کوئی تعداد ہی نہ تھی اور بچے کھچے جو کچھ رہ گئے تھے وہ نہایت گم نامی کی زندگی گذار رہے تھے اور یہ بلا شیعوں کے سر پر بیس برس رہی اسی سبب سے مکّہ معظّمہ سے حضرت امام حسینؑ کی روانگی کے وقت جناب ابن عباس نے حضرت کو مشورہ دیا تھا

(۱)۔ ترجمہ کتاب یزید ابن معاویہ، صفحہ ۱۰ مطبوعہ ہندوستانی پریس چمن گنج کانپور۔

کہ آپ یمن چلے جائیں وہاں آپ کے والدِ بزرگوار کے شیعہ ہیں(۱) تو اگر کوفہ میں بھی امام کے شیعوں کی تعداد ہوتی تو وہ یہ کیوں کہتے کہ: یمن چلے جایئے وہاں آپ کے شیعہ ہیں اور اگر وہ کہتے تو اماٌم جواب دیتے کہ ہمارے شیعہ تو کوفہ میں بھی بہت ہیں۔

نیز اینکہ حضرت مسلم جب کوفہ تشریف لائے اوراٹھارہ ہزار آدمیوں نے ان کی بیعت کی اس وقت ابن زیاد بصرہ کا گورنر تھا۔یزید نے اس کو لکھا کہ: کوفہ سے میرے دوستوں نے مجھے خبر دی ہے کہ کوفہ میں ابن عقیل جتھے جمع کر رہے ہیں تا کہ مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کریں۔ لہٰذا ہمارا خط پڑھتے ہی تم فوراً کوفہ چلے جاؤ(۲)۔

اس خط کو پڑھ کر ابن زیاد بصرہ سے کوفہ چلا آیا اور جب وہ کوفہ کے دارالامارہ میں داخل ہوا تو اس کے ساتھ صرف دس آدمی تھے(۳)۔

پس اگر کوفہ میں شیعوں کی تعداد زیادہ ہوتی تو یزید لکھتا کہ تم بصرہ سے فوج لے کر جاؤ اور اگر وہ بھول گیا تو خود ابن زیاد کو جب معلوم ہو گیا کہ کوفہ میں حضرت مسلم بیعت لے رہے ہیں تو چونکہ وہ کوفہ کے حالات سے پوری طرح واقف تھا اس لیے کہ اس کا باپ یہاں بیس برس گورنر رہ چکا تھا وہ خود فوج لے کر بصرہ سے چلتا لیکن نہ تو یزید نے لکھا نہ ابن زیاد نے ضرورت سمجھی کہ فوج لے کر آئے جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ مطمئن تھا یا مطمئن کیا گیا تھا کہ کوفہ میں امام حسینٌ کے حامی و مددگار بہت کم اور اس کے مددگار اور اس کے دین و مسلک کے لوگ بہت زیادہ ہیں۔

اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ کوفہ میں شیعوں کی تعداد بہت کم تھی اور حضرت مسلم کے ہاتھ پر اٹھارہ ہزار بیعت کرنے والوں میں شیعہ بہت تھوڑے اور عام مسلمان بہت زیادہ تھے۔

---

(۱)۔ تاریخ طبری، جلد ۴، صفحہ ۲۸۸۔

(۲)۔ طبری، جلد ۴، صفحہ ۲۶۵۔

(۳)۔ طبری جلد ۴، صفحہ ۲۶۷۔

پھر علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں کہ: کوفہ میں داخل ہونے کے دوسرے روز ابن زیاد نے یہ انتظام کیا کہ ہر محلہ کے ذمہ دار اور سر بر آوردہ لوگوں کو بلا کر سخت ضمانت لی کہ اس محلہ کا کوئی شخص بھی حاکم کے خلاف سر نہ اٹھائے گا ورنہ ان لوگوں کو ان کے گھروں کے دروازوں پر سولی دی جائے گی اور فرمان جاری کیا کہ ہر محلہ کی مردم شماری کی جائے اور حکومت کے جتنے بھی مخالف ہیں ان کا نام لکھ کر اس کے سامنے پیش کیا جائے اور شہر میں ہر طرف اس کے جاسوس پھیل گئے(۱)۔

اس انتظام کے بعد لوگوں کا گھروں سے نکلنا مشکل ہو گیا۔ چار آدمی بھی ایک جگہ جمع ہو کر گفتگو نہیں کر سکتے تھے، اس کے بعد شیعوں کی گرفتاری شروع ہوئی، کتنے شیعہ گرفتار کر کے زندان میں ڈال دیئے گئے اور بہت سے قتل کیے گئے۔ غرض شیعوں کے لیے راہ آمد و رفت مسدود ہو گئی۔ ہر طرف وحشت و خوف و ہراس اور مایوسی چھا رہی تھی اور شہر کوفہ ہی نہیں بلکہ کوفہ سے حجاز و شام و بصرہ وغیرہ کی تمام راہیں مسدود تھیں اور فوجیں پھیلا دی گئی تھیں جیسا کہ مولانا عبد الصمد صاحب رحمانی نے اپنی کتاب فاطمہؑ کا چاند کے صفحہ ۱۷۴ پر لکھا ہے کہ: حسبِ حکم یزید ابن زیاد نے حصین ابن نمیر کی سر کردگی میں قادسیہ سے خفان قطقطانہ اور کوہِ لعلع تک اور واقصہ سے شام اور شام سے بصرہ تک فوجیں تعینات کر دی تھیں اور سواروں کا تانتا باندھ دیا تھا۔

ان اسباب کی بنا پر شیعیانِ علیؑ کا گھر سے نکلنا مشکل ہو گیا تھا امام کی خدمت میں پہونچنا تو گویا محال تھا پھر بھی جن شیعوں نے جس طرح اور جس وقت موقع پایا مختلف حلیہ و تدبیر سے چھپ چھپا کر کسی نہ کسی صورت سے اپنے آپ کو خدمت امام میں پہونچایا۔ کوئی راتوں کو چھپ کر جنگل اور بیابانوں کی خطرناک منزلوں میں اپنا سر ہاتھوں پر رکھے امام کی خدمت میں پہونچا جیسے انس ابن حارث اسدی وغیرہ اور کچھ لوگوں نے جب کوئی راہ نہ پائی تو بظاہر ابن زیاد کی فوج میں داخل ہو کر کربلا پہونچے اور خدمتِ امام میں پہونچ گئے، جیسے عبد الرحمٰن ابن مسعود تمیمی اور ضرغامہ ابن مالک

---

(۱)۔ طبری، جلد ۴، صفحہ ۲۶۷ چھاپہ مصر۔

اور خدمت امام میں پہونچ کر ایسی وفاداری و بہادری کے ساتھ اپنی جانیں قربان کیں جس کی نظیر صفحۂ عالم پر نہیں ملتی۔

حضرت مسلم کی روانگی

ادھر تو اہل کوفہ کا انتہائے تقاضا کہ ہم بے امام ہیں نماز جماعت وجمعہ سے محروم ہیں آپ جلد تشریف لائیں شاید آپ کے سبب سے ہم حق پر مجتمع ہو جائیں اور ادھر اہل مکہ کی بے مہری و بے حسی کے باوجود اس کے کہ وہ امام سے یزید کے مطالبۂ بیعت اور اہل کوفہ کے دعوت ناموں کے حالات سے پوری طرح باخبر تھے لیکن کسی نے حضرت کی بیعت نہ کی اور یہ نہیں کہا کہ: ہم لوگ آپ کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں چند آدمیوں نے یہ ضرور کہا کہ آپ کوفہ نہ جائیں بلکہ یہیں قیام کریں یہاں کے لوگ آپ کے سواء کسی کو اپنا سردار نہ بنائیں گے لیکن حضرت کی روانگی کوفہ کے وقت تک ایک شخص بھی ایسا نظر نہ آیا جو کہتا کہ میں آپ کی بیعت کرتا ہوں آپ تشریف نہ لے جائیں۔

برخلاف اس کے یزید کی طرف سے حضرت کی گرفتاری اور قتل کے لیے پوشیدہ طور پر حاجیوں کے لباس میں آدمی مقرر کیے گئے، جس کو امامؑ نے باربار ظاہر بھی فرمایا۔ جب عبد اللہ ابن زبیر نے حضرت کو مکّہ میں قیام کرنے کا مشورہ دیا تو حضرت نے فرمایا کہ میں وہ مینڈھا بننا نہیں چاہتا وہ یہاں ذبح ہو گا جس کے سبب سے اس حرم کی حرمت زائل ہو گی (۱)۔

لیکن جب پھر بھی ابن زبیر کا اصرار بڑھا تو آپ نے فرمایا کہ: اگر میں حرم سے ایک بالشت دور قتل کیا جاؤں تو مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ میں حدود حرم میں مارا جاؤں (۲)۔

---

(۱)۔ طبری جلد ۴، صفحہ ۲۸۹۔

(۲)۔ حوالہ بالا۔

جب منزل صفاح میں فرزدق شاعر سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے حضرت سے سوال کیا کہ آپ نے حج چھوڑ کر سفر میں اتنی جلدی کیوں کی؟ تو فرمایا کہ: اگر میں جلدی نہ کرتا تو گرفتار کر لیا جاتا(۱)۔

حضرت کو مکّہ میں روکنے والوں میں یزید کی طرف سے مکّہ کا گورنر عمر ابن سعید بھی تھا لیکن جب حضرت نہ رکے اور مکّہ کے باہر نکل آئے تو عمر ابن سعید نے اپنے بھائی یحییٰ ابن سعید کی سرکردگی میں ایک چھوٹا سا لشکر بھیجا ان لوگوں نے آکر حضرت کے سفر میں مزاحمت کی اور کہا کہ: آپ کو واپس چلنا ہوگا آخر بات بڑھی اور فریقین میں جھڑپ ہو گئی لیکن حضرت نے سختی سے ان کا مقابلہ کیا اور روانہ ہو گئے۔ لیکن جب حضرت نہ رکے اور روانہ ہو گئے تو ان لوگوں نے کہا کہ: اے حسین! اللہ سے ڈریئے اور جماعت سے خارج نہ ہویئے اور امّت میں تفرقہ نہ ڈالیے تو حضرت نے فرمایا: ''لِی عَمَلِی وَ لَکُم عَمَلُکُم''؛ یعنی میرے لیے میرا عمل ہے اور تمہارے لیے تمہارا عمل ہے(۲)۔

اس واقعہ سے ساری حقیقت واضح ہو گئی کہ یہ سب یزید کے آدمی تھے جو اس کے حکم سے حضرت کو روکنے آئے تھے ان کو خطرہ تھا کہ اگر امام کوفہ پہونچ جائیں گے تو آپ کے گرد بڑی فوج جمع ہو جائے گی اور انھوں نے منصوبہ بنایا تھا کہ حضرت کو مکّہ میں روک کے حالت حج میں پوشیدہ طور پر گرفتار کر کے قتل کر دیں جیسا کہ حضرت نے فرزدق کے جواب میں فرمایا۔

غرض حضرت نے یہ نہیں پسند فرمایا کہ مکّہ معظّمہ میں پوشیدہ قتل کیے جائیں کہ آپ کا خون بھی رائیگاں ہو اور حرمِ خدا کی حرمت بھی ضائع ہو حضرت نے عراق جانے کا عزم کر لیا اور اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم ابن عقیل کو کوفہ روانہ فرمایا اور کوفہ والوں کو لکھا کہ: میں اپنے بھائی

(۱)۔ بحار جلد ۱۰، صفحہ ۴۷۱ بحوالہ مفیدؒ۔

(۲)۔ طبری، جلد ۴، صفحہ ۲۸۹۔

اور چچا کے بیٹے اور اپنے محل اعتماد عزیز قریب کو تمہارے پاس روانہ کر رہا ہوں اگر انھوں نے خبر دی کہ تمہارے اہل حل وعقد اپنے عہد پر قائم ہیں تو میں عنقریب تمہاری طرف آتا ہوں (۱)۔

حضرت مسلم روز سہ شنبہ ۸ / ذی الحجہ ۶۰ھ کو مکّہ سے کوفہ روانہ ہوئے۔ حضرت مسلم [نے] کوفہ پہونچ کر مختار ابن ابوعبیدہ ثقفی کے گھر پر قیام فرمایا۔ رفتہ رفتہ اٹھارہ ہزار یا تیس ہزار کوفیوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی جن میں کچھ شیعہ تھے اور بڑی تعداد ان لوگوں کی تھی جو یزید کی خلافت کے قائل اور بنی امیہ کے ساتھی تھے جو امام حسینؑ کو بلانے کے لیے بمصلحت شیعوں کے ساتھ ہو گئے تھے اور شیعوں نے ان پر اعتماد کر کے امام کو دعوت دی۔

چنانچہ مولانا عبدالصمد صاحب "فاطمہؑ کا چاند" میں لکھتے ہیں کہ: عمر ابن سعد نے یہاں (کربلا) پہونچ کر عزرہ ابن قیس کو حکم دیا کہ جا کر امام حسینؑ سے یہ دریافت کرو کہ وہ یہاں کس غرض سے آئے ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟ لیکن چونکہ حضرت امام حسینؑ کو خط لکھنے والوں میں ایک یہ بھی تھا اس لیے ندامت کے باعث ان کے سامنے جانے سے انکار کر دیا اس کے انکار کرنے پر دوسرے لوگوں کے نام عمرو ابن سعد نے لیا جن کا نام لیا جاتا وہ امام حسینؑ کے بلانے والوں میں نکلتا تھا اس لیے کوئی آمادہ نہ ہوتا تھا آخر ایک آوارہ شخص کثیر ابن عبداللہ شعبی نے کھڑے ہو کر کہا کہ: میں جاؤں گا (۲)۔

اس سے معلوم ہوا کہ فوج یزید کا شاید ہی کوئی شخص تھا جو امام کا بلانے والا نہ تھا اور یہی لوگ حضرت مسلم کی بیعت کرنے والے بھی تھے۔

یزید کو جب ان حالات کی اطلاع ہوئی تو اس نے حاکم بصرہ ابن زیاد کو لکھا کہ: تم فوراً کوفہ چلے جاؤ اور مسلم ابن عقیل کو گرفتار کر کے قتل کر دو (۳)۔

---

(۱)۔ طبری، جلد ۴، صفحہ ۲۶۲۔

(۲)۔ صفحہ ۱۸۹۔

(۳)۔ طبری، جلد ۴۔

ابن زیاد جب کوفہ کے نزدیک پہونچا تو اس نے مکر یہ کیا کہ اپنا لباس اتار کر حضرت امام حسینؑ جیسا لباس پہن لیا اور سر پر سیاہ عمامہ باندھا اور ڈھاٹھہ باندھ کر اپنا منہ اور ناک سب چھپالیا اہل کوفہ کو ابن زیاد کی آمد کی خبر نہ تھی جب ابن زیاد اس شان سے عربی گھوڑے پر سوار اطمینان وو قار کے ساتھ داخلِ کوفہ ہوا تو لوگوں نے سمجھا کہ حضرت امام حسینؑ تشریف لے آئے نتیجہ یہ ہوا کہ ابن زیاد جس راہ سے گذرتا لوگ مرحبا یابن رسول اللہؐ! کہہ کر سلام کرتے اور اس کے ساتھ ہو جاتے۔ ابن زیاد کوئی جواب نہیں دیتا اور خاموش قلعہ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ قلعہ کے قریب پہونچتے پہونچتے مجمع اتنا ہو گیا کہ اس کا آگے بڑھنا مشکل ہو گیا تو مسلم ابن عمرو باہلی نے لوگوں سے پکار کر کہا کہ: لوگو راہ چھوڑ دو! یہ امیر عبید اللہ ابن زیاد ہے یہ سنتے ہی مجمع منتشر ہو گیا۔

ابن زیاد نے لوگوں کو ڈرا کر حضرت مسلم سے جدا کر دیا آٹھ ذی الحجہ کی شب کو نمازِ عشاء کے بعد آپ کے ساتھ کوئی نہ تھا آپ یکہ و تنہا کوفہ کی گلیوں میں چکر لگا رہے تھے کہ قبیلۂ کندہ کی ایک عورت طوعہ کے دروازے پر پہونچ گئے اس نے آپ کو پانی پلایا اور اپنے گھر میں مہمان کیا اس کے بیٹے بلال نے ابن زیاد کے آدمیوں کو اس کی خبر کر دی اور حضرت مسلم کی گرفتاری کے لیے فوج پہونچ گئی۔ حضرت مسلم ہاشمی جرأت و شجاعت کے ساتھ گھر سے نکل کر ان سے مقابل ہوئے اور دشمن کی فوج کو پسپا کر دیا آپ کے سامنے سے وہ بزدل اس طرح بھاگتے تھے جس طرح شیر کے حملے سے دنبیاں بھاگتی ہیں۔ ابن زیاد کے بہت سے سپاہی مکانات کی چھتوں پر چڑھ کر اوپر سے پتھر برساتے تھے لیکن جب کسی طرح مقابلہ نہ کر سکے تو یہ مکر کیا کہ ایک گڈھا کھود کر خس و خاشاک سے چھپا دیا حضرت مسلم جنگ کرتے کرتے اسی گڈھے میں گرے اور بہت زخمی بھی ہو چکے تھے۔

محمد ابن اشعث نے آپ سے کہا کہ: میں آپ کو پناہ دیتا ہوں آپ جنگ بند کر دیں، ہم لوگ آپ کے ساتھ غدّاری نہ کریں گے۔ جب آپ نے جنگ بند کی تو فوراً گرفتار کر لیا اور ابن زیاد کے دربار میں پہونچا دیا ابن زیاد نے آپ کو قتل کرادیا یہ نو ذی الحجہ ۶۰ھ کا واقعہ ہے۔

حضرت امام حسینؑ آٹھ ذی الحجہ ۶۰ھ کو مکّۂ معظّمہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہوئے جب آپ منزل ثعلبیہ میں پہونچے تو آپ کو ایک "اسدی" سے جو کوفہ سے آرہا تھا حضرت مسلم ابن عقیل اور حضرت ہانی ابن عروہ کی شہادت کا واقعہ معلوم ہوا۔ اس نے کہا کہ: میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ حضرت مسلم اور ہانی ابن عروہ کی لاش ان کے پیروں میں رسّی باندھ کر بازار میں گھسیٹی جارہی تھی آپ نے یہ سُن کر **انالله وانااليه راجعون** فرمایا(۱)۔

منزل زبالہ میں پہونچ کر آپ نے اپنے اصحاب کے مجمع میں ایک تقریر فرمائی اور فرمایا کہ: مجھے یہ خبر ملی ہے کہ مسلم ابن عقیل اور ہانی ابن عروہ قتل کردیئے گئے اور ہمارے بلانے والوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا اس لیے تم لوگوں میں سے جو شخص واپس جانا چاہے وہ واپس چلا جائے ہماری طرف سے اس پر کوئی الزام نہیں ہے(۲)۔

یہ سُن کر سب آپ سے جدا ہوگئے بس وہی لوگ رہ گئے جو مکّہ سے ساتھ آئے تھے۔ جب آپ منزل عقبہ میں پہونچے تو ایک شخص نے جو بنی عکرمہ سے تھا آپ کی خدمت میں بڑی لجاجت سے عرض کیا کہ: خدا کے لیے آپ کوفہ نہ تشریف لے جائیں بلکہ یہیں سے واپس جائیں، حضرت نے فرمایا کہ: جو کچھ تو کہہ رہا ہے میں جانتا ہوں لیکن حکمِ خدا کے خلاف نہیں کیا جاسکتا۔

جب آپ منزل سراة پر پہونچے تو گھوڑوں کو پانی پلوایا اور چھاگلیں بھروائیں وہاں سے چل کر جب منزل شراف پر پہونچے تو حر کا لشکر نظر آیا۔ حضرت نے دشمن کی فوج کو دیکھ کر ذو حسم پہاڑ کی طرف گھوڑے کی باگ موڑ دی اور وہاں پہونچ کر اپنے خیمے نصب کرادیئے حر کا لشکر بھی وہیں پہونچ گیا وہ پیاس کے مارے تباہ حال تھا گھوڑے پیاس سے زبانیں باہر نکالے تھے حضرت نے ان سب کو پانی پلوایا۔

---

(۱)۔ طبری، جلد ۴، صفحہ ۲۹۸۔

(۲)۔ طبری، جلد ۴۔

نمازِ ظہر کا وقت آچکا تھا۔ حضرت کے موذن نے اذان کہی اس کے بعد حضرت نے حر کے لشکر میں جاکر تقریر کی اور فرمایا کہ: میں تم لوگوں کا بلایا ہوا آیا ہوں۔

پھر حر کو خطوط دکھائے۔ حر نے کہا: مجھے ان باتوں کی خبر نہیں مجھ کو تو یہ حکم ہے کہ آپ کو جہاں ملوں اپنے ساتھ کوفہ لے چلوں۔ حضرت نے فرمایا کہ: اس سے تو موت کہیں زیادہ نزدیک ہوگی۔

پھر امام نے اپنے قافلہ کو کوچ کا حکم دیا لیکن حر سدراہ ہوا حضرت نے پوچھا: تم کیا چاہتے ہو؟ کہا کہ: ابن زیاد کے پاس چلیے۔ حضرت نے فرمایا: میں وہاں ہرگز نہ جاؤں گا۔ تو حر نے کہا کہ: میں آپ کو چھوڑ نہیں سکتا۔ آخر اس نے کہا کہ: اچھا آپ اگر کوفہ نہیں چلتے تو میں ابن زیاد کو خط لکھ کر پوچھتا ہوں جو اس کا حکم ہوگا کروں گا؟! یہ سُن کر حضرت عذیب اور قادسیہ کے بائیں جانب ہٹ کر چلے اور حر بھی ساتھ ساتھ روانہ ہوا یہاں تک کہ یہ قافلہ مقام ''نینوا'' میں پہونچ گیا یہاں حر کے نام ابن زیاد کا خط پہونچا کہ جہاں تم کو میرا یہ خط ملے وہیں حسینؑ کو روک لو اور ان کو ایک ایسی جگہ اتارو جو بے آب و گیاہ ہو اور کوئی جائے پناہ نہ ہو میرا یہ آدمی نگراں کی حیثیت سے تمہارے ساتھ رہے گا۔

حر نے ابن زیاد کا خط امام کو سنایا اور کہا کہ: اب آپ یہیں اتر پڑیں۔

حضرت نے فرمایا: مجھے اس قریہ تک جانے دو جس کا نام غاضریہ ہے یا اس قریہ تک جس کا نام سقبہ ہے (۱)۔

حر نے کہا کہ: میں کیسے اجازت دے سکتا ہوں جب کہ میرے ساتھ نگراں لگا ہوا ہے یہ ابن زیاد کو سب باتوں کی خبر دے گا۔ یہ سُن کر زہیر ابن قین نے کہا کہ: مولا اب تو بغیر جنگ کے چارہ نہیں ہے اور ابھی جنگ آسان ہے کیونکہ یہ لوگ ابھی کم ہیں۔ حضرت نے فرمایا: نہیں میں نہیں چاہتا کہ جنگ کی ابتداء میری طرف سے ہو۔

---

(۱)۔ اخبار الطوال، صفحہ ۲۲۶۔

پھر حضرت نے حر سے فرمایا کہ: اچھا مجھ کو کچھ اور بڑھنے دو! اس کے بعد تھوڑا سا چلے تھے کہ حر کا لشکر پھر سدّراہ ہوا اور کہا: بس یہیں اتر جایئے! فرات بھی یہاں سے نزدیک ہے۔ حضرت نے اس مقام کا نام پوچھا: لوگوں نے کہا کہ: ''کربلا'' فرمایا: اچھا کرب وبلا یہی ہے! صفین کی طرف جانے کے وقت میرے پدرِبزرگوار اس مقام سے گذرے تھے میں بھی حضرت کے ساتھ تھا۔ حضرت نے یہاں پر رُک کر اس سرزمین کا نام پوچھا لوگوں نے کہا کہ: کربلا۔ حضرت نے فرمایا: اسی مقام پر ان کی سواریاں اُتریں گی اور اس مقام پر ان کا خون بہایا جائے گا تو حضرت سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا کہ: آل محمدؑ کا خون بہایا جائے گا۔ پھر امام حسینؑ نے لوگوں کو اتر پڑنے کا حکم دیا(۱)۔

یہ دوسری محرم سن ۶۱ھ کا واقعہ ہے۔ حضرت کے ورودِ کربلا کے دوسرے یا تیسرے دن عمروابن سعد بھی چار ہزار فوج کے ساتھ کربلا پہونچ گیا اور حر کے لشکر سے مل گیا پھر رسالوں پر رسالے اور فوجوں پر فوجیں آنے لگیں یہاں تک کہ بہتر نفوس کے مقابلہ کے لیے کم از کم بیس ہزار اور زیادہ سے زیادہ ایک لاکھ یا اس سے بھی زیادہ لشکر اکٹھا ہو گیا۔

پھر ابن زیاد نے عمروابن سعد کو لکھا کہ حسین اور ان کے اصحاب پر پانی بند کردو جیسا کہ عثمان ابن عفان کے ساتھ کیا گیا دیکھو ان لوگوں کو ایک قطرہ پانی ملنے نہ پائے(۲)۔ اس خط کے ملنے کے بعد عمروابن سعد نے عمروابن حجاج کو پانچ سو سواروں کے ساتھ گھاٹ پر مقرر کر دیا کہ خیام حسینی میں پانی نہ جاسکے یہ ساتویں محرم کا واقعہ ہے یعنی حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے تین دن پہلے کا واقعہ ہے(۳)۔

---

(۱)۔ اخبارالطوال، صفحہ ۲۲۶۔

(۲)۔ طبری، جلد ۴، صفحہ ۳۱۱۔

(۳)۔ طبری، جلد ۴، صفحہ ۳۱۲ و اخبار الطوال، صفحہ ۲۲۸۔

خاندانِ رسالت کے چھوٹے چھوٹے بچّے پیاس سے تڑپنے لگے لیکن دشمن کو رحم نہ آیا۔
آٹھویں یا نویں محرم کی شب کو جب امام اور آپ کے ساتھیوں پر پیاس کا شدید غلبہ ہوا تو حضرت نے حضرت ابوالفضل العباسؑ کو تیس سوار اور بیس پیادوں کے ساتھ پانی لانے کے لیے بھیجا یہ لوگ بیس مشکیزے لے کر روانہ ہوئے اور نہر سے پانی بھر لیا عمرو ابن حجاج کا لشکر جو گھاٹ کا محافظ تھا سدّ راہ ہوا لیکن حضرت عباسؑ اور آپ کے ساتھیوں نے اس کا مقابلہ کیا اور پانی خیامِ حسینیؑ تک پہونچ گیا(۱)۔

یہ روایت فی زمانہ علماء کے درمیان ایک معرکہ بنی ہوئی ہے کہ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ خیام امامؑ میں آٹھویں یا نویں تاریخ کو کافی مقدار میں پانی آیا جس سے گمان کیا جا سکتا ہے کہ عاشور تک خیامِ حسینیؑ میں پانی موجود تھا۔

لیکن یہ غلط فہمی بہت آسانی سے دور ہو سکتی ہے اس طرح کہ حضرت امام حسینؑ جب کربلا تشریف لائے ایسی شدّت کی گرمی کا زمانہ تھا کہ جب حر کا لشکر منزل شراف میں آکر آپ سے ملا تو پیاس کی شدّت سے سارا لشکر جان بلب تھا یہاں تک کہ گھوڑے بھی اپنی زبانیں منہ سے باہر نکالے ہوئے تھے حالانکہ وہ کوفہ سے آرہا تھا جو بہت دور نہ تھا نیز اینکہ شدّت تشنگی میں انسان پانی پیتا جاتا ہے اور پیاس بھڑکتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ ایک ایک شخص کئی کئی گلاس پانی پی جاتا ہے جس کا تجربہ روزہ داروں کو افطار کے وقت ہزاروں مرتبہ ہوا ہوگا، حالانکہ روزہ دار روزہ رکھ کر آرام سے اپنے گھروں میں زیرِ سایہ بیٹھتے ہیں دھوپ اور لوں سے بچتے ہیں۔ خوف وہراس اور افکار و پریشانی سے محفوظ رہتے ہیں چہ جائیکہ وہ مسافر جو شدید گرمی کے موسم میں دور دراز منزلیں طے کرتے ہوئے آئے تھے اور ٹھنڈا پانی اور عمدہ کھانا تو درکنار چند روز کسی سایہ دار درخت یا چھت کے نیچے آرام بھی نہ کرنے پائے تھے کہ دشمن کا لشکر موت کا پیغام لے کر پہونچ گیا اور ان پر دانہ پانی اور تمام وسائل راحت و آرام بند کر دیا۔

---

(۱)۔ طبری، جلد ۴، صفحہ ۳۱۲۔

پھر یہ بات بھی ملحوظ رکھنے کی ہے کہ وہ مشک جو حضرت عباسؑ اور ان کے ساتھی لے کر دریا پر گئے تھے کتنی بڑی تھی۔ عموماً فوجیوں کے پاس جو مشکیزے ہوا کرتے تھے وہ چھوٹے ہوتے تھے جن میں صرف چند گلاس پانی کی گنجائش ہوتی تھی نیز ایسی صورت میں کہ دریا پر فوج کا پہرہ تھا اور خیام حسینی تک پانی پہونچنے کی سخت ممانعت تھی اور پانی لانے میں جنگ کا قوی امکان تھا بڑی مشکیں جن میں دو چار گھڑے پانی سما سکتے لے جانے کا موقع نہ تھا۔ لہٰذا یقیناً وہ لوگ چھوٹے چھوٹے مشکیزے لے کر گئے تھے کہ اگر جنگ ہوگئی تو تلوار بھی چلا سکیں اور پانی کی حفاظت بھی کر سکیں تو اگر خیام امام تک آٹھویں یا نویں کی شام کو بیس مشکیزے پانی پہونچ بھی گئے تو وہ ان لوگوں کے لیے کہاں تک کافی ہوا ہوگا جب کہ شبِ عاشور تک حضرت کے ساتھ کئی سو آدمی موجود تھے اور سب پیاسے تھے ہاں یہ کہا جائے کہ لوگوں نے لب تر کر لیے۔

نویں محرم کی شام کو دشمن کی فوج نے امام پر اچانک حملہ کر دیا اس وقت حضرت امام حسینؑ خیمہ کے دروازے پر تلوار پر تکیہ کیے بیٹھے تھے اور آنکھ لگ گئی تھی کہ جناب زینب نے پکارا کہ بھیّا فوج آگئی حضرت بیدار ہوئے اور فرمایا کہ: بہن ابھی میں نے اپنے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرمارہے ہیں کہ حسینؑ تم بہت جلد ہمارے پاس آیا چاہتے ہو! یہ سُن کر حضرت زینب نے اپنا منہ پیٹ لیا اور فرمایا: ہائے غضب یہ کیا ہوا؟ حضرت نے فرمایا: بہن صبر کرو غضب تمہارے دشمنوں کے لیے ہے اتنے میں حضرت عباسؑ نے بھی آکر خبر دی کہ فوج آگئی۔ حضرت نے فرمایا: جاؤ ان سے دریافت کرو کہ ان کا کیا ارادہ ہے؟ اور اگر ممکن ہو تو ایک شب کی مہلت طلب کرو۔ حضرت عباسؑ بیس سواروں کے ساتھ تشریف لے گئے اور ان لوگوں کو روک کر دریافت کیا کہ تم لوگوں کا کیا ارادہ ہے؟ ان لوگوں نے کہا کہ: حاکم کا حکم ہے کہ یا تو میرے امیر کی اطاعت قبول کرو یا جنگ کرو۔ حضرت عباسؑ نے فرمایا: ٹھہرو میں ذرا امام سے دریافت کرلوں اس کے بعد آپ گھوڑا دوڑا کر امام کی خدمت میں پہنچے اور ان کا پیغام پہونچایا۔

حضرت نے فرمایا کہ: جاؤ اگر ممکن ہو تو ایک شب کی مہلت لو کل دیکھا جائے گا حضرت عباسؑ نے جاکر گفتگو کی آخر شب کی مہلت مل گئی اور فوج واپس گئی(۱)۔

شب ہونے کے بعد امامؑ نے اپنے اصحاب کو جمع کیا اور خطبہ فرمایا اور بعد حمد و ثنائے پروردگار کے فرمایا کہ: میں اپنے اصحاب سے زیادہ وفادار اور جانثار دنیامیں کسی کے اصحاب کو نہیں پاتا اور نہ اپنے اعزہ جیسے باوفا اور نیک کسی کے اعزہ کو پاتا ہوں خدا تم لوگوں کو جزائے خیر عطا فرمائے آگاہ رہو کہ! کل جنگ ضرور ہو گی اہل شام صرف میرے خون کے پیاسے ہیں میرے بعد وہ کسی سے تعرض نہ کریں گے لہٰذا میں تم لوگوں کو اجازت دیتا ہوں جہاں جی چاہے چلے جاؤ یہ سُن کر حضرت کے بھائی بھتیجے اور اصحابِ باوفا نے بیک زبان یہ جواب دیا کہ: اگر میں آپ کی حمایت میں قتل کیا جاؤں یا زندہ جلایا جاؤں اور پھر زندہ ہو کر جلایا جاؤں اسی طرح ستّر مرتبہ ہوتا رہے تو بھی آپ کی نصرت سے منہ نہ موڑوں گا(۲)۔

ناسخ نے لکھا ہے کہ: حضرت کی یہ تقریر سن کر امامؑ کے سامنے جو لوگ موجود تھے ان میں سے بہت سے روانہ ہو گئے صرف حضرت کے اہل بیتؑ اور اصحابِ خاص رہ گئے اور انھوں نے کہا کہ: میں ہر گز آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں گا(۳)۔

نیز ناسخ نے جلاء العیون کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت نے اپنے اعزہ اور اصحابِ باوفا کے جوابات سننے کے بعد ان لوگوں کو جنّت دکھائی اور جنّت میں ان شہدائے راہِ خدا کے جو درجات تھے ظاہر فرمائے(۴)۔

---

(۱)۔ ابصار العین، صفحہ ۲۷۔

(۲)۔ طبری جلد ۴، صفحہ ۳۱۸۔

(۳)۔ ناسخ، جلد ۶، صفحہ ۱۸۶۔

(۴)۔ ناسخ، جلد ۶، صفحہ ۱۸۰۔

امامؑ نے شبِ عاشور اپنے اصحاب کو جنّت دکھائی

مسعودی نے لکھا ہے کہ: خداوند عالم نے حجابات اٹھا دیئے اور اصحابِ حسینؑ کو ان کے درجات جنّت میں دکھائے۔ امامؑ نے اور آپ کے اصحاب نے تمام شب تسبیح و تہلیل پروردگار میں بسر کی ان خاصانِ خدا کی تسبیح و تہلیل کی آوازیں شب کے سنّاٹے میں اس طرح گونجتی رہیں جیسے شہد کی مکّھیوں کی بھنبھناہٹ۔

صبح عاشور امامؑ نے حضرت علی اکبرؑ کو اذان دینے کا حکم دیا۔ حضرت علی اکبرؑ شبیہِ پیغمبرؐ نے اذان کہی جن لوگوں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور حضرت کی آواز سنی تھی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لب ولہجہ سنا۔ نمازِ صبح جماعت سے امام کے پیچھے ادا ہوئی۔ پھر امامؑ نے ایک خیمہ نصب کرایا اور ایک طشت میں مشک ملوائی پھر اس خیمہ میں تشریف لے گئے اور نورہ لگایا اور عبدالرحمٰن ابن عبدربہ انصاری اور بریر ابن خضیر ہمدانی دروازہ پر انتظار میں بیٹھے تھے کہ امام تشریف لائیں تو وہ جائیں اور نورہ لگائیں دونوں نہایت درجہ خوش و مسرور تھے اس موقع پر بریر نے عبدالرحمٰن سے دل لگی کی۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ: بریر آج تو ہنسی مذاق کا موقع نہیں ہے۔ بریر نے کہا کہ: خدا کی قسم! میرا قبیلہ جانتا ہے کہ میں نے کبھی ہنسی مذاق کو پسند نہیں کیا نہ جوانی میں نہ بڑھاپے میں لیکن آج مجھ کو ان درجات کی خوشی میں جو ہم لوگوں کو حاصل ہونے والے ہیں جس میں بس اتنی ہی دیر ہے کہ جنگ شروع ہو اور ہم کچھ دیر شمشیر زنی کریں پھر شہید ہو کر حورانِ جنّت سے معانقہ کریں (۱)۔

(۱)۔ لہوف سید ابن طاؤس و بحار الانوار، جلد ۱۰، صفحہ ۱۹۲ و ابصار العین، صفحہ ۷۰ بحوالہ ابومخنف وناسخ وغیرہ۔

جنگ

عمرو ابن سعد نے اپنے لشکر کی صفیں دُرست کیں۔ میمنہ پر عمرو ابن حجاج کو اور میسرہ پر شمر ابن ذی الجوشن کو اور سواروں پر عزرہ ابن قیس کو پیادوں پر شیث ابن ربعی کو مقرر کیا اور لشکر کا علم اپنے غلام کو دیا۔ اور حضرت امام حسینؑ نے اپنی فوج کے میمنہ پر زہیر ابن قین کو اور میسرہ پر حبیب ابن مظاہر کو مقرر فرمایا اور لشکر کا علم حضرت ابو الفضل العباسؑ کو سُپرد کیا(۱)۔

حضرت امام حسینؑ کے لشکر میں کل تیس سوار اور چالیس پیادہ تھے(۲)۔

حضرت امام حسینؑ نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے اور فرمایا: ”اَللّٰھُمَّ أَنْتَ ثِقَتِي فِي كُلِّ كَرْبٍ وَ أَنْتَ رَجَائِي فِي كُلِّ شِدَّةٍ وَ أَنْتَ لِي فِي كُلِّ أَمْرٍ نَزَلَ بِي ثِقَةٌ وَ عُدَّةٌ۔۔۔ الخ“ اس کے بعد آپ نے اپنا ناقہ طلب فرمایا اور اس پر سوار ہو کر دشمن کی فوج کے مقابل آ کر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ: اے اہل عراق! میری بات سنو یہاں تک کہ میں سمجھانے کا حق ادا کر دوں جلدی نہ کرو۔ پھر آپ نے ان لوگوں کو سمجھایا کہ میں تمہارے نبیؐ کا نواسہ ہوں میرا قتل تم لوگوں کے لیے جائز نہیں ہے میں نے تمہارا کون سا جرم کیا ہے؟۔

راوی کا بیان ہے کہ: میں نے حضرت امام حسینؑ سے بڑھ کر فصیح و بلیغ نہ تو حضرت کے پہلے کسی خطیب کو پایا نہ حضرت کے بعد۔

امامؑ خطبہ فرما رہے تھے اور دشمن کا لشکر بت بنا سن رہا تھا۔ البتہ شمر نے حضرت کی بات کاٹی لیکن حبیب ابن مظاہر نے فوراً اس کی بے ادبی کا جواب دیا۔ پھر حضرت نے شیث ابن ربعی اور حجاز ابن ابجر اور قیس ابن اشعث وغیرہ کو نام لے کر پکارا اور فرمایا کہ: کیا تم لوگوں نے مجھ کو خط لکھ کر نہیں بُلایا۔ ان بے دینوں کو سواء انکار کے چارہ نہ تھا صاف انکار کیا کہ ہم نے خطوط نہیں

---

(۱)۔ ابصار العین، صفحہ ۹۔

(۲)۔ طبری، جلد ۴، صفحہ ۳۲۰۔

لکھے۔ لیکن آپ ہمارے امیر کی اطاعت قبول کیجئے۔ حضرت نے فرمایا کہ: نہیں خدا کی قسم! میں نہ تو ذلّت کے ساتھ اطاعت قبول کروں گا نہ غلاموں کی طرح میدان کارزار سے منہ موڑوں گا(۱)۔

امامؑ کے خطبہ سے اگرچہ فوج مخالف پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ لیکن حر ابن یزید ریاحی جو عاشور کی شب ہی سے امام پر اپنی جان فدا کرکے خدا اور سولؐ کی خوشنودی حاصل کرنے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ حضرت کا خطبہ سُن کر گھوڑا دوڑا کر حضرت کی طرف چلے آئے اور خدمت امام میں پہونچ کر اپنی خطا کی معافی چاہی۔ حضرت نے فرمایا: بے شک خدا تمہاری خطا معاف فرمائے گا اور تم جس طرح دنیا میں حر ہو آخرت میں بھی حر ہو جیسا کہ تمہاری ماں نے تمہارا نام حر رکھا ہے۔ پھر حر نے امامؑ سے جہاد کی اجازت طلب کی اور گھوڑا بڑھا کر میدانِ جنگ میں آئے اور لشکرِ مخالف کو نصیحت وملامت کی حر کی تقریر سُن کر سب سے پہلے عمر وابن سعد نے امامؑ کے لشکر کی طرف تیر پھینکا اور کہا کہ: لوگو! گواہ رہنا کہ پہلا تیر میں نے ہی چلایا ہے اس کے ساتھ ہی اس کے لشکر نے ایک ساتھ ہزاروں تیر چلائے اور جنگ شروع ہوگئی۔ اور فوج حسینیؑ کے بھوکے پیاسے شیر دشمن کو دوزخ کی طرف بھیجتے رہے یہاں تک کہ عبد اللہ ابن حوزہ شامی فوج سے نکل کر امامؑ کی فوج کے قریب آکر پکارا کہ (حسینؑ) میں تم کو (نعوذ باللہ) دوزخ کی بشارت دینے آیا ہوں۔ حضرت نے فرمایا: تو کون ہے؟ اس نے کہا: ابن حوزہ ہوں۔ فرمایا: خدا اس کو آگ کا مزہ چکھادے۔ فوراً اس کا گھوڑا پدک کر ایک نہر میں پھاند پڑا اور اس کا داہنا پاؤں رکاب سے نکل گیا اور وہ زمین پر لٹک گیا اور بایاں پاؤں رکاب میں پھنسا رہ گیا گھوڑا اس کا صحرا میں ہر سمت دوڑتا رہا اور اس کو گھسیٹتا پھرا یہاں تک کہ اس کا جسم چور چور ہو گیا اور وہ مر کر جہنّم میں پہونچ گیا۔

انصار حسینؑ کی شجاعت وجانبازی دیکھ کر دشمن کی فوج کی ہمّت پست ہوگئی۔ آخر عمر وابن حجاج نے جو عمر ابن سعد کی فوج کے میمنہ کا افسر تھا اپنے سپاہیوں سے پکار کر کہا کہ: تم جانتے ہو کس

(۱)۔ ابصار العین، صفحہ ۱۰۔

سے جنگ کر رہے ہو؟ یہ وہ جنگ آزما سپاہی ہیں جو اپنی جان ہتھیلیوں پر رکھ کر لڑ رہے ہیں ان سے تنہا مقابلہ نہ کرو یہ مشورہ عمرو ابن سعد نے بھی پسند کیا پھر عمرو ابن حجاج نے میمنہ کے ساتھ حملہ کر دیا۔ تھوڑی دیر تک گھمسان کی جنگ ہوئی آخر امام کے چھوٹے سے لشکر کے چند آدمیوں نے ان کا ایسا شیرانہ مقابلہ کیا کہ دشمن کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ جب عمرو ابن حجاج اپنے لشکر کو لے کر ہٹا تو معلوم ہوا کہ اس حملہ میں مسلم ابن عوسجہ اسدی شہید ہو گئے۔

پھر شمر نے میسرہ لشکر کے ساتھ دوسرا حملہ کیا اس کو بھی انصارِ حسینؑ نے پیچھے ڈھکیل دیا اس حملہ میں فوج حسینی کے کل ۳۲ سواروں نے دشمن کی فوج پر ایسا سخت حملہ کیا کہ اس کی صفیں درہم برہم ہو گئیں وہ ان کے سامنے سے اس طرح بھاگتے تھے جیسے شیر کو دیکھ کر بھیڑیں بھاگتی ہیں اس حملہ میں عبد اللہ ابن عمیر شہید ہوئے۔

اسی طرح جنگ ہوتی رہی یہاں تک کہ صبح سے دوپہر ہو گئی۔ اصحاب حسینؑ جس طرف حملہ کرتے تھے صفوں پر صفیں اُلٹ دیتے تھے۔ آخر عزرہ ابن قیس نے عمرو ابن سعد کے پاس کہلا بھیجا کہ فوجِ حسینی کے مٹھی بھر سپاہیوں نے میری فوج کی حالت بگاڑ دی ہے آپ جلد از جلد کچھ پیدل فوج اور تیر اندازوں کا دستہ بھیجیے! عمرو ابن سعد نے فوراً پانچ سو تیر انداز بھیج دیئے انھوں نے پہونچتے ہی امام کی فوج پر تیروں کی بارش شروع کر دی۔ انصار امام تلواریں سونت کر تیر اندازوں پر ٹوٹ پڑے اور فوج میں گُھس کر شجاعت کے وہ جوہر دکھائے کہ دشمن کو پسپا ہونا پڑا اور کتنوں کو تہِ تیغ کیا۔

جب بزدل دشمن کسی طرح کامیاب ہوتے نظر نہ آئے تو عمرو ابن سعد نے فوج کو للکارا کہ خیام حسینی پر حملہ کر دو لیکن انصار حسینؑ نے ان کو خیام تک پہونچنے نہ دیا جو بڑھا لقمۂ اجل بنا تب عمرو ابن سعد نے پکا کر کہا کہ: خیموں میں آگ لگا دو جب وہ آگ لگانے کو بڑھے تو امام نے فرمایا:

چھوڑ دو آگ لگانے دو اب یہ لوگ اِدھر سے حملہ نہ کر سکیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ خیام میں آگ لگانے کے بعد پھر اس طرف سے دشمن حملہ نہ کر سکے۔

اس کے بعد شمر نے بڑھ کر خیام اہل بیتؑ کے پاس جا کر نیزہ مارا اور پکارا کہ ان خیام کو آگ لگا دو! یہ سُن کر اہلِ حرم میں اضطراب پیدا ہو گیا لیکن حضرت امام حسینؑ نے شمر کو ڈانٹا اور زہیر ابن قین نے دس سپاہیوں کے ساتھ شمر کے لشکر پر اتنا سخت حملہ کر دیا کہ وہ اس کی تاب نہ لا سکے اور ان کو شکست ہوئی۔

روزِ عاشور امامؑ کی نماز ظہر

اب نماز ظہر کا وقت آ چکا تھا اور جنگ بھی پوری شدّت کے ساتھ جاری تھی کہ ابو ثمامہ عمرو ابن عبد اللہ صائدی نے عرض کیا کہ: مولا میری خواہش ہے کہ یہ نماز آپ کے ساتھ ادا کر کے خدا سے ملاقات کروں۔ حضرت نے فرمایا: تم نے نماز یاد کی خدا تم کو مصلین ذاکرین میں شمار کرے۔ ان لوگوں سے کہہ دو کہ تھوڑی دیر جنگ روک دیں تو ہم لوگ نماز پڑھ لیں۔ جب ان لوگوں نے دشمن سے نماز کی مہلت طلب کی تو حصین ابن نمیر بولا کہ: تمہاری نماز قبول نہیں ہے اس پر حبیب ابن مظاہر کو غصّہ آ گیا اور انھوں نے کہا کہ: تجھ پر خدا کا غضب نازل ہو نواسۂ رسولؐ کی نماز قبول نہیں ہے اور تیری نماز قبول ہے اس جواب پر حصین نے غضب ناک ہو کر حبیب پر حملہ کر دیا اس حملہ میں پہلے حبیب ابن مظاہر پھر جناب حر شہید ہوئے جب نماز کی اجازت نہ ملی تو حضرت نے نمازِ ظہر بطورِ نمازِ خوف ادا کی اور سعید ابن عبد اللہ اور زہیر ابن قین آگے کھڑے ہو کر دشمن کے تیر روکتے رہے جب حضرت نے نماز ختم کی تو سعید کا جسم تیروں سے چھلنی ہو چکا تھا وہ گرے اور شہید ہو گئے۔ دشمن کا جو تیر امامؑ کی طرف آتا تھا سعید دوڑ کر اس کو اپنے سینے پر روکتے تھے۔

نماز کے بعد گھمسان کی جنگ شروع ہوگئی جب آپ کے سارے انصار داد شجاعت دے کر شہید ہوگئے اور صرف چند آدمی رہ گئے تو انھوں نے کہا کہ: اب آگے بڑھ کر دشمن سے جنگ کرنے کا موقع نہیں ہے بلکہ اب امام کی حفاظت کرنی چاہیے۔ چنانچہ عروہ غفاری کے دولڑکے عبداللہ اور عبدالرحمٰن سینہ تان کر امام کے آگے کھڑے ہوگئے اور اشقیا کا مقابلہ کرتے رہے یہاں تک کہ دونوں شہید ہوگئے (۱)۔

ان دونوں کی شہادت کے بعد سیف ابن حارث ابن سریع اور مالک ابن عبداللہ ابن سریع دونوں چچازاد بھائی حاضر ہو کر امام کے روبرو حضرت کی حفاظت میں شہید ہوئے جب کل انصارِ حسینؑ شہید ہو چکے تو بنی ہاشم کی باری آئی۔ جب تک انصار امامؑ میں سے ایک بھی زندہ رہا اس نے خاندانِ رسولؐ کے کسی ایک شخص کو بھی میدانِ جنگ میں جانے نہیں دیا۔ اصحاب کے بعد سب سے پہلے حضرت علی اکبرؑ نے امام سے جہاد کی اجازت طلب کی۔

حضرت علی اکبرؑ

حضرت علی اکبرؑ حضرت امام حسینؑ کے صاحب زادے تھے۔ آپ کی والدہ لیلیٰ بنت ابی مرہ ابن عروہ ابن مسعود ثقفی اور لیلیٰ کی ماں میمونہ بنت ابوسفیان ابن حرب تھیں۔ آپ صورت و سیرت ورفتار وگفتار میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہ تھے۔ جب آپ نے امامؑ سے جنگ کی اجازت طلب کی تو حضرت کی چشمہائے مبارک میں آنسو بھر آئے اور خدا کی بارگاہ میں عرض کیا کہ: پروردگارا! گواہ رہنا کہ اب میرا وہ بیٹا مرنے کے لیے جارہا ہے جو صورت و سیرت وگفتار میں تیرے رسولؐ سے سب سے زیادہ مشابہ تھا جب ہم تیرے رسولؐ کی زیارت کے مشتاق ہوتے تھے تو اس کو دیکھتے تھے حضرت علی اکبرؑ اپنے گھوڑے پر سوار تھے جس کا نام ذوالجناح تھا (۲)۔

---

(۱)۔ ابصار العین، صفحہ ۱۰۴۔

(۲)۔ ابصار العین، صفحہ ۲۲۔

حضرت علی اکبرؑ کی عمر اس وقت اٹھارہ سال تھی۔ آپ نے دشمن کی فوج پر حملہ کیا اور باوجود تین روز کی بھوک پیاس کے ۱۲۰ / آدمیوں کو قتل کیا۔ یہاں تک کہ مقتولین کی کثرت سے دشمن کی فوج چیخ اُٹھی۔ پھر آپ نے خدمتِ امام میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ: بابا! پیاس کی شدّت مارے ڈالتی ہے اور لوہے کے اسلحے کی حدّت پریشان کن ہے اگر تھوڑا پانی مل جائے تو دشمن کو جنگ کا مزہ چکھاؤں؟! حضرت نے فرمایا: بیٹا! بڑا شاق ہے تمہارے باپ پر کہ تم پانی طلب کرو اور میں پانی نہ پلا سکوں لو اپنی زبان میرے منہ میں دے دو شاید کچھ تسکین ہو۔ حضرت علی اکبرؑ نے امام کے منہ میں زبان دی اور پھر کھینچ لی۔ پھر حضرت نے اپنی انگوٹھی حضرت علی اکبرؑ کو دی اور فرمایا کہ: اس کو منہ میں رکھ لو اور دشمن سے جنگ کرو عنقریب تمہارے جد تم کو سیراب کریں گے جس کے بعد کبھی تم پیاسے نہ ہو گے۔

حضرت علی اکبرؑ نے پھر دشمن پر حملہ کیا اور رجز پڑھا۔ اس حملہ میں آپ نے اسّی آدمیوں کو قتل کیا۔ دورانِ جنگ میں مرہ ابن منقذ ابن نعمان عبدی نے آپ کے سر پر ایک گرز مارا جس سے آپ کا سر شگافتہ ہو گیا۔ اور آپ گھوڑے کی گردن سے لپٹ گئے۔ گھوڑا آپ کو لے کر دشمن کی فوج میں گھُس گیا پھر تو ہر طرف سے آپ پر تلواریں اور نیزے پڑنے لگے اور آپ زخموں سے چور چور ہو گئے آپ نے امام کو پکارا اور کہا کہ: بابا میرے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو پانی سے سیر کر دیا۔ امامؑ نے فرمایا: خدا ان لوگوں کو قتل کرے جن لوگوں نے تم کو قتل کیا۔ خدا و رسولؐ کے مقابلہ میں ان لوگوں کی جرئتیں بڑھی ہوئی ہیں اے بیٹا! تمہارے بعد زندگانی دنیا پر خاک ہے۔ امامؑ حضرت علی اکبرؑ کے سرہانے پہونچے اور جوانانِ بنی ہاشم کو پکارا کہ آؤ علی اکبرؑ کی لاش اٹھاؤ سب نوجوان آ گئے اور حضرت علی اکبرؑ کی لاش اٹھا کر لے گئے اور خیمہ کے آگے رکھ دیا جس کے سامنے جنگ ہو رہی تھی (۱)۔

(۱)۔ بحار الانوار، جلد ۱۰، صفحہ ۲۰۲ و ابصار العین، صفحہ ۲۳۔

حضرت علی اکبرؑ کے بعد عبد اللہ ابن مسلم ابن عقیل ان کے بعد محمد ابن مسلم ابن عقیل پھر جعفر ابن عقیل ان کے بعد عبد الرحمٰن ابن عقیل ان کے بعد محمد ابن ابی سعید ابن عقیل میدانِ جنگ میں آئے اور جہاد فی سبیل اللہ اور حمایت حضرت سید الشہداءؑ کا حق ادا کیا اور شہید ہوئے۔

محمد ابن عبد اللہ ابن جعفر طیّار

آپ حضرت زینبؑ کے شوہر جناب عبد اللہ ابن جعفر کے صاحب زادے تھے آپ کی والدہ کا نام خوصہ بنت حفصہ ابن ثقیف تھا آپ اجازت لے کر میدان میں آئے اور جہاد کیا اور دس آدمیوں کو قتل کیا۔ پھر عامر ابن نہشل تمیمی کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔

عون ابن عبد اللہ ابن جعفر طیّار

آپ حضرت عبد اللہ کے صاحب زادے اور عقیلۂ کبریٰ حضرت زینبؑ کے بطن سے تھے۔ ان دونوں بھائیوں کو جناب عبد اللہ نے حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں بھیجا تو یہ لوگ منزل وادی العقیق میں امام سے ملے۔ جب آپ مکّہ سے نکل کر عراق کی طرف روانہ ہوئے، جناب عون اپنے بھائی محمد کی شہادت کے بعد میدان میں آئے اور دشمن پر حملہ کیا اور تین سوار اور اٹھارہ پیادوں کو قتل کیا اور عبد اللہ ابن قطبہ طائی کی تلوار سے شہید ہوئے (۱)۔

حضرت قاسم ابن حسنؑ

آپ حضرت امام حسنؑ کے صاحب زادے تھے۔ آپ کی والدہ کا نام رملہ تھا۔ آپ ابھی بہت کمسن تھے سنِ بلوغ کو نہیں پہونچے تھے ابو مخنف نے لکھا ہے کہ: آپ کی عمر چودہ سال تھی

(۱)۔ ابصار العین، صفحہ ۳۹۔

آپ نے جب امام سے اجازت طلب کی تو امام نے اجازت نہ دی جناب قاسم بہت زیادہ اصرار و التجا کرتے رہے۔ آخر امامؑ نے آپ کو اجازت دی۔

حمید ابن مسلم کا بیان ہے کہ: پھر فوجِ حسینی سے ایک لڑکا نکلا گویا اس کا چہرہ ایک چاند کا ٹکڑا تھا، اس کے ہاتھ میں تلوار تھی اور قمیص اورازار پہنے تھا اور پاؤں میں نعلین تھی اس نے آکر تلوار چلانا شروع کی، اس وقت اس کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ گیا۔ اور مجھ کو یاد ہے کہ وہ بائیں پاؤں کا تھا تو وہ رُک کے اس کو باندھنے لگا۔ اس وقت عمرو ابن سعد ابن نفیل ازدی نے کہا کہ: خدا کی قسم! میں اس پر حملہ کروں گا تو میں نے اس کو روکا لیکن اس نے بڑھ کر حضرت قاسمؑ پر وار کیا جس سے جنابِ قاسم زمین پر منہ کے بل گر پڑے اور اپنے چچا کو مدد کے لیے پکارا امامؑ جناب قاسمؑ کی مدد کے لیے شیر غضب ناک کی طرح پہونچے اور عمرو ابن سعد پر تلوار کا وار کیا اس نے اس کو ہاتھ پر روکا اس کا ہاتھ کٹ کر جدا ہو گیا۔ یزیدی فوج اس کو بچانے کے لیے دوڑی اور امام ان پر حملہ کر رہے تھے اس طرح گھوڑوں کی دوڑ میں وہ پامال ہو کر مر گیا۔ جب مجمع ہٹا تو میں نے دیکھا کہ امامؑ بچے کے سرہانے کھڑے ہیں اور وہ ایڑیاں رگڑ رہا ہے اور حسینؑ کہہ رہے ہیں کہ: خدا برا کرے اس قوم کا جس نے تم کو قتل کیا روزِ قیامت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے مخاصمہ کریں گے، قاسم تمہارے چچا پر بہت شاق ہے کہ تم نے مدد کے لیے پکارا اور وہ تمہاری مدد نہ کر سکے۔ پھر حضرت نے جناب قاسم کی لاش اٹھائی اور اپنے سینہ سے لگایا اور لے چلے۔ میں نے دیکھا کہ قاسم کے دونوں پاؤں زمین پر خط دیتے جا رہے تھے امام نے ان کو لے جا کر وہیں لٹا دیا جہاں حضرت علی اکبرؑ کی لاش تھی(۱)۔

حضرت قاسمؑ نے باوجود کمسنی اور بھوک اور پیاس کے ۳۵/ اشقیا کو قتل کیا(۲)۔

---

(۱)۔ ابصار العین، صفحہ ۳۷ و طبری، جلد ۴۔

(۲)۔ بحار الانوار، جلد ۱۰، صفحہ ۲۰۰۔

پھر ابو بکر ابن حسن پھر محمد ابن علی ابن ابی طالبؑ پھر عبد اللہ ابن علی پھر عثمان ابن علی پھر جعفر ابن علی نکلے اور جہاد کر کے شہید ہوئے۔

حضرت ابو الفضل العباس ابن علی ابن ابی طالبؑ

آپ حضرت امیر المومنینؑ کے صاحب زادے تھے آپ کی والدہ ام البنین فاطمہ بنت حزام ابن خالد کلابیہ تھیں عرب میں اس خاندان سے زیادہ شجاع و بہادر کوئی خاندان نہ تھا۔

حضرت عباسؑ کی ولادت سنہ ۲۶ھ میں ہوئی آپ کا لقب قمر بنی ہاشم اور کنیت ابو الفضل تھی حضرت امیر المومنینؑ کی وفات کے وقت آپ چودہ برس کے تھے۔ آپ حضرت امیر المومنینؑ کے ساتھ بعض لڑائیوں میں بھی شریک ہوئے لیکن حضرت نے آپ کو جنگ کی اجازت نہیں دی آپ بڑے شجاع وطاقت ور اور صاحب بصیرت و معرفت و کامل الایمان تھے۔ امام زین العابدینؑ نے ارشاد فرمایا کہ: ”خدا میرے چچا عباسؑ پر رحمت نازل فرمائے انھوں نے اپنے بھائی پر اپنی جان قربان کی یہاں تک کہ ان کے دونوں ہاتھ کاٹے گئے تو خداوند عالم نے ان کو حضرت جعفر طیار کی طرح دو پر عطا فرمائے ہیں اور وہ ملائکہ کے ساتھ جنّت میں پرواز کرتے ہیں اور خدا نے حضرت عباسؑ کو ایک ایسی منزلت عطا فرمائی ہے جس کو دیکھ کر قیامت کے روز شہداء غبطہ کریں گے“۔

آٹھویں یا نویں محرم کی شام کو جب امامؑ اور آپ کے اصحاب پر پیاس کا شدید غلبہ ہوا تو آپ نے حضرت عباسؑ کو تیس سوار اور بیس پیادوں کے ساتھ پانی لانے کے لیے بھیجا ان لوگوں نے دشمن سے جنگ کی اور پانی لائے جس کا ذکر گذر چکا ہے اس وقت سے آپ کا نام سقا پڑ گیا۔

جس وقت شمر، ابن زیاد کا خط لے کر کربلا کی طرف روانہ ہو رہا تھا عبد اللہ ابن ابی المحل ابن حزام دربار میں موجود تھا یہ جناب ام البنین کا بھتیجا تھا اس نے ابن زیاد سے کہا کہ: میری پھوپھی کے لڑکے کربلا میں امام حسینؑ کے ساتھ موجود ہیں تو ان کے لیے امان نامہ لکھ دے اس

نے لکھ دیا عبد اللہ نے وہ امان نامہ اپنے غلام کزمان کے ہاتھ حضرت عباسؑ کے پاس روانہ کیا جب حضرت عباسؑ اوران کے بھائیوں نے وہ امان نامہ پڑھا تو فرمایا کہ: میرے بھائی کو میر اسلام کہنا اور کہنا کہ: ہم لوگوں کو اس امان نامہ کی ضرورت نہیں ہے خدا کی امان ابن سمیہ کی امان سے بہتر ہے۔

پھر عاشور کے روز شمر اپنے لشکر سے نکل کر امامؑ کی فوج کے نزدیک آکر کھڑا ہوا اور پکارا کہ: میری بہن کے بیٹے کہاں ہیں؟ تو کسی نے اس کا جواب نہیں دیا حضرت امام حسینؑ نے فرمایا کہ جواب دو اگرچہ پکارنے والا فاسق ہی کیوں نہ ہو۔ امام کے فرمانے پر حضرت عباسؑ اٹھے اور شمر سے پوچھا کہ: کیا چاہتا ہے؟ اس نے کہا کہ: تم لوگ امان میں ہو! حضرت نے فرمایا کہ: تجھ پر اور تیری امان پر خدا کی لعنت ہو! ہمارے لیے تو امان ہے اور ابن رسولؐ کے لیے امان نہیں ہے!

آپ حضرت امام حسینؑ کے ایسے معتقد اور وفادار تھے کہ ہر مشکل وآسان منزل میں امامؑ کی زبان مبارک پر آپ ہی کا نام آتا تھا اور آپ اس کام کو حسبِ مرضی امام انجام دیتے تھے آپ ہمہ تن محبت ورحمت ووفا تھے۔

آپ کی شجاعت کا ایک یہ کارنامہ قابل ذکر ہے کہ جب جنگ کے شعلہ بھڑک اٹھے تو لشکرِ امام کے چار بہادروں عمرو ابن خالد صیداوی اوران کے غلام سعد اور مجمع ابن عبد اللہ اور جنادہ ابن حرث نے دشمن پر حملہ کر دیا اور دشمنوں کے موجیں مارتے ہوئے سمندر میں ڈوب گئے تو فوج مخالف نے ان کو گھیرے میں لے لیا تو امامؑ نے حضرت عباسؑ کو ان کی امداد کے لیے بھیجا آپ تلوار کھینچ کر تنہا دشمن کی فوج میں گھس گئے اوران چاروں بہادروں کو فوج مخالف سے بسلامت نکال کر لے آئے۔

کربلا میں روزِ عاشور جب امام مظلوم کے سب انصار و اعزہ شہید ہو چکے اور کوئی آپ کا ناصر ومددگار باقی نہیں رہا تو حضرت ابو الفضل العباسؑ خدمت امام میں حاضر ہوئے اور جنگ کی اجازت طلب کی حضرت نے فرمایا: عبّاسؑ تم ہمارے لشکر کے علمدار ہو! حضرت عباسؑ نے عرض

کیا کہ: مولا اب میرا دل تنگی کر رہا ہے اور زندگی سے سیر ہو چکا ہوں! حضرت نے فرمایا کہ: اگر موت پر آمادہ ہو تو پہلے پانی کی کوئی سبیل کرو! حضرت عباسؑ نے مشک لے لی اور دریا کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور گھاٹ کی محافظ فوج پر حملہ کر دیا فوج سامنے سے بھاگ گئی اور آپ نے دریا میں گھوڑا ڈال دیا اور مشک بھر لی پھر چلّو میں پانی لیا اور چاہا کہ پئیں لیکن امام کی پیاس یاد کر کے پانی پھینک دیا اور شعر پڑھا کہ اے عباس! حسینؑ تو پیاس سے جان بلب ہیں اور تم خوشگوار پانی پی رہے ہو!

جب حضرت عباسؑ مشک بھر کر نہر سے نکلے تو دشمن نے راستہ گھیر لیا اب حضرت عباسؑ کے لیے بڑی مشکلوں کا سامنا تھا۔ سب سے مقدم پانی کی حفاظت کی فکر تھی کہ پانی امام تک پہونچ جائے پھر عَلم کی حفاظت اور دشمن کا دور کرنا بھی ضروری تھا آپ نے تلوار کھینچی اور جنگ کرتے ہوئے خیامِ حسینی کی جانب بڑھے (۱)۔

علامہ مجلسیؒ نے بحار میں لکھا ہے کہ: جب حضرت عباسؑ پانی لے کر چلے تو زید ابن ورقا اور حکیم ابن طفیل طائی سنبی نے ایک خُرمے کے درخت کے پیچھے چھپ کر حضرت عباسؑ کے داہنے ہاتھ پر تلوار ماری وہ کٹ کر جدا ہو گیا۔ پھر حکیم ابن طفیل نے حضرت کے بائیں ہاتھ پر تلوار ماری وہ بھی کٹ گیا تو آپ نے مشک کا تسمہ دانتوں سے پکڑ لیا پھر ایک تیر آ کر مشک میں لگا اور پانی بہہ گیا پھر ایک دوسرا تیر آپ کے سینہ پر لگا اور آپ گھوڑے سے زمین پر گرے اور امامؑ کو آواز دی۔

جب امام تشریف لائے تو دیکھا کہ عباسؑ کے دونوں ہاتھ قطع ہو چکے ہیں اور پیشانی زخمی ہے آنکھوں میں تیر لگا ہے اور زخم سے چور چور ہیں امامؑ حضرت عباسؑ پر جھک گئے اور پھر سرہانے بیٹھ کر روئے یہاں تک کہ عباسؑ کی روح پرواز کر گئی پھر حضرت نے فوجِ دشمن پر شیر غضب ناک کی طرح حملہ کر دیا حضرت داہنے اور بائیں حملہ کر رہے تھے اور فوج بھیڑوں کی طرح بھاگ رہی تھی آپ حملہ کرتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ: کہاں بھاگ رہے ہو؟ تم نے میرے بھائی کو قتل کیا ہے! کہاں بھاگتے ہو؟ تم نے میرا بازو توڑ ڈالا ہے! پھر آپ تنہا اپنی جگہ پر تشریف لائے۔

---

(۱)۔ ابصار العین، صفحہ ۳۰۔

حضرت عباسؑ لشکر امام کے آخری سپاہی تھے جو شہید ہوئے اس کے بعد اولادِ ابو طالبؑ کے وہ کمسن بچے شہید ہوئے جو تلوار اٹھانے کے بھی قابل نہ تھے۔

ایک جماعت نے حضرت امیر المومنینؑ کے صحابی اصبغ ابن نباتہ کے صاحب زادے "قسم" سے روایت کی ہے، انھوں نے کہا کہ: میں نے بنی ابان ابن دارم کے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا تھا حالانکہ میں اس کو جانتا تھا وہ پہلے سفید رنگ کا خوبصورت آدمی تھا میں نے اس سے اس کا سبب پوچھا؟ اس نے کہا کہ: میں نے کربلا میں ایک نہایت لمبے چوڑے جوان کو قتل کیا جس کی پیشانی پر سجدے کا نشان تھا وہ اس روز سے آج تک ہر رات میں آتا ہے اور میری گردن پکڑ کر لے جا کر مجھ کو جہنّم میں ڈال دیتا ہے جس سے میں رات بھر اس طرح چیختا ہوں کہ میرے نالہ و فریاد کی آوازیں محلہ والے سنتے ہیں جب یہ خبر پھیلی تو اس کے محلہ کی ایک لڑکی نے کہا کہ: ہم لوگ ہمیشہ اس کے چیخنے کی آوازیں سنتے ہیں جس سے ہم لوگوں کی نیند حرام ہو گئی ہے۔ اس نے کہا کہ: جس جوان کو اس نے کربلا میں قتل کیا تھا وہ عباس ابن علیؑ تھے (۱)۔

معجزاتِ وکراماتِ حضرت عباسؑ

تحصیلِ علم سے فارغ ہونے کے بعد جب میں قم سے واپس آرہا تھا تو کربلا پہونچ کر حضرت عباسؑ کی ایک تازہ کرامت کا چرچا سنا بلکہ ایک مجتہد نے برسرِ منبر بیان کیا کہ: ایک دیہاتی عرب دو بوریاں نمک کی ایک گدھے پر رکھ کر شہر کربلا میں لاکر فروخت کر رہا تھا حالانکہ حکومت کی طرف سے بغیر اجازت نمک بیچنے کی ممانعت تھی ایک کانسٹبل نے اس کو نمک بیچتے ہوئے پکڑ لیا اور بہت مارا۔ پھر تھانے کی طرف لے چلا راہ میں حضرت عباسؑ کے حرم کی طرف سے اس کا گذر ہوا۔ جیسے ہی حرم کے پھاٹک کے مقابل پہونچا دیہاتی نے پکار کر کہا کہ: یا ابو الفضل العباسؑ!

---

(۱)۔ ابصار العین، صفحہ ۳۲۔

میری مدد کیجئے! کانسٹبل اس کو لے کر تھانہ پر پہنچا اور تھانہ دار سے شکایت کی کہ یہ نمک بیچ رہا ہے تھانہ دار غصّہ میں ڈنڈا لے کر اس کی طرف بڑھا، تھانہ سڑک کے متصل تھا تماشائیوں کا مجمع لگ رہا جیسے ہی تھانہ دار نے اس کو مارنا چاہا ایک تماشائی نے جوڑ ھاٹھ باندھے مجمع میں کھڑا تھا کہا کہ: تھانہ دار صاحب! پہلے دیکھ تو لیجئے کہ ان بوریوں میں کیا ہے؟ اس کے بعد سزا دیجئے! تھانہ دار نے بوری کھولی تو اس میں بالو بھری تھی تھانہ دار نے کانسٹبل سے پوچھا کہ:

تم کیا پکڑ لائے ہو ان بوریوں میں تو بالو ہے کانسٹبل نے کہا کہ: سرکار میں دن دہاڑے آپ کو دھوکا دوں گا میں نے نمک پکڑا ہے بلکہ اس میں سے جو نمک میں نے نکالا ہے میری مٹھی میں موجود ہے اب جو اس نے مٹھی کھولی تو اس میں بھی بالو تھی۔ تھانہ دار نے کانسٹبل سے پوچھا کہ: کیا معاملہ ہے؟ اس نے کہا کہ: ہونہ ہو یہ ابوالفضل العباسؑ کا کام ہے کیونکہ وہ حرم کے پھاٹک پر جب پہونچا تو پکار کر کہا تھا کہ: یا ابوالفضل العباسؑ! میری مدد کیجئے! یہ سُن کر تھانہ دار نے اس شخص کی تلاش کی جس نے کہا تھا کہ پہلے بوریوں میں دیکھ لیجئے کیا ہے؟ اس کے بعد سزا دیجئے لیکن وہ غائب تھا۔ غرض تھانہ دار نے اس دیہاتی کو چھوڑ دیا اس نے اپنے گھر پہونچ کر جو دیکھا تو بوریوں میں نمک تھا۔ حضرت عباسؑ کے کرامات بے شمار ہیں جن کے لکھنے کی اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں ہے۔

شہادت حضرت علی اصغرؑ

اس بچہ کی ولادت مدینہ سے روانگی کے چند روز قبل ہوئی اس کا نام عبد اللہ اور علی اصغرؑ لقب تھا۔ کربلا میں روزِ شہادت اس بچہ کی عمر چھ ماہ تھی(۱)۔

(۱)۔ ابو مخنف چھاپہ ایران۔

حضرت امام حسینؑ اٹھائیس رجب کو مدینہ سے روانہ ہوئے اور دوسری محرم کو واردِ کربلا ہوئے۔ یعنی پانچ مہینہ چند روز آپ سفر میں رہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب علی اصغرؑ روانگی مدینہ سے چند روز قبل پیدا ہوئے۔

یعقوبی نے لکھا ہے کہ: جناب علی اصغرؑ عاشور کے روز کربلا میں شہادت سے تھوڑی دیر قبل پیدا ہوئے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔

جناب علی اصغرؑ کی والدہ کا نام رباب بنت امرء القیس تھا۔ جناب علی اصغرؑ اور جناب سکینہ کی والدہ یہی رباب تھیں (۱)۔

طبری اور مسعودی وغیرہ نے لکھا ہے کہ: امام رخصت آخر کو جب خیمہ میں تشریف لائے اور حضرت علی اصغرؑ کو رُخصت کرنے کے لیے مانگا تو حضرت زینب صلوات اللہ علیہا نے لا کر حضرت کے ہاتھوں پر دیا حضرت نے اپنی گود میں بٹھایا اتنے میں ایک تیر آیا اور بچے کی گردن میں لگا اور وہ شہید ہو گیا۔

لیکن ابو مخنف نے لکھا ہے کہ: امام نے بچہ کو گود میں بٹھایا پھر جناب ام کلثوم سے فرمایا کہ: بہن اس بچہ کا خیال رکھنا! جناب ام کلثوم نے عرض کیا: بھیا تین دن سے اس بچہ کو پانی نہیں ملا ہے اگر ممکن ہو تو اس کے لیے دشمن سے پانی طلب فرمایئے یہ سُن کر حضرت امام حسینؑ جناب علی اصغرؑ کو لے کر فوج مخالف کے سامنے آئے اور فرمایا کہ: تم نے میرے بھائی اور میری اولاد اور انصار کو قتل کر دیا اب یہ بچہ پیاس سے جان بلب ہے اس کو تھوڑا پانی پلا دو (۲)۔

امام نے فرمایا کہ: اس بچہ کو تھوڑا پانی پلا دو کہ اس کی ماں کا دودھ شدّتِ تشنگی سے خشک ہو گیا ہے۔ حرملہ نے ایک تیر چلہ ٔکمان سے جوڑا اور گلوئے علی اصغرؑ کو نشانہ بنایا جس سے بچے کی

(۱)۔ ابصار العین، صفحہ ۲۴۔

(۲)۔ ابو مخنف۔

گردن کٹ گئی اور خون جاری ہوا امام نے وہ خون اپنے چلّو میں لے کر آسمان کی طرف پھینکا تو امام محمد باقرؑ کی روایت ہے کہ ایک قطرہ بھی اس خون کا زمین پر واپس نہ آیا(۱)۔

پھر حضرت نے گھوڑے سے اُتر کے تلوار سے قبر کھودی اور بچہ کو دفن کر دیا۔ علمائے اہل سنّت میں سے ابن جوزی نے لکھا ہے کہ ہاتف غیبی نے آواز دی کہ: اے حسینؑ! اس بچہ کو رُخصت کرو اس کے لیے جنّت میں ایک مرضعہ ہے(۲)۔

یعقوبی نے لکھا ہے کہ: حضرت نے جناب علی اصغرؑ کا خون ان کے جسم پر مل دیا اور فرمایا کہ: علی اصغرؑ تمہارا مرتبہ خدا کے نزدیک ناقۂ صالح سے بڑھ کر ہے۔

شہادت حضرت امام حسینؑ

خدا کی بارگاہ میں آخری نذرانہ پیش کرنے کے بعد امام نے خود تلوار اٹھائی اور دشمن کی فوج پر حملہ کر دیا ایک طرف تنہا امام تشنہ کام جن کے سب اعوان و انصار بھائی بھتیجے، بیٹے خاک و خون میں آلودہ سر بریدہ بے گور و کفن آنکھوں کے سامنے پڑے تھے۔ خیامِ اہل بیتؑ سے مخدّرات عصمت و طہارت اور کمسن بچوں کے نالہ و فریاد کی آوازیں بلند تھیں۔

دوسری طرف کھانا اور پانی سے سیر و سیراب دشمن کی کثیر فوج لیکن امام جس طرف حملہ کرتے تھے دشمن کی فوج کی صفیں درہم برہم ہو جاتی تھیں۔

طبری نے لکھا ہے کہ: راوی نے بیان کیا کہ خدا کی قسم! میں نے کبھی کسی دل شکستہ کو جس کی اولاد اور اہل بیتؑ اور اصحاب سب قتل ہو چکے ہوں امام حسینؑ سے زیادہ بہادر اور مطمئن اور

---

(۱)۔ ناسخ التواریخ، صفحہ ۲۲۵، جلد ۶۔

(۲)۔ ناسخ بحوالہ بالا۔

بڑھ بڑھ کر حملہ کرنے والا نہیں دیکھا نہ حسینؑ کے قبل دیکھا نہ ان کے بعد لوگ اس طرح ان کے داہنے اور بائیں بھاگتے تھے جیسے بھیڑیئے کے حملہ پر بھیڑیں بھاگتی ہیں(۱)۔

یعقوبی نے لکھا ہے کہ: امام نے ایک بہت بڑی تعداد کو دشمن کی قتل کردیا آپ رجز پڑھتے جاتے تھے اور دشمن پر حملہ کرتے جاتے تھے جب فوج بھاگ جاتی تھی تو اپنی جگہ پر آکر کھڑے ہو جاتے تھے اور **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه** فرماتے تھے۔

علامہ مجلسیؒ نے بحوالہ ابن شہر آشوب اور محمد ابن ابی طالب کے لکھا ہے کہ: حضرت نے سوا مجروحین کے ۱۹۵۰ آدمیوں کو قتل کیا یہ دیکھ کر عمرو ابن سعد نے پکار کر اپنے لشکر والوں سے کہا کہ: تم پر وائے ہو! جانتے ہو کس سے جنگ کر رہے ہو یہ انزع البطین کا بیٹا ہے یہ قتّال عرب کا بیٹا ہے اس پر سب مل کر حملہ کرو۔ ناگاہ چار ہزار تیر اندازوں نے ایک مرتبہ حضرت پر تیروں کی بارش کر دی اور حضرت کے اور خیامِ اہل بیتؑ کے درمیان میں حائل ہو گئے تو حضرت نے فرمایا: اے پیروانِ ابوسفیان! اگر تم دین نہیں رکھتے تو تمہاری غیرت وحمیّت کیا ہوئی؟ شمر نے کہا کہ: فاطمہؑ کے بیٹے آپ کیا کہتے ہیں؟ فرمایا: تم لوگوں سے مجھ سے جنگ ہے عورتوں کو کیوں ڈرا رہے ہو یہ سُن کر سب نے خیامِ اہل بیتؑ کا ارادہ ترک کر کے حضرت پر حملہ کر دیا۔ اور گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی حضرت ان پر حملہ کرتے تھے اور پانی طلب کرتے تھے پھر آپ نے گھوڑے کا رُخ دریا کی طرف پھیرا اور چاہا کہ پانی تک پہونچ جائیں لیکن آپ جس طرف گھوڑا موڑتے تھے دشمن کی ہزاروں ہزار فوج سامنے آکر راہ روک لیتی تھی آخر آپ نے اعورا سلمی اور عمرو ابن حجاج کی فوج پر جو دریا پر مقرر تھی ایک سخت حملہ کیا وہ سب بھاگ گئے اور آپ نے دریا میں گھوڑا ڈال دیا اور گھوڑے سے فرمایا کہ: لے تو بھی پیاسا ہے پانی پی میں بھی پیتا ہوں، پھر حضرت نے جھک کر چلو میں پانی لیا (شاید گھوڑے کو بتانے کے لیے کہ امام پانی پی رہے ہیں لہٰذا وہ بھی پی لے)۔ لیکن گھوڑے

---

(۱)۔ طبری، جلد ۴، صفحہ ۳۴۴۔

نے پانی نہیں پیا دشمن نے یہ سمجھا کہ امام پانی پی رہے ہیں اور کسی نے پکار کر کہا: حسینؑ آپ پانی پی رہے ہیں اور فوج آپ کے خیموں میں داخل ہو گئی حضرت نے پانی پھینک دیا اور دریا سے نکل آئے خیام کے پاس پہونچ کر معلوم ہوا کہ یہ دشمن کا فریب تھا پھر جنگ چھڑ گئی۔ ایک شخص نے پکار کر کہا کہ: حسینؑ دیکھئے! کس طرح دریا سانپ کے پیٹ کی طرح لہریں مار رہا ہے لیکن آپ کو ایک قطرہ اس سے نہ ملے گا یہاں تک پیاسے مر جایئے۔ حضرت نے فرمایا: پروردگارا! اس کو تشنگی کا مزہ چکھادے اس شخص پر فوراً تشنگی کا غلبہ ہوا وہ پانی پانی چیخنے لگا اس کو پانی دیا جاتا تھا اور وہ اتنا پیتا تھا کہ اس کے منہ سے گرنے لگتا تھا لیکن اس کی پیاس نہیں بجھتی تھی اور وہ چیختا تھا کہ مجھ کو پانی پلاؤ پیاس مارے ڈالتی ہے یہاں تک کہ مر گیا۔ حضرت لڑتے لڑتے زخموں سے چور چور ہو گئے۔

طبری نے لکھا ہے کہ: حضرت کو ۳۳/ زخم نیزوں کے اور ۳۴/ تلوار کے لگے۔ اور حضرت محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ: حضرت کو تلوار و تیر اور نیزوں کے ۳۲۰ سے کچھ زیادہ زخم لگے تھے اور بعض نے لکھا ہے کہ: ۱۹۰۰ زخم لگے تھے اور سب زخم جسم کے اگلے حصّہ میں تھے۔ ناگاہ ایک تیر آیا اور آپ کے سینے پر لگا آپ نے فرمایا: ''**بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ**''۔ پروردگارا! تو گواہ رہنا کہ ان لوگوں نے ایسے شخص کو قتل کیا ہے جس کے سواء روئے زمین پر کوئی تیرے نبیؐ کی بیٹی کا بیٹا نہیں ہے۔ پھر آپ نے وہ تیر پشت کی طرف سے کھینچ کر پھینک دیا تو پرنالہ کی طرح آپ کے سارے جسم کا خون بہہ گیا۔ آپ نے وہ خون چلّو میں لے کر آسمان کی طرف پھینکا تو اس کا ایک قطرہ بھی زمین پر نہ گرا پھر دوسرا چلّو بھر کر اپنے چہرۂ مبارک اور ریش پر ملا اور فرمایا: اسی صورت سے میں اپنے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کروں گا۔

پھر آپ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے۔ ایک کندی نے آپ کے سر انور پر تلوار ماری جس سے آپ کی ٹوپی خون سے بھر گئی اور امام داہنے رخسار کے بل زمین پر جھک گئے۔ شمر

نے للکارا کہ: کیا دیکھتے ہو؟ حسینؑ کا کام تمام کرو! بس ہر طرف سے فوج ٹوٹ پڑی کوئی تلوار اور کوئی نیزہ کوئی تیر مارتا تھا۔

شہادت عبد اللہ ابن حسنؑ

ناگاہ ایک کمسن بچہ حضرت امام حسنؑ کا جو حضرت قاسمؑ سے چھوٹا تھا خیمہ سے برآمد ہوا اور مقتل کی طرف چلا اس کے ساتھ حضرت زینبؑ بھی نکل آئیں اور اس کو روکنا چاہا لیکن وہ نہ رُکا اور امام کے پاس پہونچ گیا۔ ٹھیک اسی وقت بحر ابن کعب تلوار کھینچتے ہوئے امام پر وار کرنا چاہتا تھا کہ بچہ نے کہا کہ: اے خبیث عورت کے بچے! تو میرے چچا کو قتل کرنا چاہتا ہے یہ کہہ کر بچے نے اپنے دونوں ہاتھ امامؑ پر پھیلا دیئے تاکہ دشمن کا وار روکے، بحر نے تلوار کا وار کر دیا اور بچے کے دونوں ہاتھ کٹ کر لٹک گئے۔ بچہ نے امام کو پکارا حضرت نے اُٹھ کر اس کو اپنی گود میں بٹھالیا اور فرمایا: بیٹا صبر کرو خدا تم کو تمہارے آباء طاہرین کے ساتھ ملحق کرے گا پھر حرملہ نے اس کو تیر مارا جس سے وہ امام کی گود میں ذبح ہو گیا۔

پھر خولی نے حضرت کا سر قلم کرنا چاہا لیکن اس پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ تھرا کر پیچھے ہٹ گیا۔ اب ہر شخص دوسرے پر ٹالتا تھا کہ تم حسینؑ کو ذبح کرو آخر شمر نے بڑھ کر حضرت کی گردن سے حضرت کا سر جدا کر لیا اور نیزہ پر بلند کیا۔

غرض ۱۰؍ محرم الحرام ۶۱ھ روزِ جمعہ امام مظلوم نے خدا کے دین پر اپنا سر قربان کر کے حق کا پرچم لہرایا اور قیامت تک کے لیے باطل کے نشان کو سرنگوں کر دیا۔ ایسی جنگ اور ایسا شہید نہ چشمِ فلک نے کبھی دیکھا نہ تا قیامت دیکھے گی۔

ظالموں کے ظلم کا اسی پر خاتمہ نہ ہوا بلکہ شہادت کے بعد بے دینوں نے آپ کا لباس بھی اتار لیا۔ اسحٰق ابن حبوہ حضرمی نے قمیص لی اور اس کو پہنا تو وہ مبروص ہو گیا اور بحر ابن کعب تمیمی نے زیرِ جامہ لیا تو لنج ہو گیا اور اخنس ابن مرثد نے عمامہ لیا اور سر پر باندھا تو دیوانہ ہو گیا اور قیس

ابن اشعث نے چادر لی اور بجدل ابن سلیم کلبی نے انگوٹھی لی تو مختارؒ نے اس کو گرفتار کر کے اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے۔

پھر عمرو ابن سعد کے حکم سے دس آدمی تیار ہوئے اور جسمِ اطہر امام کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کیا۔

پھر خیام اہل بیتؑ کو لوٹا اور اس میں آگ لگائی اور امام زین العابدینؑ کے قتل کا ارادہ کیا لیکن بعض لوگوں کے روکنے سے باز آئے۔

اس کے بعد ان اشقیا نے اپنے کشتگانِ نجس پر نماز پڑھی اور ان کو دفن کیا اور شہداء راہِ خدا کی لاشوں کو بے گور و کفن چھوڑ دیا اور ان کے سروں کو ان کے جسم سے جدا کر کے نیزوں پر بلند کیا۔

انصار امام حسینؑ جو کربلا میں شہید ہوئے

اگرچہ حضرت امام حسینؑ کی فوج کی تعداد بہتّر مشہور ہے اور اکثر مورخین نے یہی لکھا ہے لیکن کچھ لوگوں نے زیادہ بھی لکھی ہے۔ میں علامہ محمد ابن شیخ طاہر سماوی کی کتاب ابصار العین سے نقل کر رہا ہوں:

باب الف:

۱۔ ابو بکر ابن علیؑ
۲۔ ابو بکر ابن حسنؑ
۳۔ ابو الحتوف انصاری
۴۔ ادہم ابن امیہ عبدی
۵۔ اسلم غلامِ امام حسینؑ
۶۔ امیہ ابن سعد طائی
۷۔ انس ابن حرث کاہلی

باب ب:

۸۔ بریر ابن خضیر ہمدانی
۹۔ بشر ابن عمرو حضرمی
۱۰۔ بکر ابن حی تیمی

باب ج:

۱۱۔جابر ابن حجاج تیمی ۱۲۔جبلہ ابن علی شیبانی ۱۳۔جعفر ابن علیؑ
۱۴۔جعفر ابن عقیل ۱۵۔جنادہ ابن حرث سلمانی ۱۶۔جنادہ ابن کعب انصاری
۱۷۔جندب ابن حجیر خولانی ۱۸۔جون غلام ابوذرؓ ۱۹۔جدین ابن مالک تیمی

باب ح:

۲۰۔حرث ابن امراء القیس کندی ۲۱۔حرث غلام حمزہ ۲۲۔حباب ابن عامر تیمی
۲۳۔حبشی ابن قیس نہمی ۲۴۔حبیب ابن مظاہر اسدی ۲۵۔حجاج ابن بدر سعدی
۲۶۔حر ابن یزید ریاحی ۲۷۔حلاس ابن عمرو راسی ۲۸۔حنظلہ ابن اسعد شبامی

باب ر: ۲۹۔رافع غلام مسلم ازدی

باب ز:

۳۰۔زاہر ابن عمرو کندی ۳۱۔زہیر ابن سلیم ازدی
۳۲۔زہیر ابن قین بجلی ۳۳۔زیاد ابن عریب صائدی

باب س:

۳۴۔سالم غلام عامر عبدی ۳۵۔سالم غلام بنی مدینہ کلبی ۳۶۔سعد ابن حرث انصاری
۳۷۔سعد غلام امیر المومنینؑ ۳۸۔سعد غلام عمر ابن خالد ۳۹۔سعید ابن عبد اللہ حنفی
۴۰۔سلمان ابن مضارب بجلی ۴۱۔سوید ابن ابو المطاع خثعمی ۴۲۔سیف ابن حرث جابری
۴۳۔سیف ابن مالک عبدی

باب ش: ۴۴۔شبیب غلام حرث جابری ۴۵۔شوذب شاکری

باب ض: ۴۶۔ضرغام ابن مالک تغلبی

باب ع:

۴۷۔ عائذ ابن مجمع عائذی
۴۸۔ عابس شاکری
۴۹۔ عامر ابن مسلم عبدی
۵۰۔ عباد ابن مہاجر جہنی
۵۱۔ عباس ابن علیؑ
۵۲۔ عبد اللہ ابن حسینؑ
۵۳۔ عبد اللہ ابن علیؑ
۵۴۔ عبد اللہ ابن حسنؑ
۵۵۔ عبد اللہ ابن بشر خثعمی
۵۶۔ عبد اللہ ابن عمیر کلبی
۵۷۔ عبد اللہ ابن عروہ غفاری
۵۸۔ عبد اللہ ابن مسلم
۵۹۔ عبد اللہ ابن یزید عبدی
۶۰۔ عبید اللہ ابن یزید عبدی
۶۱۔ عبد الرحمٰن ابن عقیل
۶۲۔ عبد الرحمٰن ابن عبد الرب انصاری
۶۳۔ عبد الرحمٰن ابن عروہ غفاری
۶۴۔ عبد الرحمٰن ابن مسعود تیمی
۶۵۔ عبد الرحمٰن ارحی
۶۶۔ عثمان ابن علیؑ
۶۷۔ عقبہ ابن صلت جہنی
۶۸۔ علی ابن الحسینؑ
۶۹۔ عمر ابن جنادہ انصاری
۷۰۔ عمر ابن ضبیعہ ضبعی
۷۱۔ عمرو ابن خالد صیداوی
۷۲۔ عمرو ابن عبد اللہ جندعی
۷۳۔ عمرو ابن قرظہ انصاری
۷۴۔ عمرو ابن کعب ابو ثمامہ صائدی
۷۵۔ عمار ابن حسان طائی
۷۶۔ عمار ابن سلامہ دالانی
۷۷۔ عون ابن عبد اللہ ابن جعفرؓ

باب ق:

۷۸۔ قارب غلام امام حسینؑ
۷۹۔ قاسم ابن علیؑ
۸۰۔ قسم ابن حبیب ازدی
۸۱۔ قاسط ابن زہیر تغلبی
۸۲۔ قعنب نمری
۸۳۔ قیس ابن مسہر صیداوی

باب ک:

۸۴۔ کردوس تغلبی
۸۵۔ کنانہ تغلبی

باب م:

۸۶۔ مالک ابن سریع جابری
۸۷۔ مجمع عائذی
۸۸۔ مجمع جہنی
۸۹۔ مسلم ابن عوسجہ
۹۰۔ مسلم ابن کثیر ازدی
۹۱۔ مسعود ابن حجاج تیمی
۹۲۔ محمد ابن عبد اللہ ابن جعفر
۹۳۔ محمد ابن مسلم
۹۴۔ محمد بن ابی سعید بن عقیل
۹۵۔ مقسط ابن زہیر تغلبی
۹۶۔ منجح غلام امام حسنؑ

باب ن:

۹۷۔نافع ابن ہلال جملی ۹۸۔نصر غلام امیر المومنینؑ ۹۹۔نعمن راسی ۱۰۰۔نعیم انصاری

باب و: ۱۰۱۔واضح غلام حرث سلمانی

باب ی:

۱۰۲۔یزید ابن ثبیط عبدی ۱۰۳۔یزید ابن زیاد کندی ۱۰۴۔یزید ابن مغفل جعفی

روانگی اسراء اہل بیتؑ طرف کوفہ

۱۱؍ محرم الحرام کو عمرو ابن سعد سرہائے شہداء اور اسراء اہل بیتؑ کو لے کر کوفہ کی طرف روانہ ہوا اور قافلہ کو مقتلِ شہداء کی طرف سے لے گیا اور سرہائے شہداء میں سے قبیلۂ کندہ کو تیرہ سر دیئے اور ان کا سردار قیس ابن اشعث تھا اور ہوازن کو انیس سر دیئے اور ان کا سردار شمر تھا اور بنو اسد کو انیس سر دیئے اور مذحج کو سات اور باقی سروں کو دوسرے قبائل کے ساتھ روانہ کیا۔ ان لوگوں کے جانے کے بعد قبیلۂ بنی اسد نے جو غاضریہ میں آباد تھا آکر ان اجسادِ طاہرہ پر نماز پڑھی اور دفن کیا۔ حضرت امام حسینؑ کو اس مقام پر دفن کیا جہاں آپ کی قبر آج بھی ہے اور حضرت علی اکبرؑ کو حضرت کے پائینِ پا دفن کیا اور حضرت کے پائین پا کچھ ہٹ کر ایک بڑی سی قبر کھود کر کل شہداء کو دفن کر دیا اور حضرت عباسؑ کو غاضریہ کی راہ میں وہیں دفن کیا جہاں آپ شہید ہوئے تھے۔

لیکن بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے حضرت امام زین العابدینؑ باعجاز قیدِ ابن زیاد سے تشریف لائے اور بنی اسد کے ساتھ حضرت امام حسینؑ پر اور شہداء پر نماز پڑھی اور دفن کرایا(۱) کیونکہ امام پر غیر امام نماز نہیں پڑھ سکتا ہے۔

---

(۱)۔ بحار الانوار، جلد ۱۰، صفحہ ۲۳۵۔

سہل شہر زوری بیان کرتے ہیں کہ: میں اسی روز حج بیت اللہ سے واپس آیا تھا دیکھا کہ کوفہ سے بازار آراستہ کیے گئے ہیں کچھ لوگ خوش اور مسرور ہیں اور کچھ غم گین و دردمند، میں نے ایک بوڑھے سے پوچھا کہ: کیا خبر ہے؟ وہ مجھ کو ایک گوشہ میں لے گیا اور کہا کہ: امام حسینؑ اور ان کے ساتھی شہید کر دیئے گئے اور ابن زیاد کے لشکر نے فتح پائی ہے یہ کہہ کر بہت بے تاب ہو کر رویا اور چند اشعار دردناک پڑھے۔

سہل کہتے ہیں کہ: ابھی وہ اشعار پڑھ ہی رہا تھا کہ نقاروں کی آواز سنائی دی اور لشکرِ ابن سعد داخل کوفہ ہوا آگے آگے نیزوں پر شہداء کے سر تھے اور پیچھے اسراء آل محمدؐ شتر انِ بے کجاوہ و عماری پر باحال تباہ داخل بازار ہوئے۔ ایک عورت نے ایک کوٹھے پر سے پوچھا کہ: تم لوگ کس قوم و قبیلہ کے قیدی ہو؟ جواب ملا کہ: ہم اسراء آل محمدؐ ہیں۔ یہ سُن کر اہلِ کوفہ رونے پیٹنے لگے اور کہرام برپا ہو گیا۔

جس وقت یہ لٹا ہوا قافلہ دربارِ ابن زیاد میں پہونچا دربار سجا ہوا تھا۔ اجتماع عام تھا اسراء آل محمدؐ قیدیوں کی شکل میں حاضر دربار عام کیے گئے ابن زیاد نے سر امام مظلوم اپنے سامنے رکھوایا اور حضرت کے لب و دندانِ مبارک پر چھڑی لگانے لگا۔

زید ابن ارقم صحابیِ رسولؐ بھی دربار میں موجود تھے وہ غضب ناک ہوئے اور کہا کہ: اے ابن زیاد! لب و دندانِ حسینؑ سے چھڑی ہٹالے! خدا کی قسم! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے کہ اس لب و دندان کے بوسے لیا کرتے تھے یہ کہہ کر رونے لگے ابن زیاد نے کہا کہ: تم بڈھے ہو گئے ہو تمہاری عقل ماری گئی ہے!(۱)۔

ابن زیاد نے حکم دیا کہ: امام کا سر نیزے پر بلند کر کے کوفہ کے بازاروں میں گھمایا جائے۔ زید ابن ارقم نے بیان کیا کہ: جب سر امام حسینؑ کوفہ کی گلیوں میں گھمایا جا رہا تھا میں ایک غرفہ میں بیٹھا تھا جب سرِ امام میرے برابر پہونچا تو میں نے سنا کہ وہ آیت سورۂ کہف: ﴿أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ

(۱)۔ طبری جلد ۴، صفحہ ۳۴۹۔

أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا ﴿۹﴾ کی تلاوت کر رہا تھا۔ یعنی کیا تم سمجھتے ہو کہ اصحابِ کہف ورقیم ہماری قدرت کی عجیب وغریب نشانیوں سے تھے، زید کہتے ہیں: یہ سُن کر میرے جسم پر رونگٹے کھڑے ہوگئے اور میں نے کہا: خدا کی قسم! اے ابن رسول اللہؐ! آپ کا واقعہ اصحاب کہف کے واقعہ سے زیادہ عجیب وغریب ہے(۱)۔

پھر ابن زیاد نے کچھ دنوں کے بعد اسراء آل محمدؑ کو سرہائے شہداء کے ساتھ یزید کے پاس بھیج دیا اور حکم دیا کہ: ان لوگوں کو ہر شہر اور دیہاتوں میں تشہیر کرتے ہوئے شام لے جاؤ چنانچہ اشقیا اہل بیتؑ کو تقریباً انیس شہروں میں گھُماتے ہوئے دمشق لے گئے۔ راہ میں ایک جگہ ان لوگوں نے ایک دیر کی دیوار پر یہ شعر لکھا ہوا دیکھا:

اَتَرجُوا اُمَّةٌ قَتَلَتْ حُسَيْنًا
شِفَاعَةَ جَدِّهِ يَوَمَ الحِسَاب

یعنی جن لوگوں نے حسینؑ کو قتل کیا وہ روزِ قیامت ان کے جد کی شفاعت کے امیدوار ہیں۔

لوگوں نے اس دیر کے راہب سے پوچھا کہ: یہ شعر کس نے لکھا ہے؟ اس نے کہا: یہ شعر اس زمانے کا لکھا ہوا نہیں ہے بلکہ تمہارے نبیؐ کی بعثت کے پانچ سو برس پہلے کا لکھا ہوا ہے(۲)۔

غرض ۱۳۹۵ میل کی مسافت طے کر کے یہ قافلہ وارد دمشق ہوا بازار آراستہ کیے گئے دربارِ یزید سجایا گیا اس کے بعد آل محمدؑ داخل دربار کیے گئے۔ یزید تخت زرنگار پر مسرور بیٹھا تھا اور اس کے گرد وپیش سات سو کرسی نشین اپنی اپنی جگہ پر سکون ووقار سے بیٹھے تھے غیر ملکی سفراء بھی موجود تھے۔ شطرنج اور شراب کا دور چل رہا تھا۔ یزید نے سرِ امام مظلوم ایک طشت میں رکھوا کر اپنے تخت کے نیچے رکھوایا اور نشہ میں یہ اشعار پڑھنے لگا:

(۱)۔ وسیلۃ النجات ملا مبین فرنگی محلی صفحہ ۳۰۴ و بحار الانوار جلد ۱۰، صفحہ ۲۲۲، وشواہد النبوت، صفحہ ۱۷۶۔
(۲)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۲۹۹ و حیوۃ الحیوان دمیری، جلد ۱، صفحہ ۵۳ و بحار وغیرہ۔

لَیْتَ اَشْیَاخِی بِبَدْرٍ شَھِدُوا
جَزَعَ الْخَزْرَجِ مِنْ وَقْعِ الأَسَل
قَدْ قَتَلْنَا الْقَرْنَ مِنْ سَادَاتِھِمْ
وَعَدَلْنَا قَتْلَ بَدْرٍ فَاعْتَدَلَ
لَعِبَتْ ھَاشِمُ بِالْمُلْکِ فَلا
خَبَرٌ جَاءَ وَلا وَحْیٌ نَزَلَ

یعنی کاش آج میرے وہ بزرگ زندہ ہوتے جو جنگِ بدر میں مارے گئے تو وہ خوش ہوتے اور مجھ کو دعا دیتے۔

میں نے ان کے چنے ہوئے سرداروں کو قتل کیا ہے اور جنگِ بدر کا انتقام لے کر بدلہ پورا کرلیا۔
بنی ہاشم نے تو صرف حکومت کے لیے نبوت ورسالت کا کھیل کھیلا تھا ورنہ نہ کوئی خبر آئی تھی نہ وحی اُتری تھی (۱)۔

یزید نے اپنی چھڑی لب و دندان حضرت امام حسینؑ پر رکھی یہ دیکھ کر صحابی رسولؐ ابوبرزہ اسلمی نے ٹوکا اور کہا کہ: اے یزید! اپنی چھڑی اس لب پر سے ہٹالے میں نے بارہا دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لبوں کو چوستے تھے۔

پھر یزید نے آل رسولؐ کو قید کردیا اور سرِ امامِ حسینِ مظلومؑ کو مسجد دمشق کے دروازے پر لٹکادیا جہاں کبھی حضرت یحییٰؑ کا سر لٹکایا گیا تھا۔

رفتہ رفتہ جب اہل شام کو اسراء آل محمدؑ کے صحیح حالات کی اطلاع ہوتی گئی اور ان کا غم وغصّہ بڑھتا گیا یہاں تک کہ یزید کو ملک میں بغاوت وانقلاب کے آثار نظر آنے لگے تو اس نے اپنے بعض اہل دربار کے مشورہ سے اہل بیتؑ کو رہا کر کے عزّت واحترام کے ساتھ مدینہ واپس کردیا اور سرِ امامِ مظلوم کربلا لاکر حضرت کے جسمِ اطہر سے ملحق کردیا گیا۔

(۱)۔ بحار، جلد ۱۰، صفحہ ۲۲۵ و وسیلۃ النجات، صفحہ ۲۹۹۔

واقعۂ کربلا کے نتائج

واقعۂ کربلا دینِ اسلام کی صداقت کی نہایت محکم اور بے مثال دلیل ہے حضرت امام حسینؑ کی جنگ یزید ابن معاویہ اور اس کے گروہ سے سیاسی ودنیاوی جنگ نہ تھی بلکہ خالص دینی جنگ تھی وجود پروردگار، ارسال رسل، حیات بعد موت، حشر و نشر، جنّت و جہنّم، حساب وکتاب کی طرف سے عام اعتقادات خراب ہو رہے کفّار عرب کا ایک گروہ جو خدا کی تلوار سے مغلوب ہو کر بظاہر حلقہ بگوش اسلام ہوا تھا باطناً توحید واسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کو ایک سیاسی کھیل سمجھتا تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی تک تو شوکتِ اسلام سے مغلوب ہو کر خاموش رہا لیکن ہمیشہ موقع کا منتظر رہا کہ کب وہ وقت آئے اور اس کے بازوؤں میں طاقت پیدا ہو کہ وہ اسلام کو اپنے خیالات کے سانچے میں ڈھال لے اور اپنے مقصد کا ذریعہ بنالے۔ یہاں تک کہ وہ وقت بھی آگیا۔ خدا کا رسولؐ بستر علالت پر ہے اور مسلمانوں نے مخالفت ونافرمانی خدا و رسولؐ کا مظاہرہ شروع کر دیا، خدا اور خدا کا رسولؐ اسلام پر ان آنے والے مصائب سے بے خبر نہ تھے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحکمِ پروردگار اہل بیتؑ کو اسلام کا محافظ وراہبر بنایا اور فرمایا کہ:

ہم تمہارے درمیان قرآن اور اہل بیتؑ کو چھوڑے جاتے ہیں جو شخص ان دونوں گراں قدر چیزوں سے متمسک رہے گا میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگا۔ قرآن تو بے زبان چیز تھی اس کو تاویل وتوجیہ کے ذریعہ سے اپنے مقصد کے موافق بنالینا آسان تھا اس کو مسلمانوں نے قبول کرلیا لیکن اہل بیتؑ کو اپنا ہم خیال و ہم نوا بنانا محال تھا لہٰذا ان کی پیشوائی سے انکار کیا گیا پھر ان کو جسمانی اور مالی حیثیت سے کمزور کیا گیا اور کمزور رکھا گیا تاکہ وہ قوت حاصل کر کے ان کے مقصد میں حائل نہ ہوسکیں۔ اس کے بعد علی الاعلان زبان و عمل سے اسلام کی مخالفت اور دنیا پرستی شروع ہوگئی جو زیادہ سمجھ دار تھے انھوں نے اسلام کے خلاف جو کچھ کیا وہ اسلام کے نام سے کیا اور زبان کو اپنے قابو میں رکھا لیکن جن لوگوں کے جذبات ان کی عقل پر غالب تھے انھوں نے دل

کی بات ظاہر کر دی۔ حضرت عثمان جب خلیفہ ہوئے تو خوشی میں ابوسفیان کی باچھیں کھل گئیں دوڑے ہوئے حضرت عثمان کے پاس پہونچے اور ان الفاظ میں تہنیت ادا کی۔ بڑے انتظار کے بعد یہ خلافت آپ تک پہونچی ہے اب اس کو گیند کی طرح اُچک لیجئے اور بنی امیہ کی مدد سے اس کو مضبوط کر لیجئے کیونکہ جو کچھ ہے یہی دنیا اور دنیا کی ریاست و حکومت ہے اور عذاب وثواب وجنّت وجہنّم کی کوئی حقیقت نہیں ہے (۱)۔

یہ تو ابوسفیان کا حال تھا اور زبیر ابن بکار نے موبقات میں مطرف ابن مغیرہ ابن شعبہ سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ: ایک روز میرے باپ معاویہ کے پاس سے آئے تو نماز میں نہیں گئے میں نے ان سے سبب پوچھا؟ کہا: بیٹا! میں ایک کافرترین اور خبیث ترین شخص کے پاس سے آرہا ہوں میں نے آج تنہائی میں معاویہ سے کہا کہ: اب عمر طبعی کو پہونچے اب تو انصاف کیجئے اور اپنے بھائی بنی ہاشم کی طرف نظر کیجئے! اب تو ان لوگوں میں ایسی طاقت بھی نہیں ہے جس سے آپ کو خوف ہو کچھ صلۂ رحم کیجئے! اس سے آپ کا ذکر خیر باقی رہے گا اور ثواب ہو گا۔ انھوں نے کہا کہ: بہت دور ہے کون سے ذکر کے باقی رہنے کی امید کروں، ہمارے بھائی بنو تیم نے حکومت کی اور انصاف کیا آخر ہلاک ہو گئے اور ان کا ذکر بھی ختم ہو گیا۔ سوا اس کے کہ کوئی شخص ابو بکر کا نام لے لے اسی طرح ہمارے بھائی بنی عدی بھی مالک ہوئے اور دس برس حکومت کرنے کے بعد وہ بھی ہلاک ہو گئے اور ان کا ذکر بھی مٹ گیا سوا اس کے کہ کوئی عمر کا نام لے لے لیکن اس ابو کبشہ کو دیکھو (کفّار قریش حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو توہین کے لیے ابو کبشہ کہتے تھے) کہ دن میں پانچ وقت **اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰه** پکارا جاتا ہے پس نہیں خدا کی قسم! کچھ باقی نہ رہے گا سب دفن ہو جائیں گے (۲)۔

---

(۱)۔ استیعاب۔

(۲)۔ نصائح کافیہ، صفحہ ۹۳۔

یزید کا شعر گذر چکا ہے کہ جب اسراء آل محمدؐ اس کے دربار میں لائے گئے تو سر امام مظلوم کو زیرِ تخت رکھ کر اس نے چھڑی سے بے ادبی کی اور چند اشعار پڑھے جن میں ایک شعر یہ تھا:

لَعِبَت هَاشِمُ بِالمُلکِ فَلَا
خَبَرٌ جَاءَ وَلَا وَحیٌ نَزَل

یعنی بنی ہاشم نے حکومت حاصل کرنے کے لیے رسالت ونبوّت کا کھیل کھیلا تھا ورنہ نہ تو آسمان سے کوئی خبر آئی تھی نہ وحی نازل ہوئی تھی۔

شیشہ میں جو چیز ہوتی ہے وہی رستی ہے یہ دل کی آواز تھی جو زبان تک آئی، یہی خیالات وعقائد تھے حکومت ودولت کی طاقت سے جن کی نشرواشاعت کی جارہی تھی یہاں تک کہ یزید کا دور آتے آتے لوگوں میں فسق وفجور وبے دینی اس طرح عام ہوگئی کہ لوگ شراب پیتے تھے اور ماں بیٹی بہنوں سے زنا کرتے تھے اور نماز ترک کردی تھی (۱)۔

حضرت امام حسینؑ اپنی ساری کائنات زندگی اور جگر کے ٹکڑوں کو لے کر حفاظت دین پروردگار اور دم توڑتے ہوئے اسلام میں زندگی کی روح پھونکنے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے اور منزل بمنزل یہ ظاہر کرتے ہوئے چلے کہ ہم فتح وفیروزی ودولت وحکومت کے لیے نہیں بلکہ خدا کی راہ میں قربانیاں پیش کرنے جارہے ہیں، مدینہ سے روانہ ہونے کے وقت آپ نے جو وصیت نامہ لکھ کر حضرت محمد حنفیہ کو دیا اس میں تحریر فرمایا کہ میں کسی فتنہ وفساد وظلم کے لیے نہیں نکل رہا ہوں بلکہ صرف اپنے جدّ کی امّت کی اصلاح اور امر بالمعروف نہی عن المنکر کے لیے نکل رہا ہوں اور اپنے پدر بزرگوار کی سیرت پر چل رہا ہوں (۲)۔

---

(۱)۔ تاریخ الخلفاء، حالات یزید ابن معاویہ۔

(۲)۔ بحارالانوار، جلد ۱۰، صفحہ ۱۷۲۔

مکّہ میں جب ابن زبیر نے آپ کو روکا اور کہا کہ آپ مکّہ سے باہر نہ جائیے تو فرمایا کہ: خدا کی قسم! میں مکہ سے ایک بالشت باہر قتل کیا جاؤں تو مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ میں مکہ کے اندر مارا جاؤں(۱)۔

مکّہ سے روانہ ہونے کے وقت آپ نے فرمایا کہ: موت ابن آدم کے گلے کا ہار ہے اور مجھ کو اپنے اسلاف سے ملاقات کا اتنا ہی اشتیاق ہے جتنا حضرت یعقوبؑ کو حضرت یوسفؑ سے ملنے کا اشتیاق تھا۔ میرے لیے وہ جگہ بہت اچھی ہے کہ جہاں میں قتل کیا جاؤں گا، گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ صحراء کے درندے (بنی امیہ) میرے جوڑ بند جدا کر رہے ہیں۔ بہر حال جو خدا کی مشیّت ہے وہی ہم لوگوں کی بھی مرضی ہے۔ جو شخص ہمارے ساتھ اپنی جان کی قربانی پیش کرنے کے لیے آمادہ ہو اور خدا سے ملاقات کا طالب ہو وہ میرے ساتھ چلے میں انشاء اللہ کل روانہ ہو جاؤں گا(۲)۔

منزل زرود پر حضرت نے جب زہیر قین سے ملاقات کی اور کچھ رازدارانہ گفتگو کی تو زہیر خوش خوش اپنی قیام گاہ میں واپس آئے اور کہا کہ: میرا خیمہ اُکھاڑ کر لے چلو اور خیامِ حسینی کے پاس نصب کر دو۔ پھر بیوی کو طلاق دیا اور اس کو گھر واپس کر دیا اور ساتھیوں سے کہا کہ: میں نے امامؑ پر اپنی جان قربان کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے تم میں جو شخص مرنے پر تیار ہو وہ آئے میرے ساتھ چلے اور جو زندگی چاہتا ہے وہ گھر واپس چلا جائے(۳)۔

اس سے معلوم ہوا کہ امامؑ نے زہیر سے فتح و فیروزی و ملک و حکومت کا وعدہ نہیں فرمایا تھا بلکہ موت اور قربانی اور ثواب آخرت کا وعدہ فرمایا تھا۔

ابو مخنف نے عقبہ ابن سمعان سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ: جب ہم لوگ قصر بنی مقاتل سے کچھ آگے بڑھے تو امامؑ پر کچھ غنودگی سی طاری ہو گئی جب بیدار ہوئے تو فرمایا: ”اِنَّا لِلّٰہِ وَ

(۱)۔ طبری۔

(۲)۔ ابصار العین، صفحہ ۶۔

(۳)۔ لہوف۔

اِنَّا اِلَیۡهِ رَاجِعُوۡن وَ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡن“ یہ سُن کر حضرت علی اکبرؑ حضرت کے قریب پہونچے اور حضرت کے اناللہ پڑھنے کا سبب پوچھا؟ حضرت نے فرمایا کہ: ابھی میری آنکھ لگ گئی تو دیکھا کہ ایک شخص گھوڑے پر سوار ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ: یہ لوگ راہ طے کر رہے ہیں اور موت ان کی طرف بڑھ رہی ہے، میں سمجھتا ہوں کہ یہ میری موت کی اطلاع ہے۔

حضرت علی اکبرؑ نے عرض کیا کہ: بابا کیا ہم لوگ حق پر نہیں ہیں؟ فرمایا: قسم ہے اس خدا کی جس کی طرف سب کو پلٹنا ہے بے شک ہم لوگ حق پر ہیں، حضرت علی اکبرؑ نے عرض کیا کہ: پھر موت کی کیا پروا ہے؟ حضرت نے فرمایا: خدا تم کو جزائے خیر دے! بہترین جزاء جو باپ کی طرف سے بیٹے کو مل سکتی ہے(۱)۔

امام اس موقع پر یہ نہیں فرماتے کہ: بیٹا تمہاری اور اپنی جان عزیز بے سبب ضائع کرنا دانش مندی نہیں ہے کوئی ایسی راہ تلاش کرنی چاہیے کہ خاندانِ رسالت کی یہ قیمتی جانیں ضائع ہونے سے بچ جائیں بلکہ آپ حضرت علی اکبرؑ کو ان کے ارادۂ موت پر دعائے خیر دیتے ہیں اور ہمّت افزائی فرماتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امامؑ کی نگاہ میں موت زندگیِ دنیا سے کہیں زیادہ محبوب اور عین کامیابی تھی۔

ان بیانات سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ کربلا کی قربانیوں سے امام کا مقصد دولت وحکومت کا حاصل کرنا نہ تھا اور یہ جنگ تخت وتاج کی جنگ نہ تھی بلکہ خالص دینی جنگ تھی وہ اسلام اور اصول وفروع اسلام (۲) جن کا یزید اور یزید کے اسلاف مزاق اڑا رہے تھے اور حکومت ودولت کی طاقت سے عام مسلمانوں میں اپنے کفر والحاد کی نشرواشاعت کر رہے تھے۔ کعبہ اور

---

(۱)۔ ابصار العین، صفحہ ۲۲۔

(۲)۔ توحید ورسالت وخلافت الٰہیہ وقیامت وحشر ونشر وحیات بعد موت وجنّت وجہنّم وغیرہ۔

مسجدوں کا احترام مٹ رہا تھا نمازیں ترک کی جا رہی تھیں، زنا و شراب خوری و بدکاری عام ہو رہی تھی، یہاں تک کہ لوگ اپنی ماں بہنوں اور بیٹیوں سے زنا کرنے لگے تھے۔

حضرت امام حسینؑ نے اسلام اور شعائرِ اسلام پر اپنی اور اپنے اعزہ اور انصار کی قیمتی جانیں جن کی نظیر تاریخ عالم پیش کرنے سے عاجز ہے، قربان کر کے ان کو تباہی سے بچا لیا اور ثابت کر دیا کہ اگر اسلام خدا کا سچّا دین نہ ہوتا تو اس کے لیے ایسی قیمتی جانیں اس طرح قربان نہ کی جاتیں اور اگر نماز کی کوئی اہمیت نہ ہوتی تو اس کے لیے ایک شب کی مہلت لے کر اہل بیتؑ کی بھوک اور پیاس کی تکلیف میں ایک روز کا اضافہ نہ کیا جاتا اور روزِ عاشور تیروں کی بارش میں نماز نہ ادا کی جاتی اور اگر جنّت و جہنّم کی کوئی حقیقت نہ ہوتی تو شہداء راہِ خدا موت کے لیے ایک دوسرے پر سبقت نہ کرتے اور موت کی خوشی نہ مناتے اور اگر حیات بعد موت حق نہ ہوتی تو حضرت امام حسینؑ حضرت علی اکبرؑ کے سوال پر آپ یہ نہ فرماتے کہ: بیٹا! جاؤ عنقریب تمہارے جد تم کو سیراب کریں گے جس کے بعد پھر کبھی پیاسے نہ ہو گے۔

علاوہ اس کے امامؑ نے کربلا میں استقامت و صبر و جہاد فی سبیل اللہ و عظمت شہادت و امر بالمعروف و نہی عن المنکر و شجاعت و عزّت نفس و فرض شناسی و عبادت و محبت خدا حدودِ خلافت الٰہیہ و ظلم و استبداد سے بیزاری و پردہ وغیرہ کا ایسا درس دیا جو قیامت تک کے لیے دل و دماغ انسانی پر نقش ہو گیا اور دنیا پر واضح کر دیا کہ دیکھو خلیفۃ اللہ وہ نہیں ہے جو عالی شان قصر میں بیٹھ کر فوج کی طاقت سے ملک فتح کر لے اور مال خدا پر قبضہ کر کے عیش و عشرت کی رنگ رلیاں اُڑائے بلکہ محافظ ملّت بیضاء اور خلیفۂ رسولؐ وہ ہے جو اپنا سب کچھ لٹا کر خدا کے دین کو تباہی سے اور خدا کی مخلوق کو گمراہیوں سے بچائے۔

انقلاب

کربلا کی خون آشام جنگ تک دنیا یزید کی تھی اور امام حسینؑ یکہ و تنہا تھے۔ یہاں تک کہ وہ کوفہ جو امیر المومنینؑ کا پایۂ تخت رہ چکا تھا جہاں حضرت امام حسینؑ نے برسوں ایک شاہزادہ کی حیثیت سے زندگی گزاری تھی یزید کا وفادار اور دم بھرنے والا تھا لیکن شہادت امام مظلوم نے یک بیک ذہن انسانی میں ایک ایسا انقلاب پیدا کر دیا اور کمزور دلوں میں جرأت وہمّت کی ایسی روح پھونک دی کہ سارے ممالک اسلامی میں یزید کے خلاف نفرت وبغاوت کی لہر دوڑ گئی اب ساری دنیا امامؑ کی تھی اور یزید کا کوئی نہ تھا وہی کوفہ جہاں ایک روز امام حسینؑ کے ایلچی جناب مسلم ابن عقیل بے ناصر و مددگار گلیوں میں تنہا چکر لگا رہے تھے لیکن کوئی ان کا پناہ دینے والا نہ تھا، آج وہاں گھر گھر امام کا ماتم ہو رہا تھا وہ شام جہاں کبھی بازار سجائے گئے تھے اور قتل حسینؑ کی خوشی میں لوگ ایک دوسرے سے گلے مل رہے تھے آج امام حسینؑ کا ماتم کدہ بنا ہوا تھا اور انقلاب کے آثار نمایاں تھے وہ مکّہ اور مدینہ جہاں امام کو پناہ نہ ملی وہاں کے لوگوں نے یزید کی بیعت توڑ کر بغاوت کا نشان بلند کر دیا، سارے ممالک اسلام میں حضرت امام حسینؑ کا ماتم اور یزید پر لعنت ہونے لگی، یہاں تک کہ خود یزید بھی قتل امام سے اپنی برائت اور قاتل امام پر لعنت کرنے لگا۔

علامہ ابوالنصر قدسی اپنی کتاب ''یزید ابن معاویہ'' میں لکھتے ہیں کہ یزید اپنی بے گناہی ثابت کرنے کے لیے فاطمہؑ اور سکینہؑ سے کہنے لگا کہ: یہ میرے علم کے بغیر ہوا۔ اگر ان کا معاملہ مجھ تک پہونچتا تو میں معاف کر دیتا(۱)۔

حاشیہ پر لکھا ہے کہ یزید نے اپنے عامل ابن زیاد کو امام حسینؑ کا سر قلم کرنے کا حکم دیا اور صفحہ ۹۰ پر لکھا ہے کہ یزید کی حکومت پاش پاش ہوگئی نہ اس کو طویل عمر ملی نہ اس کی حکومت کا زمانہ طویل ہوا۔ چند مہینہ ہی [میں] یزید اپنے مقصد کو پورا کر سکا اور اس کے بعد بنی حرب کی حکومت کا

---

(۱)۔ ترجمہ کتاب یزید ابن معاویہ، صفحہ ۸۸۔

ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو گیا، یزید کی موت اتنی جلدی ہونے کا سبب لوگوں کا وہ جذبۂ انتقام تھا جس کا احساس یزید نے خود کر لیا تھا اور صفحہ ۹۵ پر لکھتے ہیں کہ: جہاں تک یزید کی ذمہ داری کا تعلق ہے اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ ساری ذمہ داری اسی کی تھی جس نے اس معمولی فتنہ کو دبانے کے لیے ابن زیاد کو مطلق العنان بنا دیا تھا جو کسی طرح حسنِ تدبیر و دور اندیشی پر مبنی نہ تھا اور جب یزید نے دیکھا کہ لوگوں میں اس سے انتقام لینے کا جذبہ پیدا ہو گیا اور وہ مطعون ہونے لگا تو اس نے اپنی ذمہ داری سے انکار شروع کر دیا اور کہنے لگا کہ: ابن زیاد نے بہت زیادتی کی اور غلو سے کام لیا اس کی خدا کے یہاں زبردست باز پُرس ہو گی۔

علامہ قسطلانی نے لکھا ہے کہ یزید پر لعنت جائز ہے کیونکہ جب اس نے امام حسینؑ کے قتل کا حکم دیا تب ہی کافر ہو گیا اور حق یہ ہے کہ قتل امام پر یزید راضی اور بہت خوش تھا اور اہل بیتؑ کی توہین کرنا متواتر واقعات سے ہے (۱)۔

ملا مبین صاحب فرنگی محلی اپنی کتاب وسیلۃ النجات، صفحہ ۲۹۰ میں لکھتے ہیں کہ: رئیس ان سرداران مفسد اور بدبختوں کا یزید لعین تھا وہ اس سرورِ دیں کا سر مبارک دیکھ کر شاد ہوا اور اہل بیت نبوتؐ کی پوری توہین و تذلیل کی جیسا کہ بروایت ابن جوزی صواعق محرقہ میں منقول ہے اور یہ بات شہرت میں حد تواتر تک پہونچی ہوئی ہے اور صفحہ ۲۹۱ میں لکھا ہے کہ: امام احمد ابن حنبل سے یزید پر لعنت کرنے کے متعلق سوال کیا گیا: تو کہا کہ: اس شخص پر کیونکر لعنت نہ کی جائے جس پر کلام اللہ میں لعنت کی گئی ہے؟ سائل نے کہا کہ: میں نے تو قرآن میں کہیں بھی نہیں دیکھا کہ یزید پر لعنت کی گئی ہو؟ تو کہا کہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ: ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ۔ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ﴾ (۲)۔

---

(۱)۔ شرح صحیح بخاری، جلد ۵، صفحہ ۸۵۔

(۲)۔ پارہ ۲۶، سورۂ محمد، آیت ۲۲، ۲۳۔

یعنی کیا تم سے کچھ دور ہے کہ اگر تم حاکم بنو تو زمین میں فساد پھیلانے اور اپنے رشتہ ناتوں کو توڑنے لگو انھیں لوگوں پر خدا نے لعنت کی ہے اور گویا ان کو اندھا بہرا بنایا ہے۔

اور یزید نے جو کچھ کیا ہے اس سے بڑا فساد اور قطع رحم کیا ہو سکتا ہے۔ امام احمد ابن حنبل کی یہ دلیل ہر اس شخص کو شامل ہے جو بعدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تختِ حکومت پر بیٹھا اور اس نے روئے زمین پر فساد برپا کیا اور قطع کیا اور اہل بیت رسولؐ کی توہین کی اور ان پر ظلم کیا۔

جامع دمشق میں ایک روز یزید نے اہل دمشق کو جمع کیا اور حضرت امام زین العابدینؑ کو زندان سے بلایا اور خطیب سے کہا کہ: منبر پر جا اور امام کی توہین کر۔ اس نے منبر پر جا کر آلِ رسولؐ پر سب و شتم کیا، حضرت امام زین العابدینؑ نے فرمایا کہ: یزید اجازت ہے کہ میں بھی کچھ کہوں! یزید نے مجمع کے اصرار سے اجازت دی۔

حضرت نے منبر پر جا کر بعد حمد و ثنائے پروردگار کے اپنا تعارف کرایا اور فرمایا کہ: خدا نے ہم کو چھ چیزیں عطا فرمائی ہیں: علم، حلم، سخاوت، فصاحت، شجاعت، محبت مومنین اور سات فضیلتیں بخشی ہیں: ۱۔ یہ کہ پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں سے ہیں۔ ۲۔ صدیق یعنی حضرت علی ابن ابی طالبؑ ہم میں سے ہیں۔ ۳۔ سبطِ امّت حسنؑ و حسینؑ ہم میں سے ہیں جو مجھے پہچانتا ہے وہ پہچانتا ہے لیکن جو نہیں پہچانتا میں اس کے لیے اپنا حسب و نسب بیان کرتا ہوں:

لوگو! میں مکّہ اور منیٰ کا بیٹا ہوں! میں زمزم اور صفا کا بیٹا ہوں! میں اس کا بیٹا ہوں جس نے حجر اسود کو اپنی ردا میں اٹھایا! میں اس کا بیٹا ہوں جس نے براق پر سوار ہو کر ہوا کا سفر کیا! میں اس کا بیٹا ہوں جس کو جبرئیل امینؑ لے کر سدرۃ المنتہیٰ تک پہونچے! میں اس کا بیٹا ہوں جو نزدیک ہوا یہاں تک کہ منزلِ قاب و قوسین اوادنیٰ تک پہونچا! میں اس کا بیٹا ہوں جس نے ملائکہ سمٰوات کے ساتھ نماز پڑھی! میں اس کا بیٹا ہوں جس پر جو کچھ چاہا خدائے جلیل نے وحی نازل کی! میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیٹا ہوں! میں علی مرتضیٰؑ کا بیٹا ہوں! جس نے اپنی تلوار سے بڑے بڑے سرکشان

عرب کو جھکا کر کلمہ پڑھوایا! میں فاطمہ زہراؑ کا بیٹا ہوں! میں سیدہ نساء العالمین کا بیٹا ہوں! میں خدیجۃ الکبریٰ کا بیٹا ہوں! میں اس کا بیٹا ہوں جس کا سر پسِ گردن سے کاٹا گیا! میں اس کا بیٹا ہوں جو پیاسا شہید کیا گیا! میں اس کا بیٹا ہوں جس کے کپڑے لوٹ لیے گئے! میں اس کا بیٹا ہوں جس پر آسمان کے ملائکہ روئے! میں اس کا بیٹا ہوں جس پر جنوں نے اور فضا میں پرندوں نے نوحہ کیا! میں اس کا بیٹا ہوں جس کے حرم اسیر کر کے عراق سے شام تک لائے گئے(۱)۔

حضرت نے ابھی خطبہ ختم نہیں کیا تھا کہ یزید کو یہ خوف پیدا ہوا کہ لوگوں کے قلوب حضرت کی طرف مائل نہ ہو جائیں۔ چنانچہ اس نے فوراً مؤذن کو اذان کہنے کا حکم دیا مؤذن نے اذان شروع کی اور امام نے خطبہ چھوڑ کر اپنی بات شروع کی جب مؤذن نے کہا: **اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰه** تو امام نے پوچھا کہ: اے یزید! یہ محمدؐ تیرے دادا تھے یا میرے؟ یزید نے کہا: آپ کے دادا تھے۔ حضرت نے فرمایا: پھر کیوں ان کی ذرّیت کو قتل کیا؟! یزید نے کوئی جواب نہیں دیا اور اُٹھ کر چلا گیا!

اس خطبہ کے بعد اہل شام کا یہ حال ہوا جیسے وہ سو رہے تھے اور کسی نے ان کو جھنجھوڑ دیا۔ لوگ دیواروں سے سر ٹکرانے لگے تمام بازار بند ہو گئے اور گھر گھر حسینؑ مظلوم کا ماتم ہونے لگا لوگ ایک دوسرے سے کہتے تھے کہ: یہ تو ہمارے نبیؐ کے نواسہ حسینؑ تھے اور ہم لوگوں سے کہا گیا تھا کہ: کوئی خارجی تھا۔

یزید کو شہر میں انقلاب کے آثار نظر آنے لگے، ایک روز اس نے قصر سے نکل کر لوگوں کو جمع کیا اور ایک تقریر کی کہا کہ: لوگوں کا خیال ہے کہ میں نے امام حسینؑ کو قتل کرایا ہے حالانکہ دعی ابن دعی ابن مرجانہ نے ان کو قتل کیا ہے اس کے بعد اس نے شیث ابن ربعی اور شمر وغیرہ سے پوچھا کہ: کیا حسینؑ کو میں نے قتل کیا ہے؟ انھوں نے کہا کہ: نہیں ان کو خدا نے قتل کیا ہے۔

---

(۱)۔ بحار جلد ۱۰۔

پھر یزید نے قیس ابن ربیع سے پوچھا کہ: حسینؑ کو تو نے قتل کیا ہے؟ اس نے کہا کہ: مجھ کو امان دے تو بتاؤں! یزید نے کہا: تجھ کو امان ہے۔ اس نے کہا کہ: حسینؑ کو اس نے قتل کیا ہے جس نے جنگ کے نشان بلند کیے اور خزانے کا منہ کھول دیا جس نے فوج پر فوج بھیجی یزید نے کہا: وہ کون ہے؟ کہا: تو ہے! یزید شرمندہ ہو کر قصر میں داخل ہو گیا اور ایک گوشہ میں بیٹھ کر اپنے منہ پر طمانچے مارتا تھا اور کہتا تھا کہ: **مَالِی وَلِلحُسین** یعنی مجھے کیا ہو گیا تھا کہ میں نے حسینؑ کو قتل کیا۔

اس کے بعد یزید نے حضرت امام زین العابدینؑ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ مدینہ جائیں گے یا یہاں رہیں گے؟ مخدّرات نے کہا کہ: ہم چاہتے ہیں کہ شام میں رہ کر چند روز امام مظلوم کا ماتم کریں پھر مدینہ جائیں، یزید نے اپنے قصر میں جگہ خالی کر دی اور جملہ سامان آرام کا فراہم کر دیا اور حضرت بیمار کربلا کے ساتھ سلوک کیے، آل رسولؐ نے چھ روز حسینِ مظلومؑ کا ماتم کیا جس میں یزید کے گھر کی عورتیں بھی شریک ہوتی تھیں اس کے بعد ان کو مدینہ روانہ کر دیا۔ **وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ**(۱)۔

عبد اللہ ابن زبیر نے جو خود اپنی خلافت کے لیے کوشاں تھے بعد شہادتِ حضرت امام حسینؑ مکّہ میں تقریر کی اور اہلِ کوفہ اور یزید کے مظالم کو بیان کیا اور حضرت امام حسینؑ کی مدح و ثنا کی۔ پھر حضرت ابن عباس کو لکھا کہ: آپ میری بیعت کریں میں یزید فاسق و فاجر سے بہتر ہوں۔ جناب ابن عباس نے ابن زبیر کی بیعت سے انکار کیا ہے تو اس نے جناب ابن عباس کے پاس لکھا کہ آپ میری بیعت پر قائم رہیں اور دوسروں کو بھی میری بیعت پر قائم رہنے کی تلقین کریں میں عنقریب آپ کو اس کا صلہ دوں گا۔

یزید کا خط پڑھنے کے بعد جناب ابن عباس نے لکھا کہ: اے یزید! آگاہ رہ کہ خدا کی قسم! میں نے کبھی تیری تعریف نہیں کی تو مجھ کو اپنی نصرت و محبّت پر ابھار رہا ہے حالانکہ تو نے ہی حسینؑ

---

(۱)۔ یہ مضامین میں نے مقتلِ ابو مخنف و بحار جلد ۱۰، و ناسخ وغیرہ سے لکھے ہیں۔

کو اور جوانانِ بنی مطلب کو قتل کیا ہے جو ہدایت کے چراغ اور دین کے چمکتے ہوئے ستارے تھے۔ تیرے لشکر نے تیرے حکم سے ان کو قتل کیا اور ان کے کپڑے اتار لیے اور ان کو خاک و خون میں آلودہ بے غسل و کفن صحرا میں چھوڑ دیا، ہوا کے جھونکے ان پر خاک ڈالتے رہے اور صحرا کے درندے ان کی لاشوں کی حفاظت کرتے رہے یہاں تک کہ خدا نے ایک قوم کو ان کے دفن و کفن کے لیے آمادہ کیا، کیا میں ان باتوں کو بھول جاؤں گا(۱)۔

مولانا عبد الصمد رحمانی صاحب پھلواری شریف نے اپنی کتاب فاطمہؑ کا چاند میں حضرت امام حسینؑ سے بڑا ہی اظہارِ خلوص و عقیدت فرمایا ہے لیکن یزید کی محبت و وفاداری کا حق ادا کرنے میں بھی کوتاہی نہیں کی ہے آپ نے طبری اور اخبار الطوال کی وہ روایتیں چُن چُن کر نقل کی ہیں جن میں قتل امام مظلوم سے یزید کی برائت و پاک دامنی ثابت کی گئی ہے، مولانا نے قتل امام کا سارا الزام عبد اللہ ابن زیاد پر عائد کیا ہے اور یزید کے متعلق لکھا ہے کہ: یزید اسراء اہل بیتؑ کو دیکھ کر رویا اور سر امام لانے والوں سے کہا کہ: خدا تم لوگوں کا بُرا کرے! اگر تم حسینؑ کو قتل نہ کرتے تو میں زیادہ خوش ہوتا ابن مرجانہ پر خدا کی لعنت ہو! خدا کی قسم! اگر میں حسینؑ کے پاس ہوتا تو ان کو معاف کر دیتا خدا ابو عبد اللہ پر رحم کرے(۲)۔

آپ نے لکھا ہے کہ: یزید نے امام زین العابدینؑ کے ساتھ اپنوں سا برتاؤ کیا دستر خوان پر اپنے ساتھ کھانا کھلاتا تھا اور اہل بیتِ رسولؐ کے ساتھ اتنی نرمی برتی کہ ستم رسیدہ شکستہ خاطر حضرت فاطمہ بنت علیؑ پر اس کا اتنا اثر ہوا کہ انھوں نے اس کا اظہار بھی کیا اور حضرت سکینہؑ پر یہ تاثر ہوا کہ وہ کہتی تھیں کہ: میں نے منکرین خدا میں یزید سے بہتر کسی کو نہیں پایا(۳)۔

---

(۱)۔ کامل ابن اثیر، جلد ۴، صفحہ ۶۲ چھاپہ مصر۔

(۲)۔ بحوالہ اخبار الطوال و طبری۔

(۳)۔ بحوالہ طبری۔

لیکن مولانا کو اسی اخبار الطوال میں خود عبد اللہ ابن زیاد کا قول نظر نہ آیا کہ جب وہ ایک یشکری کی حفاظت میں کوفہ سے چھپ کر شام جارہا تھا اس نے اپنے محافظ سے بیان کیا کہ: "اَمَّا قَتلِیَ الحُسین فَانَّہ خَرَجَ عَلٰی اِمَام واُمّۃ مُجتَمِعَۃ وَکَتَبَ اِلَی الاِمام یَامُرُنِی بِقَتلِہ فَاِن کان ذَالِک خطاکان لَازِماًلِیَزِید"(۱)؛ یعنی میں نے حسینؑ کو اس لیے قتل کیا کہ انھوں نے امام پر خروج کیا تو امام (یزید) نے مجھ کو لکھا اور حکم دیا کہ ان کو قتل کر دو لہٰذا میں نے قتل کر دیا تو اگر یہ کام غلط ہوا تو اس کا وبال یزید پر ہے۔

نیز مولانا کو تاریخ طبری میں خود یزید کا قول نہیں نظر آیا، طبری لکھتا ہے کہ: ابو عبیدہ معمر ابن مثنٰی سے یونس ابن حبیب جَرمی نے بیان کیا کہ: جب ابن زیاد نے حضرت امام حسینؑ اور ان کے اعزہ کو قتل کیا اور ان کے سر یزید کے پاس بھیجے تو پہلے وہ ان لوگوں کے قتل کیے جانے پر بہت خوش ہوا اور اس کے نزدیک ابن زیاد کی منزلت زیادہ ہوگئی۔

لیکن تھوڑے دن بھی نہ گذرے تھے کہ آخر وہ ان لوگوں کے قتل پر شرمندہ ہوا اور کہا کرتا تھا کہ: میرا کیا نقصان تھا کہ میں امام حسینؑ اور ان کے اعزہ کے ساتھ نیکی کرتا اور جو وہ چاہتے تھے کر دیتا، حضرت رسول اللہ ﷺ کی اور ان کی قرابت کی رعایت کرتے ہوئے چاہے اس کی وجہ سے میری حکومت میں کمزوری ہی کیوں نہ پیدا ہو جاتی خدا ابن مرجانہ پر لعنت کرے اس نے ان کو گھر سے نکالا اور مجبور کر دیا حالانکہ وہ کہتے رہے کہ میرا راستہ چھوڑ دے میں کسی طرف چلا جاؤں اور وہیں قیام کروں یہاں تک کہ میری موت آئے لیکن اس نے نہ مانا اور ان کو قتل کر دیا، اور ان کے قتل کی وجہ سے مسلمانوں کو میرا دشمن بنا دیا اور ان کے دلوں میں میری دشمنی بھر دی یہاں تک کہ ہر نیک و بد انسان میرا دشمن ہو گیا "بِمَا استَعظَمَ النَّاسَ مِن قَتلِی حُسَیناًمَالِی وَلِابنِ مَرجَانَہ لَعنَۃُ اللہ وَ غَضَب عَلَیہ۔" اس سبب سے کہ میں نے جو حسینؑ کو قتل کر دیا لوگوں نے

(۱)۔ اخبار الطوال، صفحہ ۲۵۰ چھاپہ بغداد۔

اس کو امر عظیم سمجھا مجھے کیا ہوا تھا کہ میں نے ابن مرجانہ کو اس کام پر مامور کیا خدا اس پر لعنت کرے اور اپنا غضب نازل کرے(۱)۔

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ یزید نے خود حضرت امام حسینؑ کو قتل کیا اور خود اس کام پر ابن زیاد کو مامور کیا پھر شہادت امامؑ پر خوش ہوا اور ابن زیاد کے اس کارنامہ پر اس کی قدر و منزلت زیادہ کی لیکن جب انقلاب کے آثار نظر آنے لگے اور سارے مسلمان اس کے دشمن ہو گئے تو اپنے سر سے بلا ٹالنے کے لیے ابن زیاد پر الزام رکھنے لگا۔

نیز مولانا کو طبری میں یہ روایت بھی نظر نہ آئی کہ جب سرِ امام مظلوم یزید کے سامنے رکھا گیا تو وہ حضرت کے لب و دندان پر چھڑی مارنے لگا اس کی اس بے ادبی پر ابو برزہ اسلمی نے روکا اور کہا کہ: اپنی چھڑی ہٹالے! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے کہ وہ ان لب و دندان کو چوسا کرتے تھے اے یزید! قیامت کے روز تیرا شفیع ابن زیاد ہو گا اور حسینؑ کے شفیع محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں گے یہ کہہ کر دربار سے نکل گئے(۲)۔

یزید کے مرنے کے بعد جب اس کا بیٹا معاویہ ابن یزید خلیفہ بنایا گیا تو اس نے خطبہ پڑھا اور کہا کہ: میرے دادا نے اسی خلافت کے لیے حضرت علیؑ سے جنگ کی جو اس کے اعلیٰ حق دار تھے اور جو کچھ کیا سب کو معلوم ہے پھر میرے باپ نے اپنی خلافت مضبوط کرنے کے لیے امام حسینؑ سے جنگ کی آخر ان کی عمر کوتاہ ہوئی اور وہ بھی اپنے گناہوں کے پاداش کو پہونچے یہ کہہ کر رونے لگا اور تاج و تخت سے دست بردار ہو کر اپنے گھر میں داخل ہو گیا اور چالیس روز کے بعد مردہ پایا گیا(۳)۔

---

(۱)۔ طبری، جلد ۴، صفحہ ۳۸۸ چھاپہ مصر حالات سن ۶۵ھ۔

(۲)۔ طبری جلد ۴، صفحہ ۳۵۶ حالات سن ۶۱ھ۔

(۳)۔ صواعق محرقہ، صفحہ ۱۳۴۔

انتقام

علامہ طبری نے لکھاہے کہ: روزِ عاشور جب امام تنہارہ گئے اور آپ پر پیاس کا غلبہ ہوا تو آپ نے دریا میں گھوڑاڈال دیا اور چاہا کہ پانی پئیں اتنے میں حصین ابن تمیم نے ایک تیر مارا جو آپ کے دہن مبارک پر لگا اور منہ سے خون جاری ہو گیا آپ نے اس خون کو ہاتھ میں لے کر آسمان کی طرف پھینکا اور فرمایا: "**اللّٰھُمَّ أحۡصِھِمۡ عَدَدًا، واقۡتُلۡھُمۡ بَدَدًا، ولَاعَلَی الاَرضِ مِنۡھُمۡ أحَدًا**"(۱)؛ یعنی پروردگارا! ان سب کو قتل کر دے اور ان میں سے کسی ایک کو بھی روئے زمین پر زندہ نہ چھوڑ۔

علامہ مجلسیؒ نے بحار میں بروایت مناقب نقل کیا ہے کہ: روزِ عاشور حضرت امام حسینؑ نے جب بار بار فوجِ دشمن کو امر بالمعروف کیا اور اولادِ رسولؐ کے قتل سے منع فرمایا لیکن ان لوگوں نے نصیحت قبول نہ کی تو حضرت نے فرمایا کہ: پروردگارا! ان پر قبیلۂ ثقیف کے لڑکے کو مسلّط فرما جو ان کو موت کا تلخ جام پلائے ان میں سے کسی ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑے!(۲)۔

ابن حجر نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: خداوند عالم نے مجھ پر وحی نازل فرمائی کہ میں نے یحییٰ ابن زکریا کے خون کے عوض میں ستّر ہزار کو قتل کیا اور اے رسولؐ! تمہارے بیٹے حسینؑ کے خون کے عوض میں بھی ستّر ہزار کو قتل کروں گا(۳)۔

بعض روایات میں ہے کہ: ستّر ہزار اور ستّر ہزار کو قتل کروں گا(۴) چنانچہ جیسا کہ خدا اور اس کے رسولؐ نے خبر دی تھی اور امام مظلوم نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا کہ جب یزید ہلاک ہوا ابن زیاد کی قید میں چار ہزار شیعہ تھے جو مقید ہونے کے سبب سے حضرت امام مظلوم کو نہ

(۱)۔ طبری، جلد ۴، صفحہ ۳۴۲۔

(۲)۔ بحار جلد ۱۰، صفحہ ۱۹۴۔

(۳)۔ صواعق محرقہ، صفحہ ۱۱۹۔

(۴)۔ مستدرک حاکم، جلد ۳، صفحہ ۱۷۸۔

جاسکے یہاں تک کہ امامؑ کی شہادت واقع ہوگئی جب یزید کی موت کی خبر کوفہ پہونچی تو کوفہ والوں نے دارالامارہ پر حملہ کیااورابن زیاد کا سارامال واسباب اور خزانۂ شاہی لوٹ لیاپھر زندان کادروازہ توڑکر سارے قیدیوں کو آزاد کردیاان قیدیوں میں صحابی حضرت رسول اللہﷺ وصحابی امیر المومنینؑ جناب سلیمان ابن صرد خزاعی بھی تھے زندان سے نکل کران لوگوں نے شام والوں سے انتقام خونِ حسینؑ کاارادہ کیااور چار ہزار گروہ توابین کے ساتھ شام پر چڑھائی کردی۔

پہلے یہ لوگ کربلا پہونچے اور ایک شب اور ایک دن وہاں توبہ اوراستغفاروعبادت پروردگار میں گذاری اور نوحہ وماتم کرتے رہے پھر وہاں سے روانہ ہوکر قرقیسا اور وہاں سے عین الورد پہونچے وہاں لشکر شام سے مقابلہ ہوااور شامی لشکر نے شکست کھائی توابن زیاد نے حصین ابن تمیم کو بیس ہزار سپاہیوں کے ساتھ بھیج دیا، تین روز گھمسان کی جنگ رہی آخر سلیمان ابن صرد شہید ہوئے تونشانِ فوج مسیب ابن نخبہ نے لیا، یہ بہت بلند مرتبہ اصحاب امیر المومنینؑ میں سے تھے جب یہ بھی شہید ہوئے توعبد اللہ ابن سعد ابن نفل نے علم لیاان کے بعد ان کے بھائی خالد ابن سعد نے علم لیا پھر عبد اللہ ابن وال نے، یہاں تک کہ سب قتل ہوگئے اور عراقی لشکر میں صرف تھوڑے سے آدمی رہ گئے توشب کی تاریکی میں وہ لوگ کوفہ واپس چلے گئے(۱)۔

پھر مختار ابن ابوعبیدہ ثقفی انتقامِ خونِ امامِ مظلوم کے لیے کھڑے ہوئے اور انھوں نے ابراہیم ابن مالک اشترؒ کی مدد سے چُن چُن کر قاتلانِ حسینؑ کوسخت عذاب کے ساتھ قتل کیا پھرابن زیاد کے لشکر سے جنگ ہوئی عراقی فوج کوفتح ہوئی اور ابن زیاد مارا گیا جس روز ابن زیاد مارا گیاعاشور کا دن تھااور ابن زیاد کی عمر اس وقت چالیس سال سے کچھ کم تھی اس جنگ میں ابن زیاد کے لشکر کے ستّرہزار آدمی مارے گئے۔ابراہیمؒ نے ابن زیاد اور اس کی فوج کے سرداروں کا سر کاٹ کر مختارؒ کے پاس بھیج دیا جس وقت ابن زیاد کا سر پہونچامختار کھانا کھارہے تھے انھوں نے اس کا سر دیکھ کر

(۱)۔ بحارالانوار، جلد ۱۰، باب احوال مختار۔

خدا کی حمد وثنا کی جب کھانے سے فارغ ہوئے تو اپنے جوتے کے تلے سے اس کے سر کو روند ڈالا پھر جوتا اُتار کر غلام سے کہا کہ: اس کو دھو کر پاک کرو، یہ ۶۷ھ کا واقعہ ہے۔

جب مختار کے سامنے ابن زیاد کا سر رکھا گیا تو ابو طفیل عامر ابن واثلہ کنانی کا بیان ہے کہ: ایک سانپ آیا اور اس کی ناک کے ایک سوراخ میں داخل ہوا اور دوسرے سوراخ سے نکل گیا اسی طرح کئی مرتبہ کیا(۱)۔

حضرت مختارؒ نے شمر کو طرح طرح کے عذاب سے قتل کیا پھر اس کی لاش کو گھوڑوں سے پامال کرایا۔ مختار نے ایک لاکھ چالیس ہزار پانچ سو چونسٹھ آدمیوں کو قتل کیا(۲)۔

آخر حاکمِ بصرہ مصعب ابن زبیر نے ایک بڑی فوج کے ساتھ مختارؒ پر حملہ کر دیا اس وقت جناب ابراہیم ابن مالک اشتر بھی موجود نہ تھے وہ مدائن میں تھے اور فوج بھی کم تھی مختارؒ نے تھوڑی سی فوج کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا یہاں تک کہ شہید ہوئے اور ان کا سر کاٹ کر دارالامارہ میں مصعب کے سامنے رکھا گیا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد عبد الملک ابن مروان نے مصعب پر حملہ کر دیا۔ مصعب کو شکست ہوئی اور اس کا سر کاٹ کر عبد الملک کے پاس رکھا گیا(۳)۔

جس وقت مصعب کا سر عبد الملک کے پاس لا کر رکھا گیا وہاں عبد الملک ابن عمیر موجود تھے انھوں نے کہا کہ: اللہ اکبر میں اسی مقام پر بیٹھا ہوا تھا کہ ابن زیاد کا سر لا کر رکھا گیا پھر میں ابن زبیر کے پاس بیٹھا تھا کہ اسی مقام پر مختار کا سر لا کر رکھا گیا اب یہ مصعب کا سر تیرے سامنے موجود ہے اب خدا تجھ کو اپنی حفاظت وامان میں رکھے پس عبد الملک نے اُٹھ کر اس طاق کو منہدم کرا دیا(۴)۔

---

(۱)۔ صواعق محرقہ، صفحہ ۱۱۸ بحوالہ ترمذی و بحار الانوار، باب احوالِ مختار جلد ۱۰، صفحہ ۲۹۳۔

(۲)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۲۱۰۔

(۳)۔ رسالہ اخذ الثار ابو مخنف۔

(۴)۔ مرآۃ الجنان یافعی، جلد ۱، صفحہ ۲۲۶۔

ابن عمیر بنی امیہ کی طرف سے شعبی کے بعد کوفہ کے قاضی تھے اور اہل بیتؑ کے مخالف تھے یہ ترمذی کی حدیث "اِقْتَدُوا بِالَّذِيْنَ مِن بَعدِی اَبِی بَکَر وَ عُمَر" کے راوی ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: تم لوگ میرے بعد ابو بکر و عمر کی اقتداء کرنا!

جناب شہید ثالثؒ نے صوارم محرقہ صفحہ ۹۹ میں لکھا ہے کہ: ابن عمیر قاضی تھے اور شیخین کی فضیلت میں جھوٹی حدیثیں بنایا کرتے تھے۔

ابن حجر نے تقریب التہذیب میں لکھا ہے کہ: ابن عمر کا حافظہ خراب ہو گیا تھا اور یہ کبھی کبھی تدلیس کرتے تھے۔

حضرت امام حسینؑ کی سخاوت

عبد الرحمٰن سلمی نے حضرت کے کسی بچے کو سورۂ حمد یاد کرایا تھا جب حضرت نے اس لڑکے کا امتحان لیا اور اس نے سورہ سنا دیا تو آپ نے عبد الرحمٰن کو ایک ہزار اشرفیاں اور ایک ہزار گراں قیمت خلعتیں عطا کیں اور موتیوں سے ان کا منہ بھر دیا لوگوں نے عرض کیا کہ: مولا اتنا کیوں عطا کیا؟ حضرت نے فرمایا: اس کی خدمت کے مقابلہ میں میرا عطیہ کچھ بھی نہیں ہے(۱)۔

ایک دیہاتی اونٹنی پر سوار آیا اور مسجدِ نبوی کے دروازہ پر ناقہ کو باندھ کر اندر داخل ہوا اور عتبہ ابن ابوسفیان کے پاس پہونچا جو مسجد کے ایک گوشہ میں بیٹھے تھے اور کہا کہ: میں نے اپنے چچا کے بیٹے کو قتل کر دیا ہے اس کا خون بہا ادا کرنا ہے آپ میری کیا مدد کر سکتے ہیں؟ عتبہ نے اپنے غلام سے کہا کہ: جاؤ ان کو دو سو درہم دے دو! اس نے کہا کہ: مجھ کو تو پوری دیت ادا کرنی ہے پھر وہ عبد اللہ ابن زبیر کے پاس گیا اور عرض حال کیا انھوں نے بھی اپنے غلام سے کہا کہ: اس کو دو سو درہم دے دو اس نے کہا کہ: مجھ کو تو پوری دیت چاہیے پھر وہ حضرت امام حسینؑ کی خدمت

---

(۱)۔ مناقب جلد ۴، صفحہ ۶۷۔

میں پہونچا جو مسجد کے ایک گوشہ میں تشریف فرما تھے۔ حضرت نے اس سے کچھ سوالات کیے پھر اس کو دس ہزار درہم دیت ادا کرنے کے لیے اور دس ہزار درہم اس کے اہل وعیال کے اخراجات کے لیے عطا فرمائے اس اعرابی نے حضرت کی سخاوت پر خوش ہو کر حضرت کی مدح میں چند اشعار پڑھے اور روپئے لے کر واپس گیا(۱)۔

ایک دیہاتی مدینہ میں داخل ہوا اور لوگوں سے سوال کیا سب سے زیادہ سخی کون ہے؟ لوگوں نے حضرت امام حسینؑ کا نام بتایا وہ حضرت کی خدمت میں پہونچا آپ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے وہ حضرت کے سامنے کھڑا ہو گیا اور حضرت کی مدح میں کچھ اشعار پڑھے حضرت نے نماز تمام کرنے کے بعد قنبر سے پوچھا کہ: مالِ حجاز سے کچھ باقی ہے یا نہیں؟ انھوں نے عرض کیا کہ: چار ہزار دینار باقی ہیں۔ فرمایا: لے آؤ یہ ہم سے زیادہ حق دار ہے پھر حضرت نے دو چادروں میں ان کو باندھا اور ڈیوڑھی سے ہاتھ بڑھا کر اس کو دے دیا اور معذرت کی کہ: اس وقت میرے پاس زیادہ نہیں ہے وہ روپئے لے کر رونے لگا حضرت نے فرمایا: کیوں روتے ہو؟ کیا مال تمہاری حاجت سے کم ہے؟ اس نے عرض کیا کہ: میں مال کی کمی پر نہیں روتا بلکہ روتا ہوں کہ مٹی اس جود و کرم کو کیونکر کھائے گی(۲)۔

شعیب ابن عبد الرحمٰن خزاعی بیان کرتے ہیں کہ: بعدِ شہادت حضرت امام حسینؑ کربلا میں آپ کی پشتِ مبارک پر کچھ نشانات دیکھے گئے تو لوگوں نے حضرت امام زین العابدینؑ سے اس کے متعلق سوال کیا؟ حضرت نے فرمایا کہ: حضرت اپنی پشت پر غلہ اور روپئے بار کر کے بیواؤں اور یتیموں اور فقراء کے گھروں پر پہونچایا کرتے تھے(۳)۔

---

(۱)۔ الحسین لجلال حسینی مصری۔

(۲)۔ بحار الانوار، جلد ۱۰۔

(۳)۔ بحار۔

تواضع

چند مساکین کی طرف سے ایک مرتبہ آپ کا گذر ہوا وہ سب روٹیوں کے ٹکڑے سامنے رکھے کھارہے تھے ان لوگوں کے اصرار پر حضرت بھی ان کے ساتھ بیٹھ گئے اور فرمایا کہ: اگر یہ صدقہ نہ ہوتا تو میں ضرور کھاتا پھر آپ ان لوگوں کو اپنے گھر لے گئے اور کھانا پانی سے سیر و سیراب کیا اوران کی ضرورتوں کے مطابق کپڑے اور روپئے عطا فرمائے(۱)۔

ہیبت

معاویہ نے ایک قریشی کو حضرت امامؑ کی خدمت میں کسی ضرورت سے بھیجا اور اس کو حضرت کا نشان یوں بتایا کہ: مسجدِ نبوی میں چلے جانا اور جس کے حلقہ میں دیکھنا کہ لوگ اس طرح خاموش و باادب بیٹھے ہیں جیسے کہ ان کے سروں پر طائر بیٹھے ہوں تو سمجھ لینا کہ وہ امام کا گروہ ہے(۲)۔

عبادت

حضرت امام زین العابدینؑ سے ایک مرتبہ پوچھا گیا کہ: آپ کے پدرِ بزرگوار کی اولاد اتنی کم کیوں تھی؟ تو حضرت نے فرمایا کہ: مجھے اپنی ہی پیدائش پر تعجب ہے کیونکہ حضرت رات دن میں ہزار رکعت نمازیں پڑھتے تھے انھیں ازواج سے معاشرت کی فُرصت کہاں ملتی تھی(۳)۔

حضرت امام حسینؑ کثرت سے روزہ رکھنے والے اور نمازیں پڑھنے والے اور حج اور صدقہ دینے والے تھے(۴)۔

---

(۱)۔ بحار۔

(۲)۔ تاریخ کبیر، جلد ۴۔

(۳)۔ یعقوبی، جلد ۲، صفحہ ۱۹۲۔

(۴)۔ اسد الغابہ، جلد ۳، صفحہ ۲۷۔

حضرت نے پیادہ پچیس حج کیے حالانکہ آپ کے ساتھ سواریاں ہوتی تھیں (۱)۔

بے نیازی

ایک مرتبہ معاویہ مکہ آئے اور انھوں نے بہت سامال اور بہت سے قیمتی کپڑے حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں بھیجے آپ نے اس کو قبول نہیں فرمایااور واپس کر دیا(۲)۔

حلم

ایک مرتبہ آپ سر اقدس پر عمامہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باندھے اور حضرت کا پیراہن پہنے اور دو تلواریں حمائل کیے ہوئے مدینہ سے باہر نکلے چار سو آدمی آپ کے ہم رکاب تھے ایک شخص جو دشمنِ اہل بیتؑ تھا راہ میں ملا اور اس نے لوگوں سے پوچھا کہ: یہ کون ہیں؟لوگوں نے کہا کہ: یہ حسین ابن علیؑ ہیں اس نے حضرت کو گالیاں دیں اور ناسزا کہا حضرت سُن کر مسکرائے اور فرمایا:اے بھائی! اگر تو کوئی حاجت رکھتاہے تو بیان کر میں تیری خدمت کروں! اور کوئی اثر ناراضگی کا آپ کے چہرہ پر ظاہر نہیں ہوا اصحاب نے عرض کیا: مولا اجازت ہو تو اس کا سر کاٹ لوں؟ فرمایا: ہم لوگ حلم کے محکم پہاڑ ہیں تند ہوا کے جھونکے ہم کو ہلا نہیں سکتے (۳)۔

زھد و ترک دنیا

آپ کے پاس جو کچھ مال دنیا آتا تھا سب تقسیم کر دیتے تھے بلکہ اپنے اہل بیتؑ پر دوسروں کی ضرورتوں کو ترجیح دیتے تھے (۴)۔

---

(۱)۔ استیعاب۔

(۲)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۲۷۰۔

(۳)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۲۷۱۔

(۴)۔ ابن عساکر۔

عِلم

آپ کے علم کا کیا ذکر کیا جائے مختصر یہ ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند اور باب مدینۂ علم کے نورِ نظر تھے۔

ابو سلمہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ: ایک اعرابی نے حضرت عمر سے سوال کیا کہ میں نے حج کا احرام باندھا دورانِ حج میں مجھ کو شتر مرغ کا انڈا مل گیا میں نے اس کو کھایا تو مجھ پر کیا کفّارہ واجب ہے؟ حضرت عمر نے کہا: مجھے نہیں معلوم ٹھہر و شاید کوئی آجائے تو یہ مشکل آسان ہو! اتنے میں حضرت امیر المومنینؑ اور حضرت امام حسینؑ تشریف لائے، حضرت عمر نے کہا کہ: اے اعرابی! یہ علی ابن ابی طالبؑ ہیں ان سے پوچھ لو! اعرابی نے حضرت سے دریافت کیا حضرت نے فرمایا: اس بچے سے پوچھ لو! اعرابی نے کہا کہ: عجب بات ہے کہ جس سے پوچھتا ہوں وہ دوسرے پر ٹالتا ہے! لوگوں نے اس اعرابی سے کہا کہ: تجھ پر وائے ہو! یہ ابن رسولؐ ہیں ان سے جو پوچھنا ہے پوچھ لے! اس نے مسئلہ پیش کیا، حضرت نے فرمایا: جتنے انڈے تو نے کھائے ہیں اتنے نر اونٹ مادہ پر چھوڑ ان سے جو بچے پیدا ہوں ان کو بیت اللہ کے لیے ہدیہ کر دے، اعرابی نے کہا کہ: اے حسینؑ! اونٹ کبھی ناقص بھی تو ہوتے ہیں یعنی بچہ نہیں پیدا کرتے، حضرت نے فرمایا: انڈا کبھی گندہ بھی تو ہو جاتا ہے، اس نے کہا: آپ نے سچ فرمایا، یہ سُن کر حضرت امیر المومنینؑ نے امام حسینؑ کو سینہ سے لگالیا اور فرمایا: ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (۱)۔

بعض روایات میں ہے کہ یہ جواب خود حضرت امیر المومنینؑ نے دیا تھا، آپ نے ایک مرتبہ حبر امّت جناب ابن عباسؓ کو نصیحت فرمائی، اے ابن عباس! ہر گز بے معنی باتیں زبان سے نہ نکالو میں ڈرتا ہوں کہ اس کے بوجھ تلے دب نہ جاؤ! بے کار باتیں نہ کیا کرو! جب تک اس کا موقع اور محل نہ دیکھ لو بہت سے بولنے والے حق کہتے ہیں لیکن بے محل بولنے کے سبب سے لوگ ان

---

(۱)۔ بحار جلد ۱۰، صفحہ ۱۴۵۔

پر عیب لگاتے ہیں، کبھی مرد حلیم و بردبار یا کسی جاہل بے وقوف سے بحث نہ کیا کرو کیونکہ حلیم اپنے حلم کے سبب سے تمھیں شکست دے دے گا اور بیوقوف تم کو اذیّت پہونچائے گا اور کسی مومن کو پیٹھ پیچھے ایسی بات نہ کہو جو تم خود اپنے لیے پسند نہیں کرتے اور اس شخص جیسا عمل کرو جس کو گناہوں کی سزا اور نیکیوں کی جزا پانے کا یقین ہو (۱)۔

حضرت کے حکیمانہ اقوال

۱۔ ”دِرَاسَۃُ الْعِلْمِ لِقَاحُ الْمَعْرِفَۃِ وَ طُولُ التَّجَارِبِ زِیَادَۃٌ فِی الْعَقْلِ وَ الشَّرَفُ التَّقْوٰی وَ الْقُنُوعُ رَاحَۃُ الْأَبْدَانِ وَ مَنْ أَحَبَّكَ نَهَاكَ وَ مَنْ أَبْغَضَكَ أَغْرَاكَ“؛ یعنی علم کا سیکھنا معرفت کی پیدائش کا ذریعہ ہے، طولانی تجربے عقل کی زیادتی کا سبب ہیں، شرافت پرہیزگاری میں منحصر ہے، قناعت بدنوں کی راحت ہے۔

جو لوگ قناعت نہیں رکھتے راحت و آرام شب کی نیند صحت و تندرستی اپناسب کچھ حرص حطام دنیا پر قربان کر دیتے ہیں اور اپنے گرد سونا چاندی کا ڈھیر جمع کر کے مر جاتے ہیں جس طرح ریشم کا کیڑا ریشم بناتا ہے یہاں تک کہ ایک روز اسی میں بند ہو کر مر جاتا ہے اور دنیا کے منچلے ایک روز اس کی لاش کو نکال کر پھینک دیتے ہیں اور اس کی کمائی ہوئی دولت سے اپنے آپ کو زینت دے کر دنیا کے بازاروں میں اُٹھلا اٹھلا کر چلتے ہیں (مترجم)۔

فرمایا: جو تمہارا دوست ہے تم کو بُری باتوں سے روکتا ہے، جو تمہارا دشمن ہے تم کو گناہوں پر اُبھارتا ہے۔

۲۔ ”إِذَا سَمِعْتَ أَحَداً يَتَنَاوَلُ أَعْرَاضَ النَّاسِ فَاجْتَهِدْ أَنْ لَا يَعْرِفَكَ فَإِنَّ أَشْقَى الْأَعْرَاضِ بِهِ مَعَارِفُهُ“؛ یعنی جب تم کسی کے متعلق سنو کہ وہ لوگوں کی عزّت پر حملے

---

(۱)۔ بلاغۃ الحسینؑ، صفحہ ۲۰۰ مطبوعہ کھجوہ صوبہ بہار۔

کرتا ہے تو کوشش کرو کہ وہ تم کو نہ پہچانے کیونکہ اس کے جان پہچان والوں ہی کی آبرو بربادی کی حق دار ہے۔

۳۔ ''یَابنَ آدم اِنّما اَنتَ اَیّام کُلَّمَا مَضیٰ یومٌ وَ نَصَب بَعضَک''؛یعنی اے آدمؑ کے بیٹے! تیری زندگی ایام کا مجموعہ ہے جو دن گذر جاتا ہے تیری زندگی سے کچھ کم ہو جاتا ہے۔

مقصد حضرت کا یہ ہے کہ آج کا کام کل پر نہ ٹالو جو وقت مل جائے دنیا یا آخرت کے لیے کچھ کام کر لو۔

۴۔ ''کِتَابُ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ عَلَی أَرْبَعَةِ أَشْیَاءَ عَلَی الْعِبَارَةِ وَ الْإِشَارَةِ وَ اللَّطَائِفِ وَ الْحَقَائِقِ فَالْعِبَارَةُ لِلْعَوَامِّ وَ الْإِشَارَةُ لِلْخَوَاصِّ وَ اللَّطَائِفُ لِلْأَوْلِیَاءِ وَ الْحَقَائِقُ لِلْأَنْبِیَاءِ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ''؛یعنی فرائض الٰہیہ چار باتوں میں منحصر ہیں:۱۔عبارت، ۲۔اشارات، ۳۔لطائف، ۴۔حقائق۔ عبارت عوام کے لیے ہیں، اشارات خاصانِ خدا کے لیے ہیں، لطائف اولیاء کے لیے اور حقائق انبیاءؑ کے لیے ہیں۔

۵۔ ''مَوتٌ فِی عِزٍّ خَیرٌ مِن حَیَاةٍ فِی ذُلٍّ''؛یعنی عزّت کی موت ذلّت کی زندگی سے بہتر ہے۔

۶۔ ''مَالُكَ إِن لَم یَكُن لَكَ كُنتَ لَهُ فَلَا تَبقَ عَلَیهِ فَإِنَّهُ لَا یَبقَی عَلَیكَ وَ كُلهُ قَبلَ أَن یَأكُلَكَ''؛یعنی تیرا مال اگر تیرے لیے نہ ہوا تو تو اس کے لیے ہو جائے گا، تو اس کے لیے باقی نہ رہ کیوں کہ وہ بھی تیرے لیے باقی نہ رہے گا، تو اس کو کھا جا قبل اس کے کہ وہ تجھ کو کھا جائے۔

معجزات

حضرت امام حسینؑ جب شبِ تاریک میں گھر سے نکلتے تھے تو لوگ آپ کے روئے مبارک کی روشنی میں راہ چلتے تھے (۱)۔

جابر جعفیؒ نے حضرت امام زین العابدینؑ سے روایت کی ہے فرمایا کہ: ایک اعرابی حضرت کی امامت کا امتحان کرنے کی غرض سے مدینہ پہونچا اور پہلے اس نے اپنے آپ کو جنب کیا اس کے بعد حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔

حضرت نے فرمایا: اے اعرابی! حالتِ جنابت میں اپنے امام کے پاس نہ آیا کر! اس نے عرض کیا: مولا میرا مقصد پورا ہو گیا! پھر اس نے جاکر غسل کیا اور امام کی خدمت میں حاضر ہو کر جو کچھ چاہتا تھا سوال کیا (۲)۔

محمد ابن جریر طبری سے کتاب دلائل الامامۃ میں حذیفہؓ سے روایت ہے انھوں نے کہا: میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں حضرت امام حسینؑ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: مجھ کو سرکش بنی امیہ قتل کریں گے جن کا سردار عمرو ابن سعد ہو گا! میں نے پوچھا کہ: آپ کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی خبر دی ہے؟ فرمایا: نہیں پھر میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا ذکر کیا حضرت نے فرمایا: میرا علم اس کا علم ہے اور اس کا علم میرا علم ہے، ہم لوگ کسی امر کے حادث ہونے کے قبل اس کو جانتے ہیں۔

جب بعدِ شہادت اشقیا آپ کا سر کوفہ لے گئے تو آپ کا سر نیزہ پر سورۂ کہف کی تلاوت کر رہا تھا (۳)۔

---

(۱)۔ شواہد النبوۃ، صفحہ ۱۷۴۔

(۲)۔ بحار الانوار، جلد ۱۰، صفحہ ۱۴۲۔

(۳)۔ شواہد النبوۃ، صفحہ ۱۷۶ وغیرہ۔

آپ کی ازواج واولاد

آپ کی پہلی زوجہ جناب شہر بانو بنت یزدجرد ابن شہریار ابن خسرو پرویز ابن ہرمز ابن نوشیرواں عادل شاہ ایران تھیں۔ آپ سے حضرت امام زین العابدینؑ پیدا ہوئے، جناب شہر بانو کربلا میں موجود نہ تھیں آپ کا انتقال پہلے ہی ہو چکا تھا(۱)۔

دوسری زوجہ جناب لیلیٰ بنت ابومرہ ثقفی تھیں، آپ سے حضرت علی اکبرؑ پیدا ہوئے جو کربلا میں شہید ہوئے، تیسری زوجہ قبیلۂ قضاعہ سے تھیں جن سے جناب جعفرؑ پیدا ہوئے، وہ مدینہ میں واقعۂ کربلا کے قبل انتقال کر چکے تھے، چوتھی زوجہ آپ کی جناب رباب بنت امراء القیس تھیں آپ سے جناب سکینہؑ اور جناب علی اصغرؑ پیدا ہوئے جو کربلا میں حرملہ کے تیر سے شہید ہوئے۔

پانچویں زوجہ آپ کی ام اسحاق تھیں جن سے جناب فاطمہ پیدا ہوئیں (۲) ایک صاحب زادی آپ کی فاطمہ صغریٰ جو مدینہ میں رہ گئی تھیں وہ انھیں ازواج میں سے کسی سے پیدا ہوئی تھیں۔

عمرِ شریف

وقتِ شہادت آپ کی عمر ۵۷ سال تھی (۳)۔

آپ کی شہادت کے وقت آپ کی اولاد میں سے صرف ایک امام زین العابدینؑ زندہ بچ گئے تھے خدا نے آپ کی نسل میں برکت عطا فرمائی کہ آپ کی اولاد سے دنیا بھر گئی۔

---

(۱)۔ اثبات الوصیۃ مسعودی، صفحہ ۱۰۹۔

(۲)۔ ارشاد مفید۔

(۳)۔ اثبات الوصیۃ، مسعودی، صفحہ ۱۳۶۔

یزید پندرہ بیٹے چھوڑ کر مرا لیکن آج اس کی نسل سے ایک شخص بھی دنیا میں موجود نہیں ہے یہ ہے خدا کا وعدہ إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ﴿۱﴾ اور إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ﴿۳﴾ (۱)۔

(۱)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۳۱۲۔

حالات سید السّاجدینؑ
حضرت امام زین العابدینؑ

حالات سید السّاجدینؑ
حضرت امام زین العابدینؑ

مسعودی نے لکھاہے کہ: حضرت امام حسینؑ کے بعد ابو محمد حضرت علی ابن الحسینؑ(امام زین العابدینؑ)شدید تقیہ اور سخت دور میں منصب امامت پر فائز ہوئے۔

نصوص امامت

عالم آل محمدؑ نے فرمایا کہ: خداوند عالم نے آیتِ تطہیر حضرت امیر المومنینؑ اور حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کی امامت کے متعلق نازل فرمائی جیسا کہ میں نے حضرت امام حسینؑ کے حالات میں بیان کیا اور آیت ﴿وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ﴾ (۱) خاص حضرت امام زین العابدینؑ کی امامت کے متعلق ہے۔

حضرت جابر ابن عبد اللہ انصاری سے منقول ہے انھوں نے کہا کہ: میں نے ایک روز حضرت فاطمہ زہراؑ کے ہاتھ میں ایک سبز تختی دیکھی مجھ کو گمان ہوا کہ وہ زمرّد کی ہے اس میں ایک سفید کتاب تھی جو سورج کی کرنوں کی طرح منوّر تھی، میں نے عرض کیا کہ: میرے باپ ماں آپ پر قربان ہوں بنت رسولؐ یہ تختی کیسی ہے؟ فرمایا: یہ ایک لوح ہے خداوند عالم نے اپنے نبی

---

(۱)۔ پارہ ۲۱، سورۂ احزاب، آیت ٦۔

کے پاس ہدیہ بھیجا ہے، اس میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت امیر المومنینؑ اور ان کے نورِ نظر حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ اور ان ائمہؑ کے نام ہیں جو نسلِ حسینؑ سے ہوں گے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو عطا کیا ہے اور حکم دیا ہے کہ: اس کی حفاظت کروں! یہ کہہ کر حضرت فاطمہؑ نے وہ لوح میری طرف بڑھادی میں نے اس کو پڑھا اور لکھ لیا اس میں لکھا تھا:

لوحِ فاطمہؑ

یہ کتاب ہے خدائے عزیز و علیم کی طرف سے اس کے رسولؐ اور نور اور سفیر اور حجاب اور دلیل محمدؐ کی طرف روح الامین رب العالمین کی طرف سے جس کو لے کر نازل ہوئے، اے محمدؐ! میرے ناموں کی تعظیم اور میری نعمتوں کا شکر ادا کرو میرے سواء کوئی اللہ نہیں ہے۔ میں جبابرہ کی طاقت کا توڑنے والا اور مظلوموں کی حالت کا بدلنے والا اور قیامت کے دن کا مالک ہوں، جس نے میرے فضل کے سواء کسی سے امید رکھی یا میرے عدل کے علاوہ کسی سے ڈرا اس پر ایسا عذاب کروں گا جیسا عذاب دنیا والوں میں سے کسی پر نہ کروں گا! تم میری ہی عبادت کرو اور مجھ پر بھروسہ کرو! میں نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس کی نبوّت کی مدّت ختم ہونے کے وقت اس کا کوئی وصی نہ بنایا ہو اور ہم نے اے محمدؐ! تم کو اپنے کل انبیاءؑ پر فضیلت عطا کی ہے اور تمہارے وصی علی ابن ابی طالبؑ کو کل اوصیاء پر فضیلت بخشی ہے اور تم کو تمہارے دونوں نواسوں حسنؑ اور حسینؑ کے ذریعہ سے کرامت عطا کی ہے۔ ہم نے حسنؑ کو اپنے علم کا معدن اور حسینؑ کو اپنی وحی کا خازن بنایا اور شہادت کا شرف عطا کیا اور اس پر سعادت ختم کی! وہ سارے شہدائے راہِ خدا سے افضل، اور درجہ میں سب سے بلند کیا ہے۔ ہم نے اس کو اپنا کلمۂ تامہ اور حجّتِ بالغہ عطا کی، ہم اس کی عترت کے ذریعہ سے ثواب وعقاب کریں گے جن میں پہلے سید العابدینؑ ہمارے اولیاء ماسلف کی زینت ہیں اور ان کا بیٹا محمد اپنے جد محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شبیہ ہے جو شگافتہ کرنے والا ہو گا میرے علم

کا اور معدن ہو گا ہماری حکمت کا، اور عنقریب ہلاک ہوں گے شک کرنے والے جعفر کے بارے میں اس کے حکم کارد کرنے والا میرے حکم کارد کرنے والا ہے، میرا قول حتمی ہو چکا ہے کہ ہم بزرگی عطا کریں گے جعفر کو اور ان کے انصار واتباع اور دوستوں میں اس کی منزل بلند کریں گے۔

اس کے بعد اندھے اور تاریک فتنے پیدا ہوں گے اس لیے کہ میرا فرض منقطع نہیں ہو گا نہ میری حجّت پوشیدہ ہو گی نہ میرے اولیاء بدبخت ہوں گے تو جس نے میری حجّتوں میں سے کسی ایک کا بھی انکار کیا اس نے میری نعمت کا انکار کیا اور جس نے میری کتاب کی ایک آیت میں بھی تغیر و تبدل کیا اس نے مجھ پر افترا کیا، ویل ہے افترا اور انکار کرنے والوں پر! وقت گذرنے مدّت امامت میرے بندے اور حبیب اور برگزیدہ موسیٰؑ (کاظمؑ) کی میرے ولی اور ناصر علیؑ (رضاؑ) کی تکذیب کرنے والا میرے کل اولیاء کی تکذیب کرنے والا ہے۔ قتل کرے گا اس کو ایک شیطان متکبر اور دفن کیا جائے گا وہ اس شہر میں جس کو میرے ایک صالح بندہ نے آباد کیا ہو گا ایک بدترین خلق کے پہلو میں۔

میرا حکم ثابت ہو چکا ہے کہ میں اس کے بیٹے محمدؑ (تقیؑ) کے ذریعہ سے اس کی آنکھیں خنک کروں گا جو اس کے بعد اس کا خلیفہ اور وارث علم ہو گا، وہ میرے علم کا معدن اور میرے اسرار کا خزانہ اور میری خلقت پر میری حجّت ہو گا، میں نے جنّت کو اس کی جائے بازگشت بنایا اور اس کو اس کے اہل بیتؑ میں سے ستّر آدمیوں کا شفیع بنایا ہے جو سب جہنّم کے مستحق ہوں گے اور ختم کروں گا سعادت کو اس کے بیٹے علیؑ (نقیؑ) پر جو میرا ولی اور ناصر اور میری مخلوق پر میرا شاہد اور میری وحی کا امانت دار ہو گا۔ پیدا کروں گا میں اس سے اپنی راہ کی طرف دعوت دینے والے اور اپنے علم کے خازن حسنؑ (عسکریؑ) کو پھر کامل کروں گا میں اس کو اس کے بیٹے کے ذریعہ سے جو دنیا والوں کے لیے رحمت ہو گا وہ موسیٰؑ کے کمال اور عیسیٰؑ کے جمال اور ایوب کے صبر کا حامل ہو گا، اس زمانہ میں میرے اولیاء ذلیل ہوں گے ان کے سر ہدیہ بھیجے جائیں گے جس طرح ترک و دیلم

کے سرحد پہ بھیجے جاتے ہیں وہ قتل کیے جائیں گے اور جلائے جائیں گے اور روئے زمین پر خائف ومرعوب ہوں گے زمین ان کے خون سے رنگین کی جائے گی ان کی عورتوں میں ماتم وفریاد کی آوازیں بلند ہوں گی۔

یہی لوگ میرے سچّے اولیاء ہوں گے انھیں کے ذریعہ سے میں تاریک اور بڑے فتنوں کو فرو اور زمانہ کے اضطراب کو ساکن اور قید وبند کی سختیوں کو دور کروں گا، یہی لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی طرف سے صلوات ورحمت ہے اور وہی لوگ ہدایت یافتہ ہوں گے۔

ولادت

روایت کی گئی ہے کہ: ابو محمد علی ابن الحسین (زین العابدینؑ) سنہ ۳۸ھ میں پیدا ہوئے، آپ کی والدہ فارس کے آخری بادشاہ کی لڑکی شاہ جہاں بنت یزدجرد ابن شہریار تھیں، ان کا قصّہ یہ ہے کہ وہ اور ان کی بہن عمر ابن خطاب کے عہد خلافت میں اسیر ہو کر آئیں تو عمر نے دوسری عورتوں کے ساتھ جو قید ہو کر آئی تھیں ان کے فروخت کرنے کا حکم دیا یہ سُن کر حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ: بادشاہوں کی لڑکیاں بازار میں فروخت نہیں کی جاتیں! تو عمر نے انصار کی عورتوں سے کسی سے کہا کہ: ان کو انصار ومہاجرین پر پیش کرو کہ یہ جس سے چاہیں شادی کرلیں اتفاقاً حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ ادھر آ گئے اور ان دونوں نے دونوں لڑکیوں سے شادی کی خواہش کی ان لڑکیوں نے کہا کہ: ہم ان دونوں کے سوا کسی سے شادی نہ کریں گے تو حضرت امام حسنؑ سے شہر بانو کی اور حضرت امام حسینؑ سے شاہ جہاں کی شادی ہو گئی شادی کے بعد حضرت امیر المومنینؑ نے حضرت امام حسینؑ سے فرمایا کہ: اس لڑکی کا خیال رکھنا اور شفقت سے پیش آنا اس سے ایک بچہ پیدا ہو گا جو بہترین اہل زمین ہو گا۔

اس کے بطن سے حضرت علی ابن الحسینؑ (زین العابدینؑ) پیدا ہوئے آپ کی پیدائش اور نشو ونما بھی اسی طرح ہوئی جس طرح آپ کے آباؤاجداد کی ہوئی۔

حضرت امام زین العابدینؑ کی والدہ کے متعلق تاریخوں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ پہلا اختلاف تو ان کے نام میں ہے کسی نے ان کا نام شہر بانو لکھا ہے کسی نے شاہ زنان۔

مسعودی نے شاہ جہاں، کسی نے غزالہ، کسی نے خولہ وغیرہ لکھا ہے، لیکن زیادہ قوی قول یہی ہے کہ آپ کا نام شاہ زنان تھا جیسا کہ طبرسیؒ نے اعلام الوریٰ میں لکھا ہے۔

دوسرا اختلاف اس میں ہے کہ آپ ایران سے کب آئیں؟ مسعودی نے اثبات الوصیۃ میں اور زمخشری نے ربیع الابرار میں اور ابن خلکان نے لکھا ہے کہ: حضرت عمر کے عہد میں آئیں لیکن شبلی نے الفاروق، صفحہ ۱۷۲ میں اس کی نفی کی ہے لکھا ہے کہ: اس غلط قصّہ کی حقیقت یہ ہے کہ زمخشری نے جس کو فنِ تاریخ سے کچھ واسطہ نہیں، ربیع الابرار میں اس کو لکھا ہے اور ابن خلکان نے امام زین العابدینؑ کے حال میں یہ روایت اس کے حوالہ سے نقل کر دی لیکن یہ محض غلط ہے اولاً تو زمخشری کے سوا طبری ابن اثیر، یعقوبی، بلاذری، ابن قتیبہ وغیرہ کسی نے اس واقعہ کو نہیں لکھا اور زمخشری کا فنِ تاریخ میں جو پایہ ہے وہ ظاہر ہے اس کے علاوہ تاریخی قرائن اس کے خلاف ہیں، حضرت عمر کے عہد میں یزدجرد اور خاندانِ شاہی پر مسلمانوں کو مطلق قابو نہیں حاصل ہوا مدائن کے معرکہ میں یزدجرد مع تمام اہل وعیال کے دارالسلطنت سے نکلا اور حلوان پہونچا جب مسلمان حلوان پر چڑھے تو اصفہان بھاگ گیا پھر کرمان وغیرہ میں ٹکراتا پھرا مرو میں پہونچ کر ۳۰؁ھ میں جو حضرت عثمان کی خلافت کا زمانہ تھا مارا گیا اس کی اولاد اگر گرفتار ہوئی ہو گی تو اسی وقت گرفتار ہوئی ہو گی۔

اس کے علاوہ جس وقت کا یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے اس وقت امام حسینؑ کی عمر ۱۲ سال تھی کیونکہ جناب ممدوح ہجرت کے پانچویں سال پیدا ہوئے اور فارس ۱۷؁ھ میں فتح ہوا اس لیے یہ امر بھی کسی قدر مستبعد ہے کہ حضرت علیؑ نے ان کی نابالغی میں ان پر اس قسم کی عنایت کی ہو گی۔

مولانا سید علی حیدر صاحب طاب ثراہ نے اس واقعہ کے غلط ہونے کا ایک قوی قرینہ یہ بھی لکھا ہے کہ: ۱۶ھ میں اگرچہ حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ دونوں نابالغ تھے لیکن اگر حضرت امیر المومنینؑ نے ایسی عنایت کی بھی تو حضرت امام حسنؑ سے ان کی شادی کر دیتے کیونکہ وہ پھر بھی بڑے تھے اور بڑے کی شادی کی فکر پہلے کی جاتی ہے۔

میں عرض کرتا ہوں کہ: اس قصّہ کے غلط ہونے کا ایک قوی قرینہ یہ بھی ہے کہ اگر فرض کر لیا جائے کہ جناب شہر بانو ۱۷ھ میں عہد عمر میں آئیں اور ان کی شادی امام حسینؑ سے کر دی گئی جب کہ آپ کی عمر صرف بارہ سال تھی پھر ۲۰ھ میں آپ بالغ ہوئے تو لازم آتا ہے کہ اس وقت سے ۳۸ھ تک جناب شہر بانو سترہ برس لاولد رہیں کیونکہ آپ کی پہلی اولاد حضرت امام زین العابدینؑ تھے جو ۳۸ھ میں پیدا ہوئے اور یہ بات بہت بعید ہے۔

دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ نے اپنے عہدِ خلافت میں حریث ابن جابر جعفی کو خراساں کا گورنر بنا کر بھیجا تو حریث کے یزدجرد کی دو بیٹیاں ایران سے گرفتار کر کے حضرت کی خدمت میں بھیجیں شہر بانو اور گیہان بانو تو حضرت نے شہر بانو کی شادی حضرت امام حسینؑ سے اور گیہان بانو کی شادی محمد ابن ابو بکر سے کر دی شہر بانو سے حضرت امام زین العابدینؑ اور گیہان بانو سے قاسم ابن محمد ابن ابو بکر پیدا ہوئے (۱)۔

حضرت امیر المومنینؑ ۳۶ھ میں خلیفہ ہوئے اس وقت حضرت امام حسینؑ بھی تیس سال کے ہو چکے تھے اور امام زین العابدینؑ کی پیدائش ۳۸ھ پندرہ جمادی الاولیٰ کو مدینۂ منوّرہ میں ہوئی۔

(۱)۔ روضۃ الصفا، جلد ۳، صفحہ ۹ مطبوعہ نولکشور و کشف الغمّہ صفحہ ۲۰۱ چھاپہ ایران و اعلام الوریٰ، صفحہ ۱۵۱ و جامع التواریخ، صفحہ ۱۴۹ وغیرہ۔

آپ کا خاندانی شرف

عربی شاعر ابو الاسود دوئلی نے حضرت امام زین العابدینؑ کی مدح میں کہا ہے کہ:

اِنَّ غُلا مًابَینَ کِسرَیٰ وھاشِم
لَاَکرَم مَن نِیطَت عَلَیه التمائم

کیا کہنا اس لڑکے کا جس کے دادا رسولؐ ہاشمی اور نانا کسریٰ انوشیرواں ہوں وہ شریف تر ہے ان کل بچوں سے جن کو حفاظت کا تعویذ باندھا جاتا ہے(۱)۔

ابن خلکان نے لکھا ہے کہ: حضرت امام زین العابدینؑ کو لوگ ابن الخیر تین کہتے تھے کیونکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: خداوند عالم نے اقوام عالم میں دو قوموں کو زیادہ شرف بخشا ہے عرب میں قریش کو اور عجم میں فارس کو(۲)۔

آپ کے القاب

مسعودی نے لکھا ہے کہ: حضرت علی ابن الحسینؑ کو سید العابدینؑ کہا جاتا تھا کیونکہ آپ روز و شب میں ایک ہزار رکعت نمازیں پڑھتے تھے۔

آپ کا مشہور لقب زین العابدینؑ ہے، یہ لقب آپ کا اس طرح پڑا کہ ایک روز آپ نماز تہجد میں مشغول تھے کہ شیطان ایک اژدہے کی صورت میں آیا تا کہ آپ کی نماز میں خلل ڈالے لیکن آپ نے کچھ خوف نہ کیا اور عبادت پروردگار میں مشغول رہے تو اس نے بڑھ کر آپ کے پائے مبارک کا انگوٹھا اپنے منہ میں لے لیا پھر بھی آپ نے پرواہ نہ کی تو اس نے انگوٹھا چبالیا لیکن حضرت کو خبر تک نہ ہوئی اور اسی خضوع و خشوع کے ساتھ نماز میں مشغول رہے جب آپ نماز

---

(۱)۔ ربیع الابرار زمخشری و اصول کافی کتاب الحجۃ۔

(۲)۔ ابن خلکان، صفحہ ۳۲۰۔

سے فارغ ہوئے تو اس کے منہ پر طمانچہ مارا وہ بھاگا اس کے بعد آپ نے سنا کہ کسی نے آواز دی کہ: ''**انت زین العابدین**''یعنی تم عبادت کرنے والوں کی زینت ہو (١)۔

عمران ابن سلیم سے روایت ہے کہ سفیان ابن عینیہ نے علامہ زہری سے پوچھا کہ: لوگ علی ابن الحسینؑ کو زین العابدینؑ کیوں کہتے ہیں؟ انھوں نے کہا کہ: سعید ابن مسیب نے جناب ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: روزِ قیامت ایک منادی آواز دے گا کہ کہاں ہیں زین العابدینؑ؟ تو میرا فرزند علی ابن الحسینؑ اہل محشر کے صفوف سے جھومتا ہوا نکلے گا (٢)۔

آپ کا لقب ذوالثفنات بھی ہے، یہ لقب اس سبب سے پڑا کہ کثرت سجود کے سبب سے آپ کی جبین مبارک پر اونٹ کے گھٹنوں جیسا گھٹہ پڑ گیا تھا (٣) یہ گھٹّے سال میں دومرتبہ کاٹے جاتے تھے (۴)۔

علاوہ ان کے آپ کے القابات سید الساجدینؑ، وارث علم النبیینؑ، امام المومنینؑ، سید العابدینؑ عابدؑ و سجّادؑ وغیرہ بہت سے ہیں۔

حلیۂ مبارک

کثرت عبادت وزھد نے آپ کو نہایت نحیف ولاغر اندام کر دیا تھا (۵)۔ آپ گندمی رنگ، میانہ قدو قامت کے نحیف وزار تھے (٦)۔

---

(١)۔ شواہد النبوت، صفحہ ١٧٨ و کشف الغمہ وغیرہ۔

(٢)۔ بحار، جلد ١١، صفحہ ٢۔

(٣)۔ اعلام الوریٰ، صفحہ ١٥١۔

(۴)۔ بحار جلد ١١، صفحہ ٣۔

(۵)۔ وسیلۃ النجاۃ، صفحہ ٣٢٧۔

(٦)۔ نورالابصار، صفحہ ١٢٦۔

ہیبت

حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے بعد اہل مدینہ نے جب یزید کی بیعت توڑ دی تو اس نے فوج بھیج کر مدینہ کو تاراج کیا، تین روز تک مدینہ میں قتل عام ہوا لوگوں کا مال واسباب لوٹا گیا، سات سو قاری قرآن اور بہت سے صحابہ قتل کیے گئے اس کی فوج نے بہت سی کنواری لڑکیوں کی آبرو برباد کی، مسجدِ رسولؐ میں گھوڑے باندھے گئے، غرض سواء محلہ بنی ہاشم کے سارا مدینہ غارت کیا گیا جب حضرت امام زین العابدینؑ فوجِ یزید کے سردار مسلم ابن عقبہ کے سامنے لائے گئے تو وہ ہیبت سے کانپنے لگا اور تعظیم کے لیے کھڑا ہو گیا اور حضرت کو اپنے پہلو میں بٹھلایا حضرت کے واپس جانے کے بعد لوگوں نے اس کا سبب پوچھا؟ تو کہا کہ: حضرت کو دیکھ کر مجھ پر ایسا رعب غالب ہوا کہ تعظیم پر مجبور ہو گیا(۱)۔

شجاعت

اسراء اہل بیتؑ جب کوفہ میں ابن زیاد کے دربار میں پیش کیے گئے تو ابن زیاد نے حضرت امام زین العابدینؑ سے پوچھا کہ: تمہارا کیا نام ہے؟ حضرت نے فرمایا: علی ابن الحسینؑ، اس نے کہا کہ: خدا نے علی ابن الحسینؑ کو قتل نہیں کیا؟ حضرت نے فرمایا: وہ میرے بھائی علیؑ تھے جن کو لوگوں نے قتل کیا، ابن زیاد نے کہا: نہیں بلکہ خدا نے قتل کیا، حضرت نے فرمایا کہ: ان کو قتل تو انسانوں نے کیا لیکن مرنے کے وقت روح خدا ہی قبض کرتا ہے ﴿اللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا﴾(۲)۔

---

(۱)۔ مروج الذھب مسعودی بر حاشیہ کامل جلد ۶، صفحہ ۱۵۰۔

(۲)۔ سورۂ زمر، آیت ۴۲، پارہ ۲۴۔

ابن زیاد کو حضرت کے اس جواب پر غصّہ آگیا اوراس نے کہا کہ: تم میں اب بھی میرا جواب دینے کی جرأت باقی ہے پھر جلّاد کو حکم دیا کہ: ان کا سر کاٹ لو یہ سُن کر حضرت زینبؑ بے تاب ہوگئیں اور دوڑ کر بیمار بھتیجے سے لپٹ گئیں اور فرمایا کہ: ان کے ساتھ مجھ کو بھی قتل کر دو امام نے عرض کیا: پھوپھی مجھ کو چھوڑ دیجئے اور اس کا جواب دینے دیجئے! پھر فرمایا کہ: ابن زیاد تو مجھ کو موت سے ڈراتا ہے موت تو ہماری عادت اور شہادت ہماری فضیلت ہے (۱)۔

ابن زیاد نے سمجھا تھا کہ جس کا سارا کنبہ اس کی آنکھوں کے سامنے میں نے قتل کر دیا اور خود زنجیروں میں جکڑا ہوا میرے سامنے کھڑا ہے وہ میری ہیبت سے مجھ سے نظر برابر کرنے کی بھی جرأت نہ کر سکے گا لیکن وہ اس بات کو بھول گیا تھا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نورِ نظر اور اسد اللہ کا پوتا ہے اور اس باپ کا بیٹا ہے جس کی جرأت واستقلال نے اس کے قدموں پر ظلم و استبداد و جبروت کا سر جھکا دیا۔

اسی طرح آپ نے یزید کے دربار میں یزید کو جوابات دیے اور ایسے جوابات دیئے کہ یزید کی آنکھوں میں دنیا تاریک ہوگئی۔

مسعودی نے لکھا ہے کہ: بعد شہادت امام حسینؑ حضرت امام زین العابدینؑ یزید کے دربار میں لائے گئے، اس وقت آپ کے صاحب زادے امام محمد باقرؑ دو سال کے تھے اور وہ بھی ساتھ تھے جب یزید نے حضرت کو دیکھا تو کہا کہ: اے علیؑ! تم نے دیکھا جو کچھ ہوا؟ فرمایا: ہاں۔ خدا نے خلقتِ آسمان و زمین کے قبل جو باتیں مقدر فرمائی تھی دیکھا، یہ سُن کر یزید نے اپنے ہم نشینوں سے پوچھا کہ: زین العابدینؑ کے متعلق تم لوگوں کی کیا رائے ہے؟ تو انھوں نے حضرت کے قتل کا مشورہ دیا، حضرت نے فرمایا کہ: اے یزید! تیرے ہم نشینوں نے فرعون کے ہم نشینوں کے خلاف مشورہ دیا جب کہ فرعون نے ان سے حضرت موسیٰؑ اور ہارون کے متعلق مشورہ چاہا تو انھوں نے کہا کہ: موسیٰ

(۱)۔ بحار الانوار، جلد ۱۰، صفحہ ۲۲۰۔

اور ان کے بھائی کو چھوڑ دے، یزید نے پوچھا: اس کا سبب کیا ہے؟ فرمایا: سبب یہ ہے کہ وہ لوگ رشید تھے اور یہ غیرِ رشید ہیں اور انبیاءؑ واولادِ انبیاءؑ کو سواء ولد الزنا کے کوئی قتل نہیں کرتا یہ سُن کر یزید تھوڑی دیر سر جھکا کر سوچنے لگا پھر کہا کہ: ان لوگوں کو دربار سے لے جاؤ!

صبر

کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام تک جو مصائب آپ نے جھیلے اور آنکھوں سے دیکھے کسی دل میں اس کے سننے کی طاقت نہیں ہے لیکن یہ حضرت سید سجّادؑ کا صبر تھا کہ آپ نے دیکھا لیکن آپ کے پائے ثبات واستقلال میں لغزش نہیں پیدا ہوئی نہ امّت کے لیے کلمۂ بد زبان سے نکالا۔

حِلم

حضرت زین العابدینؑ نے نہ کبھی کسی کی بے ادبی و گستاخی کا سخت جواب دیا نہ کبھی کسی سے انتقام لیا بلکہ آپ ہمیشہ بدی کا جواب نیکی سے دیتے تھے، ایک شخص نے آپ پر ایک جھوٹا الزام لگایا اور بہتان رکھا حضرت نے فرمایا کہ: اگر میں ایسا ہوں جیسا کہ تو کہہ رہا ہے تو خدا کی بارگاہ میں استغفار کرتا ہوں اور اگر ایسا نہیں ہوں تو خدا سے دعا کرتا ہوں کہ تجھ کو بخش دے وہ شخص یہ سُن کر بڑھا اور حضرت کی پیشانی مبارک پر بوسہ دیا اور کہا کہ: مجھ کو معاف فرمایئے! میرے باپ ماں آپ پر قربان ہوں آپ ان باتوں سے پاک ہیں جو میں نے کہیں، بے شک آپ کا خاندان لائقِ نبوّت وامامت ہے (۱)۔

ایک روز آپ مسجد سے نکلے ناگاہ ایک شخص آپ کو گالیاں دینے لگا آپ کے غلام بڑھے کہ اس کو بے ادبی کی سزا دیں لیکن آپ نے ان کو روک دیا اور اس سے فرمایا کہ: بھائی میرے

---

(۱)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۳۲۹۔

جو عیوب پوشیدہ ہیں وہ اس سے بہت زیادہ ہیں جو تم کہہ رہے ہو وہ یہ جواب سُن کر شرمندہ ہوا۔ پھر حضرت اس کو اپنے گھر لائے اور کچھ قیمتی کملی اور پانچ ہزار درہم اس کو دیئے۔ چیزیں پاکر اس نے کہا کہ: میں گواہی دیتاہوں کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عترت ہیں (۱)۔

عِلم

امام زہری جو جلیل ترین اور اوثق واعلم علمائے اہل سنّت سے ہیں کہتے ہیں: میں نے قریش کے خاندان میں حضرت علی ابن الحسینؑ سے بہتر اور افضل کسی کو نہیں پایا، اور فصل الخطاب میں ہے کہ آپ نہایت درجہ ثقہ اور مامون الروایت تھے اور آپ کی جلالت قدر اور کثرت علم و کمال پر امّت کا اجماع اور اتفاق ہے (۲)۔

علامہ شبلنجی نے امام زہری اور ابن عینیہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ: ہم نے حضرت امام زین العابدینؑ سے افضل اور ان سے بڑا فقیہ اور متقی وپرہیز گار کسی کو نہیں پایا(۳)۔

ملا مبین صاحب نے لکھا ہے کہ: حضرت سے بہت کثرت سے حدیثیں منقول ہیں اور آپ سے ابو سلمہ ابن عبد الرحمٰن اور یحییٰ انصاری اور امام زہری اور ابو الزیاد اور زید ابن اسلم اور حضرت امام محمد باقرؑ اور دیگر بہت سے رواۃ نے حدیثیں روایت کی ہیں اور امام زہری سے جتنی صحیح السند حدیثیں منقول ہیں سب امام زین العابدینؑ سے مروی ہیں (۴)۔

محمد ابن منکدر نے کہا کہ: میں سمجھتا تھا کہ حضرت امام زین العابدینؑ کے بعد آپ کی اولاد میں کوئی آپ جیسا نہیں ہو گا لیکن امام محمد باقرؑ کو دیکھ کر میں سمجھا کہ میرا خیال غلط تھا(۵)۔

---

(۱)۔ نور الابصار، صفحہ ۱۴۸۔

(۲)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۳۲۶۔

(۳)۔ نور الابصار جلد ۱، صفحہ ۱۲۶۔

(۴)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۳۲۶۔

(۵)۔ اتحاف، صفحہ ۵۳۔

آپ کی معرفت

آپ کی معرفت وعبادت وزہدو تقویٰ وکمالات علمیہ واخلاق فاضلہ کے سمجھنے کے لیے آپ کی دعاؤں کا نہایت درجہ صحیح السند مجموعہ صحیفۂ کاملہ موجود ہے جس کو زبورِ آلِ محمدؑ بھی کہتے ہیں جس کا بہت سی زبانوں میں ترجمہ اور بہت سی شرحیں ہوچکی ہیں اس صحیفہ کی مدح و ثنا سے زبانیں گنگ اور عقلیں متحیر ہیں لیکن افسوس کہ عام مسلمان اس نعمت سے محروم ہیں۔

آپ کی عبادت

گذر چکا کہ آپ روزوشب میں ایک ہزار رکعت نمازیں پڑھتے تھے جب آپ وضو کرتے تھے تو چہرۂ مبارک کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا اور جسم میں لرزہ پڑ جاتا تھا جب لوگوں نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ: تم لوگ جانتے نہیں کہ کس کی بارگاہ میں کھڑا ہونا ہے۔

ایک روز آپ عبادت خدا میں مشغول تھے کہ گھر میں آگ لگ گئی۔ ہر چند لوگوں نے شور کیا کہ یابن رسول اللہؐ! گھر میں آگ لگ گئی لیکن آپ نے سجدہ سے سر نہیں اٹھایا یہاں تک کہ آگ بجھ گئی تو لوگوں نے بعد نماز آپ سے پوچھا کہ: گھر میں آگ لگ گئی تھی اور آپ بالکل غافل تھے؟! فرمایا کہ: آخرت کی آگ نے مجھ کو دنیا کی آگ سے غافل کر دیا تھا۔

ایک مرتبہ آپ نماز میں مشغول تھے کہ آپ کے صاحب زادے حضرت امام محمد باقرؑ جو ابھی بہت بچّے تھے کنویں میں گر گئے شور ہوا کہ بچہ کنویں میں گر گیا اور حضرت امام محمد باقرؑ کی والدہ حد سے زیادہ بے قرار و بے تاب ہوئیں کبھی کنویں میں رسّی ڈالتیں کبھی شور کرتیں لیکن حضرت امام زین العابدینؑ نے بالکل پروانہ کی اور نماز میں اسی سکون واطمینان کے ساتھ مشغول رہے۔ آخر امام محمد باقرؑ کی والدہ نے کہا کہ: اے اہل بیتِ رسولؐ! آپ لوگوں کے دل بہت سخت ہیں۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو بہت سکون کے ساتھ کنویں کے پاس تشریف لائے اور

کنویں کی سطح کی طرف دستِ مبارک بڑھایا پانی اونچا ہوا اور آپ نے امام محمد باقرؑ کو نکال لیا اور ان کی والدۂ ماجدہ کی گود میں دے دیا اور فرمایا کہ: تم کو معلوم نہیں تھا کہ میں خدائے جبّار کی بارگاہ میں کھڑا تھا اگر میں اس کی طرف سے منہ موڑ لیتا تو شاید وہ بھی میری جانب سے منہ پھیر لیتا(۱)۔

حضرت کی کثرت عبادت و خضوع و خشوع کے کچھ واقعات پہلے گذر چکے، زبان و قلم میں طاقت کہاں کہ محمد وآل محمدؑ کے فضائل و کمالات کا احصا کر سکے، نمونہ کے طور پر صرف چند باتیں لکھی جاتی ہیں تا کہ پڑھنے والے آل رسولؐ کی عظمت کا کچھ اندازہ لگا سکیں۔

اگرچہ آل رسولؐ کی عظمت کے مٹانے کی کوئی امکانی تدبیر چھوڑی نہیں گئی جن فضائل کا انکار ممکن تھا ان کا انکار کیا گیا جن کا انکار ممکن نہ تھا ان کے مقابلہ میں ان سے بڑھ کر فضائل و کمالات غیروں کے لیے بنا دیئے گئے، دعویٰ کر لینا کوئی مشکل کام نہیں، لیکن جھوٹ جھوٹ ہے سچ سچ ہے باطل باطل ہے اور حق حق ہے۔ اہل بیتِ رسولؐ کے جو فضائل و کمالات لکھے جا رہے ہیں یہ ان لوگوں کے بیان کردہ اور ان لوگوں کے لیے لائے اور پہونچائے ہوئے ہیں جنھوں نے ان کو قتل کیا، لوٹا ان کے گھروں میں آگ لگائی ان کے دشمنوں کی فوج میں داخل ہوئے، اہل بیتؑ کو گھٹایا ان کے دشمنوں کو بڑھایا ائمہ اہل بیتؑ کی امامت و خلافت کے منکر ہوئے، لہٰذا ان واقعات کی صداقت میں شک و شبہہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ دوست اور دشمن سب کے مانے ہوئے واقعات ہیں، کیا ایسے فضائل کسی اور کے بھی دنیا پیش کر سکتی ہے یہ تھے خلفائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور یہ تھے سفن نجات جن سے تمسک کرنے والے خدا تک پہونچیں گے نہ کہ مسولینی اور ہٹلر اور مسٹر چرچل۔

حضرت کا کثرت گریہ وبکا

سید العابدینؑ نے ایک مسجد بنا رکھی تھی نصف شب کے بعد جب دنیا بستر راحت پر محو خواب ہوتی تھی آپ مسجد میں آکر بلند آواز سے دعا و مناجات فرماتے تھے اور خدا کی بارگاہ میں

---

(۱)۔ مناقب، جلد ۴، صفحہ ۱۰۹۔

عرض کرتے تھے کہ: بار خدایا! ہول قیامت اور روزِ نشور تیرے سامنے کھڑے ہونے کے خوف نے مجھ کو تکیہ لگانے اور فرشِ خواب پر آرام کرنے سے روک رکھا ہے۔ اس کے بعد زمین پر جھک کر اپنا رخسار مبارک خاک پر رکھ دیتے تھے اور روتے تھے [اتنا] روتے تھے یہاں تک کہ آپ کے نالہ وآہ وزاری کی آواز سن کر آپ کے گھر کے لوگ آپ کے گرد جمع ہو جاتے تھے اور آپ کے حال پر روتے تھے لیکن آپ ان کی طرف بالکل التفات نہ فرماتے تھے آپ آہ کھینچتے تھے اور فرماتے تھے کہ: اے پروردگار! میں تجھ سے روح وریحان کا سوال کرتا ہوں، الٰہی تو مجھ سے راضی ہو جب میں تجھ سے مِلوں۔

طاؤس یمانی کا بیان ہے کہ: ایک رات میں حجر اسود کے پاس موجود تھا کہ دیکھا کہ حضرت امام زین العابدینؑ تشریف لائے میں نے اپنے دل میں کہا کہ: یہ ایک مرد صالح ہیں خاندانِ رسالت سے ان کی دعا سنوں، میں یہ سوچ کر بیٹھ گیا حضرت تشریف لائے اور پہلے نماز پڑھی پھر اپنا رخسار خاک پر رکھ دیا اور عرض کرنے لگے: **عُبَیْدُکَ بِفِنائِکَ، مِسْکِیْنُکَ بِفِنائِکَ، سائِلُکَ بِفِنائِکَ**۔ طاؤس نے کہا کہ: میں نے اس دعا کو یاد کر لیا اور جس رنج وغم ومصیبت میں میں نے ان الفاظ کے ساتھ دعا کی وہ رنج راحت وآرام سے بدل گیا۔

اہل سنّت کے جلیل القدر وثقہ محدّث ابوسعید اصمعی بیان کرتے ہیں کہ ایک شب میں طواف میں مشغول تھا چاندنی شب تھی ناگاہ ایک نہایت دردناک آواز سنی کہ میں بے تاب ہو کر اس کی طرف دوڑ پڑا دیکھا کہ ایک نہایت خوش رو اور خوش خو جوان جس کی جبین سے آثار خیر وصلاح ظاہر تھے اور دوش پر دو گیسو مشک بار لٹکے ہوئے تھے، نہایت بے قراری کے ساتھ کعبہ محترم کا پردہ پکڑے گریہ وزاری کر رہا تھا اور کہتا تھا: اے سید و مولا! میرے آنکھیں محو خواب ہو گئیں اور ستارے ڈوب گئے اور تو اے بادشاہ ومالک کائنات زندہ اور قائم ہے بادشاہوں نے اپنے قصر کے دروازے بند کر لیے اور ان پر دربان بٹھلا دیئے اور ہر محبوب اپنے محبوب سے بغل گیر

ہو گیا لیکن تیرا دروازہ کھٹکھٹاتا ہوں ایک گنہگار و فقیر و محتاج و مسکین و تبہ کار تیری ڈیوڑھی پر تیری رحمت کا امیدوار ہو کر آیا ہے اے رحیم! اے ارحم الراحمین! مجھ پر نظر لطف فرما!

پھر حضرت نے چند شعر پڑھے جن کا مضمون یہ تھا:

"اے تاریکی شب میں بے قرار و مضطر کی دعا کے سننے والے! اور اے امراض و فتن کے دور کرنے والے! اور اے بلاو محن سے نجات دینے والے! سو گئے تیرے گھر کے گرد بسنے والے! لیکن اے قیوم! تیری چشمِ عنایت پر نیند غالب نہیں ہوتی اگر تیری بخشش نیک اعمال اور صالح بندوں کے ساتھ مخصوص ہو جائے تو تیرے گنہگار بندوں کا ٹھکانا کہاں ہو گا؟ سوال کرتا ہوں میں تیری بارگاہ میں اے پروردگار میرے! اور اے میرے مولا! میری آہ و بکا پر رحم فرما! تجھ کو واسطہ اس بیت و حرم کا اے ارحم الرحمین! تیرا نام غفور ہے بخش دے میرے گناہوں کو اور درگذر فرما اے اکرم الاکرمین! پھر حضرت نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند فرمائے اور عرض کیا کہ: الٰہی میں نے اگر علم و معرفت کے ساتھ تیری اطاعت کی تو یہ مجھ پر تیرا احسان ہے اور اگر میں نے نافرمانی کی تو مجھ پر تیری حجّت ثابت ہے میرے حال پر رحم فرما! اور مجھ کو بخش دے! اور مجھ کو بہشت میں میرے جد حضرت رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے محروم نہ کر!"۔

پھر حضرت نے کچھ شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:
"اے خدا! دنیا اچھی نہیں ہے لیکن تیرے ذکر کے ساتھ اور آخرت اچھی نہیں ہے مگر تیری بخشش کے ساتھ، دن اچھے نہیں ہیں لیکن تیری عبادت کے ساتھ اور راتیں اچھی نہیں ہیں لیکن تیری مناجات کے ساتھ اور انسان اچھے نہیں ہیں لیکن تیری محبت کے ساتھ اور جنّت اچھی نہیں ہے لیکن تیری بخشش کے ساتھ اے خدا! دنیا اور عقبیٰ سب تیرے لیے ہے، بندوں کی

نیکیاں تجھ کو کوئی فائدہ نہیں پہونچاتیں اور ان کی معصیت اور گناہ تجھ کو کوئی نقصان نہیں پہونچاتے تو اے میرے اللہ! مجھ کو وہ باتیں عطا فرما جن سے تجھ کو کوئی فائدہ نہیں حاصل ہوتا اور میرے ان گناہوں کو بخش دے جن سے تجھ کو کوئی نقصان نہیں پہونچتا"۔

پھر آپ نے چند اشعار پڑھے، اسی طرح آپ مناجات کرتے رہے یہاں تک کہ غش کھا کر منہ کے بل خاک پر گر پڑے، اصمعی کہتے ہیں کہ: میں نے بڑھ کر حضرت کا سر مبارک اپنی گود میں لے لیا اور حضرت کی حالت پر بہت رویا، جب میرے قطراتِ اشک حضرت کے روئے مبارک پر پڑے تو ہوش میں آئے اور فرمایا:

کون ہے جس نے مجھ کو میرے مولا کی یاد سے روک دیا؟ میں نے عرض کیا: میں ہوں اصمعی اے میرے سید و مولا و آقا! اے میرے آقا! آپ اہل بیتِ رسالت و معدن رسالت سے ہیں، آپ کی شان میں خدا نے آیتِ تطہیر نازل فرمائی ہے (یعنی خدا نے آپ لوگوں کو ہر طرح کی ظاہری و باطنی گندگی و پلیدی سے پاک کیا ہے) یہ گریہ وزاری کیوں ہے؟

فرمایا: اے اصمعی! تمہارا خیال کہاں ہے؟ خدا نے جنّت فرماں برداروں کے لیے پیدا کی ہے، اگرچہ غلام حبشی ہو اور جہنّم گنہگاروں کے لیے خلق فرمائی ہے اگرچہ وہ قریشی و ہاشمی ہو جس کے اعمال نیک کا پلّہ بھاری ہو گا وہ نجات پائے گا۔

اصمعی کہتے ہیں کہ: یہ فرما کر حضرت پھر مناجات(۱) میں مشغول ہو گئے اور میں حضرت کو ان کی حالت پر چھوڑ کر روانہ ہو گیا آپ کی حالت کے دیکھنے کی تاب نہ لاسکا(۲)۔

حضرت امامؑ کے حبشی غلام کا مرتبہ

مسعودی نے لکھا ہے کہ: سعید ابن مسیب سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ سخت خشک سالی ہوئی تو میں نے ایک روز ایک غلام حبشی کو ایک ٹیلے پر تنہا کھڑا دیکھا جب میں اس کے قریب گیا تو دیکھا کہ وہ زیرِلب کچھ کہہ رہا ہے ابھی اس کی دعا تمام نہیں ہوئی تھی کہ ابر اٹھا وہ ابر کو دیکھ کر حمد خدا بجالایا اور ایک طرف روانہ ہو گیا میں بھی اس کے پیچھے روانہ ہوا، اتنے میں بارش ہونے لگی اور دنیا سیر و سیر اب ہو گئی، میں نے دیکھا کہ وہ حضرت امام زین العابدینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا

(۱)۔انھیں خاصانِ خدا کی توبہ و استغفار و مناجات نے آج ہم کو شان عبدیت و معبودیت اور بار گاہِ احدیث میں توبہ و استغفار و مناجات کا طریقہ بتایا اگر یہ حضرات اس خدائے عظیم کی بار گاہ میں عاجزی و بندگی کا اظہار نہ فرماتے تو آج ہم نہ تو خدا اور اس کے حقوق کو پہچانتے نہ ہم کو توبہ واستغفار اور اس سے مناجات کرنے کے لیے الفاظ ملتے جیسا کہ طاؤس یمانی کا بیان ابھی گذرا کہ انھوں نے کہا کہ: میں نے امام زین العابدینؑ کو دیکھ کر اپنے دل میں کہا کہ: یہ ایک مرد صالح ہیں خاندانِ رسالت سے ان کی دعا مسنون یہ سوچ کر بیٹھ گیا اور سنا کہ حضرت خاک پر رُخسار رکھ کر بار گاہِ خدا میں عرض کر رہے ہیں کہ: **عُبَیْدُکَ بِفِنائِکَ، مِسْکِیْنُکَ بِفِنائِکَ، سائِلُکَ بِفِنائِکَ**، تو میں نے اس دعا کو یاد کر لیا اور جس رنج و غم و مصیبت میں میں نے ان الفاظ کے ساتھ دعا کی وہ رنج راحت و آرام سے بدل گیا، اور جیسا کہ آپ نے اصمعی کو اپنی مناجات اور اپنے عمل سے نصیحتیں فرمائیں جس سے خود اصمعی نے اور ہزاروں خدا کے بندوں نے نور معرفت و عبادت حاصل کیا اور حاصل کرتے رہیں گے، حضرت کی دعاؤں کا مجموعہ جس کا نام صحیفۂ کاملہ ہے، انوار معرفت کا خزانہ اور قربت پروردگار حاصل کرنے کا زینہ ہے لیکن افسوس کہ عام مسلمان اس کی برکات سے محروم ہیں۔ اور علاوہ اس ہدایت و تعلیم کے خدا کی بار گاہ میں اپنی عبادت کو قلیل اور اس کے حقوق کی ادائیگی میں اپنے آپ کو مجرم و کوتاہ سمجھنا یہ بھی ایک عظیم الشان عبادت اور شان عبدیت ہے خدا کی نعمتوں کا شکریہ کون ادا کر سکتا ہے جو سر اس کی بار گاہ میں جھکایا جائے اسی کا عطیہ ہے اور جس زبان سے اس کی حمد کی جائے اسی کی بنائی ہوئی ہے۔

(۲)۔وسیلۃ النجات، صفحہ ۳۱۷، بحوالہ تفسیر سورۂ یوسف غزالی۔

اور عرض کیا کہ: آپ کے پاس ایک حبشی غلام ہے میں اس کو خریدنا چاہتا ہوں فرمایا: اے نیک بخت خریدنے کی کیا ضرورت ہے میں تم کو ھبہ نہ کر دوں؟ پھر حضرت نے اپنے غلاموں کو بلایا سب حاضر ہوئے میں نے ان کو دیکھا تو اس کو نہ پایا، میں نے عرض کیا کہ: جو غلام میں چاہتا ہوں ان میں نہیں ہے۔ حضرت نے فرمایا: اب سواء میرے سائیس کے کوئی باقی نہیں ہے۔ پھر حضرت نے اس سائیس کو بلوایا جب وہ حاضر ہوا تو میں نے پہچانا کہ: یہ وہی ہے، میں نے عرض کیا: ہاں یہی ہے۔

حضرت نے اس سے فرمایا کہ: اب یہ سعید تیرے مالک ہیں تو ان کے ساتھ چلا جا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا سبب ہے کہ آپ مجھ کو میرے آقا سے جدا کر رہے ہیں؟ میں نے کہا: ٹیلے والا واقعہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ یہ سُن کر اس غلام نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھایا اور عرض کیا: اے میرے پروردگار! جب تو نے میرا راز فاش کر دیا جس کو سواء میرے اور تیرے کوئی نہیں جانتا تھا تو اب مجھ کو اٹھا لے یہ سُن کر امامؑ رونے لگے اور جو لوگ وہاں موجود تھے وہ بھی رونے لگے اور میں بھی رونے لگا اور حضرت کی خدمت سے اٹھ کر گھر کی طرف روانہ ہوا ابھی میں نے گھر کی ڈیوڑھی میں قدم ہی رکھا تھا کہ امام کا آدمی پہونچا اور اس نے کہا کہ: اگر آپ اپنے مطلوب غلام کے جنازے میں شرکت کرنا چاہیں تو چلیے میں اس آدمی کے ساتھ پھر واپس آیا تو دیکھا کہ وہ غلام مر چکا تھا۔

جس کے ادنیٰ غلاموں کا خدا کی بارگاہ میں یہ مرتبہ ہو اس آقا کے مراتب کا کوئی کیا تصوّر کر سکتا ہے۔

ادلۂ امامت

حضرت کے معجزات

مسعودی نے لکھاہے کہ: حضرت امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ: ایک مرتبہ حضرت امام زین العابدینؑ نے ابوحمزہ دیران ابن ابی صفیہ ثمالی کاہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ: اے حمزہ! ہم لوگوں کو طائروں کی زبان کا علم بھی عطاہوا ہے اور ہر شی عطاہوئی ہے اور یہ خدا کا بڑا فضل ہے، منقول ہے کہ ایک مرتبہ ایک منجم حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت نے پوچھا کہ: تو کون ہے؟ تو اس نے کہا: میں منجم اور قیافہ دان ہوں، حضرت نے فرمایا: میں تجھ کو ایک ایسے شخص کا پتہ بتاتا ہوں جو اتنی دیر میں جتنی دیر تجھ کو یہاں آئے ہوئے گذری چودہ ہزار دنیاؤں کی سیر کرتا ہے اس نے کہا: وہ کون ہے؟ فرمایا: میں تجھ کو بتاؤں کہ آج تو نے کیا کھایا ہے اور کیا اپنے گھر میں ذخیرہ کیا ہے؟ اس نے کہا: فرمایئے۔ فرمایئے کہ آج تو نے حیس (۱) کھایا ہے اور تیرے گھر میں بیس دینار ہیں جن میں سے تین دینار کھوٹے ہیں! اس نے عرض کیا: میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ حجّت خدا اور مثل الاعلیٰ اور کلمۃ التقویٰ ہیں۔ حضرت نے فرمایا: تو صدیق ہے کہ خدا نے ایمان کے لیے تیرے قلب کا امتحان لیا تو تو ایمان لایا۔

ملاجامی نے شواہد النبوۃ، صفحہ ۱۸۰ چھاپہ نولکشور میں لکھاہے کہ: ایک مرتبہ ایک مرد اور ایک عورت کاہاتھ (کسی بے ادبی کی بناپر) حجر اسود سے چپک گیا لوگوں نے ان کے ہاتھوں کے چھڑانے کی بہت کوشش کی لیکن جدانہ ہوا آخر لوگوں نے کہا سواء اس کے چارہ نہیں ہے کہ دونوں کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں اتنے میں حضرت امام زین العابدینؑ تشریف لائے اور آپ نے ان دونوں کو جدا کر دیئے اور وہ دونوں چلے گئے۔

---

(۱)۔ حیس ایک کھاناہے جو خرما اور گھی اور ستو سے بنتاہے (منجد)۔

اہل سنّت کے جلیل القدر عالم و محدث امام زہری کا بیان ہے کہ: ایک مرتبہ عبد الملک نے امام زین العابدینؑ کا طوق وزنجیر میں اسیر کر کے بلایا اور قید کر دیا اور نگہبان مقرر کر دیئے جب مجھے خبر ملی تو اجازت لے کر حضرت کی ملاقات کو زندان میں گیا اور حضرت کا حال دیکھ کر رو دیا اور عرض کیا: کاش آپ کی جگہ میں ہوتا! حضرت نے فرمایا: کیا تم گمان کرتے ہو کہ اس طوق وزنجیر میں میں مجبور ہوں ؟! پھر آپ نے ساری زنجیریں جدا کر کے رکھ دیں اور میری نظروں سے غائب ہو گئے محافظوں نے بہت تلاش وجستجو کی لیکن حضرت کو نہ پایا میں زندان سے نکل کر عبد الملک کے پاس پہونچا اس نے مجھ سے امام کا حال پوچھا میں نے جو مناسب سمجھا کہا اس نے کہا کہ: اے زہری! جس وقت وہ زندان سے غائب ہوئے میرے پاس آئے اور پوچھا کہ: تجھ کو مجھ سے کیا کام ہے؟ میں نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ آپ یہیں قیام فرمائیں! فرمایا: نہیں اور باہر چلے گئے۔ خدا کی قسم! ان کی ہیبت سے میں کانپ اُٹھا۔ اس کے بعد امام زہری جب امام کو دیکھتے تھے تو روتے تھے اور کہتے تھے کہ: یہ عبادت گذاروں کی زینت ہیں(۱)۔

امام زہری سے منقول ہے انھوں نے کہا کہ: ایک روز میں حضرت امام زین العابدینؑ کے پاس بیٹھا تھا کہ حضرت کے اصحاب میں سے ایک شخص آیا حضرت نے اس سے خیریت پوچھی اس نے عرض کیا کہ: کیا عرض کروں چار سو دینار کا قرض دار ہوں اور میرے پاس اتنا بھی نہیں ہے کہ اپنے عیال کا آذوقہ فراہم کر سکوں۔ یہ سُن کر حضرت روئے اور فرمایا: اس سے بڑی مصیبت کیا ہو سکتی ہے کہ ایک مومن آزاد کو عظیم مصیبت میں دیکھ رہا ہوں لیکن اس کو دور نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد مجلس برخواست ہو گئی اور لوگ اپنے اپنے گھر روانہ ہوئے۔ ایک منافق نے حضرت پر طعن کیا اور کہا کہ: کیا تعجب کی بات ہے کہ یہ لوگ ایک مرتبہ تو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آسمان و زمین سب ان لوگوں کے فرماں بردار ہیں اور یہ خدا سے جو چاہتے ہیں وہ کر دیتا ہے اور دوسری مرتبہ

---

(۱)۔ شواہد النبوۃ، صفحہ ۱۷۸۔

اپنے دوستوں کی کمک اور ان کے حالات کی اصلاح سے مجبوری کا اظہار کرتے ہیں یہ سُن کر وہ شخص حضرت امام زین العابدینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ:

یابن رسول اللہؐ! فلاں شخص اس طرح کہتا ہے: اور یہ رنج میرے لیے پہلے سے کہیں بڑھا ہوا ہے حضرت نے فرمایا: لو یہ میری افطاری اور سحری کی روٹیاں ہیں ان کو لے جاؤ خدا تمہاری مشکل کو آسان کرے گا وہ شخص دونوں روٹیاں لے کر بازار پہونچا اور سوچنے لگا کہ ان کو کیا کروں اور ادھر شیطان نے دل میں وسوسہ ڈالنا شروع کیا کہ کجا تمہارا چار سو دینار قرض اور کجا یہ دو روٹیاں، اسی اثنا میں وہ ایک ماہی فروش کے پاس سے گذرا تو دیکھا کہ اس کے پاس ایک مچھلی بکنے سے بچ گئی ہے اس نے کہا کہ: بھائی کیا ہو سکتا ہے کہ یہ روٹی لے لو اور مچھلی دے دو اس نے مچھلی دے دی اور ایک روٹی لے لی یہ شخص مچھلی لے کر نمک فروش کے پاس پہونچا اور کہا: تھوڑا نمک دے دو اور یہ روٹی لے لو اس نے نمک دے دیا اور روٹی لے لی یہ شخص مچھلی اور نمک لے کر گھر پہونچا اور مچھلی کا پیٹ چاک کیا تو اس میں سے دو موتی نہایت قیمتی نکلے جن کو دیکھ کر یہ خوش ہو گیا اتنے میں کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا اس نے دروازہ پر جا کر دیکھا کہ ماہی فروش کھڑا ہے اس نے کہا کہ: بھائی یہ روٹی لے لو میں نے اور میرے بچوں نے اس کو کھانے کی کوشش کی لیکن یہ ہمارے دانتوں سے نہیں کٹی میرا خیال ہے کہ تم بڑی مصیبت و پریشانی میں بسر کرتے ہو اور میں نے مچھلی بھی تم کو بخل کی، اس کے بعد نمک فروش آیا اور اس نے بھی روٹی واپس کی اور وہی کہا جو ماہی فروش نے کہا تھا، جب وہ دونوں چلے گئے اور یہ شخص آکر بیٹھا تو پھر کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا اس نے جا کر دیکھا کہ امام زین العابدینؑ کا غلام کھڑا ہے اس نے کہا کہ: امام نے فرمایا ہے کہ خدا نے تمہاری مشکل آسان کی اب میری روٹیاں مجھ کو واپس کر دو کیونکہ سوا میرے ان کو کوئی کھا نہیں سکتا۔ اس نے روٹیاں واپس کر دیں۔

اس شخص نے وہ دونوں موتی بڑی قیمت میں فروخت کیے، یہاں تک کہ خوش حال ہو گیا اور اپنا دَین بھی ادا کر دیا۔ اس کی خوش حالی کو دیکھ کر بعض مخالفین نے کہا کہ: یہ تو عجیب طرفہ ہے کہ کہاں تو علی ابن الحسینؑ اس کی فاقہ شکنی کی بھی طاقت نہیں رکھتے تھے اور کہاں اس کو دولت مند کر دیا یہ کیونکر ہو سکتا ہے!۔

حضرت کو جب یہ خبر ہوئی تو فرمایا کہ: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کفّار قریش بھی یہی کہتے تھے کہ: جو شخص ہجرت کے وقت مکّہ سے مدینہ بارہ روز میں پہونچا وہ ایک رات میں مکّہ سے بیت المقدس تک کیونکر جا کر واپس آ گیا اور اس کا سبب یہ ہے کہ ان لوگوں نے خدا اور اولیاء خدا کے تعلقات کو سمجھا نہیں ہے یہ مرتبہ بغیر تسلیم و رضا کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اولیاء خدا نے خدا کی راہ میں ایسے ایسے مصائب و آلام پر صبر کیا جو دوسروں سے ممکن نہ تھا تو خدا نے ان کو سب اختیارات عطا فرمائے لیکن وہ پھر بھی بغیر مشیّت خدا کے کسی کام کا ارادہ نہیں کرتے (۱)۔

حضرت کی امامت کا سخت دور

مسعودی نے لکھا ہے کہ منقول ہے کہ: حضرت امام زین العابدینؑ نے اپنی امامت کو پوشیدہ (۲) کر لیا، حضرت کی امامت کے تیسرے سال یزید مر گیا اور اس کے بیٹے معاویہ ابن یزید کی بیعت کی گئی تو وہ تین ماہ کے بعد مر گیا پھر ۶۴ھ میں حجاز میں ابن زبیر کا فتنہ کھڑا ہوا اور وہ نو سال رہا اور حضرت کی امامت کے بارہویں سال ملعون ابن ملعون اور طرید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مروان ابن حکم ابن ابی العاص کی بیعت واقع ہوئی تو مومنین اس کے عہد میں بالکل پوشیدہ ہو گئے اور بڑا سخت زمانہ گذرا اس کے دور میں شیعہ اقطار عالم سے ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر قتل کیے جاتے تھے

---

(۱)۔ منابر الاسلام، جلد ۱، صفحہ ۳۲ بحوالہ امالی۔

(۲)۔ جس طرح حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعثت کے بعد اپنی رسالت کو پوشیدہ کر لیا تھا اور پوشیدہ تبلیغ فرماتے تھے (دیکھئے سیرۃ النبیؐ مولانا شبلی جلد ۱، صفحہ ۱۵۰ وغیرہ)۔

اور ان کا مال لوٹا جاتا تھا اور حضرت امیر المومنینؑ پر منبروں پر علی الاعلان سب و شتم کیا جاتا تھا وہ دس مہینہ چند روز حکومت کر کے مر گیا تو اس کا بیٹا عبد الملک ابن مروان خلیفہ ہوا اور اس نے حجاج ابن یوسف ملعون کو عراقین کا والی بنایا۔

عبد الملک کی حکومت بیس سال سے کچھ زیادہ رہی جب وہ مر گیا تو ۸۶ھ میں اس کے بیٹے ولید کی بیعت واقع ہوئی اور یہ حضرت امام زین العابدینؑ کی امامت کا چھبیسواں سال تھا۔

امام زین العابدینؑ کی امامت پر حجرِ اسود کی شہادت

مسعودی نے لکھاہے کہ: ایک مرتبہ حضرت محمد حنفیہؒ اور حضرت امام زین العابدینؑ سے امامت کے متعلق کچھ اختلاف ہوا۔ جناب محمد حنفیہؒ کو شبہہ ہوا کہ امام حسینؑ کے بعد امامت ان کا حق ہے تو حضرت امام زین العابدینؑ نے آیت(۱) قرآن ﴿وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللهِ﴾ سے استدلال فرمایا اور فرمایا کہ: یہ آیت میری اور میرے بعد میری اولاد کی امامت کے متعلق نازل ہوئی ہے لیکن اس سے حضرت محمد حنفیہ کو اطمینان نہ ہوا تو حضرت نے فرمایا کہ چچا چلئے سنگِ اسود کو ثالث بنائیں وہ جو فیصلہ کرے اس پر ہم اور آپ قائم رہیں جناب محمد حنفیہؒ نے فرمایا کہ: ایک پتھر کو کیونکر حکم بنائیں جو نہ بول سکتا ہے نہ جواب دے سکتا ہے اور حاجیوں کے ہجوم میں وہاں تک پہونچنا کیونکر ممکن ہوگا؟ حضرت نے فرمایا کہ: ہم لوگوں کے فیصلہ کے لیے خدا اس کو شنوا اور گویا کر دے گا، چنانچہ دونوں حضرات حجر اسود کے پاس گئے حضرت امام زین العابدینؑ نے فرمایا کہ: چچا حجرِ اسود سے کلام کیجئے جناب محمد حنفیہ حجرِ اسود کے پاس گئے اور

(۱)۔ سورۂ احزاب، آیت ٦۔

اس سے کلام کیا لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا پھر حضرت امام زین العابدینؑ پتھر کے قریب گئے اور اس پر دستِ مبارک رکھ کر خدا کی بارگاہ میں عرض کیا کہ: اس پتھر کو گویا کر دے پھر سنگِ اسود سے کہا کہ میں اس خدا کا واسطہ دے کر تجھ سے سوال کرتا ہوں جس نے تجھ میں مواثیق عباد اور شہادت اس امر کی کہ کس نے ان کو پورا کیا اور کس نے نہ کیا، امانت رکھے ہیں مجھ کو خبر دے کہ حضرت امام حسینؑ کے بعد امامت و وصیت کس کی طرف ہے؟ یہ سُن کر پتھر اس طرح ہلنے لگا کہ قریب تھا کہ اپنی جگہ سے ہٹ جائے پھر بحکمِ خدا بولا کہ: اے محمد (حنفیہ!) امامت علی ابن الحسینؑ کے حوالہ کر دو۔

جناب محمد حنفیہ نے بارگاہِ احدیث میں عرض کیا کہ: پروردگارا! مجھے بخش دے اور حضرت امام زین العابدینؑ کی امامت کا اقرار کیا اور استغفار کیا۔

یہ واقعہ ملا جامی نے شواہد النبوت، صفحہ ۱۷۹ میں اور ملا مبین فرنگی صاحب نے وسیلۃ النجات صفحہ ۳۳۴ میں لکھا ہے۔

یہ واقعہ حضرت امام زین العابدینؑ اور آپ کے بعد آپ کی اولاد طاہرینؑ کی امامت کی بڑی عظیم الشان دلیل ہے اور اس کو ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

حجرِ اسود کی شہادت کے بعد حضرت حنفیہؓ کا امامت حضرت زین العابدینؑ کا اقرار کر لینا اس امر کی دلیل ہے کہ آپ نے (نعوذ باللہ) از روئے عناد و حب جاہ و ریاست دنیا ایسا نہیں کیا تھا بلکہ شاید آپ کو شبہہ ہو گیا تھا کہ جس طرح حضرت امام حسنؑ کے بعد امامت ان کے چھوٹے بھائی حضرت امام حسینؑ کو پہونچی۔

اسی طرح امام حسینؑ کے بعد ان کے چھوٹے بھائی محمد حنفیہ کو پہونچنی چاہیے اور اس شبہہ کی تقویت یوں بھی ہوئی کہ حضرت امام حسینؑ نے مدینہ سے روانگی کے وقت آپ کو اپنا وصی بنا کر مدینہ میں چھوڑا تھا لیکن حجر اسود کی شہادت نے ثابت کر دیا کہ وہ وصایت وقتی تھی۔

امامؑ کی سخاوت

ملا مبین نے وسیلۃ النجات صفحہ ۳۲۷ میں لکھا ہے آپ جو کچھ کسی کو دیتے تھے پوشیدہ دیتے تھے کہ کسی پر ظاہر نہیں ہوتا تھا اور باوجود محتاج ہونے کے اپنے لیے کچھ نہیں رکھتے تھے جو کچھ آتا تھا سب خدا کی راہ میں تقسیم کر دیتے تھے آپ کی وفات کے بعد معلوم ہوا کہ اہل مدینہ کے سو گھروں کا خرچ آپ کے یہاں سے مقرر تھا اور پوشیدہ طور پر ان کے پاس پہونچتا تھا۔

آپ کی وفات کے بعد آپ کی پشت مبارک پر کچھ نشانات دیکھے گئے، زہری وہاں موجود تھے انھوں نے کہا کہ: حضرت مجبور و ناتواں لوگوں کے لیے پانی کھینچتے تھے اور اپنی پشت مبارک پر بار کر کے ان کے گھر پہونچاتے تھے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مدینہ کے کچھ لوگ ایسے بھی تھے جن کا کھانا ان کے گھر پہونچا کرتا تھا لیکن ان کو خبر نہ تھی کہ کہاں سے آتا ہے! جب امام زین العابدینؑ کی وفات ہوئی اور ان لوگوں کا کھانا نہ پہونچا تو وہ لوگ سمجھے کہ ان کا کھانا حضرت امام زین العابدینؑ کے یہاں سے آتا تھا۔

سفیان نے کہا کہ: حضرت راتوں کو اپنی پشت مبارک پر روٹیاں بار کر کے فقراء و مساکین کے گھر پہونچاتے تھے، حضرت کی وفات کے بعد جب لوگ آپ کو غسل دینے لگے تو آپ کی پشت پر نشان دیکھا اور اس کا سبب دریافت کیا تب معلوم ہوا کہ حضرت اپنی پشت پر روٹیاں بار کر کے لوگوں کے گھروں پر پہونچاتے تھے اس طرح مدینہ کے سو خاندانوں کا خرچ آپ پورا کرتے تھے (۱)۔

---

(۱)۔ نور الابصار، صفحہ ۱۴۰۔

دشمن پر رحم وکرم

شہادت حضرت امام حسینؑ کے بعد جب مدینہ والوں نے یزید کی بیعت توڑدی اور اس کے گورنر کو مدینہ سے نکال دیا اور بنی امیہ کا محاصرہ کرلیااوران کے قتل کاارادہ کیاتوخاندانِ رسالت کاشدیدترین دشمن مروان ابن حکم جوبرسر منبر آل رسولؐ کو گالیاں دیتاتھا جس نے امام حسنؑ کوپہلوئے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دفن ہونے سے روکا اور ان کے جنازہ پر حضرت عائشہ کے حکم سے تیر باراں کرائے اور جس نے ولید ابن عتبہ حاکم مدینہ کو امام حسینؑ کاسر کاٹ لینے کامشورہ دیا تھا بہت خائف ہوااور پہلے عبد اللہ ابن عمر سے کہا کہ: میرے بیوی بچوں کو اپنے گھر میں پناہ دیجئے! لیکن انھوں نے انکار کیاتو حضرت امام زین العابدینؑ سے کہا کہ: میرے بچوں کو بچایئے حضرت نے فرمایا: لاؤ پہنچادو! تمہارے عیال میرے عیال کے ساتھ رہیں گے پھر حضرت نے اپنے بچوں کو اور اس کے عیال کو حفاظت کی غرض سے مقام ینبع میں پہونچادیاجہاں آپ کی جائداد تھی(۱)۔

آپ کے زمانے کے بادشاہ

آپ کی ولادت سنہ ۳۸ھ میں حضرت امیر المومنینؑ کی خلافت ظاہری کے دور میں ہوئی دوسال اورچندماہ اپنے جد بزرگوار کے زیر سایہ پرورش پائی پھر حضرت امام حسنؑ سے صلح کے بعد بیس سال تک معاویہ بادشاہ رہا۔ سنہ ۶۰ھ میں معاویہ مرگیااوریزید بادشاہ ہوا۔ سنہ ۶۴ھ میں یزید مرگیا تو اس کا بیٹا معاویہ اس کے بعد مروان ابن حکم بادشاہ ہوا۔ سنہ ۶۵ھ میں مروان مرگیاتو اس کا بیٹا عبدالملک ابن مروان خلیفہ ہوا، اسی عبدالملک کا بیٹاہشام اپنے باپ کی زندگی میں ایک مرتبہ حج کرنے گیا، طواف بیت اللہ کے بعد حجر اسود کو بوسہ دینے کے ارادے سے بڑھالیکن حاجیوں کے اژدھام کی وجہ سے باوجود کوشش کے سنگِ اسود تک پہونچ نہ سکاناچارایک مقام پر کرسی پر بیٹھ گیا

---

(۱)۔ کامل ابن اثیر، جلد ۴، صفحہ ۴۵۔

اور حاجیوں کا نظارہ کرنے لگا ناگاہ اس نے دیکھا کہ حضرت امام زین العابدینؑ تشریف لائے اور طوافِ کے بعد سنگِ اسود کی طرف چلے مجمع خود بخود ہٹتا گیا اور آپ بسہولت حجرِ اسود تک پہونچ گئے اور اس کو بوسہ دیا ہشام کے ساتھ جو لوگ شام سے آئے ہوئے تھے انھوں نے ہشام سے پوچھا:

یہ کون جوان خوبرو ہے جس کو حاجیوں نے راستہ دے دیا لیکن تجھ کو راہ نہ ملی، حالانکہ تو بادشاہ ہے؟! ہشام اگرچہ جانتا تھا لیکن اس نے اس خیال سے کہ اہل شام حضرت کی طرف مائل نہ ہو جائیں تجاہل کیا اور کہا کہ: میں نہیں جانتا، عرب کے مشہور شاعر فرزدق بھی وہاں موجود تھے ہشام کا حسد دیکھ کر ان کو جوش آگیا اور انھوں نے کہا کہ: میں ان کو پہچانتا ہوں اور فی البدیہ انھوں نے حضرت کی مدح میں کھڑے ہو کر لحن عرب میں ایک نہایت فصیح و بلیغ قصیدہ پڑھنا شروع کیا۔

قصیدۂ فرزدق

هَذالَّذِی تَعرِف البَطحَاءُ وَطأَتَهُ — وَالبَيتُ يَعرِفُهُ وُالحِلَّ وَالحَرَمُ
هَذا ابنُ خَيرِ عِبادِ اللّهِ كُلِّهِمُ — هَذالتَقِیُّ النَقِیُّ الطاهِرُ العَلَمُ
إذا رَأَتهُ قُرَيشٌ قالَ قَائِلُهَا — إلی مَكارِمِ هَذايَنتَهی الكَرَمُ
يُنمِی إلَی ذِرْوَةِ العِزِّ الَّتی قَصُرَتْ — عَنْ نَيلِهَا عَرَبُ الإِسْلَامِ وَ الُعَجمُ
يَكادُ يُمسِكُهُ عِرفانُ راحَتِهِ — رُكنُ الحَطِيمِ إذامَاجَاء يَستَلِمُ

(اشعار کا ترجمہ جو کسی شاعر نے نظم کیا ہے)

یہ وہ ہے جانتا ہے مکّہ جس کے نقشِ قدم — خدا کا گھر بھی ہے آگاہ اور حل وحرم
جو بہترین خلائق ہے اس کا ہے فرزند — ہے پاک وزاہد وپاکیزہ وبلند حشم
قریش دیکھتے ہیں جب اسے تو کہتے ہیں — بزرگیوں پہ ہوئی اس کی انتہائے کرم
پہونچ گیا ہے یہ عزّت کی اس بلندی پر — جہاں پہ جاسکے اسلام کے عرب نہ عجم
یہ چاہتا ہے کہ لے ہاتھوں ہاتھ رکن حطیم — جو چومنے حجر الاسود آئے نزد حرم

یہ قصیدہ طویل ہے میں بنظر اختصار ترک کرتا ہوں۔ اس قصیدہ کو سن کر ہشام غصّہ میں بل کھانے لگا اور دنیا اس کی نگاہوں میں تاریک ہوگئی۔ فرزدق کی آواز تو اب پلٹائی نہیں جاسکتی تھی جو دہن سے نکلتے ہی فضائے عالم میں گونج اٹھی اور قیامت تک گونجتی رہے گی اور نہ ذلّت ورسوائی کا پیدا ائشی داغ جو ہشام کے چہرہ پر نمایاں تھا خلعت شاہانہ سے چھپایا جاسکتا تھا اس نے اپنے دل کے سکون کے لیے فرزدق کو عسفان میں قید کردیا جب حضرت کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے فرزدق کے پاس بارہ ہزار درہم بھیج دیئے فرزدق نے ان کے لینے سے انکار کیا اور کہا کہ: میں نے یہ قصیدہ خوشنودی خدا کے لیے کہا ہے حضرت نے کہلایا کہ ہم اہل بیت رسولؐ جس کو کوئی چیز دیتے ہیں پھر واپس نہیں لیتے اور تمہارا اجر وثواب خدا سے ملے گا اس کے بعد فرزدق نے روپئے لے لیے اور ہشام کی ہجو میں ایک قصیدہ لکھ کر اس کے پاس بھیج دیا اس تازیانہ نے ہشام کو سیدھا کردیا اور اس نے فوراً ان کو قید سے آزاد کردیا(۱)۔

سنہ۸۶ھ میں عبد الملک ابن مروان مر گیا اور اس کا بیٹا ولید تخت نشین ہوا اسی ولید نے حضرت کو زہر سے شہید کیا۔

وصیت

مسعودی نے لکھا ہے کہ: جب حضرت کی وفات کا زمانہ نزدیک آیا تو آپ نے حضرت امام محمد باقرؑ کو طلب فرمایا اور وصیت فرمائی اور اپنے اصحاب خاص کی ایک جماعت کو جو وہاں موجود تھی اس کا شاہد بنایا پھر اسم اعظم اور مواریث انبیاءؑ سپرد کیے حضرت نے جو وصیتیں فرمائیں ان میں یہ بھی تھا کہ میرے ناقہ کا خیال رکھنا اس کو کھانے پینے کی تکلیف نہ ہو اور میرے بعد اس پر سواری نہ کرنا نہ بار برداری کا کام لینا میں نے اس پر بیس حج کیے ہیں لیکن کبھی اس کو ایک تازیانہ نہیں مارا۔

---

(۱)۔ صواعق محرقہ، صفحہ ۱۲۰ چھاپہ مصر و وسیلۃ النجات، صفحہ ۳۱۹ وغیرہ۔

وفات

سنہ ۹۵ھ میں آپ کی وفات واقع ہوئی اس وقت آپ کی عمر شریف ۵۷ سال تھی اور جنّت البقیع میں اپنے چچا حضرت امام حسنؑ کے پہلو میں دفن کیے گئے آپ اپنے جدّ بزرگوار حضرت امیر المومنینؑ کے ساتھ دو سال چند ماہ رہے اور اپنے چچا اور اپنے پدر بزرگوار حضرت امام حسینؑ کے ساتھ بیس سال اور تنہا منصب امامت پر پینتیس سال چند ماہ رہے۔

آپ کی وفات کے بعد آپ کا ناقہ آپ کی قبر اطہر پر جا کر سینہ ٹیک کر بیٹھ گیا، اس کی آنکھوں سے برابر اشک جاری رہتا تھا، حضرت امام محمد باقرؑ نے کسی کو بھیج کر اس کو منگوایا لیکن وہ پھر چلا گیا اور پھر لایا گیا تیسری مرتبہ جا کر جو بیٹھا تو اٹھانے کی ہر چند کوشش کی گئی نہیں اٹھا آخر روتے روتے مر گیا تو حضرت امام محمد باقرؑ نے اسی مقام پر ایک گڈھا کھدوا کر اس کو دفن کر دیا، یہ واقعہ ملا جامی نے بھی شواہد النبوت، صفحہ ۱۷۹ میں لکھا ہے۔

حضرت کی وفات ۲۵/ محرم سنہ ۹۵ھ میں ہوئی (۱)۔

ازواج و اولاد

آپ کی پہلی زوجہ آپ کے چچا حضرت امام حسنؑ کی صاحب زادی جناب فاطمہ ام عبد اللہ تھیں آپ سے حضرت امام محمد باقرؑ پیدا ہوئے ان کے علاوہ چھ بیبیاں اور تھیں جن سے عبد اللہ و حسن و حسین اور زید و عمر، حسین الاصغر اور حسن اور قاسم اور سلیمان اور عبد الرحمٰن تھے اور بیٹیاں فاطمہ، سکینہ، خدیجہ، علیہ تھیں یعنی گیارہ لڑکے اور چار لڑکیاں تھیں اور بقولے نو لڑکیاں تھیں۔

---

(۱)۔ صواعق محرقہ، صفحہ ۱۲۰۔

مسعودی نے لکھا ہے کہ: حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ: حسنؑ اور حسینؑ کے بعد امامت کبھی دو بھائیوں میں جمع نہ ہوگی اور قیامت تک کبھی حضرت کی اولاد سے خارج بھی نہ ہوگی۔

حضرت امام زین العابدینؑ سے منقول ہے، حضرت نے فرمایا کہ: خداوند عالم تین طرح کے لوگوں کی طرف روزِ قیامت نظر نہ کرے گا نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کے لیے عذاب الیم ہے:

۱۔ وہ شخص جو ہم اہل بیتؑ میں ان لوگوں کو داخل کرلے جو ہم میں سے نہیں ہیں۔
۲۔ وہ جو ہم اہل بیتؑ سے ان لوگوں کو خارج کرے جو ہم میں سے ہیں۔
۳۔ وہ جو قریش کے دونوں بتوں کو مسلمان سمجھے۔

آپ کے مخصوص حواری

ثابت ابن دینار ابوحمزہ ثمالی، عبداللہ ابن شریک، وردان ابوخالد کابلی قاسم ابن عوف شیبانی، سید التابعین، قاسم ابن محمد ابن ابوبکر، سالم ابن ابی حفصہ، عجلی کوفی، یحییٰ ابن ام الطویل وغیرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

حالات باقر العُلوم
حضرت امام محمد باقرؑ

حالات باقرالعلوم

حضرت امام محمد باقرؑ

مسعودی نے لکھا ہے کہ: حضرت امام زین العابدینؑ کے بعد آپ کے صاحب زادے ابو جعفر حضرت امام محمد باقرؑ مسندِ امامت پر جلوہ افروز ہوئے۔

عالم سے منقول ہے کہ ابو محمد حضرت علی ابن الحسین زین العابدینؑ نے اپنے چچا حضرت امام حسنؑ کی صاحب زادی ام عبد اللہ سے شادی کی آپ نے ان کا نام صدیقہ رکھا تھا اور فرماتے تھے کہ: امام حسنؑ کی اولاد میں اس مرتبہ کی کوئی عورت نہیں پائی گئی۔

حضرت امام محمد باقرؑ سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ: میری والدہ ام عبد اللہ بنت امام حسنؑ ایک مرتبہ ایک دیوار کے نیچے بیٹھی تھیں کہ دیوار شگافتہ ہو کر گرنے لگی میری والدہ نے اس کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا اور فرمایا: نہیں، بحق مصطفیٰ ﷺ! جب تک میں بیٹھی ہوں خدا نے تجھ کو گرنے کا حکم نہیں دیا ہے پس وہ رک گئی جب میری والدہ اُٹھ کر دور چلی گئیں تو گر پڑی تو میرے پدرِ بزرگوار نے ان کی طرف سے سو دینار صدقہ نکالا۔

حضرت امام محمد باقرؑ ۵۷ھ میں قبل واقعہ کربلا پیدا ہوئے آپ کی ولادت اور نشو و نما اسی طریقہ سے ہوئی جس طرح آپ کے آباءِ طاہرین کی ہوئی تھیں حضرت امام محمد باقرؑ کی تاریخ

ولادت میں اختلاف ہے لیکن قولِ قوی یہ ہے کہ آپ یکم رجب روزِ جمعہ سنہ ۵۷ھ میں مدینۂ منورہ میں پیدا ہوئے آپ کربلا میں موجود تھے اس وقت کی عمر تین سال چند ماہ تھی۔

آپ حضرت امام حسینؑ کے ساتھ تین سال چند ماہ اور حضرت امام زین العابدینؑ کے ساتھ ۳۸/ سال رہے اور ۷/ ذی الحجہ سنہ ۱۱۴ھ کو زہر سے شہید ہوئے اس وقت آپ کی عمر ۵۷/ سال تھی۔

کنیت والقاب

آپ کی کنیت ابو جعفرؑ اور القاب باقرؑ و شاکرؑ و ہادیؑ وغیرہ تھے مشہور لقب آپ کا باقرؑ ہے اس لقب سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو ملقّب فرمایا۔

مسعودی نے لکھا ہے کہ: ایک روز آپ اپنے پدرِ بزرگوار حضرت امام زین العابدینؑ کے ساتھ مسجد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تشریف لے گئے حضرت کو دیکھ کر صحابیِ رسولؐ جناب جابر ابن عبد اللہ انصاری آپ کے قریب تشریف لائے اور آپؑ کی پیشانی مبارک پر بوسہ دیا اور کہا کہ: آپ کے جد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو سلام فرمایا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت نے فرمایا کہ: اے جابر! تم اس وقت تک زندہ رہو گے کہ میرے بیٹے محمد ابن علی ابن الحسینؑ سے ملاقات کرو گے جب ان سے ملنا تو میرا سلام پہونچا دینا، پھر جناب جابر ایک دوسرے روز آئے اور حضرت کو باقرؑ کہہ کر پکارا اور آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا یہ دیکھ کر حضرت امام زین العابدینؑ نے فرمایا کہ: گھر سے باہر نہ جایا کرو! جب آپ نے گھر سے نکلنا بند کر دیا تو جناب جابرؓ صبح و شام خود آیا کرتے تھے اور سلام کرتے تھے، جب امام زین العابدینؑ کی وفات ہوئی تو جناب جابرؓ کی صحابیت و عمر کا لحاظ کرتے ہوئے خود امام محمد باقرؑ بھی ان کے پاس کبھی کبھی جایا کرتے تھے۔

اس روایت کی تفصیل یہ ہے کہ اصحابِ رسولؐ میں سے جناب جابر ابن عبد اللہ انصاری آخری شخص تھے جو سب کے بعد تک زندہ رہے اور دامنِ اہل بیتؑ سے متمسک رہے وہ اپنی

آخری عمر میں سر پر عمامہ باندھے مسجدِ رسولؐ میں بیٹھ کر یا باقرؑ العلم یا باقرؑ العلم کہا کرتے تھے (یعنی اے علم کے شگافتہ کرنے والے! اے علم کو وسعت دینے والے!) اہل مدینہ یہ سُن کر کہا کرتے تھے کہ: جابر اب ہذیان بولنے لگے ہیں! تو جناب جابر فرماتے تھے کہ: لوگو! میں ہذیان نہیں بولتا مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ: اے جابر! عنقریب تم ایک ایسے شخص سے ملاقات کروگے جس کا نام میرا نام اور اس کے صفات میرے صفات ہوں گے وہ علم کو شگافتہ کرے گا اور پھیلائے گا میں اسی کو پکارتا ہوں۔

ایک روز جناب جابر مدینہ کی گلیوں میں چکر لگا رہے تھے کہ ایک مکتب میں امام محمد باقرؑ کو دیکھا جو بچوں کی تعلیم دیکھ رہے تھے، جناب جابر نے حضرت کو دیکھ کر کہا کہ صاحب زادے ذرا ادھر تشریف لائیے! حضرت تشریف لائے پھر کہا کہ: جائیے تو حضرت کچھ دور تشریف لے گئے، جناب جابر نے کہا: خدا کی قسم! یہ تو بالکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان ہے پھر پوچھا: صاحب زادے آپ کا نام کیا ہے؟ فرمایا: محمد ابن علی ابن الحسینؑ، جناب جابر نے دوڑ کر ان کی پیشانی کا بوسہ لیا۔

ملا مبین صاحب نے وسیلۃ النجات صفحہ ۳۳۸ میں لکھا ہے کہ: جناب جابر پھر جھکے تا کہ حضرت کے قدم چومیں لیکن حضرت نے پاؤں کھینچ لیا۔

پھر جناب جابر نے کہا کہ: میرے باپ ماں آپ پر قربان ہوں! آپ کے دادا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو سلام فرمایا ہے۔ جب حضرت امام محمد باقرؑ گھر تشریف لے گئے اور حضرت امام زین العابدینؑ کو واقعہ کی خبر دی تو حضرت نے فرمایا: بیٹا اب گھر سے باہر نہ نکلا کرو، جناب جابر صبح و شام حضرت کی خدمت میں آتے تھے تو اہل مدینہ کہتے تھے کہ: جابر کو کیا ہو گیا کہ ایک بچے کے پاس صبح و شام حاضری دیتے ہیں حالانکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری صحابی ہیں جب امام زین العابدینؑ کا انتقال ہو گیا تو کبھی کبھی حضرت امام محمد باقرؑ بھی جناب جابر کے پاس بازدید کے لیے جایا کرتے تھے ان کی صحابیت اور عمر کا لحاظ کر کے۔

جناب جابر ابن عبد اللہ انصاری حضرت سے علوم حاصل کرتے تھے (۱)۔

نشر و اشاعت علم دین

حضرت امام زین العابدینؑ کے زمانہ تک اہل بیت رسولؐ اور دوستداران اہل بیتؑ کے لیے بڑا سخت ابتلاء و مصائب کا زمانہ تھا جس میں اہل بیتِ رسولؐ ہر طرح کی قربانیاں پیش کر کے اصولِ اسلام اور کلمۂ لا الہ الا اللہ کی بقا اور حفاظت میں مشغول رہے لیکن اشاعتِ شریعت خاتم المرسلین و علوم اہل بیتؑ کا پوری طرح موقع نہ مل سکا۔ حضرت امام محمد باقرؑ کے عہدِ امامت میں جب سنہ ۹۹ھ میں بنی امیہ کا ایک نیک طینت و انصاف پسند بادشاہ عمرو ابن عبد العزیز سلیمان ابن عبد الملک کی وصیت کے مطابق خلیفہ ہوا تو اس نے آلِ رسولؐ کے ساتھ اظہار خلوص و محبت کیا، اہل بیتؑ کو برسرِ منبر گالیاں دینے کی رسم جو معاویہ کے زمانہ سے جاری تھی اس کو بڑی حسن تدبیر سے بند کیا اور علاقۂ فدک اہل بیتؑ کو واپس کر دیا (۲)۔

اس وقت حضرت امام محمد باقرؑ کی مجلس افادہ گرم ہونے لگی اور علوم اہل بیتؑ کا دریا موجیں مارنے لگا اور دور و دراز منزلوں سے تشنگانِ علم کھنچ کر پہونچنے لگے یہاں تک کہ ہر خیال اور ہر گروہ کے لوگ آپ کی مجلس درس میں شریک ہونے لگے، علامہ ابن حجر نے صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ: آپ کو باقرؑ اس سبب سے کہتے ہیں کہ آپ نے معارف دینیہ اور احکامِ مذہبی اور حکمت اور باریک مضامین کی حقیقتوں کے پوشیدہ خزانوں کو اس قدر ظاہر فرمایا جن سے وہی شخص انکار کر سکتا ہے جو کورِ باطن اور بد طینت اور خبیث فطرت ہو، انھیں مخفی خزانوں کے ظاہر کرنے کی وجہ

---

(۱)۔ اصول کافی، کتاب الحجۃ مبحث ۷ باب ۱۱۶، یہ واقعہ تھوڑا اختلاف کے ساتھ شواہد النبوۃ صفحہ ۱۸۱ و وسیلۃ النجات صفحہ ۳۳۸ و صواعق محرقہ، صفحہ ۱۳۰ و نور الابصار، صفحہ ۱۴۳ وغیرہ میں موجود ہے۔

(۲)۔ معجم البلدان، جلد ۶، صفحہ ۳۴۳ و تاریخ الخلفاء حالات عمر ابن عبد العزیز۔

سے آپ کو باقر العلومؑ وجامع العلوم وشاہر العلوم ورافع العلوم کہتے ہیں اور مقاماتِ عارفین میں آپ کے آثار اس قدر ہیں جن کے بیان کرنے سے زبانیں قاصر ہیں۔

ملا مبین صاحب وسیلۃ النجات صفحہ ۳۳۷ میں لکھتے ہیں کہ: پانچواں باب امام اولیاء اور مقتدائے علمائے حجّت اہل معاملہ اور برہان ارباب مشاہدہ گلدستہ حدیقۂ مصطفیٰؐ برگزیدہ نسل علی مرتضیٰؑ ابو جعفر محمد باقرؑ ابن علی ابن الحسینؑ قریشی ہاشمی مدنی کے حالات کے بیان میں ہے آپ ائمہ اثنا عشر میں سے پانچویں امام ہیں اسمِ شریف آپ کا محمدؐ اور لقب آپ کا باقرؑ ہے، بسبب اس مہارت ووسعت کے جو علوم وکشف حقائق ودقائق ولطائف واشارات ورموزات ومخفیاتِ کتابِ خدا واحادیث رسولؐ میں آپ کو حاصل تھی۔ آپ وہ امام جلیل القدر وروشن ہیں جن کی جلالت قدر پر امّت کا اجماع ہے اور فقہائے مدینہ میں شمار کیے جاتے ہیں پھر صفحہ ۳۳۹ پر لکھا ہے کہ: ابو اسحاق وعطاء ابن ابی رباح وعمر ابن دینار اوراعرج اورامام زہری اور خلائق کثیر نے علماء وتابعین کے آپ سے روایت حدیث کی ہے اور بخاری ومسلم نے بھی آپ سے حدیثیں لی ہیں۔

امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ جلد ا، صفحہ ۱۱۱ میں لکھا ہے کہ: امام محمدؑ ابن علی الحسینؑ اپنے تبحر علمی کی وجہ سے باقرؑ کے لقب سے مشہور ہوئے کیونکہ آپ علم کو شگافتہ کرکے اس کی تہ تک پہونچ گئے تھے۔

ابن قیم نے لکھا ہے کہ: ابو حنیفہ کے بارے میں بہت سی روایتیں موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے انھوں نے ان کو تعلیم دیا اور قیاس سے منع کیا(۱)۔

(۱)۔ اعلام الموقعین، صفحہ ۹۳، جلد ا۔

علامہ شبلی نے لکھا ہے کہ: ابو حنیفہ ایک مدّت تک استفادہ کی غرض سے حضرت کی خدمت میں حاضر رہے اور فقہ وحدیث کے متعلق بہت سی نادر باتیں معلوم کیں شیعہ اور سنی دونوں نے مانا ہے کہ ابو حنیفہ کے معلومات کا بڑا ذخیرہ جناب ممدوح کا فیض صحبت تھا(۱)۔

لیکن افسوس کہ باوجود اس کے کہ امامؑ نے ابو حنیفہ صاحب کو قیاس سے منع فرمایا تھا موصوف نے دینِ خدا میں قیاس ورائے سے کام لے کر بہت سی خلائق کو ہلاک کیا اور خود بھی ہلاک ہوئے (مؤلف)۔

محمد ابن مسلم ابن ریاح کوفی صحابیِ امام محمد باقرؑ کا بیان ہے کہ: میں نے تین ہزار حدیثیں حضرت امام محمد باقرؑ سے اور سولہ ہزار حدیثیں آپ کے صاحب زادے حضرت امام جعفر صادقؑ سے یاد کیں، محمد ابن مسلم نے چار سال تک مدینہ میں قیام کر کے حضرت سے علم حاصل کیا یہ بڑے جلیل القدر اعیان شیعہ سے اور صاحب ورع و تقویٰ اور معتمد امام تھے (۲)۔

آپ کے جلیل القدر اصحاب میں سے زرارہ ابن اعین کوفی بھی تھے حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ: اگر زرارہ نہ ہوتے تو میرے پدر بزرگوار کی تمام حدیثیں ضائع ہو جاتیں (۳)۔

غرض تھوڑے دنوں میں آپ نے بڑے بڑے علماء و محدثین پیدا کر دیئے یہاں تک کہ دنیائے اسلام میں معارف وعلوم کا سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگا، ایک طرف تو آپ نے علومِ اسلام کی نشر واشاعت شروع کی اور دوسری طرف ان بندگانِ ہوا وہوس کے خطرات سے شریعت کو بچانے کی فکر کی جنھوں نے حب ریاست وحطام دنیا میں باوجود جہالت کے اجتہاد کی دوکان کھول رکھی تھی اور قیاس اور تک بندیوں سے شریعت بناتے تھے۔

---

(۱)۔ سیرۃ النعمان، صفحہ ۴۵۔

(۲)۔ مجالس المومنین مجلس ۵، حالات محمد ابن مسلم۔

(۳)۔ مجالس المومنین حالات زرارہ۔

حسن بصری کو تنبیہ

ابو حمزہ نے بیان کیا کہ: ایک روز حسن بصری حضرت امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ: میں آپ سے قرآن مجید کی چند آیات کے معنی پوچھنے آیا ہوں! حضرت نے فرمایا: بصرہ کے فقیہ تمھیں ہو جن سے لوگ مسائل پوچھتے ہیں؟ عرض کیا: ہاں حضرت نے فرمایا: تم نے ایک بڑا کام اپنی گردن پر لیا ہے میں نے تمہارے متعلق ایک بات سنی ہے نہ معلوم سچ ہے یا لوگوں نے تم پر افترا کیا ہے؟ حسن نے کہا: فرمایئے وہ بات کیا ہے؟ فرمایا: لوگ کہتے ہیں کہ تم اس بات کے قائل ہو کہ خدا نے خلقت کو پیدا کر کے اس کے تمام امور اسی کے سُپرد کر دیئے ہیں اور خود معطل ہو گیا ہے حسن یہ سُن کر چپ ہو گئے۔

حضرت نے فرمایا: تم نے قرآن میں دیکھا ہو گا کہ خدا نے بعض لوگوں کے لیے فرمایا ہے کہ: ''انك اٰمن'' تو کیا وہ شخص جس کے لیے خدا نے فرمایا ہو کہ تو امن میں ہے وہ پھر کبھی خائف ہو سکتا ہے؟ حسن نے کہا کہ نہیں۔

فرمایا: اچھا میں تمہارے لیے ایک آیت پڑھتا ہوں حالانکہ میں سمجھتا ہوں کہ تم اس کی صحیح تفسیر بیان نہ کر سکو گے جس کے سبب سے خود بھی ہلاک ہو گے اور دوسروں کو بھی ہلاک کرو گے۔

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا آمِنِينَ ۱۸﴾(۱)۔

یعنی ان بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت عطا کی تھی اور چند بستیاں ہم نے آباد کی تھیں جو باہم نمایاں تھیں اور ہم نے ان میں آمدورفت کی راہ مقرر کی تھی کہ ان میں راتوں کو دنوں کو بے کھٹکے آؤ جاؤ۔

---

(۱)۔ پارہ ۲۲، سورۂ سبا، آیت ۱۸۔

اے حسن! مجھ کو خبر ملی ہے کہ تم نے فتویٰ دیا ہے کہ اس آیت میں اس بستی سے مکّہ مقصود ہے حالانکہ مکّہ کے حاجی اکثر لُٹ جاتے ہیں اور ڈرائے جاتے ہیں تو ان پر آمنین کا اطلاق کیونکر صحیح ہوا اور وہ کہاں امن و امان میں رہے۔

اے حسن! اس آیت میں ان بستیوں سے جن میں برکتیں عطا ہوئی ہیں ہم اہل بیتِ رسولؐ مراد ہیں، خداوند عالم نے قرآن مجید میں ہم لوگوں کی بہت مثالیں دی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے اور "**فیھم**" کی ضمیر ہمارے شیعوں کی طرف پھر رہی ہے اور یہ جو فرمایا ہے کہ ان کے درمیان ہم نے اور بھی چند بستیاں بسائی ہیں وہ علماء اور ہمارے رواۃ ہیں جو ہمارے علوم کو امّت تک پہونچاتے ہیں۔

اب حاصل مطلب اس آیت کا یہ ہوا کہ ہم نے شیعوں کے درمیان اہل بیتؑ اور ان کے علوم کی نشر و اشاعت کرنے والے رواۃ و علماء بنائے ہیں تم ان کے یہاں راتوں کو اور دنوں کو آؤ جاؤ علم حاصل کرو تو شکوک و شبہات اور ہلاکت سے نجات پاؤ گے اس لیے کہ علومِ قرآن مطابق نص قرآن ہم اہل بیتؑ تک پہونچے ہیں اور ہم ان کے امانت دار ہیں نہ کہ تم اور تمہارے جیسے لوگ، تو اگر میں کہوں کہ: اے جاہل بصرہ! تو نے ایک ایسا دعویٰ کیا ہے جس سے تجھ کو کوئی حصّہ نہیں ملا ہے تو میرا قول حق ہو گا، دیکھو ہرگز تفویض کے قائل نہ ہو خدا نے نہ تو سارے امور کمزوری اور مجبوری کی وجہ سے بندوں کے سُپرد کیے ہیں نہ وہ زبردستی کسی کو گناہ پر کھینچتا ہے (یعنی نہ جبر ہے نہ تفویض بلکہ امر دونوں کے درمیان میں ہے)(۱)۔

امام ابو حنیفہ کو تنبیہ

علامہ شبلی نے سیرۃ النعمان صفحہ ۴۵ میں لکھا ہے کہ: امام ابو حنیفہ دوسری بار مدینہ گئے تو امام موصوف کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کے ایک ساتھی نے پہنچوایا کہ یہ ابو حنیفہ ہیں،

(۱)۔ احتجاج طبرسیؒ، صفحہ ۱۶۸ چھاپہ ایران۔

حضرت نے ابوحنیفہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ: ہاں تمھیں قیاس کی بناء پر ہمارے دادا کی حدیثوں سے مخالفت کرتے ہو؟! انھوں نے ادب سے کہا کہ: عیاذاً باللہ حدیث کی کوئی مخالفت کر سکتا ہے۔ (لیکن یہ نہیں کہا کہ میں قیاس نہیں کرتا مؤلف)۔

علامہ ابن قیم کا بیان گذر چکا کہ حضرت نے ابوحنیفہ کو قیاس سے منع کیا۔

امام کو شکست دینے کی ناکام کوشش

امام زہری کے بیٹے عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ: ایک مرتبہ ہشام ابن عبدالملک حج کرنے گیا جب مسجد الحرام میں داخل ہوا تو اپنے غلام سالم کے ہاتھ پر تکیہ کیے تھا حضرت امام محمد باقرؑ بھی مسجد میں ایک مقام پر اپنے اصحاب کے حلقہ میں تشریف فرما تھے سالم نے ہشام سے کہا کہ: اے امیر المومنینؑ! یہ محمد ابن علیؑ بیٹھے ہیں ہشام نے کہا: وہی جن کے اہل عراق بہت فریفتہ ہیں پھر کہا: جاکر ان سے پوچھو کہ امیر المومنین دریافت کر رہے ہیں کہ روزِ محشر جب تک حساب و کتاب ہو لوگ کیا کھائیں گے اور پئیں گے؟ اس نے آکر سوال کیا حضرت نے فرمایا کہ: وہاں درخت ہوں گے نہریں جاری ہوں گی لوگ کھائیں گے اور پئیں گے ہشام نے یہ سُن کر سمجھا کہ میری فتح ہو گئی اس نے سالم سے کہا کہ: جاکر کہو روزِ محشر کھانے پینے کا ہوش کس کو ہو گا سالم نے آکر کہا حضرت نے فرمایا کہ ہشام سے کہو کہ میدانِ محشر کی منزل سخت ہو گی یا جہنم کی؟ لیکن جہنم میں بھی لوگ کھانا پینا نہ بھولیں گے خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ جہنم والے اہلِ جنّت سے کہیں گے: ﴿وَنَادَىٰ أَصْحَابُ النَّارِ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ أَفِيضُوا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ أَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكَافِرِينَ﴾(۱)؛ یعنی تھوڑا سا پانی ہم لوگوں کے لیے بہادو یا جو رزق خدا نے

---

(۱)۔ پارہ۸، رکوع ۱۳، سورۂ اعراف، آیت ۵۰۔

تم کو دیا ہے اس میں سے کچھ دے دو تو اہلِ جنّت ان کو جواب دیں گے کہ: خدا نے یہ چیزیں کافروں پر حرام کی ہیں یہ جواب سن کر ہشام مبہوت ہو گیا اور کچھ نہ بول سکا۔

ایک مرتبہ طاؤس یمانی حج کرنے آئے اور اپنے ایک ساتھی کے ساتھ طواف میں مشغول ہوئے انھوں نے دیکھا کہ حضرت امام محمد باقرؑ ان کے آگے آگے طواف کر رہے ہیں انھوں نے اپنے ساتھی سے کہا کہ: یہ محمد باقرؑ ہیں یہ عالم ہیں حضرت نے طواف سے فُرصت کرنے کے بعد دو رکعت نماز پڑھی پھر ایک مقام پر بیٹھ گئے اور آپ کے گرد اصحاب جمع ہو گئے، طاؤس نے اپنے ساتھی سے کہا کہ: دیکھو میں ان سے جا کر ایک سوال کرتا ہوں جواب دے پاتے ہیں کہ نہیں پھر آکر انھوں نے حضرت پر سلام کیا اور کہا کہ: اے ابو جعفر! آپ کو معلوم ہے کہ ایک ثلث انسان دنیا میں کب مرے؟ فرمایا: اے عبد الرحمٰن (طاؤس)! ایک تہائی انسان تو کبھی نہیں مرے یہ پوچھو کہ: ایک چوتھائی انسان کب مرے؟ طاؤس نے عرض کیا: فرمایئے! حضرت نے فرمایا: یہ اس وقت ہوا جب قابیل نے ہابیل کو قتل کیا اس وقت دنیا میں صرف چار آدمی تھے آدمؑ اور حوا اور ہابیل و قابیل، تو ہابیل چوتھائی انسان ہوئے، طاؤس نے کہا: آپ نے سچ فرمایا۔

پھر حضرت نے فرمایا: تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ خدا نے قابیل کے ساتھ کیا کیا؟ کہا: نہیں۔ فرمایا: وہ آفتاب میں لٹکا دیا گیا ہے اور اس پر گرم پانی گر رہا ہے جب تک قیامت آئے (۱)۔ باختصار یہ چند واقعات لکھے گئے اسی طرح نافع ابن ازرق وابو الجارود اور طاؤس یمانی وغیرہ کے بہت سے سوالات اور ان کے جوابات کتابوں میں مرقوم ہیں جن کے لکھنے کی اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں ہے۔

---

(۱)۔ احتجاج طبرسی، صفحہ ۱۶۷ چھاپہ ایران۔

نصوصِ امامت

مسعودی نے لکھاہے کہ منقول ہے کہ: ایک روز اسود ابن سعید حضرت امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر تھے کہ حضرت نے فرمایا: اے اسود! ہم اہل بیتِ رسولؐ حجّتِ خدا اور لسان اللہ اور وجہ اللہ ہیں اور صاحب امر خدا ہیں۔

ائمہ اہل بیتؑ بعدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مثلِ رسولؐ حاکم اسلام ہیں

مسعودی نے لکھاہے کہ: محمد ابن عمیر نے عبد الصمد ابن بشیر سے اور انھوں نے ابی جارود سے اور انھوں نے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض موت میں حضرت علیؑ سے فرمایا کہ: اے علیؑ! نزدیک آؤ میں تم سے کچھ راز کی باتیں کہوں اور وہ باتیں تم تک پہنچادوں جو خدا نے میرے پاس امانت رکھی ہیں! یہ سُن کر حضرت امیر المومنینؑ حضرت کے نزدیک گئے تو آپ نے سرگوشی فرمائی، پھر حضرت امیر المومنینؑ نے وہ امانتیں حضرت امام حسنؑ تک پہونچائیں اور امام حسنؑ نے وقتِ وفات حضرت امام حسینؑ تک اور انھوں نے میرے پدرِ بزرگوار حضرت امام زین العابدینؑ تک اور حضرت نے مجھ تک پہونچائیں۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے حضرت نے فرمایا کہ: میں مومنین کی جان ومال پر اولیٰ بالتصرف ہوں اور میرے بعد میرے بھائی علیؑ اولیٰ بالتصرف ہیں ان کی شہادت کے بعد میرا بیٹا حسنؑ ان کے بعد حسینؑ پھر علی ابن الحسینؑ زین العابدینؑ پھر اس کا بیٹا محمدؑ (باقرؑ) اولیٰ بالتصرف (یعنی وارث حکومت الٰہیہ) ہے۔

یہ حدیث جناب ابن عباس اور اسامہ ابن زید اور عبد اللہ جعفر طیارؓ سے بھی مروی ہے۔

دلائل امامت

مسعودی نے لکھاہے کہ ابوبصیرؒ نے کہاکہ: میں نے حضرت امام محمد باقرؑ سے ایک مرتبہ پوچھاکہ: آپ لوگ وارث رسول اللہ ﷺ ہیں؟ فرمایا:ہاں، ہم لوگ حضرت رسول اللہ ﷺ اور تمام انبیاءؑ کے وارث ہیں، میں نے عرض کیا: کیا آپ لوگ قدرت رکھتے ہیں کہ مردہ کوزندہ کردیں اور اندھے اور مبروص کواچھاکردیں؟ فرمایا:ہاں۔ باذن اللہ اختیار رکھتے ہیں، پھر فرمایا:اے ابومحمد! میرے نزدیک آؤ جب میں نزدیک ہواتو حضرت نے میری آنکھوں پر ہاتھ پھیر دیا(ابوبصیر نابینا تھے)تو میں نے زمین وآسمان وسورج اور گھر کاسارا سامان اپنی آنکھوں سے دیکھا، حضرت نے فرمایا: کیا چاہتے ہو کہ ایسے ہی رہو اور سارے انسانوں کی طرح تمہاری نیکی اوربدی کاحساب لیاجائے یااپنی سابق حالت پر پلٹ جاؤاور بہشت کے حق دار ہو؟ میں نے عرض کیا: میں جنّت چاہتا ہوں مجھ کو میری حالت پر کر دیجئے! پھر حضرت نے میری آنکھوں پر ہاتھ پھیر دیا تو میں پہلے جیسا ہو گیا۔

آپ کی امامت کو چھ سال چندماہ گذرے تھے کہ سلیمان ابن عبدالملک مر گیااور عمر ابن عبدالعزیز کی بیعت کی گئی تو اس نے بر سر منبر حضرت امیر المومنینؑ پر سب وشتم کو بند کردیا، اس وقت حضرت امام محمد باقرؑ مدینہ میں تھے، آپ نے لوگوں کو خبر دی کہ آج کی شب میں ایک ایسا شخص مراہے جس پر آسمان والے لعنت کررہے ہیں اورزمین والے رورہے ہیں۔

عمرابن عبدالعزیز کے بعد یزید ابن عبدالملک خلیفہ ہوا یہ بڑادشمن اہل بیتؑ تھااس نے حضرت امام محمد باقرؑ کواسیر کرکے مدینہ سے شام میں بلایا تاکہ حضرت کو اذیّت پہونچائے،جب حضرت اس کے دربار میں پہونچے زیر لب کچھ فرمایاجس کوکسی نے نہیں سناجب یزید کی نگاہ حضرت پر پڑی بے اختیار تعظیم کے لیے کھڑاہو گیااور اپنے پہلومیں تخت پر بٹھلایا۔ پھر عرض کیاکہ: اگر کوئی حاجت ہوتو فرمایئے! حضرت نے فرمایاکہ: مجھ کواجازت دے کہ اپنے وطن جاؤں اس سے کہا

آپ تشریف لے جائیں اور راہ میں جو شہر پڑتے تھے ان کے حاکموں کو لکھ دیا تھا کہ جب امام محمد باقرؑ تم لوگوں کے شہر پہونچیں تو کوئی ان کے ہاتھ کھانا پانی نہ فروخت کرے، حضرت امام محمد باقرؑ شام سے رُخصت ہو کر اپنے اصحاب کے ساتھ مدینہ (۱) کی طرف روانہ ہوئے۔ جب آپ شہر (مدین) پہونچے (جہاں کبھی حضرت شعیبؑ پیغمبر مبعوث ہوئے تھے لیکن اہل مدین نے حضرت کی تبلیغ قبول نہ کی اور نافرمانی کی تو ان پر عذاب آیا سات روز تک شب و روز گرم آندھی چلی اور آسمان سے آگ کی بارش ہوئی اور زمین کو زلزلہ آیا جس سے سب ہلاک ہو گئے)۔

جب حضرت امام محمد باقرؑ وہاں پہونچے تو اہل مدین نے شہر کا دروازہ بند کر لیا اور کھانا پانی دینے سے انکار کیا، حضرت کے اصحاب نے بھوک اور پیاس کی شکایت کی تو حضرت ایک پہاڑ پر چڑھ گئے اور بلند آواز سے یہ آیت کی تلاوت فرمائی:

﴿وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا سے بَقِيَّةُ اللهِ(۱)خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾(۲)۔

شہر مدین میں ایک ضعیف العمر عالم پرانے علماء میں سے موجود تھا اس نے جب یہ آواز سنی بے تاب ہو کر گھر سے نکل پڑا اور شور کرنے لگا کہ: لوگو خدا کی قسم! یہ حضرت شعیبؑ پیغمبر کی آواز ہے وہ تم لوگوں کو پکار رہے ہیں، لوگوں نے کہا: یہ شعیبؑ پیغمبر نہیں ہیں یہ محمدؑ ابن علیؑ (باقرؑ) ہیں۔ ہم لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ ان کے لیے آب و غذا فراہم نہ کریں، اس عالم نے کہا: جلد شہر کا دروازہ کھولو ورنہ عذاب آیا چاہتا ہے ان لوگوں نے فوراً دروازہ کھول دیا اور کھانا پانی حضرت کے لیے فراہم کیا۔

---

(۱)۔ یہ واقعہ ملا جامی نے شواہد النبوۃ، صفحہ ۱۸۴ میں اور ملا مبین فرنگی محلی نے وسیلۃ النجات، صفحہ ۳۴۱ میں اور بہت سے علماء نے لکھا ہے شام سے۔ مدینہ پانچ سو میل ہے (خیر الکلام فی احوال العرب والاسلام، صفحہ ۱۰)۔

(۲)۔ حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ اس آیت میں بقیۃ اللہ سے ہم لوگ مقصود ہیں (اصول کافی، کتاب الحجۃ)۔

(۳)۔ پارہ ۱۲، سورۂ ھود، آیت ۸۶۔

ملا جامی نے شواہد النبوۃ، صفحہ ۱۸۳ میں روایت کی ہے کہ ایک شخص نے بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ حضرت امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور زیارت کی اجازت طلب کی لیکن مجھ کو اجازت نہ ملی میں بہت غم گین وافسردہ اپنے گھر واپس آیا اور فرط غم سے مجھ کو شب بھر نیند نہیں آئی میں پڑا سوچا کیا کہ مرجی مذہب اختیار کرلوں (یعنی امام ابو حنیفہ کا مذہب امام ابو حنیفہ مرجی تھے) (غنیۃ الطالبین)۔ یا قدری مذہب اختیار کروں یا حروری یا زیدی ہو جاؤں انہیں خیالات میں صبح ہوگئی اور کسی نے میرے دروازہ کی کنڈی کھٹکھٹائی میں نے جاکر دیکھا تو حضرت امام محمد باقرؑ کا غلام تھا اس نے کہا کہ: مولا نے یاد فرمایا ہے۔ میں فوراً کپڑے پہن کر روانہ ہو گیا جیسے ہی حضرت کے سامنے پہونچا حضرت نے فرمایا: اے فلاں نہ مرجی کی طرف نہ قدری و حروری و زیدی کی طرف بلکہ میری طرف آؤ۔

امام کی خدمت میں تحصیلِ علم کے لیے جنوں کا حاضر ہونا

منقول ہے کہ ایک شخص امام کے دردولت پر حاضر ہوا اور ملاقات کی اجازت طلب کی کسی نے کہا: ابھی جلدی نہ کرو ٹھہرو! امام کی خدمت میں تمہارے برادرانِ ایمانی میں سے کچھ لوگ آئے ہوئے ہیں، راوی کہتا ہے: ابھی تھوڑی دیر بھی نہ گذری تھی کہ بارہ آدمی حضرت کے بیت الشرف سے نکلے جو جسم میں تنگ قبائیں اور پاؤں میں موزے پہنے ہوئے تھے، ان لوگوں نے مجھ کو سلام کیا میں نے جوابِ سلام دیا اور وہ روانہ ہوگئے۔ جب میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو عرض کیا کہ: مولا میں نے ان لوگوں کو نہیں پہچانا جو ابھی آپ کے پاس سے نکلے ہیں۔ فرمایا: یہ

لوگ قوم جن سے تھے میں نے عرض کیا کہ: جن بھی آپ کی خدمت میں آتے ہیں؟! فرمایا: ہاں جس طرح تم آکر حلال و حرام اسلام پوچھتے ہو وہ بھی پوچھتے ہیں (۱)۔

واضح ہو کہ دینِ اسلام جن و انس دونوں کے لیے آیا ہے چنانچہ جنوں کا قرآن سُن کر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کا قصّہ قرآن مجید میں موجود ہے تو جب اسلام جن و انسان دونوں کے لیے آیا ہے اور ہمارے رسولؐ جن وانس دونوں پر مبعوث ہوئے اور قرآن دونوں کے لیے اترا تو یقیناً خلیفہ اور جانشین رسولؐ بھی ایسا ہونا چاہیے جو دونوں کو تعلیم دے سکے اور دونوں قوموں پر حکومت کرسکے اور ان کے مقدمات کا فیصلہ اوران پر حدودِ الٰہی جاری کرسکے اور یہ اختیارات ائمہ اہل بیتؑ کو ہی حاصل تھے جس پر اپنوں اور غیروں کی شہادتیں موجود ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہی برحق خلفاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام خلق تھے۔

باقر العلومؑ کا زہد و تقویٰ وعبادت

ملا جامی نے لکھا ہے کہ ایک شخص نے بیان کیا کہ: میں نے ایک مرتبہ مکّہ اور مدینہ کے درمیان ایک شخص کو دیکھا جو سفر کر رہا تھا اور کبھی ظاہر ہوتا تھا اور کبھی پوشیدہ ہو جاتا تھا جب میں اس کے نزدیک پہونچا تو دیکھا کہ ایک سات یا آٹھ سال کا بچہ ہے اس نے مجھ کو سلام کیا میں نے جواب سلام دیا اور پوچھا: صاحب زادے آپ کہاں سے تشریف لا رہے ہیں؟ فرمایا: خدا کی طرف سے، میں نے پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے؟، فرمایا: خدا کی طرف۔ میں نے پوچھا: آپ کے پاس زادِ راہ کیا ہے؟ فرمایا: تقویٰ، میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ فرمایا: ایک عرب، میں نے کہا: اور واضح فرمائیے! فرمایا: قریشی ہوں۔، میں نے کہا: کچھ اور واضح کیجئے! فرمایا: ہاشمی ہوں، میں نے کہا: اور توضیح فرمائیے! فرمایا: علوی ہوں، پھر دو شعر پڑھے جن کا مضمون یہ تھا کہ ہم ساقی کوثر ہیں اور کوثر پر وارد

---

(۱)۔ شواہد النبوۃ، صفحہ ۱۸۲ و وسیلۃ النجات، صفحہ ۳۴۱۔

ہونے والوں کو سیراب کرنے والے ہیں، ہماری نعمت جس تک پہونچی وہ رستگار ہوا اور جو محروم رہا وہ ہلاکت ابدی میں گرفتار ہوا۔

پھر فرمایا: میں محمدؑ ابن علیؑ ابن حسینؑ ہوں۔ یہ فرما کر وہ غائب ہو گئے۔ میں نہ سمجھ سکا کہ آسمان پر چلے گئے یا زمین میں (۱)۔

صوفی مخالف اہل بیتؑ ہیں

کلینیؒ نے بسندِ معتبر سدیر صیرفی سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ: میں ایک روز مسجد سے نکل رہا تھا کہ حضرت امام محمد باقرؑ تشریف لائے اور میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ: خداوند عالم نے حکم دیا ہے کہ لوگ خانۂ کعبہ کا طواف کرنے کے بعد میرے پاس آئیں اور اپنی ولایت کو میرے سامنے پیش کریں۔ خداوند عالم فرماتا ہے کہ: ﴿اِنِّی لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ﴾؛ یعنی میں نے اس شخص کو بخشا جس نے توبہ کی اور عمل نیک کیا پھر ہدایت یافتہ ہوا اس کے بعد حضرت نے اپنے سینۂ مبارک پر ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ: اس آیت میں ﴿ثُمَّ اهْتَدٰی﴾ سے میری ولایت و امامت کی طرف ہدایت پانا مقصود ہے۔ پھر فرمایا: اے سدیر! کیا چاہتے ہو کہ دینِ خدا سے روکنے والے اور لوگوں کے ایمان لوٹنے والے ڈاکوؤں سے تم کو آگاہ کریں؟ پھر حضرت نے امام ابو حنیفہ اور سفیان (۲) ثوری کی طرف اشارہ فرمایا یہ لوگ مسجد میں حلقہ باندھے بیٹھے تھے اور فرمایا: دیکھو یہ لوگ ہیں دینِ خدا سے روکنے والے اور لوگوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے والے! نہ انھوں نے خود ہدایت پائی نہ علم رکھتے ہیں نہ کتابِ خدا پر عمل کرتے ہیں اگر یہ بدترین خلق اللہ اپنے گھروں

---

(۱)۔ شواہد النبوۃ، صفحہ ۱۸۳، و وسیلۃ النجات، صفحہ ۳۴۳۔

(۲)۔ سفیان ثوری کبراء اہل سنّت اور ان کے بزرگان دین و ائمہ مجتہدین اور صوفیوں میں سے تھے ان کے لیے کہا جاتا ہے کہ: اپنے زمانہ میں آپ اپنی نظیر تھے (دیکھئے وفیات الاعیان)۔

میں بیٹھ رہیں اورلوگوں کو گمراہ نہ کریں تولوگ میرے پاس آئیں اور ہم ان کو خدا اور اس کے رسولؐ کاراستہ بتائیں(۱)۔

کسب معاش وزراعت

محمد ابن منکدر بیان کرتا ہے کہ: ایک روز میں نے حضرت امام محمد باقرؑ کو اطراف مدینہ میں دیکھا کہ ٹھیک دوپہر کو شدّت گرمی کے وقت اپنے ایک خرمے کے باغ کی طرف دوغلاموں کے سہارے سے جارہے تھے آپ کا جسم گرمی کی شدّت سے عرق عرق ہورہا تھا میں نے کہا: اس قریشی کو دیکھو کہ باوجود اس شدّت گرما کے طلب دنیا میں مشغول ہے۔ میں نے جاکر کہا کہ: ایسی حالت میں آپ اس وقت طلب دنیا میں مشغول ہیں اگر موت آجائے تو کیا انجام ہوگا؟! حضرت نے فرمایا: اگر ایسی حالت میں موت آئے تو عین اطاعت خدا میں موت آئے گی کیونکہ میں اپنے عیال کو تم جیسے لوگوں کی محتاجی سے بچاکر اپنے قوّت بازو سے ان کے لیے رزق حاصل کرنے جارہا ہوں ہاں خوف اس وقت ہوتا جب میں کسی معصیت میں مبتلا ہوتا! ابن منکدر نے یہ سُن کر کہا کہ: رَحِمَکَ اللہ میں نے چاہا تھا کہ آپ کو نصیحت کروں تو آپ نے مجھے نصیحت کردی(۲)۔

علم وتمدّن

زہد وتقویٰ اور ترکِ دنیا اور تدبیر ونظام ملک وحکومت ان دونوں میں بعد مشرقین ہے خصوصاً اس شخص کے لیے جس نے سواء گوشہ نشینی اور روحانی اور علمی مشاغل کے کبھی سیاست و حکومت سے کوئی لگاؤ نہ رکھا ہو لیکن وہ ہستیاں جن کو خدا کی طرف سے حکومت ظاہری وباطنی

(۱)۔ عین الحیات، مجلسی صفحہ ۱۲۶۔

(۲)۔ کشف الحقائق فی احوال جعفر الصادقؑ، صفحہ ۳۱۴۔

عطا ہوئی تھی مجموعۂ اضداد نظر آتی ہیں۔ مصلائے عبادت پر سب سے بڑے عبادت گذار، میدانِ جنگ میں سب سے بڑے شجاع وجنگ آزما، منبر پر سب سے بڑے خطیب، تختِ حکومت پر سب سے بڑے مدبّر و سیاست داں۔

ائمہ اہل بیتؑ نہ یہ کہ صرف دین و شریعت کے معلم اور محافظ تھے بلکہ تخت حکومت پر بیٹھنے والوں کو جب مشکلیں پیش آتی تھیں اور سلطنت کا دماغ اس کے حل کرنے سے عاجز ہو جاتا تھا تو اس مشکل کو اہل بیتؑ ہی آسان کرتے تھے۔

ہارون رشید عباسی خاندان کے بادشاہ نے امام کسائی سے بیان کیا کہ: پہلے زمانہ میں جو کاغذ عرب میں آتا تھا وہ مصر سے عیسائیوں کے کارخانہ سے آتا تھا اس پر افانیم ثلٰثہ ابن، اب، روح کا مارک لگا رہتا تھا۔ مسلمانوں کو پہلے اس کی طرف توجہ نہ ہوئی۔ اموی خلیفہ عبدالملک ابن مروان نے سب سے پہلے اس کی طرف توجہ کی اور اس نے مصر کے گورنر کو لکھا کہ: کاغذ پر سے عیسائی مارک کو بند کرکے اس پر **اشهدان لا اله الا الله** کا اسلامی مارگ لگواؤ جب یہ مارک لگا اور کاغذ قیصر روم کے سامنے پہونچا تو اس کو بہت ناگوار گذرا اور اس نے عبدالملک کو لکھا کہ کاغذ پر جو عیسائی مارک لگتا تھا وہی لگایا جائے اور بہت کچھ تحفے اور ہدیے بھیجے عبدالملک نے اس کے ہدیے واپس کر دے اور اس کو کوئی جواب نہیں دیا قیصر نے پھر ہدیہ بڑھا کر بھیجا عبدالملک نے اس کو بھی واپس کر دیا تو قیصرِ روم نے تیسری مرتبہ لکھا کہ: تم کو معلوم ہے کہ ممالک اسلام میں میرا ہی سکّہ جاری ہے تمہارا کوئی سکّہ نہیں ہے اگر تم نے کاغذ پر عیسائی مارک نہ لگایا تو میں سکوں پر تمہارے رسولؐ کو گالیاں لکھوادوں گا تم اپنی پیشانی کا پسینہ پوچھ ڈالو اور میرا ہدیہ قبول کرکے کاغذ پر پہلا مارک لگاؤ۔

قیصر کا خط پڑھ کر عبدالملک کی نگاہوں میں دنیا تاریک ہوگئی اس نے ملک کے علماء اور ارکان دولت و وزراء کو بلا کر اس معاملہ میں مشورہ کیا لیکن کسی کی سمجھ میں کچھ نہ آیا تب اس کے وزیرِ اعظم روح ابن زنباع نے کہا کہ: میں ایک شخص کو جانتا ہوں جو اس مسئلہ کو حل اور اس مشکل

کو آسان کر سکتا ہے۔ عبد الملک نے پوچھا: وہ کون ہے؟ اس نے کہا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے محمدؑ ابن علی باقرؑ۔ عبد الملک نے فوراً حضرت کے نام خط لکھ کر کچھ لوگوں کے ہاتھ سے حضرت کی خدمت میں مدینہ بھیجا اور بڑے احترام وآرام سے اپنے پاس شام میں بلایا اور قیصرِ روم کے سفیر کو اپنے یہاں روکے رکھا جب حضرت تشریف لائے تو عبد الملک نے حضرت سے سارا واقعہ بیان کیا، حضرت نے فرمایا: یہ کوئی مشکل مسئلہ نہیں ہے اس وقت تمہارے یہاں تین سکے چل رہے ہیں ایک بغلی سکہ یہ دس مثقال کے دس ہوتے ہیں دوسرے سمری خفاف یہ چھ مثقال کے دس ہوتے ہیں اور تیسرا سکہ جو رائج ہے وہ پانچ مثقال کے دس ہوتے ہیں یہ سب ۲۱/ مثقال ہوئے پھر جب ان کو تین پر تقسیم کیا تو حاصل ۷ مثقال ہوئے اسی سات مثقال کے دس درہم بنواؤ اور اسی کی قیمت کا سونے کا ایک دینار بناؤ جس کا خردہ دس درہم ہو گا۔

حضرت نے درہم کا نقش فارسی میں اور دینار کا رومی میں رکھا اور سکہ ڈھالنے کا سانچہ کانچ کا بنوایا اور اس پر کلمۂ توحید نقش کرایا اور فرمایا کہ: ان سکوں کو جلد از جلد تیار کر کے ممالک اسلام میں رائج کر دیئے اور رومی سکہ بالکل منسوخ کر دیا اور قیصرِ روم کے سفیر سے کہا کہ: جا کر قیصر سے حالات کی خبر کر دو اور کہہ دو کہ: تم نے جس بات کی دھمکی دی ہے کر ڈالو۔

امام نے فرمایا تھا کہ: قیصرِ روم اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہو سکے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب قیصر کو اس امر کی خبر ہوئی تو مبہوت ہو گیا اور کچھ نہ کر سکا بعض لوگوں نے اس کو مشورہ بھی دیا کہ تم سکوں پر پیغمبر اسلامؐ کو گالیاں لکھوا دو!

اس نے جواب دیا کہ: جب میرا سکہ ممالک اسلام میں داخل ہی نہ ہو گا تو ایسا کرنے سے فائدہ ہی کیا ہے (۱)۔

(۱)۔ حیاۃ الحیوان دمیری، جلد ۱، صفحہ ۷۵ چھاپہ مصر۔

حضرت کے زمانے کے بادشاہ

آپ کے زمانے میں بنی امیہ کے حسب ذیل بادشاہ گذرے: ۱۔ ولید ابن عبدالملک۔ ۲۔ سلیمان ابن عبدالملک۔ ۳۔ عمرو ابن عبدالعزیز۔ ۴۔ یزید ابن عبدالملک۔ ۵۔ ہشام ابن عبدالملک۔ اسی ہشام نے حضرت کو زہر دے کر شہید کیا۔

عبدالملک کا ایک خواب

عبدالملک نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ اس نے چار مرتبہ محراب مسجد میں پیشاب کیا ہے! صبح کو سعید ابن مسیب سے اس کی تعبیر پوچھی: انھوں نے کہا کہ: خدا آپ کو چار بیٹے عطا کرے گا جو سب بادشاہ ہوں گے چنانچہ ہشام ان کا آخری خلیفہ تھا(۱) اور یہ چاروں بیٹے اس کے بدترین خلق اللہ اور نجس العین تھے (مؤلف)۔

شہادت حضرت زید ابن علی ابن الحسینؑ

اسی ہشام نے جناب زید ابن علی ابن الحسینؑ کو قتل کیا اور آپ کی نعش کو سولی پر چڑھا دیا جو چار سال تک لٹکی رہی اس کے بعد دار سے اتار کر جلوا دیا اور خاک دریائے فرات میں بہا دی گئی یہ واقعہ سنہ ۱۲۱ھ یا سنہ ۱۲۲ھ کا ہے (۲)۔

جناب زید سفید رنگ طویل القامت چوڑا سینہ سیاہ بالوں والے اور فصاحت و بلاغت و خوش طبعی میں حضرت امیر المومنینؑ سے مشابہ تھے آپ کو حلیف القرآن کہا جاتا تھا(۳)۔

---

(۱)۔ تاریخ الخلفاء۔

(۲)۔ ابوالفداء جلد ۱، صفحہ ۲۰۴۔

(۳)۔ حدائق الوردیہ۔

قتل کرنے کے بعد جب آپ کا جسم برہنہ کر کے دار پر لٹکا دیا گیا تو مکڑی نے آکر آپ کی شرم گاہوں پر جالا تن کر پردہ کر دیا(۱)۔

وصیت

مسعودی نے لکھا ہے جب حضرت امام محمد باقرؑ کی وفات کا زمانہ نزدیک آیا تو حضرت نے امام جعفر صادقؑ کو طلب فرمایا اور مواریث انبیاءؑ اور اسم اعظم سُپرد کیے اور وصیت فرمائی اور فرمایا کہ: شیعوں کا خیال رکھنا!

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ: میں نے شیعوں کو کسی کا محتاج نہیں ہونے دیا۔

وفات

مسعودی نے لکھا ہے کہ: حضرت کی وفات (۲) ۱۱۵ھ میں ہوئی عمر شریف آپ کی ۵۷ سال تھی۔

آپ کی وفات مدینۂ منورہ میں ہوئی اور جنۃ البقیع میں اپنے جد بزرگوار حضرت امام زین العابدینؑ کے پہلو میں دفن کیے گئے (۳)۔

---

(۱)۔ کتاب ایمان زید ابن علیؑ، صفحہ ۸ مطبوعہ بغداد۔

(۲)۔ قول مشہور یہ ہے کہ آپ کی وفات ۱۱۴ھ ذی الحجہ کو واقع ہوئی۔

(۳)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۳۴۶۔

ازواج واولاد

آپ کی بیویاں چار تھیں اور اولاد سات:

(۱)۔ ام فروہ بنت قاسم ابن محمد ابن ابو بکر،ان سے حضرت امام جعفر صادقؑ اور جناب عبد اللہ تھے۔

(۲)۔ ام حکیم بنت اسد ابن مغیرہ ثقفی، ان سے ابراہیم وعبد اللہ اور تیسری زوجہ سے علیؑ اور زینب۔

(۴)۔ چوتھی زوجہ سے ایک لڑکی ام سلمہ تھیں(۱)۔

ابن حجر مکی نے لکھاہے کہ: حضرت نے اپنے بعد چھ لڑکے چھوڑے جن میں سب سے افضل حضرت امام جعفر صادقؑ تھے(۲)۔

آپ کے مخصوص اصحاب

اسمٰعیل ابن عبد الخالق، عبد اللہ ابن ابی یعفور، فضل ابن سیاد، لیث ابن البختری اسدی، برید ابن معاویہ عجلی، محمد ابن مسلم ابن رباح انھوں نے تیس ہزار حدیثیں حضرت سے حاصل کیں، زرارہ ابن اعین شیبانی کوفی، حمران ابن اعین، بکیر ابن اعین شیبانی، رافع ابن زیاد اشجعی وغیرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے۔

(۱)۔ ارشاد مفید، صفحہ ۲۹۵۔

(۲)۔ صواعق محرقہ، صفحہ ۱۲۰۔

حالات

حضرت امام جعفر صادقؑ

حالات

حضرت امام جعفر صادقؑ

مسعودی نے لکھا ہے کہ: حضرت امام محمد باقرؑ کے بعد آپ کے صاحبزادے ابوعبداللہ حضرت امام جعفر صادقؑ آپ کی جگہ پر بیٹھے۔

عالمؑ سے منقول ہے کہ: ابوعبداللہ حضرت امام جعفر صادقؑ اپنے جد بزرگوار حضرت امام زین العابدینؑ کی زندگی میں سنہ ۸۳ھ میں پیدا ہوئے۔ حضرت امام جعفر صادقؑ سترہ ربیع الاول سنہ ۸۳ھ میں مدینہ میں پیدا ہوئے(۱)۔

آپ کی والدۂ ماجدہ

مسعودی نے لکھا ہے کہ: حضرت کی والدہ ام فروہ بنت قاسم ابن محمد(۲) ابن ابوبکر تھیں، قاسم ابن محمد حضرت امام زین العابدینؑ کے اصحاب میں سے تھے اور ثقہ تھے اور جناب ام

---

(۱)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۳۴۸۔

(۲)۔ محمد ابن ابوبکر کی والدہ اسماء بنت عمیس تھیں، ابوبکر کی وفات کے بعد اسماء سے حضرت امیر المومنینؑ نے عقد کرلیا تھا وہ حضرت کے گھر آئیں تو اپنے ساتھ محمد ابن ابوبکر کو بھی لائیں، یہ اس وقت کمسن تھے حضرت نے ان کی پرورش کی یہ حضرت کے مخلص شیعوں میں سے تھے۔

فروہ اپنے زمانہ کی عورتوں میں سب سے زیادہ پرہیز گار تھیں اور انھوں نے حضرت امام زین العابدینؑ سے حدیثیں بھی روایت کی ہیں۔

حضرت امام جعفر صادقؑ کی پیدائش ونشوونما بھی اسی طرح ہوئی جس طرح آپ کے آباء طاہرین کی ہوئی۔ آپ اپنے دادا حضرت امام زین العابدینؑ کے ساتھ بارہ برس رہے اور ۱۱۵ھ میں منصبِ امامت پر فائز ہوئے اس وقت آپ کی عمر ۳۲ سال تھی۔

نصوص امامت وخلافت

مسعودی نے لکھا ہے کہ: حضرت امام محمد باقرؑ ہمیشہ اپنی زندگی میں حضرت امام جعفر صادقؑ کی امامت کی طرف اشارات فرمایا کرتے تھے پھر آپ نے نص فرمائی، زرارہ اور ابوالجارود سے مروی ہے کہ: حضرت امام محمد باقرؑ نے اپنی زندگی اور صحت کی حالت میں ایک روز حضرت امام جعفر صادقؑ کو بلایا اور فرمایا کہ: میں ایک حکم دیتا ہوں تم کو! عرض کیا: فرمایئے! تو فرمایا کہ: ایک صحیفہ اور دوات لاؤ۔ حضرت امام جعفر صادقؑ نے لاکر پیش کیا تو آپ نے کھلی ہوئی وصیت تحریر فرمائی اور فرمایا کہ: قریش کی ایک جماعت کو بلالاؤ! جب وہ لوگ حاضر ہوئے تو حضرت نے ان لوگوں کو اپنی وصیت کا گواہ بنایا۔

جابر جعفی اور عنسبہ ابن مصعب نے روایت کی ہے کہ: ان لوگوں نے حضرت امام محمد باقرؑ سے قائم آل محمدؑ کے متعلق سوال کیا تو حضرت نے حضرت ابو عبد اللہ امام جعفر صادقؑ پر ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ: خدا کی قسم! میرے بعد یہ قائم آل محمدؑ ہیں۔

فضل ابن یسار سے منقول ہے انھوں نے کہا کہ: میں ایک روز حضرت امام محمد باقرؑ کی خدمت میں بیٹھا تھا ناگاہ حضرت امام جعفر صادقؑ تشریف لائے ان کو دیکھ کر حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ: میرے بعد یہ خیر البریہ ہیں! عنسبہ نے کہا کہ: بعد وفات حضرت امام محمد باقرؑ میں نے

حضرت امام جعفر صادقؑ سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو حضرت نے فرمایا کہ: کیا تم لوگوں نے گمان کیا ہے کہ ہر امام ہم میں کا اپنے قبل والے امام کے بعد قائم بامر اللہ نہیں ہے یہ نام تو ہم میں سے ہر ایک کا ہے (یعنی ہر امام ہم میں کا اپنے وقت میں قائم بامر اللہ ہے)۔

جب آپ منصب امامت پر فائز ہوئے تو آپ نے شیعوں کو جمع کیا اور ایک خطبہ فرمایا جس میں پہلے خدا کی نعمتوں اور اس کے عذاب کا ذکر فرمایا پھر فرمایا: جس کا حاصل مضمون یہ ہے کہ خداوند عالم نے اپنے دین کی حفاظت کے واسطے اپنے نبی کے اہل بیتؑ سے ظاہر بظاہر ائمہ منتخب فرمائے اور ان کے ذریعہ سے اپنی راہ کو نمایاں کیا، اور اپنے پوشیدہ علم کے دروازے کھولے تو جس نے ان کی معرفت حاصل کی وہ اپنے ایمان کی حلاوت اور اسلام کا اچھا نتیجہ دیکھے گا، خدا نے ائمہؑ کو ہدایت کا نشان اور دنیا والوں پر حجت قرار دیا ہے اور ان کے سر پر وقار کا تاج رکھا ہے (یہ امامت) زمین سے آسمان تک ایک کھینچی ہوئی رسّی ہے، امام کی موت سے امامت منقطع نہیں ہوتی اور بغیر معرفت امام کے، خدا کا ثواب حاصل نہیں ہو سکتا، اس لیے کہ تاریکیوں کے پوشیدہ حقائق اور آسمان کی چھپی ہوئی باتوں کا جاننے والا اور دیگر گمراہیوں کے مشکلات کا دور کرنے والا امام ہی ہے، خداوند عالم نے ہمیشہ کے لیے امامت حسین ابن علیؑ کی نسل میں قرار دی ہے، یہی وہ خدا کے مقرر کردہ ائمہ ہیں جو حق کی طرف ہدایت کرتے ہیں اور حق کے ساتھ حکم کرتے ہیں، یہ خدا کی حجّتیں اور اس کی طرف بندوں کو بلانے والے ہیں اور کلام اللہ کی کلید اور اسلام کے ستون ہیں خدا نے ان کو شیطان اور اس کے لشکر کے مکر و فریب اور ہر قسم کی مکروہ بلاؤں اور آفات سے (مثل جذام و جنون وغیرہ کے) اور گناہوں سے محفوظ رکھا ہے۔ الخ

عبد الاعلیٰ سے منقول ہے انھوں نے کہا کہ: میں نے ابو عبد اللہ (صادقؑ) سے پوچھا کہ: مجھ کو خبر ملی ہے کہ محمد ابن عبد اللہ ابن حسنؑ پوشیدہ وصیت (امامت) کے مدعی ہیں؟ فرمایا کہ: جو

پوشیدہ وصیت کا مدعی ہے وہ ظاہر دلیل پیش کرے! میں نے عرض کیا کہ: وہ علانیہ دلیل کیا ہے؟ فرمایا: حلال وحرام خدا کو بیان کرے (یعنی علم کو ظاہر کرے)۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ: جب کوئی شخص دعوائے امامت کرے تو اس سے تم لوگ سوالات کرو۔

نیز حضرت نے فرمایا کہ: جب تم لوگوں کو امام کا علم نہ ہو اور کچھ سمجھ میں نہ آئے کہ کدھر جاؤ تو اس شخص کی طرف رجوع کرو جو امام سابق کی جگہ پر بیٹھا ہو (یعنی امام سابق کی طرح علوم اہل بیتؑ اور معجزات ظاہر کرے)۔

نیز حضرت نے قول پروردگار ﴿وَاعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللهِ لَوْ يُطِيعُكُمْ الخ،﴾(۱)؛ یعنی جان رکھو کہ تم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود ہیں۔ الخ کی تفسیر میں فرمایا کہ: اگر تمہارے درمیان سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک چشم زدن کے لیے بھی غائب ہوں گے تو اپنی ایک حجتّ تمہارے درمیان میں چھوڑ کر جائیں گے (یعنی دنیا ایک چشم زدن بھی حجتِ خدا سے خالی نہیں ہو سکتی اور ان لوگوں کا قول غلط ہے جو کہتے ہیں کہ: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امّت کو شترِ بے مہار کی صورت آزاد چھوڑ کر چلے گئے اور اسی باطل عقیدہ کا نتیجہ ہے کہ امّت کا شیرازہ منتشر ہو کر رہ گیا (مؤلف)۔

یعقوب ابن شعیب سے منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے قول پروردگار ﴿وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ﴾(۲)؛ یعنی اے رسول! کہہ دو کہ جو چاہو عمل کرو پس عنقریب خدا اور اس کے رسول اور مومنین ہمارے عمل کو دیکھیں گے، اس کی تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ: اس میں مومنین سے ائمہ علیہم السلام مقصود ہیں۔

---

(۱)۔ پارہ ۲۶، سورۂ حجرات، آیت ۷۔

(۲)۔ پارہ ۱۱، سورۂ توبہ، آیت ۱۰۵۔

کنّیت و القاب

اسم مبارک آپ کا جعفر اور کنیت ابو عبد اللہ اور القاب صابر، فاضل، طاہر، منجی، قائم، کامل وغیرہ تھے اور مشہور ترین لقب آپ کا صادق ہے جو فریقین میں معروف و مشہور (ا) ہے۔

حلیۂ مبارک

حضرت میانہ بالا قد اور کھلا ہوا اسفید رنگ، بلند بینی تھے موہائے مبارک آپ کے سیاہ اور گھونگھر والے تھے اور رُخسار مبارک پر تل تھا۔

امام کا عہدِ طفلی

صاحب کشاف الحقائق نے بحوالہ بحارالانوار محمد ابن مسلم طافی سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ: میں ایک روز حضرت امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر تھا ناگاہ آپ کے فرزند حضرت امام جعفر صادقؑ کھیلتے ہوئے وہاں آنکلے ان کے سر پر دو گیسو تھے اور ہاتھ میں ایک لکڑی کا بلہ لیے ہوئے تھے حضرت امام محمد باقرؑ نے ان کو پکڑ کر سینہ سے لگایا اور فرمایا: جان پدر! زیادہ نہ کھیلا کرو! تم کھیلنے کے لیے نہیں پیدا ہوئے ہو! پھر مجھ سے فرمایا: اے محمد! میرے بعد یہ تمہارے امام ہیں، ان کی اقتداء کرو اور ان کے انوارِ علم سے نور حاصل کرو! قسم خدا کی! یہ وہی صادق ہیں جن کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے، بے شک ان کے شیعہ آخرت میں منصور ہوں گے اور دشمن ان کے تمام انبیاءؑ کی زبان پر ملعون ہیں، یہ سُن کر حضرت امام جعفر صادقؑ خندان ہوئے کہ آپ کے چہرۂ مبارک کا رنگ سُرخ ہو گیا پھر حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ: تم جو کچھ چاہو ان سے پوچھو!

(ا)۔ جعفر کے معنی نہر کے ہیں اور جعفر بہشت کی ایک نہر کا نام ہے۔

میں نے عرض کیا کہ: یابن رسول اللہؐ! ہنسی کہاں سے پیدا ہوتی ہے؟ فرمایا: عقل دل سے ہے اور حزن وملال جگر سے ہے اور تنفس ریہ (پھیپھڑے) سے اور ہنسی طحال سے ہے یہ سُن کر میں اٹھا اور آنحضرت کے سرِ مبارک کا بوسہ دیا(۱)۔

آپ کی عظمت وجلالت اور علم

مسعودی نے لکھا ہے کہ: آپ کی مجلس میں عوام وخواص سب بیٹھے تھے اور اقطار عالم سے لوگ آکر مسائل حلال و حرام اور تاویل قرآن دریافت کرتے تھے اور سب جواب سے مطمئن اور راضی ہو کر اٹھتے تھے۔

علامہ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ صفحہ ۱۲۰ میں لکھا ہے کہ: آپ حضرت امام محمد باقرؑ کے خلیفہ اور جانشین تھے آپ سے لوگوں نے اس قدر علوم نقل کیے کہ دور دور کے لوگ اس سے فیض یاب ہوئے اور اپنے ساتھ لے گئے اور تمام عالم میں آپ کے علم کا شہرہ تھا۔

صاحب ینابیع المودۃ نے لکھا ہے کہ: آپ کی جلالت قدر وسیادت پر مسلمانانِ عالم کا اتفاق ہے آپ اپنے کل اقران پر فضیلت رکھتے تھے دین میں کامل اور بڑے زاہد وپرہیزگار اور صاحب حکمت کاملہ تھے(۲)۔

ملا جامی نے لکھا ہے کہ: آپ کا شرف اور مرتبہ خدا کے نزدیک بلند تھا آپ عظمائے علمائے اہل بیتؑ سے تھے یہاں تک کہ بارگاہِ الٰہی سے جن علوم کا فیضان آپ کے قلب منوّر پر ہوا تھا اور جو آپ سے منقول ہیں ان کے شمار اور احاطہ سے فہم انسانی قاصر ہے۔

---

(۱)۔ کشف الحقائق، صفحہ ۵۲۔

(۲)۔ باب ۶۵، صفحہ ۳۱۹۔

پھر لکھتے ہیں کہ: جیسے حقائق و معارف اور حکمت کی دقیق باتیں حضرت کی زبان مبارک سے نکلی ہیں مشہور اور اسلامی کتابوں میں موجود ہیں(۱)۔

صاحب فصول المہمہ نے حضرت کے متعلق لکھا ہے کہ جو علوم آپ سے ظاہر ہوئے ان کا حساب بڑے بڑے حساب دانوں کے فہم وادراک سے بالا اور ان علوم کی انواع و قسموں کے معلوم کرنے سے دبیران بیدار مغز حیران ہیں(۲)۔

ملا مبین صاحب فرنگی نے وسیلۃ النجاۃ صفحہ ۳۴۸ میں لکھا ہے کہ: آپ کی جلالت قدر و امامت و عظمت و کثرتِ علوم پر مسلمانوں نے اتفاق کیا ہے اور حق تعالیٰ نے حضرت کے قلب منوّر پر جن علوم کا فیضان کیا تھا ان کے ادراک سے بڑے بڑے متبحر علماء عاجز ہیں اور صفحہ ۳۵۴ میں لکھتے ہیں کہ: جو عجائب و غرائب علوم لوگوں نے حضرت سے نقل کیے ہیں وہ حدود عقل و قیاس انسانی سے باہر ہیں۔

امام مالک اور امام ابو حنیفہ جیسے جلیل القدر ائمہ اہل سنّت بھی آپؑ کی شاگردی پر فخر وناز کرتے تھے

ملا مبین صاحب وسیلۃ النجات [نے] صفحہ ۳۵۵ میں لکھا ہے کہ: شرح مثنوی ابو الفتاح وغیرہ کتب اہل سلوک میں دیکھا ہے کہ ابو حنیفہ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد علوم باطنی کی تکمیل کے لیے مزید دو سال حضرت کی خدمت میں رہے چنانچہ وہ خود کہتے تھے کہ: ”**لَولَا السَّنَتَان لَهَلَكَ النُّعْمَان**“؛ یعنی اگر یہ دو سال نہ ہوتے تو ابو حنیفہ ہلاک ہو جاتے۔

(۱)۔ شواھد النبوۃ، صفحہ ۱۸۷۔

(۲)۔ فصول المہمہ۔

یحییٰ ابن سعید انصاری اورابو حنیفہ اورابن جریح اورامام مالک اور محمد ابن اسحاق اور حضرت موسیٰؑ ابن جعفرؑ اور سفیان ثوری اور سفیان ابن عیینہ و شعبہ اور یحییٰ ابن سعید قطان اور بہت سے علماء نے حضرت سے روایتِ احادیث کی ہے اور کل اولیاءاللہ کے سلسلے انھیں مقتدائے اہل صفااور پیشوائے ائمہ ھدیٰ کی طرف منسوب ہوتے ہیں(۱)۔

ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ صفحہ ۱۶۰میں لکھاہے کہ اعیان ائمہ سے ایک جماعت نے مثل یحییٰ ابن سعید اور ابن جریح اورامام مالک ابن انس اورامام سفیان ثوری اور سفیان ابن عیینہ اور امام ابو حنیفہ اور ایوب سجستانی نے آپ سے حدیثیں روایت کی ہیں۔

علامہ شبلی صاحب نے سیرۃالنعمان صفحہ ۴۵میں لکھاہے کہ:امام ابو حنیفہ ایک مدّت تک استفادہ کی غرض سے امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر رہے اور فقہ وحدیث کے متعلق بہت سی نادر باتیں حاصل کیں، شیعہ اور سنی دونوں نے ماناہے کہ امام ابو حنیفہ کی معلومات کابڑاذخیرہ حضرت ممدوح کا فیض صحبت تھا۔امام صاحب نے ان کے فرزند رشید حضرت امام جعفر صادقؑ کی فیض صحبت سے بھی بہت کچھ فائدہ اٹھایاجس کاذکر عموماً تاریخوں میں پایاجاتاہے،ابن تیمیہ نے اس سے انکار کیاہے اور اس کی وجہ یہ خیال کی ہے کہ امام ابو حنیفہ حضرت جعفر صادقؑ کے معاصر اور ہمسر تھے اس لیے ان کی شاگردی کیونکر اختیار کرتے لیکن یہ ابن تیمیہ کی گستاخی چشمی ہے امام ابو حنیفہ لاکھ مجتہد اورفقیہ ہوں لیکن فضل وکمال میں ان کو حضرت جعفر صادقؑ سے کیانسبت؟ حدیث و فقہ بلکہ تمام مذہبی علوم اہل بیتؑ کے گھر سے نکلے:"**وصاحب البیت ادریٰ بما فی البیت**"؛یعنی گھر والاگھر کی چیزوں کو بہتر جانتاہے۔

---

(۱)۔وسیلۃالنجات،صفحہ ۳۵۵۔

فیلسوف اسلام جابر ابن حیان طرسوسی

اسلام کا عظیم الشان فلسفی اور صوفی جس کے علم سے یورپ نے بڑے فوائد حاصل کیے اس کی کتابوں کے ترجمے لاطینی و فرانسیسی وانگریزی وغیرہ مختلف زبانوں میں کیے گئے اور آج تک اس کی تصنیفات سے دنیا فائدہ حاصل کر رہی ہے [یہ] حضرت امام جعفر صادقؑ کا شاگرد تھا۔

ابن خلکان نے حضرت امام جعفر صادقؑ کے حالات میں لکھا ہے کہ: علم کیمیا اور زجر اور فال پر حضرت کے مقالات ہیں ابو موسیٰ جابر ابن حیان صوفی طرسوسی آپ کا شاگرد تھا اس نے ایک ہزار ورق کی ایک کتاب لکھی ہے جس میں حضرت امام جعفر صادقؑ کے پانچ سو رسالوں کو جمع کیا ہے(۱)۔ اور خیر الدین الزرکلی نے لکھا ہے کہ: حضرت امام جعفر صادقؑ کو علوم میں بہت بڑا مرتبہ حاصل تھا اور ایک بہت بڑی جماعت نے حضرت سے علوم حاصل کیے ہیں جن میں امام ابو حنیفہ اور امام مالک اور جابر ابن حیان ہیں اور آپ کے شاگرد جابر ابن حیان نے علم کیمیا پر ایک ہزار ورق کی ایک کتاب لکھی ہے جو حضرت امام جعفر صادقؑ کے پانچ سو رسالوں پر مشتمل ہے(۲)۔

ائمہ اہل بیتؑ کے علوم کے ذرائع

ہر شخص جانتا ہے کہ علم و کمال محتاج کسب و تحصیل ہے لوگ عمریں صرف کرتے ہیں، دولت خرچ کرتے ہیں، بڑے بڑے صاحبانِ علم و کمال کے سامنے زانوِ ادب تہہ کرتے ہیں، کفش برداری کرتے ہیں، ماں باپ عزیز واقارب دوست و احباب اور وطن عزیز کو چھوڑ کر دور دراز مقامات کا سفر کرتے ہیں پھر بھی ہزاروں میں چند ہی ایسے نکلتے ہیں جن کا ارباب فضل و کمال میں نام لیا جا سکے جن کو مبدءِ فیاض سے صلاحیتیں عطا ہوئی ہوں اسی بنا پر ہمیشہ آپ کو صاحبانِ علم و کمال کی زندگی کے دو دور نظر آئیں گے ایک وہ جس میں انھوں نے زحمتیں کھینچیں اور دوسروں سے تحصیل علم کیا اور دوسرا

(۱)۔ وفیات الاعیان، جلد ۱، صفحہ ۱۳۰، چھاپہ مصر۔
(۲)۔ الاعلام، جلد ۱، صفحہ ۱۸۲، چھاپہ مصر۔

دور وہ جب کہ انھوں نے اپنے علم سے دوسروں کو فائدہ پہونچایا، لیکن ائمہ اہل بیتؑ اپنی ابتداء زندگی یعنی عہدِ طفلی سے آخر زندگی تک ہر دور میں ہادی و معلم خلق رہے کبھی متعلم نہیں رہے۔

ابو القاسم نے میمون ابن مہران سے روایت کی ہے: حضرت ابو بکر کے پاس جب کوئی مقدمہ آتا تو اس کا حکم پہلے قرآن میں ڈھونڈھتے اگر نہ ملتا تو احادیث رسولؐ میں تلاش کرتے اگر وہاں بھی نہ پاتے تو باہر نکل کر مسلمانوں سے پوچھتے اگر کوئی کہتا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قسم کے مقدمہ میں یہ فیصلہ کیا تھا تو خدا کا شکر کرتے کہ ہم میں بھی اللہ نے ایسے لوگ پیدا کیے ہیں جو پیغمبرؐ کی باتوں کو یاد کر رکھتے ہیں اور اگر مسلمان بھی نہ بتاتے تو صحابہ کو جمع کر کے مشورہ کرتے تھے اور باتفاق رائے جو بات طے پاتی اسی پر فیصلہ کرتے (۱) یہ ان کا حال تھا جن کے متعلق علماء اہل سنّت کا اجماع ہے کہ وہ اعلم الصحابہ تھے (۲)۔

حضرت عمر کا یہ حال تھا کہ بے شمار مسائل میں انھوں نے حضرت امیر المومنینؑ کی طرف رجوع کیا یہاں تک کہ ابو عمر نے سعید ابن مسیب سے روایت کی ہے کہ: حضرت عمر خدا کی پناہ طلب کرتے تھے ہر اس مشکل سے جس کے حل اور آسان کرنے کے لیے مشکل کشا علی مرتضیٰؑ موجود نہ ہوں (۳) اس روایت کے لکھنے کے بعد ملا مبین صاحب لکھتے ہیں کہ: اسی طرح بارہا حضرت عمر نے یہ کلمہ یعنی اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتے، کہا۔

امیر معاویہ امیر المومنینؑ سے مسائل پوچھتے تھے، دیکھئے قضایائے امیر المومنینؑ حضرت امام حسنؑ کے زمانے میں معاویہ اور حسن بصری اور سارے مسلمان جب کوئی مشکل مسئلہ آتا تھا اور کسی سے حل نہیں ہوتا تھا تو حضرت سے پوچھتے تھے دیکھئے یہی کتاب بیان علم امام حسنؑ۔

---

(۱)۔ تاریخ الخلفاء، صفحہ ۲۹۔

(۲)۔ دیکھئے تاریخ الخلفاء، صفحہ ۲۹۔

(۳)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۱۳۸۔

حضرت امام حسینؑ کے زمانے میں حضرت عمرو عبداللہ ابن عباس اور بڑے بڑے صحابہ وتابعین آپ سے استفادہ کرتے تھے۔

حضرت امام زین العابدینؑ کا زمانہ جب آیا تو امام زہری جیسے جلیل القدر علماء اہل سنّت آپ سے استفادۂ علم کرتے رہے۔

حضرت امام محمد باقرؑ کے زمانے میں امام زہری، حسن بصری، امام ابو حنیفہ اور علماء و تابعین کی جماعت کثیر نے آپ سے تحصیلِ علم کیا۔

اسی طرح حضرت امام حسن عسکریؑ کے زمانے تک ہر امام اپنے زمانے میں مرجع اور معلم عالم اسلام اور محافظ شریعت الٰہیہ رہا۔

لیکن ان میں سے کسی ایک نے بھی نہ تو کسی سے تحصیل علم کیا نہ کسی مشکل سے مشکل مسئلہ میں بھی کبھی لاجواب و عاجز رہے نہ کسی سے پوچھنے کے محتاج رہے جس پر اسلامی تاریخیں شاہد ہیں اور علمائے اسلام کو اعتراف ہے جو اس امر کی دلیل ہے کہ ائمہ اہل بیتؑ بھی انبیاءؑ و مرسلینؑ کی طرح خدا کے تعلیم دیئے ہوئے تھے۔

لہٰذا ان کے علم میں خطا اور گمراہی کا کوئی امکان نہ تھا اسی بنا پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ: میں تمہارے درمیان میں دو گراں بہا چیزیں چھوڑے جاتا ہوں کتابِ خدا اور اپنی عترت جب تک دونوں کو پکڑے رہو گے میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے اور یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوں گی یہاں تک کہ میرے پاس حوضِ کوثر پر پہونچیں(۱) یہ حدیث شریف ۳۹ سندوں سے منقول ہے۔

دوسری بات اس تفصیل سے یہ معلوم ہوئی کہ جس طرح انبیاءؑ و مرسلینؑ کے وہبی والہامی علوم ان کی رسالت و نبوّت کی دلیل تھے اسی طرح ائمہ اثنا عشرؑ کے وہبی والہامی علوم ان کی امامت و خلافت کی دلیل ہیں۔

---

(۱)۔ ترمذی باب فضائل اہل بیتؑ صفحہ ۵۴۱ و مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۵ وغیرہ۔

دعوائے سلونی

ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ باب۹ فصل۳ میں ابو طفیل سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت علیؑ کو خطبہ میں فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: کتاب خدا کے متعلق جو پوچھنا ہو مجھ سے پوچھو۔

ملا مبین صاحب نے وسیلۃ النجات صفحہ ۱۳۹ میں سعید ابن مسیب سے روایت کی ہے کہ سواء علی ابن ابی طالبؑ کے کسی نے بھی دعوائے سلونی کرنے کی جرأت نہ کی، اور عبد اللہ ابن مسعود کہتے ہیں کہ: قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا ہے اور ہر حرف کے لیے ظاہری اور باطنی معنی ہیں اور وہ کل ظاہری اور باطنی معنی علیؑ کے پاس ہیں یہ روایت ینابیع المودۃ باب ۱۴، صفحہ ۵۷ میں بھی ہے۔

میں عرض کرتا ہوں کہ: حضرت امیر المومنینؑ کے سواء اگر کسی نے دعوائے سلونی کیا تو ان کی ذریّت ہی نے کیا اور انھیں کے لیے زیبا بھی تھا ورنہ ان لوگوں کے سواء دنیا میں نہ کسی نے دعوائے سلونی کیا نہ کوئی تا قیامت کر سکتا ہے، ملا مبین صاحب نے وسیلۃ النجات صفحہ ۳۴۹ میں لکھا ہے کہ راوی نے کہا کہ: بعض ثقات سے منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ: **"سَلُونِی قَبلَ اَنْ تَفقِدُونِی فَاِنَّہ لَا یُحدِّثُکُم اَحَدٌ بَعدِی مِثْلُ حَدِیثِی"**۔ ملا مبین صاحب نے ترجمہ کیا ہے کہ جو کچھ چاہو مجھ سے پوچھ لو قبل اس کے کہ مجھ کو اپنے درمیان میں نہ پاؤ اس لیے کہ میرے بعد پھر میری جیسی باتیں کسی دوسرے سے نہ سنو گے کیونکہ یہ علوم ہم اہل بیتِ رسالتؑ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ یہ روایت شواہد النبوۃ صفحہ ۱۸۷ میں بھی موجود ہے۔

کتاب جفر وجامع

ملا جامی نے لکھا ہے کہ: کتاب جفر جو مشہور ہے اور علوم واسرار آل محمدؐ پر مشتمل ہے اور اس کی تصریح حضرت امام رضاؑ کے کلام سے ہوتی ہے وہ آپ ہی کے کلام سے ہے۔

جب مامون الرشید نے حضرت امام رضاؑ کو اپنا ولی عہد بنانا چاہا تو حضرت نے فرمایا کہ: کتاب جفر وجامع سے اس کے خلاف ظاہر ہوتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادقؑ فرمایا کرتے تھے کہ: ”عِلْمُنَا غَابِرٌ وَ مَزْبُورٌ وَ نَكْتٌ فِي الْقُلُوبِ وَ نَقْرٌ فِي الْأَسْمَاعِ وَ إِنَّ عِنْدَنَا الْجَفْرَ الْأَحْمَرَ وَ الْجَفْرَ الْأَبْيَضَ وَ مُصْحَفُ فَاطِمَةَ عِنْدَنَا وَإِنَّ عِنْدَنَا الْجَامِعَةَ فِيهَا جَمِيعُ مَا يَحْتَاجُ النَّاسُ إِلَيْهِ۔“

حضرت سے اس کی تفسیر پوچھی گئی؟ تو فرمایا کہ: علم غابر ان چیزوں کا علم ہے جو قیامت تک ہونے والی ہیں اور علم مزبور ان باتوں کا علم ہے جو گذر چکیں اور نکت فی القلوب، الہام ہے اور نقر فی الاسماع، ملائکہ کی باتیں ہیں جو ہم سنتے ہیں لیکن ان کو دیکھتے نہیں اور جفر احمر سلاح حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور جفر ابیض میں حضرت موسیٰؑ کی توریت اور حضرت عیسیٰؑ کی انجیل اور حضرت داؤدؑ کی زبور اور خدا کی پہلی آسمانی کتابیں ہیں اور مصحف فاطمہؑ میں قیامت تک جو واقعات ہونے والے ہیں ان کا بیان اور سب کا نام ہے اور کتاب جامعہ ایک ستّر (۱) ہاتھ کی کتاب ہے جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لکھوائی ہوئی اور حضرت علیؑ کی لکھی ہوئی ہے اس میں کل وہ باتیں ہیں انسان قیامت تک جن کا محتاج ہو گا یہاں تک کہ ایک خراش لگانے کا جرمانہ بھی مرقوم ہے۔ یہی روایت وسیلۃ النجات، صفحہ ۳۴۹ میں بھی ہے۔

(۱)۔ جس طرح ریشمی کپڑوں کا تھان درمیان میں ایک لکڑی رکھ کر لپیٹ دیا جاتا ہے پہلے زمانہ میں دستاویزیں اور بڑی بڑی کتابیں لمبے لمبے کاغذوں پر لکھ کر لپیٹ دی جاتی تھیں۔ ۱۲ مولف۔

مولوی وحید الزماں خان صاحب حیدرآبادی عالم جلیل اہل سنّت نے لکھا ہے کہ:
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کو دو کتابیں لکھوادی تھیں ایک جفر دوسری جامعہ ایک تو بکری کی کھال پر تھی دوسری بھیڑ کی کھال پر اور اس میں قیامت تک جتنی باتیں ہونے والی تھیں وہ سب مجملاً لکھوادی تھیں۔ سید شریف نے شرح مواقف میں نقل کیا ہے کہ:
جفر اور جامع دو کتابیں تھیں حضرت علیؑ کے پاس ان میں ازروئے قواعد علم حروف و تکسیر بڑے بڑے حوادث کا بیان تھا جو قیامت تک ہونے والے تھے اورآپ کی اولاد میں جو امام گذرے وہ انھیں کتابوں سے نقل کرتے۔ امام ابوعبداللہؑ نے فرمایا: میرے پاس جفر ابیض ہے زید ابن ابی العلانے پوچھا: اس میں کیا ہے؟ فرمایا: زبورِ داؤدؑ اور توراتِ موسیٰؑ اور انجیلِ عیسیٰؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے صحیفے اور حلال وحرام اور حضرت فاطمہؑ کا مصحف اور وہ باتیں جن کی وجہ سے لوگ میرے محتاج ہوں، اور ہم ان کے محتاج نہ ہوں اور میرے پاس جفر احمر بھی ہے اخیر تک (۱)۔

اخبار بالغیب

مسعودی نے لکھا ہے کہ: آپ کی امامت کے گیارہویں سال ولید ابن یزید ابن عبد الملک مر گیااور اس کے بیٹے یزید ابن ولید کی بیعت واقع ہوئی اور چھ ماہ حکومت کرکے مر گیا تو اس کے بھائی ابراہیم ابن ولید کی بیعت کی گئی وہ چار ماہ زندہ رہا پھر مروان محمد جعدی حمار کی ۱۲۷ھ میں بیعت واقع ہوئی جو حضرت کی امامت کا بارہواں سال تھا یہ مروان حمار بنی امیہ کا آخری بادشاہ تھا اسی سال عبد اللہ ابن محمد ابن علی ابن عبد اللہ ابن عباسؓ نے بنی امیہ پر خروج کیا۔

راویوں نے بیان کیا کہ ایک روز ہم لوگ حضرت امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آیااور سلام کرکے حضرت کی پیشانی پر بوسہ دیااور بیٹھ گیا۔ حضرت امام

(۱)۔ تاریخ ائمہ مصنفہ مولانا سید علی حیدر صاحب طاب ثراہ صفحہ ۴۳۵ بحوالہ انوار اللغۃ، پ ۵ صفحہ ۵۱۔

جعفر صادقؑ نے اس کا کپڑا ہاتھ سے اٹھا کر دیکھا اور فرمایا کہ: اتنا سفید اور اس سے بہتر کپڑا میں نے نہیں دیکھا! اس نے عرض کیا: مولا یہ ہمارے ہی ملک کا کپڑا ہے اور یہ دو پارچے آپ کے لیے بھی لایا ہوں، حضرت نے فرمایا: اے متعب! یہ کپڑے لے لو! پھر وہ رُخصت ہو کر روانہ ہو گیا، حضرت نے فرمایا: اگر علامتیں ٹھیک اور نزدیک ہے تو یہی سیاہ نشان والا شخص ہے جو خراسان سے خروج کرے گا پھر حضرت نے فرمایا: اے متعب! ذرا بڑھ کر اس کا نام تو پوچھو اس کا نام عبد الرحمٰن ہے اگر اس کا نام عبد الرحمٰن ہے تو بس یہی شخص ہے متعب نے جا کر اس کا نام پوچھا اور آ کر کہا کہ: مولا اس کا نام عبد الرحمٰن ہے۔

پھر دوسرے وقت میں وہ شخص پوشیدہ حضرت کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ: مولا میں نے بہت سے لوگوں کو آپ کی بیعت و حکومت کی طرف دعوت دی ہے، امامؑ نے فرمایا کہ: تم نے جس امر کی طرف اشارہ کیا ہے ابھی ہم اہل بیتِ رسولؐ کے لیے اس کا وقت نہیں ہے یہاں تک کہ بنی عباس کے بچے اس سے کھیلیں گے پھر وہ شخص جناب محمد ابن عبد اللہ ابن حسن کے پاس گیا اور ان کو حکومت کے لیے ابھارا تو انھوں نے اپنے اہل بیتؑ کو جمع کیا اور امام جعفر صادقؑ کو بھی مشورہ کے لیے بلایا، حضرت تشریف لے گئے اور محمد ابن علی ابن عبد اللہ ابن عباس کے دونوں بیٹے عبد اللہ سفاح اور منصور دوانقی دونوں کے درمیان میں بیٹھے پھر گفتگو شروع ہوئی تو حضرت امام جعفر صادقؑ نے عبد اللہ سفاح کے شانے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: پہلے یہ بادشاہ ہو گا، پھر حضرت نے ابو جعفر منصور کے شانے پر دوسرا ہاتھ مارا اور فرمایا کہ: اس کے بعد یہ بادشاہ ہو گا اور اس کے بچے حکومت سے کھیلیں گے یہ سُن کر منصور اُچھل پڑا اور روانہ ہو گیا، مروان حمار کے واقعات وہی ہیں جو لوگوں نے بیان کیے ہیں وہ سنہ ۱۳۲ھ میں ماہِ ذی الحجہ مصر میں مارا گیا اور حکومت بنی عباس میں آگئی یہ حضرت کی امامت کا سترہواں سال تھا اور سنہ ۱۳۲ھ ۱۳؍ ربیع الاول کو عبد اللہ ابن محمد ابن علی ابن عبد اللہ ابن عباس کی کوفہ میں بنی ہاشم کے غلام ولید ابن سعید کے گھر میں محلہ بنی اود میں بیعت

واقع ہوئی۔ سفاح چار برس چھ ماہ حکومت کر کے ۱۳۶ھ میں انبار میں انتقال کیا اور اس کے بعد منصور (دوانقی) خلیفہ ہوا۔ یہ واقعہ حضرت کی امامت کے اکیسویں سال کا ہے۔

جب منصور خلیفہ ہوا تو اس نے امام کو (بارادۂ قتل) مدینہ سے بلا بھیجا جب آپ نجف کے قریب پہونچے تو آپ نے نماز پڑھی پھر دونوں ہاتھ دعا کے لیے بلند کیے اور یہ دعا پڑھی: ''یَا نَاصِرَ الْمَظْلُومِ الْمُبغِی عَلَیهِ، یَا حَافِظَ الغُلَامَینِ، لِأَبِیهِمَا اِحفِظْنِی الیَومَ لآبائی مُحَمَّدٍ وَ عَلِیٍّ وَالحَسَنِ وَ الحُسَینِ، اَللّٰهُمَّ اضْرِبْ بِالذُّلِّ بَینَ عَینَیهِ. ثُمَّ قَالَ: بِاللّٰهِ اَستَفْتِحُ وَ بِاللّٰهِ اَستَنجِحُ، وَ بِمُحَمَّدٍ وَ آلِهِ أَتَوَجَّهُ، اللّٰهُمَّ إِنَّكَ تَمْحُو مَا تَشَاءُ وَ تُثْبِتُ وَ عِندَكَ أُمُّ الكِتَابِ''۔ پھر روانہ ہو گئے جب آپ منصور کے دروازہ پر پہونچے تو اس کے دربان ربیع نے کہا کہ: یہ ظالم کس درجہ آپ پر غضب ناک ہے پھر حضرت منصور کے سامنے پہونچے اور اجازت لے کر تشریف فرما ہوئے اور اس سے مصافحہ کیا پھر فرمایا کہ: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ: ذوی الارحام کو چھوڑ دینے سے وہ مہرباں ہو جاتے ہیں، یہ سُن کر منصور نے آپ کو اپنے پہلو میں بٹھلایا، پھر کہا کوئی خوف کی بات نہیں ہے پھر اس نے کہا کہ: میرے پاس آپ کی شکایتیں پہونچی ہیں، حضرت نے فرمایا: نہ میں نے تمہارے خلاف کوئی کام کیا ہے نہ کبھی اس کا ارادہ کیا اور بالفرض اگر تمہارے خیال میں کیا بھی ہے تو دیکھو کہ حضرت سلیمانؑ کو خدا نے ملک و طاقت عطا کی تو انھوں نے خدا کا شکر کیا اور حضرت ایوبؑ بلاؤں میں مبتلا ہوئے تو انھوں نے صبر کیا اور حضرت یوسفؑ پر ظلم کیا گیا تو انھوں نے بخش دیا لہٰذا ان کی ذریت سے بھی وہی باتیں ظاہر ہوں گی۔

منصور نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا اور حکم دیا کہ آپ کو چھ ہزار درہم دیئے جائیں اور کہا کہ: اور جو حاجتیں ہو بیان فرمائیے! حضرت نے فرمایا: بس حاجت یہ ہے کہ مجھ کو اپنے وطن واپس جانے کی اجازت دے! کہا آپ کو اختیار ہے یہ سُن کر آپ اٹھ گئے۔

ربیع دربان نے کہا کہ: یہ درہم لے لیجئے! فرمایا: مجھ کو اس کی حاجت نہیں ہے، ربیع نے کہا کہ اگر نہ لیجئے گا تو منصور غضب ناک ہو جائے گا تو آپ نے ان درہموں کو اٹھوا کر ربیع کے گھر بھیج دیا اور روانہ ہو گئے جب آپ وہاں سے روانہ ہو کر حیرہ پہونچے تو ربیع نے جا کر پھر آپ سے ملاقات کی اور عرض کیا کہ منصور (۱) دوانقی آپ کو یاد کر رہا ہے حضرت پھر واپس ہوئے۔

ایک عجیب الخلقت پرندہ

حضرت جب منصور کے پاس پہونچے تو اس نے عرض کیا کہ: یابن رسول اللہؐ! مجھے بتایئے ہوا کیا ہے؟ فرمایا: فضا میں معلق پانی، پوچھا: ہَوا میں رہنے والے جان دار بھی ہیں؟ فرمایا: ہاں۔ ہوا میں رہنے والے ایسے حیوان بھی ہیں جن کا جسم مچھلیوں کی شکل کا ہے اور سر اور پر ان کے پرندوں جیسے مختلف رنگ کے اور بعض چاندی سے زیادہ سفید ہوتے ہیں یہ سُن کر منصور نے ایک طشت منگوا کر سامنے رکھ دیا جس میں ایک بالکل اسی شکل و صورت کی تھی جس میں کوئی فرق نہ تھا اس چڑیا کو ایک شخص نے صحراء میں پایا تھا اس کا بیان تھا کہ: یہ بارش میں ابر سے گری ہے اس کو لوگ دیکھ کر تعجب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ: ایسا جانور ہم لوگوں نے کبھی نہیں دیکھا، پھر منصور نے حضرت کو رُخصت کر دیا جب حضرت روانہ ہو گئے تو اس نے اپنے دربان ربیع سے کہا کہ: (یہ شخص) میرے حلق کی پھنسی ہوئی ہڈی اپنے زمانہ کا اعلم الناس ہے۔

---

(۱)۔ منصور دوانقی کے چھ ہزار درہم چھ لاکھ کے برابر تھے اس لیے کہ وہ بڑا بخیل و حریص تھا سیوطی نے لکھا ہے کہ: منصور بڑا ظالم اور جبّار تھا اس نے بے شمار انسانوں کو قتل کیا اور حد درجہ حریص و بخیل تھا یہاں تک کہ اپنے عمّال اور مزدوروں سے دانہ دانہ کا حساب کرتا تھا اسی سے اس کا نام دوانقی پڑ گیا (تاریخ الخلفاء، صفحہ ۱۷۶)۔

دلائل امامت

معجزہ حضرت موسیٰؑ

ملا جامی نے لکھا ہے کہ منصور دوانقی کے مقربان میں سے ایک شخص نے بیان کیا کہ: میں ایک روز منصور کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ بہت متفکر ہے میں نے اس کا سبب دریافت کیا؟ تو اس نے کہا کہ: میں نے بے شمار علویوں کو قتل کیا لیکن ان سب کا پیشوا ابھی تک زندہ موجود ہے۔ میں نے پوچھا: وہ کون ہے؟ کہا کہ: جعفر ابن محمد صادقؑ۔ میں نے کہا کہ: وہ ایک عبادت گذار شخص ہیں ان کو دنیا سے کیا لگاؤ ہے! منصور نے کہا کہ: میں جانتا ہوں کہ تو ان کی امامت کا معتقد ہے لیکن سن لے کہ ملک عقیم ہے میں نے قسم کھائی ہے کہ آج شام سے پہلے ان کا وجود مٹادوں گا! پھر جلاد کو بلا کر حکم دیا کہ جب یہاں امام جعفر صادقؑ آئیں تو جس وقت میں اپنے سر پر ہاتھ پھیروں ان کا سر قلم کر لینا اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ: امام کو بلایا جائے، جس وقت حضرت تشریف لائے میں نے دیکھا کہ زیرِلب کچھ پڑھ رہے تھے جونہی آپ منصور کے قصر کے قریب پہونچے اس کے قصر کو زلزلہ آیا جیسے متلاطم سمندر میں کشتی جھکولے کھاتی ہے اور منصور سر و پا برہنہ تخت سے اتر کر حضرت کی طرف دوڑا اس کا جسم کانپ رہا تھا اور حضرت کو احترام کے ساتھ لا کر تخت پر بٹھلایا اور عرض کیا کہ: یابن رسول اللہؐ! کیسے تشریف لائے؟ فرمایا: تو نے مجھ کو بلایا ہے۔ عرض کیا: جو حاجت ہو بیان فرمایئے! فرمایا: حاجت یہ ہے کہ جب تک میں خود نہ آؤں مجھ کو بلایا نہ کرو پھر اٹھ کر روانہ ہو گئے۔ حضرت کے جانے کے بعد منصور اپنے بستر پر جا کر پڑا تو نصف شب تک سویا کیا اس کی کئی وقت کی نمازیں قضا ہو گئیں جب بیدار ہوا تو نمازیں پڑھیں پھر مجھ کو بلا کر کہا کہ: جس وقت جعفر صادقؑ تشریف لائے میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا اژدھا آیا اور اس نے منہ کھول کر اپنے اوپر کا جبڑا میرے قصر کے اوپر رکھا اور دوسرا جبڑا قصر کے نیچے اور میرے قصر کو اپنے منہ میں لے

لیا پھر بزبان فصیح گویا ہوا کہ: اگر تو نے جعفر صادقؑ کو تکلیف پہونچائی تو تجھ کو مع تیرے قصر کے نگل جاؤں گا، اسی سے میری بری حالت ہوئی جو تم نے دیکھی۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ: یہ سحر ہے۔ اس نے کہا کہ: یہ سحر نہیں ہے بلکہ اس اسمِ اعظم کا اثر ہے جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کو حاصل ہوا ہے اسی اسمِ اعظم کے ذریعے سے وہ جو چاہتے ہیں کر لیتے ہیں (۱)۔

معجزۂ حضرت ابراہیمؑ

راوی نے بیان کیا کہ: میں ایک روز ایک جماعت کے ساتھ حضرت امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر تھا کہ کسی نے حضرت سے پوچھا کہ: خداوند عالم نے حضرت ابراہیمؑ سے فرمایا: ﴿فَخُذْ أَرْبَعَةً مِنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ الخ﴾ (۲) وہ چاروں طائر ایک جنس کے تھے یا کئی جنس کے؟ فرمایا: کیا معجزہ حضرت ابراہیمؑ دیکھنا چاہتے ہو؟۔ اس نے عرض کیا: ہاں حضرت نے ایک مرتبہ طاؤس کا نام لیا اور ایک مور حضرت کی خدمت میں پہونچ گیا پھر کوّے کو پکارا کوّا آ گیا، پھر باز اور کبوتر کو آواز دی وہ بھی حاضر ہو گئے، حضرت نے فرمایا: ان سب کو ذبح کر کے ان کا گوشت ریزہ ریزہ کر کے ملا دو۔ پھر حضرت نے سر، ان جانوروں کے اپنے ہاتھ میں لیے اور ایک مرتبہ طاؤس کا سر اپنے دستِ مبارک میں لے کر طاؤس کو پکارا لوگوں نے دیکھا کہ اس کے گوشت کے ذرّات اُڑ کر آئے اور باہم مل گئے اور مور زندہ ہو گیا۔ اسی طرح چاروں طائر زندہ ہو کر اڑ گئے (۳)۔

ائمہ اہل بیتؑ کے فضائل و کمالات کے بیان سے زبان قلم عاجز ہیں اس مختصر کتاب میں اس کی گنجائش کہاں، ہر معصوم کے حالات میں باختصار چند باتیں لکھ رہا ہوں تاکہ میرے لیے ذخیرۂ آخرت اور ناواقف مسلمانوں کے لیے ذریعۂ ہدایت ہوں۔

---

(۱)۔ شواہد النبوۃ، صفحہ ۱۸۹ و وسیلۃ النجات، صفحہ ۳۶۱۔

(۲)۔ [سورۂ بقرہ، آیت ۲۶۰]۔

(۳)۔ شواہد النبوۃ، صفحہ ۱۹۱ و وسیلۃ النجات، صفحہ ۳۵۷۔

امام ابو حنیفہ کو ہدایت

بشیر ابن یحییٰ عامری نے ابن ابی لیلیٰ سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ: ایک مرتبہ میں اور ابو حنیفہ حضرت امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت نے ہم لوگوں کو بٹھلایا پھر فرمایا کہ: اے ابن ابی لیلیٰ! یہ کون (۱) ہیں؟ میں نے کہا: یہ کوفہ کے بڑے صاحب بصیرت ورائے مانے ہوئے مجتہد ہیں، حضرت نے فرمایا: یہ وہی ہیں جو اپنی رائے پر چیزوں کا قیاس کرتے ہیں، پھر فرمایا: اے نعمان! کیا تم قیاس آرائی کو اچھا سمجھتے ہو انھوں نے کہا کہ: نہیں فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ آنکھوں کا ذائقہ نمکین اور کانوں کا کڑوا اور نتھنوں میں برودت اور منہ میں شیرینی کیوں ہے؟ کہا: نہیں پھر فرمایا: کیا تم وہ کلمہ جانتے ہو کہ جس کا اول کفر اور آخر ایمان ہے؟ کہا: نہیں۔ ابن ابی لیلیٰ نے کہا کہ: میں آپ پر فدا ہو جاؤں! جو باتیں آپ نے پوچھی ہیں ہم لوگوں کو ان کی طرف سے (جہالت) کی تاریکی میں نہ رکھیے۔ فرمایا: ہاں سنو!

مجھ سے میرے آباواجداد نے بیان کیا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: خداوند عالم نے انسان کی آنکھوں کو چربی سے پیدا کیا ہے اور اس کا ذائقہ نمکین بنایا ہے ورنہ دونوں پگھل جاتیں اور اسی سبب سے جو گرد وغبار وغیرہ آنکھوں میں پڑتا ہے پگھل جاتا ہے اور کانوں کا ذائقہ کڑوا بنایا ہے دماغ کی حفاظت کی غرض سے اسی سبب سے جو حیوان کان میں گُھس جاتا ہے وہ نکل جاتا ہے اور اگر اس کا ذائقہ کڑوا نہ ہوتا تو جانور کانوں میں گھس کر دماغ تک پہونچ جاتے اور نتھنوں میں رطوبت دماغ کی حفاظت کے لیے پیدا کی ہے (تاکہ وہ حرارت اور خشکی سے محفوظ رہے اور نفس کی آمد وشد میں آسانی ہو) اگر ایسا نہ ہوتا تو بھیجا بہہ جاتا اور منہ میں جو اس نے شیرینی پیدا کی ہے یہ اولادِ آدمؑ پر اس کا احسان ہے تاکہ وہ کھانا پانی کی لذّت محسوس کرے، اور وہ کلمہ جس کا اول کفر اور آخر ایمان ہے وہ کلمہ **لا الٰہ الا اللّٰہ** ہے پھر فرمایا: اے نعمان! دیکھو ہرگز قیاس نہ

(۱)۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اس زمانہ کا ہے جب حضرت ان کو پہچانتے نہیں تھے۔ ۱۲۔

کرنا ہمارے آباواجداد نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے، حضرت نے فرمایا کہ: جس نے دینِ خدا میں ذرّہ برابر بھی قیاس ورائے کو دخل دیا خدا اس کو ابلیس کے ساتھ محشور کرے گا کیونکہ سب سے پہلے اسی نے قیاس کیا اور کہا کہ: تو نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا اور آدم کو مٹی سے، پس دینِ خدا میں قیاس ورائے کو ترک کرو، خدا کا دین قیاس پر نہیں رکھا گیا ہے(۱)۔

ابن خلکان نے ترجمہ کیا ہے "حضرت امام جعفر صادقؑ "میں اور دمیری نے "حیاۃ الحیوان" ذکر ظبی میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے امام ابو حنیفہ سے پوچھا کہ: اس محرم کے بارے میں کیا کہتے ہو جو (احرام باندھنے کے بعد) ہرن کا رباعیہ دانت توڑ ڈالے؟ انھوں نے عرض کیا کہ: مجھ کو نہیں معلوم! فرمایا: تم قیاس تو بہت دوڑاتے ہو لیکن اتنا بھی نہیں جانتے کہ ہرن کے رباعیہ دانت نہیں ہوتا؟!

مناظرے

مختلف ملل وادیان کے لوگوں سے حضرت کے مناظرے بہت کثرت سے ہیں جو بڑے فوائد عظیمہ پر مشتمل ہیں اور دینِ اسلام کو ان سے بڑی تقویت حاصل ہوئی ہے لیکن اس مختصر کتاب میں ان کے لکھنے کی گنجائش نہیں ہے اس لیے باختصار حضرت کے دو ایک مناظروں کو لکھ رہا ہوں۔

ہشام ابن حکم سے منقول ہے انھوں نے کہا کہ: مصر کا ایک دہریہ حضرت امام جعفر صادقؑ کے علم کا چرچا سُن کر حضرت سے مناظرہ کرنے کی غرض سے مدینہ آیا، مدینہ میں اس کو خبر ملی کہ حضرت مکّہ معظمہ تشریف لے گئے ہیں تو وہ مکّہ پہونچا اور حضرت کی خدمت میں اس وقت پہونچا جب آپ طواف میں مشغول تھے اس نے حضرت کو سلام کیا، حضرت نے پوچھا: تیرا نام کیا

(۱)۔احتجاج طبرسیؒ، صفحہ ۱۸۵۔

ہے؟ اس نے کہا: عبد الملک (۱) فرمایا: تیری کنیت کیا ہے؟ کہا: ابو عبد اللہ (۲)، حضرت نے فرمایا: وہ کون سا بادشاہ ہے جس کا تو بندہ ہے؟ زمین کے بادشاہوں سے ہے یا آسمان کے؟ اور تیرا بیٹا زمین کے خدا کا بندہ ہے یا آسمان کے خدا کا؟ وہ خاموش ہو گیا۔ حضرت نے فرمایا: بولتے کیوں نہیں؟ پھر بھی وہ خاموش رہا، حضرت نے فرمایا: طواف سے فُرصت کرلوں تب تیرے پاس آؤں۔

جب حضرت طواف سے فارغ ہوئے تو وہ آکر حضرت کے پاس بیٹھ گیا اور ہم لوگ بھی حضرت کے پاس جمع ہو گئے۔ حضرت نے اس سے فرمایا: کیا تم کبھی زمین کے اندر گئے ہو؟ اس نے کہا کہ: نہیں۔ فرمایا: تم کو معلوم ہے کہ زمین کے اندر کیا ہے؟ عرض کیا: نہیں۔ لیکن میرا گمان یہ ہے کہ اس کے نیچے کچھ نہیں ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ: گمان تو ناواقفیت اور مجبوری کی دلیل ہے پھر پوچھا کبھی آسمان پر گئے ہو؟ کہا: نہیں۔ فرمایا: تم جانتے ہو آسمان میں کیا ہے؟ کہا: نہیں پھر پوچھا کبھی مشرق و مغرب تک جانے کا اتفاق ہوا ہے؟ کہا: نہیں۔ فرمایا: کس قدر تعجب ہے تمہارے حال پر کہ نہ مشرق میں گئے نہ مغرب میں نہ زمین میں گئے نہ آسمان میں نہ وہاں کے حالات معلوم ہیں لیکن پھر وہاں کی چیزوں کا انکار کرتے ہو کیا ایک عاقل شخص کا یہی طریقہ ہے کہ جس چیز کو نہ جانتا ہو اس کا انکار کر دے؟! (یعنی عقل کا یہ فیصلہ ہے کہ کسی چیز کا نہ جاننا اس کے نہ ہونے کی دلیل نہیں ہے)۔

یہ سُن کر اس دہریہ نے کہا کہ: آپ کے سواء کبھی کسی سے میں نے یہ باتیں نہ سنیں حضرت نے فرمایا کہ: تم جن امور کو جانتے نہیں ان کے متعلق شک میں پڑے ہو کہ شاید ہوں یا نہ ہوں۔ اس نے کہا: شاید ایسا ہی ہے، حضرت نے فرمایا: اے شخص! نہ جاننے والوں پر اور جاہل کے لیے عالم پر کوئی حجّت نہیں ہے، اے بھائی! مصر کے رہنے والے دیکھتے نہیں ہو کہ آفتاب و ماہتاب اور رات اور دن برقرار نہیں رہتے بلکہ جاتے ہیں اور پلٹتے ہیں اور اس پر وہ مجبور ہیں اور جس راہ پر

---

(۱)۔ یعنی بادشاہ کا بندہ۔

(۲)۔ یعنی بندۂ خدا کا باپ۔

وہ لگا دیئے گئے ہیں اس کے علاوہ کسی دوسری راہ پر چلنے کا اختیار ان کو حاصل نہیں ہے اور وہ صاحب اختیار ہوتے تو جا کر پھر نہ پلٹتے اور اگر وہ مجبور نہ ہوتے تو رات دن اور دن رات نہ بنتا خدا کی قسم! وہ سب مجبور ہیں اے بھائی! اہل مصر جن کے حکم سے یہ سب جاتے ہیں تمہارا خیال یہ ہے کہ وہ زمانہ ہے اگر زمانہ ان کو لے جاتا تو پھر پلٹا نہیں سکتا تھا اور پلٹا دیتا تو پھر لے جانے کی طاقت نہیں رکھتا (اس لیے کہ دھرے شعور اور مردہ اور عاجز و مجبور ہے)۔ دیکھتے نہیں ہو کہ تمہارے سروں پر آسمان کا شامیانہ کھنچا ہوا ہے اور تمہارے پیروں تلے زمین کا فرش بچھا ہے نہ آسمان زمین پر گرتا ہے نہ زمین اُلٹتی ہے خدا ہی ہے جو ان سب کو روکے ہوا ہے وہی ان سب کا خالق اور مدبّر ہے یہ کلام سن کر وہ زندیق ایمان لایا اور حضرت نے اپنے صحابی ہشام ابن حکم کو حکم دیا کہ ان کو لے جاؤ اور اسلام کی تعلیم دو(۱)۔

ابن ابی العوجا ایک دہریہ تھا جو پہلے حسن بصری کا شاگرد تھا پھر وہ توحید سے منحرف ہو گیا۔ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ: تم نے اپنے استاد کا مذہب چھوڑ کر بے حقیقت باتوں کا عقیدہ کیونکر اختیار کر لیا اس نے کہا کہ: میرا استاد کبھی ایک مذہب پر ثابت و قائم نہیں رہتا تھا کبھی قدر کا قائل ہوتا تھا کبھی جبر کا یہ شخص بڑا بدزبان اور جھگڑنے والا تھا اس لیے علماء اس سے گفتگو کرنا ناپسند کرتے تھے اس سے حضرت امام جعفر صادقؑ سے بہت سے مناظرے ہوئے جن میں وہ منہ کی کھاتا رہا۔

حفص ابن غیاث سے منقول ہے انھوں نے کہا کہ: ایک روز میں مسجد الحرام میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ابن ابی العوجاء حضرت امام جعفر صادقؑ سے کچھ سوالات کر رہا ہے۔ اس نے پوچھا کہ خداوندعالم فرماتا ہے کہ: ﴿كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ﴾(۲)؛ یعنی جب (اہل جہنّم) کی کھالیں جل گل جائیں گی تو ہم ان کے لیے دوسری کھالیں بدل دیں گے تاکہ وہ عذاب کا مزہ چکھیں۔

---

(۱)۔ احتجاج طبرسی، صفحہ ۱۷۱۔

(۲)۔ پارہ ۵، سورۂ نساء، آیت ۵۶۔

تو یہ فرمایئے کہ دوسری کھالوں کا کیا قصور ہے جو وہ جلائی جائیں گی؟ حضرت نے فرمایا: وہ کھالیں وہی ہوں گی اور پھر دوسری ہوں گی اس نے کہا: یہ کیسے کوئی دنیاوی مثال میں سمجھایئے۔ فرمایا: دیکھو اگر ایک شخص ایک اینٹ کو پیس کر سفوف کر ڈالے اور پھر اس کو سانچے میں ڈال کر بنالے تو وہ اینٹ وہی ہو گی پھر غیر ہو گی (۱)۔

عبادت

کمال الدین محمد ابن طلحہ شافعی جو جلیل القدر علمائے اہل سنّت سے ہے لکھتا ہے امام جعفر صادقؑ بزرگان وسادات اہل بیتؑ سے ہیں ان کا دائرۂ علم وسیع اور عبادت کثیر اور ادوار و اذکار کا سلسلہ پیوستہ تھا بڑے زاہد اور تلاوت قرآن کرنے والے تھے، معانی قرآن میں غور کرتے اور اس بحر ذخار سے لئالی آبدار اور عجیب وغریب نتائج استخراج کرتے تھے اوقات شریف کو انواع واقسام عبادات وطاعات پر تقسیم کرر کھا تھا اور اس پر اپنے نفس کا محاسبہ فرماتے۔ ان کی اقتداء موجب ہدایت اور وسیلۂ حصول جنّت تھی نورِ سیما شاہد تھا کہ بے شک آپ سلالۂ نبوت اور طہارت سے آشکار تھا کہ ذریّت رسالت ہیں (۲)۔

امام مالک کہتے تھے کہ: علم وزہد وفضیلت وعبادت و پرہیز گاری میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے بڑھ کر میری آنکھوں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ آپ کبھی تین حال سے خالی نہیں ہوتے تھے یا روزہ دار ہوتے تھے یا مشغول عبادت ہوتے تھے یا ذکر خدا کرتے تھے، حضرت بزرگان عبّاد و اکابر زہّاد سے تھے اور ہمیشہ خوف وخشیت آپ پر غالب رہتا۔ اہلِ مجلس سے کثرت سے حدیثیں بیان فرماتے پھر کشادہ پیشانی ہونا اور دوسروں کو فائدہ پہونچانا آپ کا شیوہ تھا جب آپ **قال رسول اللہ** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تو چہرۂ مبارک کا رنگ کبھی سبز اور کبھی زرد ہو جاتا تھا۔

---

(۱)۔ احتجاج، صفحہ ۱۸۳۔
(۲)۔ کشف الحقائق، صفحہ ۵۴ بحوالہ مطالب السئول۔

ایک مرتبہ میں حج کے موقع پر ہم رکاب تھا بوقتِ احرام جب آپ لبیک کہنا چاہتے تھے تو آواز گلوئے مبارک میں بند ہو جاتی تھی اور شدّت کرب و اضطراب سے قریب تھا کہ آپ اونٹ سے گر پڑیں(۱)۔

امام ابو حنیفہ نے جب آپ کی نماز دیکھی تو کہا: ''**مَااَصبَرَکَ عَلَی الصَّلوٰۃ یَا اَبَا عَبدِاللّٰه!**''؛یعنی نماز میں کتنی سختی آپ برداشت فرماتے ہیں! حضرت نے فرمایا:تم نہیں جانتے ہو کہ نماز ہر مومن کے لیے ذریعۂ تقربِ الٰہی ہے، آپ سجدہ کو اتنا طول دیا کرتے تھے کہ ساٹھ ساٹھ مرتبہ بلکہ کبھی تین سو ساٹھ مرتبہ تک ذکر کی نوبت آتی تھی(۲)۔

وصیّت

مسعودی نے لکھا ہے کہ: جب حضرت کی وفات کا وقت آیا تو حضرت نے اپنے صاحب زادے ابوابراہیم موسیٰ (کاظمؑ) کو قریب بلایا اور وصیت کی اور مواریث انبیاؑ سپرد کیا اور اپنے اصحاب کی موجودگی میں ان کی امامت پر نص فرمائی۔

وفات

۱۴۸ھ میں چھیاسٹھ سال کی عمر میں انتقال فرمایا اور جنّت البقیع میں حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام زین العابدینؑ اور اپنے جد بزرگوار حضرت امام محمد باقرؑ کے پہلو میں دفن کیے گئے صلوات اللہ علیہم اجمعین۔

حضرت امام جعفر صادقؑ ۱۵؍ شوال ۱۴۸ھ میں زہر سے شہید ہوئے اور جنّت البقیع میں دفن کیے گئے(۳)۔

---

(۱)۔ کشف الحقائق، صفحہ ۵۶۔

(۲)۔ کشف الحقائق، صفحہ ۷۲۔

(۳)۔ صواعق محرقہ، صفحہ ۱۲۱ و وسیلۃ النجات، صفحہ ۳۶۲۔

آپ کے زمانے کے بادشاہ

حضرت کے زمانے میں عبد الملک ابن مروان اور ولید ابن عبد الملک اور سلیمان ابن عبد الملک اور عمر ابن عبد العزیز اور یزید ابن عبد الملک وہشام ابن عبد الملک اور ولید ابن یزید ابن عبد الملک اور یزید ناقص اور ابراہیم ابن ولید اور مروان یہ دس بادشاہ بنی امیہ کے اور ابو العباس سفاح اور منصور دوانقی یہ دو بادشاہ بنی عباس کے ہوئے، منصور دوانقی نے آپ کو زہر سے شہید کیا۔

ازواج واولاد

آپ کی پہلی زوجہ فاطمہ بنت حسین اصغر ابن امام زین العابدینؑ تھیں ان سے جناب اسماعیل اور عبد اللہ دولڑکے اور ایک لڑکی ام فروہ تھیں، دوسری زوجہ کا کچھ پتہ نہیں کہ کس خاندان سے تھیں اور ان کا کیانام تھانہ ان سے کسی اولاد کا پتہ چلتاہے، تیسری زوجہ سے اسحاق اور حضرت امام موسیٰ کاظمؑ اور محمد ابن جعفر دیباج تھے اور عباس وعلی اوراسماء اور فاطمہ صغریٰ یہ مختلف ماؤں سے تھے اس طرح حضرت کی کل اولاد دس تھی(۱)۔

اصحاب حضرت امام جعفر صادقؑ

آپ کے اصحاب کی تعداد کئی ہزار تھی جن کا احصاء ممکن نہیں لیکن وہ اصحاب جن کا تذکرہ کتابوں میں موجود ہے چار ہزار تھے ان میں سے چند اصحاب کے نام حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ ابو سعید ابان ابن تغلب ابن رباح حریری، یہ ابان جب مدینہ آتے تھے تو مسجد نبویؐ میں جہاں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھتے تھے وہاں ان کے لیے مسند بچھادی جاتی تھی اور طالبانِ علم

(۱)۔ مناقب شہر آشوب وغیرہ۔

ہر طرف سے کھنچ کر ان کے پاس جمع ہو جاتے تھے ابان نے حضرت امام زین العابدینؑ اور حضرت امام محمد باقرؑ اور حضرت امام جعفر صادقؑ تین اماموں کا زمانہ دیکھا اور ان سے علوم کی روایت کی ہے۔

۲۔ ابو حمزہ ثمالی، انھوں نے بھی حضرت امام زین العابدینؑ اور حضرت امام محمد باقرؑ اور حضرت امام جعفر صادقؑ سے علم حاصل کیا۔

۳۔ فضل ابن یسار نہدی۔

۴۔ محمد ابن مسلم ابن رباح کوفی، ۵۔ ابو بصیر اسدی، ۶۔ زرارہ ابن اعین، ۷۔ ہشام ابن حکم کندی کوفی، ۸۔ محمد ابن علی ابن نعمان ابن ابی طرفہ ملقب بمومن طاق، ۹۔ محمد ابن حسن ابن ابی سیارہ۔ ۱۰۔ محمد ابن قیس اسدی یہ سب بڑے جلیل القدر اصحاب ائمہؑ سے تھے اور صاحب تصانیف تھے۔

حالات

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ

حالات

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ

مسعودی نے لکھا ہے کہ: حضرت امام جعفر صادقؑ کے بعد آپ کے صاحب زادے ابو ابراہیم حضرت موسیٰ ابن جعفرؑ ان کی جگہ پر بیٹھے۔

آپ کی ولادت

مسعودی نے لکھا ہے کہ: حضرت کی ولادت سنہ ۱۲۸ھ یا سنہ ۱۲۹ھ میں ہوئی اور آپ کی پیدائش اور نشوونما بھی اسی طرح ہوئی جس طرح آپ کے آباؤاجداد کی ہوئی۔

آپ کی ولادت مقام ابواء میں جو مکّہ اور مدینہ کے درمیان میں ایک مقام ہے۔ ۷/ماہ صفر سنہ ۱۲۸ھ روز شنبہ ہوئی (۱)۔

نام اور کنیت و القاب

آپ ائمہ اثنا عشر سے ساتویں امام ہیں۔ آپ کا اسم گرامی موسیٰؑ، اور کنیت ابو الحسنؑ اور ابو ابراہیمؑ، ابو علیؑ، ابو اسماعیلؑ، اور القاب کاظمؑ، صابرؑ، صالحؑ، امینؑ، زاہرؑ، زین المجتہدینؑ، باب الحوائجؑ وغیرہ تھے۔ لیکن مشہور لقب آپ کا کاظمؑ تھا۔

---

(۱)۔ شواہد النبوۃ، صفحہ ۱۹۱ و وسیلۃ النجات، صفحہ ۳۶۳۔

آپ کا لقب کاظمؑ اس لیے ہو گیا کہ بڑے حلیم اور بردبار تھے، لوگوں کی خطاؤں کو معاف فرماتے تھے (۱)۔

آپ کی والدۂ ماجدہ

آپ کی والدۂ ماجدہ کا نام حمیدہ مصفاۃ تھا، آپ ملک بربر کی رہنے والی تھیں، مسعودی نے لکھا ہے کہ: جابرؓ سے منقول ہے انھوں نے کہا کہ: ایک روز حضرت امام محمد باقرؑ نے مجھ سے فرمایا کہ: ایک شخص مغرب کی طرف سے آیا ہے اس کے پاس کچھ کنیزیں ہیں جاؤ اور اس اس صفت کی ایک کنیز لے آؤ! اور مجھ کو حضرت نے ایک تھیلی اشرفیوں کی عطا فرمائی میں اس شخص کے پاس گیا اس نے مجھ کو کنیزیں دکھائیں میں نے کہا کہ: ان کے علاوہ بھی کوئی کنیز تمہارے پاس ہے؟ اس نے کہا: ہاں ایک بیمار کنیز اور ہے پھر وہ کنیز میرے سامنے پیش کی تو میں نے کہا کہ: اس کی کیا قیمت ہے؟ اس نے کہا: ستّر دینار، میں نے اشرفیوں کی تھیلی اس کو دی اس بردہ فروش نے اس تھیلی کو دیکھ کر کہا: **لا الہ الا اللّٰہ** خدا کی قسم! میں نے گذشتہ شب میں حضرت رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے کہ حضرت نے یہ کنیز مجھ سے خریدی ہے اور یہی تھیلی مجھ کو دی ہے پھر اس نے اس کیسہ کو کھول کر گنا تو اس میں ستّر دینار تھے۔

میں اس کو لے کر حضرت کی خدمت میں آیا حضرت نے اس سے پوچھا: تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا: حمیدہ، فرمایا: **حَمِيدَةٌ فِی الدُّنْيَا مَحْمُودَةٌ فِی الآخِرَه**۔ پھر حضرت نے اس کا حال پوچھا تو معلوم ہوا کہ کنواری ہے اس نے کہا کہ: میرا مالک جب میری طرف ہاتھ بڑھانا چاہتا تھا تو ایک نہایت حسین و خوبصورت جوان آکر اس کو مجھ سے دور کر دیتا تھا اور اس کو میں ہی دیکھتی تھی دوسروں کو وہ شخص نظر نہیں آتا تھا۔ حضرت نے وہ کنیز اپنے صاحب زادے حضرت امام

(۱)۔ صواعق محرقہ، صفحہ ۱۲۱ وغیرہ۔

جعفر صادقؑ کو عطا کی اور فرمایا: یہ حمیدہ سیدۃ الاماء اور ہر گندگی سے پاک ہے مثل سونے کے ڈلے کے ہمیشہ ملائکہ اس کی نگہبانی کرتے رہے یہاں تک کہ تمہارے پاس پہونچی ہے۔

ابو بصیر کا بیان ہے کہ: جس سال حضرت موسیٰ کاظمؑ پیدا ہوئے ہم لوگ حضرت امام جعفر صادقؑ کے ساتھ حج کرنے جا رہے تھے جب ہم لوگ مقام ابواء میں پہونچے تو ہم لوگوں کے لیے دستر خوان بچھایا گیا ہم لوگ ابھی کھانے میں مشغول تھے کہ حمیدہ کا فرستادہ آیا اور اس نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے کہا: حمیدہ نے عرض کیا ہے کہ: آپ مجھ کو بھول گئے! آپ نے فرمایا تھا کہ اس پیدا ہونے والے بچے کے حالات سے خبر دیتی رہنا! یہ سُن کر حضرت فوراً اُٹھ کر روانہ ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد نہایت خوش اور مسرور واپس آئے ہم لوگ حضرت کی تعظیم کو کھڑے ہو گئے اور عرض کیا کہ: خداوند عالم آپ کو ہمیشہ خوش رکھے! کیا خبر ہے؟ فرمایا: خدا نے مجھ کو ایک فرزند عطا فرمایا ہے جو اپنے زمانے کے سارے انسانوں سے بہتر ہے اور مجھ کو حمیدہ نے ایک خبر دی ہے اس کا خیال ہے کہ شاید میں اس سے بے خبر ہوں حالانکہ میں اس کو اس سے بہتر جانتا ہوں۔

ہم لوگوں نے عرض کیا کہ: وہ خبر کیا ہے؟ فرمایا: حمیدہ نے کہا کہ بچہ جس وقت پیدا ہوا اس نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک دیئے اور آسمان کی طرف سر بلند کیا، حضرت نے فرمایا کہ: یہ حضرت رسول اللہ ﷺ اور حضرت امیر المومنینؑ اور ان کے اوصیاء کی علامت ہے کہ جب یہ دنیا میں آتے ہیں تو اپنے دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک دیتے ہیں اور سر آسمان کی طرف بلند کرتے ہیں اور ﴿شَهِدَ اللهُ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾(۱) کی تلاوت کرتے ہیں اس طرح کہ کوئی شخص نہیں سنتا جب وہ ایسا کرتے ہیں تو خدا ان کو علوم اولین و آخرین عطا فرماتا ہے اور وہ شب قدر میں زیادتی روح کے مستحق ہو جاتے ہیں۔

(۱)۔ پارہ ۳، سورۂ آل عمران، آیت ۱۸۔

امامؑ کا عہدِ طفلی

مسعودی نے لکھا ہے کہ یعقوب سراج نے بیان کیا ہے کہ: ایک مرتبہ میں حضرت امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا آپ ابوالحسن موسیٰؑ کے بالائے سر کھڑے ہیں اور موسیٰ کاظمؑ گہوارہ میں ہیں، دیر تک امامؑ بچے سے سرگوشی فرماتے رہے اس کے بعد مجھ سے فرمایا: نزدیک آؤ اور اپنے مولا کو سلام کرو! میں نے نزدیک جا کر بچے کو سلام کیا اس نے مجھ کو جواب سلام دیا اور کہا کہ: جاؤ کل جو تمہارے گھر لڑکی پیدا ہوئی ہے اس کا نام بدل دو اس کا نام خدا کو ناپسند ہے، یعقوب کہتا ہے کہ: میں نے اس کا نام حمیراء رکھا تھا پھر حضرت امام جعفر صادقؑ نے مجھ سے فرمایا کہ: اب جاؤ جو تم کو حکم ہوا ہے بجالاؤ میں نے جا کر لڑکی کا نام بدل دیا۔

رفاعہ ابن موسیٰ کا بیان ہے کہ: میں ایک روز حضرت امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ ابوالحسن موسیٰ کاظمؑ تشریف لائے آپ ابھی بہت کمسن تھے امام جعفر صادقؑ نے ان کو پکڑ کر گود میں بٹھلایا پھر ان کے سر کو چوما پھر مجھ سے فرمایا کہ: اے رفاعہ! عنقریب یہ (بچّہ) بنی مرداس کے ہاتھوں گرفتار ہو جائے گا پھر آزاد ہو گا اس کے بعد دوبارہ وہ اس کو گرفتار کریں گے تو ان کے ہاتھوں سخت اذیتیں اٹھائے گا پس خوشحال اس کا اور ویل ہے ان لوگوں کے لیے۔

منقول ہے کہ: ایک مرتبہ امام ابو حنیفہ حضرت امام جعفر صادقؑ سے کچھ مسائل پوچھنے کی غرض سے حضرت کے درِ دولت پر حاضر ہوئے اور ملاقات کی اجازت چاہی لیکن اجازت نہیں ملی تو انتظار میں دروازے پر بیٹھ گئے اتنے میں حضرت امام موسیٰ کاظمؑ آ گئے اس وقت آپ کی عمر پانچ سال تھی جناب ابو حنیفہ نے کہا کہ: اے بچے! کوئی مسافر آ کر آپ کے شہر میں رفعِ حاجت کرنی چاہے تو کہاں جائے؟ یہ سُن کر حضرت دیوار پر تکیہ کر کے کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ: اے شیخ! نہروں کے کنارے اور درختوں کے پھلوں کے گرنے کی جگہوں اور مسافروں کے اترنے کی جگہوں اور شاہراہوں اور مسجد کے دروازے اور صحن سے بچ کر نہ قبلہ کی جانب منہ کرے نہ پشت اور

لوگوں کی نگاہوں سے چھپ کر جہاں چاہے بیٹھے۔ یہ جواب پا کر جناب ابوحنیفہ خاموش واپس ہو گئے اور حضرت امام جعفر صادقؑ سے ملاقات بھی نہ کی۔

علامہ طبرسیؒ نے یہ روایت یوں نقل کی ہے کہ: ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ اور عبداللہ ابن مسلم مدینہ پہونچے۔ عبداللہ نے کہا: اس شہر میں علمائے اہل بیتؑ سے حضرت امام جعفر صادقؑ تشریف رکھتے ہیں چلو ان سے کچھ علمی فائدہ حاصل کریں! جب دونوں حضرت کے درِ دولت پر پہونچے تو دیکھا کہ وہاں علمائے شیعہ کی ایک بھیڑ لگی ہے جو سب ملاقات کے منتظر ہیں یہ لوگ بھی وہیں ٹھہر گئے اتنے میں ایک کمسن لڑکا گھر کے اندر سے برآمد ہوا لوگ اس کی ہیبت و جلالت سے سروقد تعظیم کو کھڑے ہو گئے۔ ابوحنیفہ نے پوچھا کہ: یہ لڑکا کون ہے؟ محمد ابن مسلم نے کہا کہ: یہ امام جعفر صادقؑ کے صاحب زادے موسیٰ (کاظمؑ) ہیں۔ جناب ابوحنیفہ نے کہا کہ دیکھو میں اس کو ان کے شیعوں کے سامنے کیسا ذلیل کرتا ہوں! محمد ابن مسلم نے کہا: چپ بھی رہو تمہاری کیا ہستی ہے کہ ان کو شرمندہ کر سکو۔ ابوحنیفہ نے کہا: واللہ! ضرور شرمندہ کروں گا! اس کے بعد انھوں نے سوال کیا کہ اے لڑکے! ایک مسافر آپ کے شہر میں کہاں رفع حاجت کرے الخ (جواب گذر چکا)۔

محمد ابن مسلم کا بیان ہے کہ: اس کے بعد ابوحنیفہ نے پوچھا: اے لڑکے گناہ کسی کی قدرت سے صادر ہوتے ہیں؟ حضرت نے فرمایا کہ: تین حال سے خالی نہیں یا تو گناہ خدا کراتا ہے اور بندہ بالکل مجبور ہے تو خدا کے لیے سزاوار نہیں ہے کہ ایسے افعال پر بندوں کو سزا دے جس کا فاعل خود خدا ہے کیونکہ وہ عادل ہے یا خدا اور بندہ دونوں کی شرکت سے گناہ ہوتا ہے تو شریک قوی کے لیے جائز نہیں ہے کہ شریک کمزور پر عذاب کرے تیسری صورت یہ کہ بندہ اپنے اختیار سے گناہ کرتا ہے اور خدا اس میں دخل نہیں دیتا تو خدا کو اختیار حاصل ہے کہ چاہے سزا دے یا بخش دے۔ یہ سُن کر ابوحنیفہ کو سکتہ سا ہو گیا جیسے کسی نے ان کے منہ میں پتھر بھر دیا۔

محمد ابن مسلم کا بیان ہے کہ میں نے ابو حنیفہ سے کہا کہ میں نہیں کہتا تھا کہ خاندانِ رسالت کے بچوں کو نہ چھیڑو!(۱)۔

نصوص امامت

مسعودی نے لکھا ہے کہ: نصر ابن قابوس سے منقول ہے انھوں نے کہا کہ میں ایک روز حضرت امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت سے سوال کیا کہ آپ کے بعد امام کون ہو گا؟ فرمایا: میرے بیٹے ابو الحسن موسیٰ ابن جعفرؑ میرے بعد تم لوگوں کے امام ہیں۔

ابی عبد الرحمٰن نے ابی نجران سے انھوں نے عیسیٰ ابن عبد الملک سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے پوچھا کہ: میں آپ پر فدا ہو جاؤں آپ کے بعد امام کون ہے؟ فرمایا: میرے بعد میرا بیٹا موسیٰؑ (کاظمؑ) امام ہیں۔

میں نے عرض کیا: پھر ان کے بعد کون ہے؟ فرمایا: ان کا لڑکا اگرچہ کمسن ہو اور اسی طرح ہمیشہ ہر امام کے بعد اس کا لڑکا امام ہو گا، میں نے عرض کیا کہ: اگر میں ان کو نہ پہچانوں کہ کون ہیں؟ اور کہاں ہیں؟ تو کیا کروں؟ فرمایا: کہنا کہ پروردگارا! میں تیری حجّت(۲) پر جو امام سابق کی اولاد سے ان کا قائم مقام ہے ایمان رکھتا ہوں۔

اسمٰعیل ابن جعفر صادقؑ

حضرت امام جعفر صادقؑ کے سب سے بڑے صاحب زادے جناب اسماعیل تھے۔ آپ بڑے ذہین و ذکی اور بلند مرتبہ تھے۔ حضرت امام جعفر صادقؑ آپ سے محبت فرماتے تھے اور مدح

---

(۱)۔ احتجاج طبرسی، صفحہ ۱۹۸ چھاپہ ایران۔

(۲)۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اعتقاد امامت کے لیے امام کا صورتاً پہچاننا یا اس کا عالم ظاہر میں موجود ہونا ضروری نہیں ہے۔ ۱۲

فرماتے تھے اس سبب سے کچھ لوگوں کو شبہ تھا کہ آپ کے بعد وہی امام ہوں گے، آپ کا انتقال حضرت امام جعفر صادقؑ کی زندگی ہی میں ہوا۔

مسعودی نے لکھا ہے کہ منقول ہے کہ: حضرت ابوعبداللہ جعفر صادقؑ جناب اسمٰعیل سے محبت فرماتے تھے اور ان کی مدح فرماتے تھے تو ایک مرتبہ جناب اسماعیل کی امامت کا اعتقاد رکھنے والوں نے حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کے ماننے والوں سے جھگڑا کیا اور دعویٰ کیا کہ: جناب اسماعیل کو حضرت امام جعفر صادقؑ کی زندگی ہی میں امامت مل چکی تھی لیکن حضرت موسیٰ کاظمؑ کے اصحاب نے ان کی امامت سے انکار کیا اور کہا کہ: آؤ ہم تم مباہلہ کریں اس کے بعد وہ لوگ ان کو لے کر صحراء کی طرف گئے اور ان سے مباہلہ کیا ناگاہ ایک گھٹا اٹھی اور حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کے اصحاب کے سر پر آکر برس گئی جس کو ان لوگوں نے اپنے لیے بشارت سمجھا اور جاکر حضرت امام جعفر صادقؑ کو واقعہ کی خبر دی تو حضرت نے اس گروہ کا نام ممطورہ رکھا۔

ابراہیم نے مہزیار سے انھوں نے اپنے بھائی فضالہ ابن ایوب سے انھوں نے ابو جعفر ضریر سے انھوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ: میں ایک روز حضرت امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر تھا اور حضرت کے صاحب زادے جناب اسمٰعیل بھی وہیں موجود تھے تو میں نے حضرت سے زمین پر حجتِ خدا کے متعلق سوال کیا حضرت نے مجھ کو جواب دیا جناب اسماعیل نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ: پدر بزرگوار ان کے سوال کو آپ سمجھے نہیں تو یہ بات مجھ کو ناگوار گذری کیونکہ میرا خیال تھا کہ حضرت کے بعد اسماعیل ہی ہم لوگوں کے امام ہوگئے۔ حضرت امام جعفر صادقؑ نے اسماعیل سے کہا کہ: میں نے تم سے بارہا کہا ہے کہ میرے پاس بیٹھا کرو اور مجھ سے علم حاصل کرو اور نامناسب باتیں نہ کرو! یہ سُن کر جناب اسمٰعیل نے سر جھکا لیا اور باہر چلے گئے۔ میں نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ: اگر اسماعیل آپ کے پاس نہیں بیٹھتے اور علم نہیں حاصل کرتے تو کیا حرج ہے جب آپ کے بعد امامت ان کی طرف منتقل ہوگی تو

خود بخود علم آجائے گا جیسے آپ کو (بغیر کوشش کے) حاصل ہو گیا؟! یہ سُن کر آپ اٹھ گئے اور مجھ سے فرمایا کہ: اپنی جگہ پر بیٹھے رہو پھر ایک خالی کمرے میں تشریف لے گئے اور مجھ کو بلایا میں بھی جا کر بیٹھ گیا، ناگاہ حضرت موسیٰ کاظمؑ تشریف لائے آپ ابھی بہت کم سن تھے امامؑ نے ان کو بلایا اور اپنے پہلو میں بٹھالیا پھر مجھ سے فرمایا کہ: میں ان میں وہی بات پاتا ہوں جو حضرت یعقوبؑ حضرت یوسفؑ میں پاتے تھے۔ میں نے عرض کیا: اور زیادہ توضیح فرمایئے! فرمایا: ہم اہل بیتؑ میں کوئی بچہ ان جیسا نہیں پیدا ہوا (یعنی اس دور میں) میں نے عرض کیا: کچھ اور توضیح فرمایئے! فرمایا: میں ان میں وہی باتیں پاتا ہوں جو میرے پدرِ بزرگوار مجھ میں پاتے تھے۔ میں نے عرض کیا: مولا اور واضح فرمایئے! فرمایا: میرے پدر بزرگوار جب دعا کرتے تھے تو مقبولیت دعا کے لیے مجھ کو اپنی داہنی جانب بٹھلاتے تھے اور دعا کرتے تھے تو میں آمین کہتا تھا اسی طرح میں اپنے اس بیٹے کے ساتھ کرتا ہوں میں نے عرض کیا: اے میرے سید اور آقا! کچھ اور واضح فرمایئے! فرمایا: میں نے ان کو ان علوم و اسرار امامت کا امانت دار بنایا ہے جن کا میرے پدرِ بزرگوار نے مجھ کو امانت دار بنایا تھا میں نے عرض کیا: مولا اور زیادہ واضح فرمایئے! فرمایا:

میرے پدر بزرگوار نے مجھ کو حضرت امیر المومنینؑ کے دستِ مبارک کی لکھی ہوئی کتابوں کا امانت دار بنایا ہے اور میں نے ان کو ان کا امانت دار بنایا ہے اور وہ کتابیں اس وقت انہیں کے پاس ہیں، میں نے عرض کیا: مولا اور توضیح فرمایئے! فرمایا: اٹھو اور ان کو سلام کرو! یہ میرے بعد تمہارے امام ہیں اور جو بھی دعویٰ کرے گا امامت کا میرے اور ان کے سواء ہم دونوں کے زمانے میں وہ فریب خوردۂ دنیا ہو گا۔ اگر لوگ داہنے اور بائیں بھٹکنے لگیں تو تم ان کا دامن پکڑنا۔ راوی نے کہا کہ: یہ سُن کر میں اٹھا اور ان (امام موسیٰ کاظمؑ) کے دستِ مبارک کا بوسہ دیا اور عرض کیا کہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ میرے مولا اور امامؑ ہیں۔ حضرت نے فرمایا: تو نے سچ کہا پھر میں نے عرض کیا کہ: میں جن لوگوں پر اعتماد رکھتا ہوں ان کو اس امر کی

خبر دوں! فرمایا: ہاں پھر دیر تک اسی موضوع پر گفتگو کرنے کے بعد میں حضرت سے رُخصت ہو کر چلا آیا۔

فرقہ اسمٰعیلیہ

فرقہ اسمٰعیلیہ جو اس وقت بمبئی وغیرہ میں پایا جاتا ہے جناب اسماعیل کی امامت کا قائل ہے اس فرقہ کا بانی ایک شخص عبد اللہ ابن میمون قداح تھا یہ شخص حضرت امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں رہتا تھا جس طرح حضرت کی مجلس میں جناب ابو حنیفہ اور امام مالک وغیرہ بھی بیٹھتے تھے۔ یہ عبد اللہ ابن میمون جناب اسماعیل کی خدمت میں بھی رہتا تھا جب ان کا انتقال ہو گیا تو یہ جناب اسماعیل کے صاحب زادے محمد ابن اسماعیل کی خدمت میں رہا جب منصور دوانقی نے حضرت امام جعفر صادقؑ کو زہر سے شہید کیا تو یہ شخص محمد ابن اسماعیل کے ساتھ مصر چلا گیا اور وہاں ان کی خدمت میں رہا جب ان کا بھی انتقال ہو گیا تو عبد اللہ ابن میمون نے ان کی کنیز کو جو حاملہ تھی قتل کر دیا اور اپنی کنیز کو ان کی جگہ پر بٹھلا دیا۔

کچھ دنوں کے بعد اس سے ایک بچہ پیدا ہوا تو عبد اللہ نے مشہور کیا کہ: یہ محمد ابن اسماعیل ابن امام جعفر صادقؑ کا لڑکا ہے اور حضرت امام جعفر صادقؑ کے بعد ان کے صاحب زادے جناب اسماعیلؑ امام تھے ان کے بعد ان کے صاحب زادے محمد امام تھے ان کے بعد یہ لڑکا امام ہے (۱)۔

میں نے فرقۂ اسماعیلیہ کے حالات اور عقائد اپنی کتاب الفرقۃ الناجیہ فی الاسلام میں صفحہ ۴۰۷ سے صفحہ ۴۱۰ تک تفصیل سے لکھے ہیں وہاں ملاحظہ فرمائیے۔

---

(۱)۔ تبصرۃ العوام بر حاشیہ معارف الملۃ الناجیۃ والناریہ، صفحہ ۲۵۹۔

عبداللہ افطح ابن جعفر صادقؑ

عبداللہ افطح جناب اسمٰعیل سے چھوٹے تھے۔ انھوں نے حضرت امام جعفر صادقؑ کے بعد امامت کا دعویٰ کیا تھا اور ایک گروہ ان کی امامت کا قائل بھی ہو گیا تھا جو فطحی مذہب کہلایا لیکن رفتہ رفتہ ان لوگوں پر حق واضح ہوتا گیا اور اکثر ان میں کے مذہب حقہ کی طرف پلٹ گئے اور اس اشتباہ کا سبب یہ تھا۔

مسعودی نے لکھا ہے کہ: جب امام جعفر صادقؑ کی وفات کا زمانہ نزدیک آیا تو آپ نے اپنے صاحب زادے ابوالحسن موسیٰؑ کو بلایا اور مواریث انبیاءؑ سپرد کیے اور وصیت ظاہری فرمائی اور آپ کو خبر ملی کہ منصور دوانقی نے (حاکم مدینہ کو) حکم دیا ہے کہ خیال رکھو اگر امام جعفر صادقؑ اپنی وفات کے وقت کسی کو اپنا وصی بنائیں تو اس کو قتل کر دو! تو حضرت نے اس کے خوف سے چار شخصوں کے نام وصیت فرمائی جن میں پہلا نام خود منصور دوانقی کا تھا دوسرا نام عبداللہ افطح کا تیسرا اپنی صاحب زادی فاطمہ کا اور چوتھا حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کا۔

حضرت امام جعفر صادقؑ کی وفات کے بعد حضرت موسیٰ کاظمؑ پوشیدہ طور پر مسندِ امامت پر جلوہ افروز ہوئے اور مومنین نے ان کی پیروی کی یہ واقعہ ۱۴۸ھ کا ہے۔ اس وقت آپ کی عمر بیس سال تھی جب منصور دوانقی کو حضرت امام جعفر صادقؑ کی وفات کی خبر ملی تو اس نے دریافت کیا کہ: ان کا وصی کون قرار پایا؟ تو اس کو بتایا گیا کہ: حضرت نے چار شخصوں کے نام وصیت کی ہے جن میں پہلا نام خود آپ کا ہے تو وہ امام کے قتل کے ارادے سے باز آیا۔ ۱۵۸ھ میں حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی امامت کے دس برس کے بعد منصور دوانقی مر گیا اور اس کا بیٹا مہدی ابن عبداللہ تخت نشین ہوا تو اس نے کچھ لوگوں کو بھیج کر حضرت کو عراق بلا لیا۔

چونکہ حضرت نے وصیت میں عبداللہ افطح کا نام بھی رکھا تھا اس لیے لوگوں کو ان کی امامت کا شبہ ہوا لیکن مومنین نے سمجھ لیا کہ حضرت نے نام اس حکمت سے رکھے ہیں جن میں سواء

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کے کوئی بھی امامت کا اہل نہیں ہے۔ منصور ایک مخالف مذہب اور ظالم و بدکار اور جاہل ہے اس لیے امامت کا اہل نہیں اور عبد اللہ افطح علم سے دور اور صفات امامت سے خالی ہیں اور فاطمہ بنت امام جعفر صادقؑ عورت ہیں اور عورت کبھی رسول یا امام نہیں ہو سکتی بس صرف ان میں حضرت امام موسیٰ کاظمؑ ہی حق دار و جامع صفات امامت ہیں لہٰذا وہی امام ہیں۔

مسعودی نے لکھا ہے کہ حماد ابن عیسیٰ نے ربعی سے انھوں نے عمر ابن یزید سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ: میرے پاس حضرت امام جعفر صادقؑ کی امانت تھی حضرت کے انتقال کے بعد جب میں حضرت کے صاحب زادے عبد اللہ افطح سے ملا اور دریافت کیا کہ: امامؑ کے بعد ان کے بیٹوں میں سے کون امام ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ: میں امام ہوں، میں نے پوچھا کہ: آپ کے بھائی نے آپ کی امامت قبول کر لی؟ کہا: ہاں تو میں نے دونوں کو ایک جگہ جمع کیا اور پھر عبد اللہ افطح سے وہی سوال کیا کہ آپ لوگوں میں سے امام کون ہے؟ تو عبد اللہ خاموش رہے اور ابوالحسن موسیٰؑ بھی خاموش رہے جب میں نے دیکھا کہ دونوں میں سے کوئی بھی جواب نہیں دیتا تو عرض کیا کہ: میں نے آپ کے والدِ بزرگوار سے سنا ہے انھوں نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: ''مَن مَاتَ بِغَیرِ اِمَام مَاتَ مِیتَۃً جَاهِلِیَّۃ''؛ حضرت نے فرمایا کہ امام تمہارا موجود ہے یہاں تک کہ تم اس کو پہچانو، میں نے عرض کیا کہ: ہاں آپ کے پدرِ بزرگوار سے میں نے سنا ہے فرمایا: بے شک خدا کی قسم! حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حدیث فرمائی ہے۔

میں نے عرض کیا کہ کیا آپ کا بھی کوئی امام ہے۔ لیکن عبد اللہ خاموش بیٹھے رہے کچھ نہ بولے تو میں ان دونوں حضرات کو چھوڑ کر چلا آیا اس کے بعد پھر میں حضرت ابوالحسن موسیٰؑ سے ملا تو حضرت نے فرمایا کہ: اے عمر! تم نے ایک مبہم بات پوچھی تو میں نے مبہم جواب دیا اگر تم نے تصریح کی ہوتی تو میں بھی واضح جواب دیتا۔

منقول ہے کہ: جب عبد اللہ افطح نے دعوائے امامت کیاتو علمائے شیعہ کی ایک جماعت مسائل دریافت کرنے کی غرض سے ان کے پاس گئی اوران میں سے بعض نے ان سے سوال کیا کہ کتنے مال میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے؟عبداللہ نے جواب دیا کہ: دوسودرہم میں پانچ درہم، تولوگوں نے پوچھا کہ:اور سودرہم میں؟ کہاڈھائی درہم پس سب ان کے پاس سے چلے آئے اور پھر کوئی سوال نہ کیا۔

یہ جواب غلط تھاکیونکہ زکوٰۃ کی اقل نصاب دوسودرہم ہے اس سے کم پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے اسی قسم کے اور بھی کچھ سوالات لوگوں نے کیے جس سے ثابت ہو گیا کہ وہ امام نہیں ہیں اور ان کے ماننے والوں نے ان کی امامت کاعقیدہ ترک کرکے مذہب حق کی طرف رجوع کیا، عبداللہ افطح حضرت امام جعفر صادقؑ کے بعد زیادہ دنوں تک زندہ بھی نہ رہے۔ حضرت کی وفات کے ستّر روز کے بعد ان کا انتقال ہو گیااور ان کی امامت بھی ان کے ساتھ ختم ہو گئی (مؤلف)۔

دلائل امامت

ابوخالد زبالی سے منقول ہے کہ: جب منصوردوانقی کے بیٹے مہدی نے حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کومدینہ سے عراق بلایااور میں نے آپ کی آمد کی خبر سنی توزبالہ سے چند میل آگے بڑھ کر میں حضرت سے ملااور جب میں نے حضرت کو رُخصت کیاتو رویا۔ حضرت نے پوچھا کہ: کیوں روتے ہو؟ابو خالد سے میں نے عرض کیا کہ: اے میرے سید! ایسے ظالم کے پاس آپ جارہے ہیں کہ نہ معلوم کیاہو!تو فرمایا کہ: اس مرتبہ تومجھ کوان لوگوں سے کوئی خوف نہیں ہے میں فلاں مہینہ میں فلاں روز فلاں وقت واپس آؤں گاتم پہلی میل کے پاس میراانتظار کرنا۔اس کے بعد آپ تشریف لے گئے اور مہدی سے ملاقات کی اس نے حضرت سے کوئی تعرض نہ کیابلکہ عرض کیا کہ: جوحاجت ہوبیان فرمائیے! پھر اس نے کچھ ہدیے پیش کیے اور مدینہ واپس جانے کی اجازت دی۔

ابو خالد کہتے ہیں کہ: میں وقت معہود پر سرِراہ جاکر بیٹھ گیا اور اتنی دیر بیٹھا کہ آفتاب ڈوبنے کے قریب ہوا آخر میں حضرت کی واپسی سے مایوس ہو کر اٹھنا چاہتا تھا کہ قافلہ آتا ہوا نظر آیا اور ایک آواز آئی میں نے پلٹ کر دیکھا تو قافلے کے آگے ایک بغلہ پر حضرت موسیٰ کاظمؑ نظر آئے حضرت نے فرمایا: اے ابو خالد! میں نے عرض کیا: حاضر ہوں خدا کا شکر ہے کہ اس نے آپ کو اس شخص سے نجات دی۔ حضرت نے فرمایا: مجھ کو ابھی ایک مرتبہ اور آنا ہے اور پھر اس کے بعد رہائی نہ ہوگی پھر آپ مدینہ واپس گئے۔

علی ابن ابو حمزہ ثمالی سے منقول ہے انھوں نے کہا کہ: میں ایک روز حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ: میں آپ پر فدا ہو جاؤں! امام کن امور سے پہچانا جاتا ہے؟ فرمایا: چند باتوں سے، پہلے ان میں سے نص ہے یعنی امام سابق اپنی جگہ پر اپنے اہل بیتؑ میں سے کسی کو بٹھلا جائے اور لوگوں سے صاف صاف بتادے کہ میرے بعد فلاں شخص تم لوگوں کا امام ہے جس طرح حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امیر المومنینؑ کو لوگوں کا امام بنایا اور لوگوں کو پہچنوایا اسی طرح ہر امام نے اپنے بعد والے امام کو مقرر کیا۔

دوسرا طریقہ امام کو پہچاننے کا یہ ہے کہ: تم اس سے جو سوال کرو وہ جواب دے اور اگر تم خاموش ہو تو خود ابتداء کرے۔

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ: لوگوں کو آئندہ کی خبر دے۔

چوتھے یہ کہ: ہر زبان میں کلام کرے اور ہر شخص سے اسی کی زبان میں گفتگو کرے۔

میں نے عرض کیا کہ: میں آپ پر فدا ہو جاؤں! کیا امام ہر زبان میں گفتگو کر سکتا ہے؟ فرمایا: ہاں اے ابو محمد! بلکہ پرند کی زبان بھی جانتا ہے۔ دیکھو ابھی میں تم کو اس کا ثبوت دیتا ہوں قبل اس کے کہ تم میرے پاس سے اٹھو۔ راوی کہتا ہے کہ: میں ابھی اپنی جگہ سے اٹھا بھی نہ تھا کہ ایک خراسان کا رہنے والا حضرت کی خدمت میں آیا اور حضرت سے عربی زبان میں گفتگو کرنے لگا

لیکن حضرت اس کو فارسی زبان میں جواب دیتے رہے تو اس نے کہا کہ: میں سمجھتا تھا کہ آپ فارسی نہ جانتے ہوں گے اس لیے آپ سے عربی زبان میں گفتگو کر رہا تھا، حضرت نے فرمایا: سبحان اللہ! اگر تم کو تمہاری زبان میں جواب نہ دے سکوں تو مجھ کو کیا فضیلت ہوئی۔ پھر فرمایا: اے ابو محمد! امام سارے انسان اور طائر و چوپائے اور ہر ذی روح کی زبان جانتا ہے اور جس میں یہ صفتیں نہ ہوں وہ امام نہیں ہے۔

اس روایت سے دو باتوں کا ثبوت ملا ۱۔یہ کہ آپ کو معلوم تھا کہ آپ کے پاس ایک خراسانی آنے والا ہے۔ ۲۔یہ کہ آپ نے اس سے فارسی میں گفتگو کی (مؤلف)۔

حماد ابن عیسیٰ جہمی سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ: میں امام موسیٰ کاظمؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ: مولا دعا فرمایئے کہ خدا مجھ کو ایک گھر اور زوجہ اور لڑکا ایک خادم عطا فرمائے اور حج کی توفیق عطا فرمائے حضرت نے فرمایا: **اللھم صل علیٰ محمد و آل محمد**۔یعنی اے اللہ! محمد و آل محمدؐ پر رحمت نازل کر اور اس شخص کو گھر اور زوجہ اور اولاد اور خادم اور پچاس سال حج کی توفیق عطا فرما۔ پھر راوی سے حماد نے کہا کہ: حضرت [کی] دعا کے بعد میں نے ۴۸ حج کیے اور پس پردہ میری زوجہ ہے جو میرا کلام سن رہی ہے اور یہ میرا لڑکا اور یہ میرا گھر اور یہ خادم ہے اس گفتگو کے بعد حماد نے دو حج اور کیے پھر پچاس حج کے بعد وہ حج کو گیا تو اپنے ساتھ ابو العباس نوفلی کو بھی لے گیا ابو العباس نے بیان کیا کہ: حماد مقام احرام میں گئے وہاں انھوں نے غسل کیا۔ اتفاقاً سیلاب آیا اور ان کو بہا کر لے گیا وہ اسی میں غرق ہو گئے۔

عالم جلیل القدر اہل سنّت ملا جامی نے لکھا ہے کہ کتب معتبرہ میں شقیق بلخی سے منقول ہے انھوں نے کہا کہ: ہم لوگ حج کے سفر میں (قادسیہ) پہونچے یہاں ایک خوبصورت گندم گون جوان کو دیکھا کہ پشمینہ کا لباس پہنے دوش پر شملہ رکھے نعلین پہنے حاجیوں کے مجمع سے نکلا اور ایک مقام پر جا کر بیٹھ گیا میں نے اپنے دل میں کہا کہ: یہ جوان صوفی معلوم ہوتا ہے اور حاجیوں کی گردن

پر سوار ہونا چاہتا ہے چل کر اس کو ملامت کروں جب میں اس کے نزدیک پہونچا تو اس نے کہا کہ: اے شقیق! ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ﴾ (١)؛یعنی اے ایمان والو! بہت سے گمان (بد) سے بچے رہو! کیونکہ بعض گمان گناہ ہیں۔ یہ کہہ کر وہ ایک طرف روانہ ہوگیا میں نے کہا کہ: میں نے یہ کیا کیا اس جوان نے میرا نام بھی بتادیا اور میرے دل کی بات بھی ظاہر کردی یہ خدا کا کوئی بندۂ صالح ہے چل کر اس سے معافی مانگوں جب میں اس کے نزدیک پہونچا تو دیکھا کہ وہ نماز میں مشغول ہے اور اس کے جسم میں لرزہ ہے اور آنکھوں سے اشک جاری ہیں میں نے سوچا کہ یہ نماز سے فارغ ہو تو معافی مانگوں جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو میری طرف مخاطب ہوا اور کہا کہ: ﴿وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِمَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَىٰ﴾ (٢)؛یعنی ہر آئینہ میں بخشنے والا ہوں اس کی جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور عمل صالح کرے پھر ہدایت یافتہ بھی ہو (یعنی ولایت اہل بیتؑ کی طرف ہدایت پائے) (٣) پھر وہ شخص مجھ کو چھوڑ کر روانہ ہوگیا میں نے کہا کہ: یہ جوان ابدال میں سے ہے اس نے دوبار میرے دل کا راز بتایا میں اس کے پیچھے روانہ ہوا جب اس کے نزدیک پہونچا تو دیکھا کہ وہ ایک کنویں کے پاس کھڑا ہے اور اس کے پاس پانی کا ایک برتن ہے اس میں پانی لینا چاہتا ہے جب اس نے پانی لینا چاہا تو وہ برتن کنویں میں گر گیا تو اس نے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا کہ: تو میرا پروردگار ہے جب میں پانی طلب کروں اور میرے رزق کا ضامن ہے جب کھانا طلب کروں میں نے دیکھا کہ کنویں کا پانی اوپر آیا اور اس نے پانی کا برتن پانی سے بھر کر نکال لیا پھر وضو کیا اور چار رکعت نماز پڑھی اس کے بعد وہ ریت کے ایک ٹیلہ کی طرف بڑھا اور اس میں سے ریت لے کر پانی کے برتن میں ڈالا اور ہلا کر پی لیا۔

---

(١)۔ پارہ ٢٦، سورۂ حجرات، آیت ١٢۔

(٢)۔ پارہ ١٦، سورۂ طٰہ، آیت ٨٢۔

(٣)۔ دیکھئے صواعق محرقہ، صفحہ ٩١ وغیرہ۔

میں نے قریب جاکر اس کو سلام کیا اس نے جواب سلام دیا اور کہا کہ: اے شقیق! ہمیشہ خدا کی ظاہری اور باطنی نعمتیں ہم تک پہونچتی ہیں تو اپنا عقیدہ درست کر پھر اس نے پیالہ میری طرف بڑھایا میں نے پیا تو شکر ملا ہوا ستوّ تھا۔ خدا کی قسم! اس سے بہتر غذا میں نے کبھی نہیں کھائی مجھ کو اس کے کھانے کے بعد کئی روز تک غذا کی خواہش نہیں ہوئی اس کے بعد وہ میری نظروں سے غائب ہو گیا اور میں نے اس کو پھر راہ میں نہیں دیکھا یہاں تک کہ مکّہ پہونچا مکّہ میں ایک شب نصف شب کے قریب میں نے دیکھا کہ وہ نہایت خضوع و خشوع کے ساتھ نماز میں مشغول ہے جب صبح ہوئی تو اس نے نماز پڑھی اور طواف کیا اور روانہ ہو گیا میں بھی اس کے پیچھے چلا میں نے دیکھا کہ وہ تنہا نہیں ہے وہاں اس کے خدّام و غلام سب موجود ہیں اور بہت سے لوگ اس کے گِرد جمع ہیں میں نے ان لوگوں سے پوچھا کہ: یہ کون ہیں؟ ان لوگوں نے کہا کہ: یہ موسیٰ کاظم ابن جعفر ابن محمد ابن علی ابن الحسین ابن علی علیہم السلام ہیں۔ میں نے کہا کہ: ایسے سید سے ایسے عجائب و غرائب قابل تعجب نہیں ہیں (۱)۔

عذاب کا کنواں

شام و عراق کے حجاج کو مکّہ کے راستے میں ایک منزل پر پانی نہ ملنے کی وجہ سے سخت مشکل کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ حجاج اس منزل کی بے آبی کی وجہ سے دو منزل پہلے سے پانی وغیرہ کا انتظام کر کے چلتے تھے لیکن بعض اوقات پانی ناکافی ہونے کی وجہ سے حجاج کو سخت پریشانیوں کا مقابلہ کرنا پڑتا تھا بلکہ لوگ ہلاک ہو جاتے تھے، آخر اس کی شکایت حکومت تک پہونچی اور حکومت نے اس راہ میں ایک کنواں کھودنے کا فیصلہ کیا۔

علی ابن یقطینؒ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ: منصور دوانقی نے ان کے باپ یقطین کو اس مقام پر کنواں کھدوانے کا حکم دیا چنانچہ یقطین نے کام شروع کر دیا لیکن پانی نہیں نکلا یہاں تک کہ

(۱)۔ شواہد النبوۃ، صفحہ ۱۹۴ و صواعق محرقہ، صفحہ ۱۲۱۔

منصور مر گیا اور اس کی جگہ پر مہدی بیٹا مہدی نے حکم دیا کہ: کنواں کھودنے کا کام جاری رکھا جائے چاہے اس کام میں اس کا خزانہ خالی ہو جائے! تو یقطین (۱) نے اپنے بھائی ابو موسیٰ کو اس کام پر مامور کیا کنواں کھودنے کا کام برابر جاری رہا یہاں تک کہ جب اس کی گہرائی چالیس ہاتھ تک پہونچی تو اس کی تہہ میں ایک سوراخ پیدا ہوا اور اس سے ایک ایسی ہوا خارج ہوئی جس سے سب ڈر گئے اور مزدوروں نے ابو موسیٰ کو اس کی خبر دی۔ ابو موسیٰ خود کنویں میں اترا تو اس نے ایک نہایت خوف ناک حالت دیکھی اور اس کے اندر ہوا کی آواز سنی تو اس نے مزدوروں کو حکم دیا کہ: سوراخ کا منہ بڑا کرو! چنانچہ انھوں نے اس کو کھود کر ایک بڑے دروازے کے برابر کر دیا پھر ابو موسیٰ نے دو آدمیوں کو اور کنویں میں اتارا اور کہا کہ: اس غار میں جاؤ اور پتہ لگاؤ کیا ہے؟ وہ دونوں اس میں داخل ہوئے اور کچھ دیر کے بعد نکلے اور رسی کے ذریعہ اوپر کھینچے گئے ابو موسیٰ نے پوچھا کہ: تم لوگوں نے دیکھا ان دونوں نے کہا کہ: ایک بہت بڑی خبر ہے اس کے اندر مرد ہیں عورتیں ہیں مکانات و ظروف و سارا سامان زندگی ہے لیکن سب پتھروں سے کوٹے ہوئے ہیں مرد اور عورتیں سب اپنے لباس میں ہیں کوئی بیٹھا ہے کوئی لیٹا ہے کوئی تکیہ لگائے ہے جب ان کے کپڑوں کو ہم لوگوں نے چھوا تو غبار کی طرح پھیل گئے اور مکانات سب کھڑے ہیں ابو موسیٰ نے پورا واقعہ لکھ کر مہدی کے پاس بھیج دیا مہدی نے حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کو مدینہ سے بلوایا جب حضرت تشریف لائے تو اس نے سارا واقعہ بیان کیا حضرت سن کر روئے اور فرمایا: یہ بقیہ قوم عاد ہیں جن پر خدا غضب ناک ہوا اور وہ مع اپنے مکانات کے زمین میں دھنس گئے یہ لوگ اصحاب احقاف (۱) ہیں۔ مہدی نے پوچھا: احقاف کیا ہے؟ فرمایا: بالو۔

---

(۱)۔ علی ابن یقطین منصور دوانقی کے بیٹے مہدی کے وزیر اعظم اور کوفہ کے اعلیٰ خانوادوں سے تھے اور حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کے اصحاب اور شیعوں میں سے اور جلیل القدر اور ثقہ تھے (مجالس المومنین حالات علی ابن یقطین اسدی کوفی)۔

(۲)۔ احقاف کے معنی ریگ کے ٹیلوں کے ہیں یہ وہ ریگستان تھا جہاں حضرت ھودؑ پیغمبر کی قوم عاد رہتی تھی جب ان لوگوں نے اپنے پیغمبر کی نافرمانی کی تو پہلے سات برس تک پانی نہیں برسا جب پھر بھی وہ سرکشی پر اڑے رہے تو خدا نے ان پر ایک آندھی بھیجی جس میں سے ان لوگوں پر آگ برسی پھر اس نے ریگ اُڑا کر ان پر ڈالی یہاں تک کہ سب کے سب ریگ کے نیچے دب گئے یہ آندھی سات شبانہ روز چلتی رہی (تفسیر سورۂ احقاف، پارہ ۲۶، رکوع ۳)۔

سخاوت

آپ اپنے زمانے میں سخی ترین شخص تھے، یہاں تک کہ ایک ایک وقت میں تین تین لاکھ درہم تقسیم کرتے تھے۔ مہدی عباسی کے وزیر اعظم علی ابن یقطین آپ کی خدمت میں تین تین لاکھ درہم بھیجتے تھے اور آپ وہ سب فقراء و مساکین کو تقسیم کر دیتے تھے(۱)۔

یہاں تک کہ اگر کوئی شخص آپ کی بُرائی بھی کرتا تھا تو آپ اس کا جواب نیکی سے دیتے تھے ایک شخص ہمیشہ آپ کی برائی کرتا تھا جب آپ کو خبر ہوئی تو اس کے پاس ایک ہزار اشرفیاں بھیج دیں(۲)۔

عصمت

جب آپ ہارون الرشید کے قید خانہ میں تھے اس نے آپ کو متہم کرنے کی غرض سے ایک نہایت درجہ صاحب حسن و جمال عورت زندان میں بھیج دی آپ عبادت خدا میں مشغول تھے جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو اس نے عرض کیا کہ: میں آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہوں۔ حضرت نے سامنے اشارہ کیا اور فرمایا: یہ سب کس لیے ہیں؟ اس عورت نے جو ادھر نظر اٹھائی تو جنّت سامنے نظر آئی۔ پھلوں اور پھولوں سے لدے ہوئے بڑے بڑے سایہ دار درخت، روشین نشست گاہیں جواہرات سے مرصع تخت، عالی شان عمارتیں، صاف اور شفاف پانی کی بہتی ہوئی نہریں اور اس جنّت میں سیر و تفریح کرتی ہوئی حوریں نظر آئیں جن کی پاکیزگی و حسن و جمال کا انسان تصوّر بھی نہیں کر سکتا۔ ان حوروں نے اس عورت کو ڈانٹا اور کہا کہ: ہٹ جا عبد صالح کے پاس سے! ان کی خدمت کے لیے ہم لوگ موجود ہیں!

---

(۱)۔ مجالس المومنین حالات علی ابن یقطین۔

(۲)۔ روائح المصطفیٰ، صفحہ ۲۶۴۔

یہ دیکھ کر اس عورت کے جسم میں لرزہ پڑ گیا اور فوراً سجدہ میں گر پڑی اور تسبیح و تہلیل پروردگار میں مشغول ہوگئی۔ اس کی آنکھوں پر سے پردے اٹھ گئے اور اس کا قلب منوّر ہوگیا۔ ادھر ہارون نے ایک شخص کو بھیجا کہ جاکر اس عورت کا حال معلوم کرے اس نے جاکر دیکھا کہ وہ عورت خاک سے پاک ہوچکی ہے اور سجدۂ پروردگار میں جھکی ہوئی قدوس قدوس پکار رہی ہے اس نے جاکر ہارون کو حالات کی خبر دی اس نے کہا کہ: وہ عورت میرے سامنے لائی جائے، جب وہ آئی تو ہارون نے پوچھا کہ: تیرا یہ کیا حال ہے؟ اس نے سارے حالات بیان کیے، ہارون نے کہا کہ: شاید تو سجدہ میں سوگئی ہو اور یہ چیزیں عالم خواب میں دیکھی ہوں اس نے کہا: نہیں میں نے عالمِ بیداری میں اپنی آنکھوں سے سب چیزیں دیکھی ہیں یہ کہہ کر وہ پھر سجدہ میں جھک گئی۔

ہارون نے اس عورت پر نگراں مقرر کر دیئے کہ یہ باتیں وہ کسی اور سے بیان نہ کرے وہ عورت ہارون کے پاس سے ہٹنے کے بعد پھر عبادت خدا میں مشغول ہوگئی جب اس سے کوئی شخص اس کی عبادت کے متعلق سوال کرتا تو کہتی کہ: میں نے عبد صالح کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ:

امام موسیٰ کاظمؑ کا لقب عبد صالح تجھ کو کس نے بتایا؟ اس نے کہا: جنّت کی حوروں نے۔ اسی طرح وہ عبادت خدا میں مشغول رہی یہاں تک کہ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی وفات سے کچھ دنوں قبل اس نے انتقال کیا(۱)۔

عبادت

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ صالح و عبادت گذار اور سخی اور بڑے حلیم و بردبار تھے کثرت عبادت و ریاضت کے سبب سے عبد صالح کہے جاتے تھے دس برس سے زیادہ آپ کا دستور یہ رہا کہ

(۱)۔ مناقب، جلد ۵، صفحہ ٦٣۔

آفتاب نکلنے کے بعد آپ سجدہ میں جاتے تھے تو زوالِ آفتاب کے وقت سجدہ سے سر اٹھاتے تھے! آپ عابد ترین اہل زمانہ اور سب سے بڑے فقیہ اور سخی اور کریم تھے آپ کی سخاوت و کرم کی حد نہ تھی آپ کے متعلق حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا تھا کہ: میرا بیٹا موسیٰ کاظمؑ سردار اور امام میری اولادوں میں سے اور غوث امّت اور علوم واسرارِ الٰہی کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے(۱)۔

علم وہدایت خلق

ابن حجر نے لکھا ہے کہ: آپ علم و معرفت و کمال میں اپنے پدر بزرگوار کے وارث تھے، آپ عراق میں باب الحوائج مشہور ہیں اس لیے کہ آپ کی بارگاہ میں لوگوں کی حاجتیں اور امیدیں بہت زیادہ پوری ہوتی ہیں۔ آپ اپنے زمانے میں سب سے بڑے عبادت گذار اور عالم اور سخی تھے(۲)۔

آپ عبد صالح اور بڑے عبادت گزار اور حلیم اور جلیل القدر، کثیر العلم تھے آپ کو لوگ عبد صالح کہا کرتے تھے آپ طلوع آفتاب سے دوپہر تک سجدہ میں رہا کرتے تھے(۳)۔

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ امام جلیل القدر اپنے زمانے کے بے مثل حجتِ خدا اور علامہ دہر تھے ہمیشہ تمام شب عبادت کرتے اور دنوں کو روزے رکھتے تھے(۴)۔

ملا جامی نے لکھا ہے کہ: آپ کے مناقب بے شمار ہیں آپ عابد ترین زمانہ اور فقیہ ترین اور سخی اور سب سے زیادہ کریم تھے(۵)۔

---

(۱)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۳۶۵ بحوالہ فصل الخطاب۔

(۲)۔ صواعق محرقہ، صفحہ ۱۲۱۔

(۳)۔ ینابیع المودۃ، باب ۶۵، صفحہ ۳۲۱۔

(۴)۔ نورالابصار، صفحہ ۱۳۵۔

(۵)۔ شواہد النبوۃ، صفحہ ۱۹۴۔

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کا دورِ امامت سخت ترین تقیہ کا دور تھا ۱۴۸ھ میں آپ خلق کے امام ہوئے یہ خون خوار و ظالم عباسی بادشاہ منصور دوانقی کا دور تھا جس نے بے شمار سادات و مومنین کو قتل کیا اور زندہ دیواروں میں چنوا دیا اور حضرت امام جعفر صادقؑ کو کتنی مرتبہ بارادۂ قتل گرفتار کر کے مدینہ سے بلایا لیکن حضرت کے معجزات و کرامات دیکھ کر ظاہر بظاہر قتل کرنے کی جرأت نہ کر سکا۔ آخر حضرت کو پوشیدہ طور پر زہر سے شہید کیا۔ منصور کے جاسوس ہمیشہ حضرت امام جعفر صادقؑ اور حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کے ساتھ لگے رہتے تھے تا کہ وہ کوئی بہانہ ان کے قتل کا تلاش کر سکیں۔

۱۵۸ھ میں منصور مر گیا اور اس کا بیٹا مہدی تخت پر بیٹھا اس نے حکومت ملتے ہی حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کو گرفتار کر کے مدینہ سے عراق بلایا لیکن پھر آزاد کر دیا لیکن دشمنی و عداوت کی آگ جو اس کے دل میں بھڑک رہی تھی وہ نہ بجھی نیز حکومت کے جاسوس اور اہل بیتؑ کے مخالفین و حاسدین ہمیشہ ایذا رسانی اور قتل کے مواقع کی تلاش میں رہا کرتے تھے۔ جناب شہید ثالثؒ نے مجالس المومنین میں ہشام ابن سالم جوالیقی کے حالات میں لکھا ہے کہ اصحاب و راویانِ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ شدّت تقیہ کی وجہ سے حضرت کا نام نہیں لیتے تھے بلکہ کبھی صرف کنیت سے کبھی لفظ عالم کبھی لفظ فقیہ کبھی عبد صالح کبھی لفظ رجل یعنی مرد سے آپ کا ذکر کرتے تھے۔

۱۶۹ھ میں مہدی مر گیا اور اس کی جگہ پر ہادی بیٹھا وہ ایک سال دو ماہ حکومت کر کے مر گیا تو ۱۷۰ھ میں ہارون الرشید خلیفہ ہوا اور اس نے حضرت کو گرفتار کر کے مدینہ سے بلایا اور قید کر دیا یہاں تک کہ چودہ برس آپ اس کے پاس قید رہے اور اسی کی قید میں آپ کا انتقال ہوا لیکن باوجود ان سختیوں اور مصائب کے آپ ہمیشہ کبھی ظاہر بظاہر کبھی پوشیدہ نشر و اشاعت شریعتِ پیغمبرِ اسلامؐ اور ہدایت و رہبری خلق میں مشغول رہے اور دشمنانِ اسلام اور بندگانِ ہوا و ہوس کے مکر و فریب سے اسلام اور اہلِ اسلام کی حفاظت کرتے رہے اور مرجع خواص و عوام رہے۔

علماء و محدثین اسلام کی ایک جماعت کثیر نے آپ سے حدیثیں حاصل کیں اور استفادہ علم کیا یہاں تک کہ خود ہارون الرشید کو بھی جب کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا تھا اور علمائے اسلام سے حل نہیں ہوتا تھا تو آپ کو زندان سے بلا کر فتویٰ پوچھتا تھا (مؤلف)۔

وصیّت

مسعودی نے لکھا ہے کہ ۱۷۰ھ ربیع الاول کے مہینہ میں ہارون الرشید کی بیعت واقع ہوئی تو اس نے حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کو مدینہ سے عراق بلایا جب ہارون کے آدمی حضرت کو لینے کے لیے مدینہ پہونچے تو حضرت نے اپنے بڑے صاحب زادے ابوالحسن حضرت امام رضاؑ کو طلب فرمایا اور اپنے اصحاب خاص کی موجودگی میں وصیت فرمائی اور جو باتیں ضروری تھیں بتائیں اور اپنی کنیت ان کو عطا فرمائی آپ کی کنیت ابو ابراہیم تھی اور اپنی زوجہ ام احمد کو اپنے دستِ مبارک کی لکھی ہوئی تحریریں عطا فرمائیں اور ان سے پوشیدہ طور پر فرمایا کہ: جو تم سے یہ چیزیں طلب کرے اس کو دے دینا اور ایک سر بمہر رقعہ دیا کہ اس کو ابوالحسن رضاؑ کے سپرد کرنا جب وہ طلب کریں۔ پھر آپ نے حضرت امام رضاؑ سے فرمایا کہ: جب تک میں زندہ ہوں ہمیشہ دروازے پر یا دروازے کی ڈیوڑھی میں راتوں کو سونا۔

محمد ابن عیسیٰ نے احمد ابن محمد سے انھوں نے ابونصر بزنطی سے انھوں نے مسافر سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ: میں ہر شب حضرت کے لیے دروازے پر فرش بچھا دیا کرتا تھا، حضرت نماز عشا کے بعد تشریف لاتے تھے اور آرام فرماتے تھے اور صبح کو گھر کے اندر تشریف لے جاتے تھے اور ہم لوگ اگر کبھی کوئی کھانے کی چیز حضرت کے لیے رکھ دیتے تھے تو آپ تشریف لانے کے بعد اس کو نکال لیتے تھے اور فرماتے تھے کہ: مجھے اس کی خبر تھی اسی حال پر چار برس گذر گئے اور حضرت موسیٰ کاظمؑ ہارون کے پاس مقید رہے اور ہارون الرشید آپ سے مسائل دینیہ

پوچھا کرتا تھا اور آپ جواب دیتے تھے یہاں تک کہ برامکہ نے ہارون کو آپ کے خلاف ابھارا اور آپ کے قتل کی کوشش کی۔

آخر ہارون نے آپ کو سندی ابن شاہک کی قید میں دے دیا اور وہ سب برابر آپ کے قتل کا حیلہ تلاش کرتے رہے۔ ایک روز ہارون نے سندی کو حکم دیا کہ امامؑ کو زہر دے کر قتل کر دے لیکن قبل اس کے کچھ علماء عدول اور قضاۃ کو بلا کر حضرت کو دکھلا دیئے، جو شخص بھی سندی کے گھر میں داخل ہوتا تھا وہ امام کو زیادہ تر سجدہ میں دیکھتا تھا معلوم ہوتا تھا کہ ایک کپڑا پڑا ہے بعض اوقات لوگوں نے سوال بھی کیا کہ: یہ کپڑا کیسا پڑا ہے؟ تو ان کو بتایا گیا کہ: یہ موسیٰ کاظمؑ ہیں۔ آپ صبح کی نماز پڑھ کر تعقیب و دعا و تسبیح میں مشغول ہوتے ہیں پھر سورج نکلنے کے بعد سجدہ میں جاتے ہیں تو دوپہر کو سجدہ سے سر اٹھاتے ہیں۔

ہارون کے حکم کے بموجب سندی نے حضرت کی وفات سے تین روز پہلے قاضیوں کو بلایا اور حضرت کو دکھلایا اور کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ: موسیٰ کاظمؑ سندی کے گھر بہت تکلیف میں ہیں حالانکہ آپ لوگ دیکھ لیں کہ حضرت بالکل صحیح و سلامت اور آرام سے ہیں یہ سُن کر حضرت نے فرمایا کہ: تم لوگ گواہ رہنا کہ آج کے تیسرے دن میں زہر سے شہید کیا جاؤں گا۔ وہ لوگ حضرت کو دیکھ کر واپس گئے۔ بسندِ صحیح منقول ہے کہ: سندی نے حضرت کو خرمے میں زہر ملا کر کھلایا۔ حضرت نے دس خرمے زہر آلود کھائے تو سندی نے کہا کہ: اور کھایئے! فرمایا: تیرے مقصد کے لیے اتنے ہی کافی ہیں جس کا تجھ کو حکم دیا گیا ہے تیسرے دن پھر قاضیوں اور علماء عدول کو بلا کر حضرت کو دکھلایا گیا حضرت نے ان سے فرمایا کہ: تم لوگ شاہد رہو کہ میں بظاہر اچھا ہوں لیکن مجھ کو زہر دیا گیا ہے۔ عنقریب میرا رنگ سُرخ پھر بہت زرد پھر سفید ہو جائے گا اور میں دامن رحمت

پروردگار میں چلا جاؤں گا چنانچہ آپ نے اس کے تیسرے(۱) روز شام کے وقت ۱۸۳ھ میں انتقال فرمایا۔

آپ کی عمر شریف اس وقت ۵۴ سال تھی آپ اپنے پدربزرگوار حضرت امام جعفر صادقؑ کے ساتھ بیس سال رہے اور تنہا منصب امامت پر ۳۴ سال۔ وفات کے بعد سندی نے آپ کی نعش مبارک کو لے جا کر بغداد کے پل پر رکھ دیا اور آواز دی کہ: جو چاہے دیکھ لے! یہ موسیٰ ابن جعفرؑ ہیں جو اپنی موت سے مرے ہیں نہ ان کو زہر دیا گیا ہے نہ قتل کیے گئے ہیں۔

دفن وکفن

مسعودی نے لکھا ہے کہ: پھر آپ کا جنازہ اٹھایا گیا اور لوگوں نے مشایعت کی اور مدینۃ السلام (بغداد) میں مقابر قریش میں اس جگہ دفن کیے گئے جو آپ نے اپنی قبر کے لیے خرید فرمائی تھی۔

کاظمین

یہ شہر دریائے دجلہ سے پون میل دور جانب مشرق واقع ہے۔ اور شہر بغداد سے تین میل کے فاصلہ پر ہے یہ علاقہ بہت زرخیز ہے خاص کر جو مقامات دریائے دجلہ سے قریب ہیں باغات سے پُر ہیں پہلے یہاں کی آبادی مختصر تھی اب روز بروز لوگ یہاں بستے جاتے ہیں اور دن بدن یہ خطہ ترقی پر ہے لوگوں نے نئے وضع و قطع کے مکانات اور جدید بنگلے بنانے شروع کیے ہیں۔ مدحت پاشا والی بغداد نے ۱۲۶۸ھ میں بغداد اور کاظمین کے درمیان ایک ٹریموے لائن قائم کی تھی جس میں پہلے گھوڑوں سے مدد لی جاتی تھی پھر انجن سے چلنے لگی یہی راستہ لوگوں کی آمد و رفت کا

(۱)۔ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی وفات ۲۵ رجب ۱۸۳ھ روز جمعہ کے روز واقع ہوئی بعض روایات میں ہے کہ آپ کو یحییٰ ابن خالد برمکی نے ہارون الرشید کے حکم سے زہر دیا (وسیلۃ النجات، صفحہ ۳۷۱)۔

ذریعہ تھا۔ اب لوگوں نے دوسرا راستہ بھی نکالا ہے اور دجلہ پر پُل تعمیر ہونے سے سہولتیں ہوگئی ہیں۔ (اب تو کاظمین ریلوے اسٹیشن ہے اور وہاں سے ایران وشام وغیرہ بسیں اور موٹریں بھی کثرت سے جاتی ہیں)۔

یاقوتی نے جلد ۸، صفحہ ۱۰۷ میں لکھا ہے کہ: یہ قصبہ قدیم زمانہ میں (مقابر قریش) کے نام سے مشہور تھا، حضرت موسیٰؑ ابن جعفرؑ الملقب بہ کاظمؑ نے جب ۱۸۳ھ میں وفات پائی تو اسی مقابر قریش (یعنی کاظمین) میں دفن کیے گئے اور یہیں امام محمد تقیؑ الملقب بجوادؑ یعنی نویں امامؑ بھی دفن ہیں۔ دونوں بزرگوں کی قبروں کی تعمیر بہت عمدہ ہے جس عمارت کے اندر دونوں بزرگ آرام فرماہیں اس میں سات دروازے ہیں۔ اور ہر دروازہ کسی خاص نام سے موسوم ہے۔ صحن کے اندر ہر چار طرف کمرے اور کمروں کے آگے سائبان بنا ہوا ہے۔ حرم کے اندرون حصّہ کی تعمیر لکڑی کی ہے اور عجیب وغریب ہے عمارت کچھ مربع ہے اندر کارنشوں میں آیات قرآنی اور مشاہیر شعراء ایران کے اشعار خوبصورت حرفوں میں تحریر ہیں۔ ہر جگہ خالص سونا چاندی اور بلور کی قندیلیں اور جھاڑ وفانوس آویزاں ہیں۔ دیواروں پر اکثر سونے اور چاندی کے ملمع کاری ہے۔ حرم پر دو عالی شان گنبد ہیں اوران پر خالص سونے کا پلاسٹر ہے۔

حرم اقدس میں صبح وشام اور دوپہر کو زائرین کا ہجوم رہتا ہے آپ کا حرم کاظمین میں مرجع خواص وعوام اور باب قضاء الحوائج ہے جہاں دردمندوں اور صاحبانِ حاجات کی دعائیں قبول اور حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔

رسالہ ٔرد علی فتویٰ الوہابیین اور حاشیہ مشکوٰۃ باب زیارت قبور میں ہے کہ: "**قَالَ الْاِمَامُ الشَّافِعِی قَبرُ مُوسَیٰ الکَاظِمِ تِریَاق مُجَرّبۃٌ لِاِجَابَۃِ الدُّعاء**"۔

یعنی امام شافعی نے کہا کہ: حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی قبر اطہر مقبولیت دعا کے لیے اکسیر مجرب ہے۔ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی قبر اطہر سے جو معجزات و کرامات ظاہر ہوتے رہے اور ظاہر ہوتے رہتے ہیں ان کے لکھنے کی اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں ہے۔

مسعودی نے لکھاہے کہ: حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کے غلام مسافر نے بیان کیا کہ: میں نے ایک شب حسب عادت حضرت ابوالحسن رضاؑ کے لیے دروازے پر فرش بچھایالیکن حضرت اس شب کو تشریف نہ لائے جس کی وجہ سے حضرت کے اہل بیتؑ کو وحشت ہوئی اور خائف ہوئے جب صبح ہوئی تو حضرت تشریف لائے اور بغیر اذن گھر میں داخل ہوئے اورام احمد سے فرمایا کہ: جو امانتیں میرے پدر بزرگوار نے آپ کے پاس رکھی ہیں مجھ کو دیجئے! یہ سُن کر وہ نالہ وفریاد کرنے لگیں اور کہا کہ: خدا کی قسم! میرے سردار اورآقا دنیا سے گذر گئے۔ حضرت امام رضاؑ نے فرمایا کہ: ابھی خاموش رہیے! اور اس واقعہ کو چھپایئے! جب تک کہ حاکم مدینہ کے پاس[سے] خبر نہ آئے اور وہ خود اس کا اعلان نہ کرے۔اس کے بعد ام احمد نے ایک زنبیل نکالی جس میں امانتیں تھیں اور چھ ہزار دینار کی مالیت تھی اور حضرت کے سُپرد کیااور حضرت کی وفات کی خبر پوشیدہ رکھا یہاں تک کہ حاکم مدینہ کے پاس پہونچی کہ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ نے فلاں تاریخ فلاں روز انتقال فرمایا۔ہم لوگوں نے جب غور کیاتو معلوم ہوا کہ یہ وہی رات تھی جس شب میں حضرت امام رضاؑ تشریف نہیں لائے تھے:"**و صلی اللّٰہ علیہ وعلی آبائہ وابنائہ وذریتھم الطیبین الطاھرین وسلم کثیرا**"۔

حضرت کی ازواج واولاد

حضرت کی وہ اولاد جن سے آپ کی نسل جاری ہوئی:۱۔حضرت امام رضاؑ۔۲۔جناب ابراہیم۔۳۔جناب عباس۔۴۔جناب محمد۔۵۔جناب عبد اللہ۔۶۔جناب جعفر۔۷۔جناب حمزہ۔۸۔جناب

(۱)۔ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی وفات ۱۸۳ھ میں ہوئی اور محمد ابن ادریس امام شافعی کی وفات ۲۰۴ھ میں ہوئی۔

زید۔۹۔جناب ہارون۔۱۰۔جناب اسحاق۔۱۱۔جناب حسن ۔۱۲۔جناب حسین۔۱۳۔جناب اسماعیل۔ ۱۴۔جناب عبید اللہ۔

حضرت کی وہ اولاد جن کی نسل باقی نہیں رہی: ۱۔جناب سلیمان۔۲۔جناب عبد الرحمٰن۔ ۳۔جناب فضل۔۴۔جناب احمد۔۵۔جناب عقیل۔۶۔جناب قاسم۔۷۔جناب داؤد۔۸۔جناب یحییٰ تھے۔

اس طرح حضرت کے کل بائیس لڑکے ہوئے (۱)۔

حضرت کی صاحب زادیاں:

۱۔جناب فاطمہ کبریٰ	۲۔جناب فاطمہ صغریٰ	۳۔جناب رقیہ
۴۔جناب حکیمہ	۵۔جناب رقیہ صغریٰ	۶۔جناب کلثوم
۷۔جناب ام جعفر	۸۔جناب لبابہ	۹۔جناب زینب
۱۰۔جناب خدیجہ	۱۱۔جناب علیہ	۱۲۔جناب آمنہ
۱۳۔جناب حسنہ	۱۴۔جناب بریہ	۱۵۔جناب ام سلمہ
۱۶۔جناب میمونہ	۱۷۔جناب ام کلثوم	۱۸۔جناب ام ابیہا تھیں (۲)

یہ سب لڑکے اور لڑکیاں حضرت کی مختلف ازواج سے تھیں۔

معصومہ قم حضرت فاطمہ بنت موسیٰ ابن جعفرؑ

شہر قم ایران کے دارالسلطنت طہران سے تقریباً ستّر کلو میٹر دور خوش نما پہاڑ اور سرسبز وشاداب وادیوں سے گھرا ہوا ایک حسین وخوبصورت شہر ہے جس کی آبادی پچاس ساٹھ ہزار کے قریب ہے اس پاک اور مقدّس شہر کی مدح وثنا میں بہت سی حدیثیں معصومینؑ سے وارد ہوئی ہیں۔

---

(۱)۔وسیلۃ النجات۔

(۲)۔اعلام الوریٰ، صفحہ ۱۸۱۔

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: آگاہ رہو! کہ خدا کے لیے ایک حرم ہے اور وہ مکّہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایک حرم ہے اور وہ مدینہ ہے اور حضرت امیر المومنینؑ کے لیے ایک حرم ہے اور وہ کوفہ ہے اور میرا اور میری اولاد کا ایک حرم ہے جس کا نام قم ہے اور آگاہ رہو کہ جنّت کے آٹھ دروازے ہیں جن میں سے تین قم کی طرف کھلتے ہیں اور عنقریب اس شہر میں ایک عورت میری اولاد سے دفن کی جائے گی جس کا نام فاطمہؑ ہوگا جو اس کی زیارت کرے اس پر جنّت واجب ہوگی۔

روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ: جب تمام شہروں کو فتنے اور بلائیں گھیر لیں تو تم لوگ قم اور اس کے اطراف ونواحی میں پناہ لینا اس لیے کہ قم سے بلائیں دور کی گئی ہیں۔ اس شہر کے خصوصیات سے یہ ہے کہ یہ ہمیشہ شیعوں کا مرکز رہا اور بڑے بڑے فقہاء ومحدثین اس زمین نے پیدا کیے اور آج تک اس کی مرکزیت قائم ہے۔ مسجدوں میں حضرت معصومہؑ کے حرم میں مدرسوں میں جس طرف دیکھئے گروہ گروہ علماء وطلاب علوم دین بیٹھے ہیں اور سلسلۂ درس وتدریس جاری ہے۔ مدرسے کثرت سے ہیں عالی شان مسجدیں عبادت گذار بندوں سے پُر اور بارونق ہیں۔ مجلسوں اور مواعظ کا سلسلہ جاری ہے، بے پردگی گانا بجانا، سینما، شراب خواری کا شہر میں نام ونشان نہیں ہے۔ شہر کہنہ میں رودخانہ قم کے مشرقی کنارہ پر معصومہ قم کا سربفلک عالی شان حرم ہے۔ ساری عمارت پر کاشی کا بہترین کام ہے۔ قبر کا صندوق اور دروازے نقرئی اور گنبد طلائی ہے حرم کے اندر کی آئینہ بندی ایرانی صناعی کا بہترین نمونہ ہے۔ حرم سے متصل متعدد عالی شان مسجدیں ہیں جو اوقات نماز میں نمازیوں سے پُر رہتی ہیں۔ حرم اور مسجدیں شب کے وقت بجلی کی روشنی میں بقعہ نور بن جاتی ہیں۔

جناب فاطمہ بنت موسیٰ کاظمؑ کی تشریف آوری کا سبب یہ ہوا کہ جب ۲۰۰ھ میں عباسی بادشاہ مامون الرشید نے حضرت امام رضاؑ کو مدینہ سے خراسان بلالیا تو آپ کی بہن جناب فاطمہ آپ

کے فراق میں روزوشب رویا کرتی تھیں آخر آپ نے مدینہ چھوڑا اور خراسان کی طرف روانہ ہوئیں جب آپ کی سواری ساوہ کے قریب پہونچی (ساوہ تہران اور قم کے درمیان ایک مقام ہے) تو آپ بیمار ہوگئیں اور آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ: یہاں سے قم کتنی دور ہے؟ لوگوں نے کہا کہ: دس فرسخ (تیس میل) تو آپ نے خادم کو حکم دیا کہ سواری قم کی طرف موڑ دی جائے۔

جب آل سعد کو یہ خبر ملی کہ جناب فاطمہ؏ قم کی طرف آرہی ہیں تو وہ ایک جماعت کے ساتھ استقبال کے لیے بڑھے اور حضرت کی خدمت میں پہونچ کر ہر شخص نے خواہش کی کہ میرے گھر فروکش ہوں۔ ناگاہ مجمع سے موسیٰ ابن خزرج نے نکل کر حضرت کے ناقہ کی مہار تھام لی اور اپنے گھر میں لے جاکر مہمان کیا جناب فاطمہ؏ سولہ روز وہاں مہمان رہیں لیکن آپ کے مرض میں زیادتی ہوتی گئی یہاں تک کہ انتقال فرمایا غسل وکفن کے بعد موسیٰ ابن خزرج نے آپ کا جنازہ اٹھایا اور اپنی ایک زمین میں جس کا نام بابلان تھا لے جاکر دفن کیا۔ جب قبر میں جنازہ اتارنے کا وقت آیا تو لوگ متردد ہوئے کہ یہ خدمت کون انجام دے ناگاہ لوگوں نے دوسواروں کو رملہ کی طرف سے بہت تیز آتے ہوئے دیکھا ان دونوں نے آکر جنازہ پر نماز پڑھی اور آپ کو قبر میں اتارا پھر قبر سے نکلے اور اپنی سواریوں پر سوار ہوکر روانہ ہوگئے اور کوئی نہ جان سکا کہ وہ کون تھے (۱)۔

معصومہ؏ قم کے حرم کی کرامت

۱۳۷۱ھ میں جب کہ میں قم میں تکمیل فقہ واصول کر رہا تھا ایک روز صبح کے وقت اپنے ایک شفیق استاد قدوۃ الفقہاء الاطیاب حبر العلام حجۃ الاسلام آقائے مرزا علی اصغر قمی ادام اللہ برکاتہ کے ساتھ جناب معصومہ؏ کے حرم میں بیٹھا تھا اور مختلف موضوعات پر گفتگو ہو رہی تھی کہ انھوں نے فرمایا کہ: جناب معصومہ؏ کی ایک کرامت سنو جو میں نے خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کی ہے۔ کچھ لوگ ایک مفلوج شخص کو جس کے ہاتھ پاؤں خشک ہوگئے تھے ایک تخت پر لٹا کر لائے اور

(۱)۔ شجرۂ طوبیٰ، صفحہ ۲۱۔

جناب معصومہؑ کی ضریح کے پاس لٹادیا اور تضرع وزاری اور دعائیں کرتے رہے جب حرم بند کرنے کا وقت آیا تو اس کو لاکر حرم سے متصل ایک کمرہ میں ٹھہرایا اور دروازے بند کر دیئے صبح کو جب لوگوں نے آکر دروازہ کھولا تو وہ بالکل صحیح و تندرست تھا اور اپنے پیروں سے چل رہا تھا۔

جناب معصومہؑ کے حرم میں دو بہت اونچے مینار ہیں جن پر بجلی کے قمقمے لگے ہیں جب وہ راتوں کو روشن ہوتے ہیں تو تہران سے آنے والوں کو بیس پچیس میل سے دکھائی دیتے ہیں گیارہ بجے شب میں جب حرم بند ہوتا ہے تو بجلی بجھادی جاتی تھی۔

حضرت معصومہؑ کے حرم کے خادم کا بیان ہے کہ: ایک شب جب کہ میں سو رہا تھا نصف شب کے بعد کسی نے پکارا کہ مینار کی بجلی جلاؤ۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا! دروازے بند تھے ہر طرف سناٹا تھا میں پھر سو گیا پھر کسی نے آواز دی کہ: مینار کی بجلی جلاؤ! پھر میں نے سر اٹھا کر ہر طرف دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا! میں پھر سو گیا۔ تیسری مرتبہ آواز آئی کہ: اٹھو مینار کی بجلی جلاؤ! میں متحیر ہو کر اٹھا اور میناروں کی بجلی روشن کر دی اور سو رہا صبح کو اٹھ کر میں سوچتا رہا کہ یہ آواز کیسی تھی اور مجھ کو بجلی جلانے کا حکم کس نے دیا؟ حرم کے دیگر خدّام سے پوچھا: انھوں نے لاعلمی ظاہر کی نو دس بجتے بجتے ایرانی زائرین کا ایک قافلہ حرم میں داخل ہوا ان لوگوں نے بیان کیا کہ: ہم لوگ حضرت معصومہؑ کی زیارت کی غرض سے آرہے تھے شب کی تاریکی میں پہاڑوں کے پیچ در پیچ راستے میں راہ بھول گئے اور بجائے قم کی طرف آنے کے دریائے ساوہ کی طرف روانہ ہو گئے قریب تھا کہ ہم لوگ پہاڑ سے اتر کر ساوہ کے دلدل میں غرق ہو جاتے اتفاقاً ہمارے ایک ساتھی نے جو پلٹ کر دیکھا تو اس کو مینار کی بجلی روشن نظر آئی اس نے پکار کر لوگوں سے کہا: لوگو! کدھر جارہے ہو؟ قم تمہارے پس پشت چھوٹ گیا اس وقت ہم لوگ سمجھے کہ ہم راہ بھول کر دریائے ساوہ میں غرق ہونے جارہے ہیں اس بجلی نے ہم لوگوں کی جان بچائی اس وقت سے مینار کی بجلی تمام شب روشن رہتی ہے۔

اصحاب حضرت امام موسیٰ کاظمؑ

۱۔زرارہ ابن اعین

۲۔حارث ابن مغیرہ ابصری

۳۔محمد ابن علی ابن نعمان مومن طاق

۴۔ابو محمد ہشام ابن حکم کندی

۵۔معاویہ ابن عمار ساباطی

۶۔منصور ابن حازم بجلی کوفی

۷۔علی ابن یقطین اسدی کوفی۔ یہ منصور دوانقی کے وزیر اعظم تھے۔
۸۔عبدالرحمٰن ابن حجاج بجلی
۹۔محمد ابن حکیم
۱۰۔نضر ابن قابوس لخمی وغیرہ تھے۔

حالات امام ہشتم
حضرت علی ابن موسیٰ الرضاؑ

حالات امام ہشتم
حضرت علی ابن موسیٰ الرضاؑ

مسعودی نے لکھا ہے کہ: حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کے صاحب زادے جناب ابوالحسن حضرت علی ابن موسیٰ الرضاؑ آپ کے خلیفہ اور جانشین ہوئے۔

ولادت

حضرت امام رضاؑ کی ولادت باسعادت ۱۵۳ھ میں حضرت امام جعفر صادقؑ کی وفات کے پانچ برس کے بعد ہوئی آپ کی ولادت اور نشوونما بھی اسی طرح ہوئی جس طرح آپ کے آباؤ اجداد کی ہوئی۔

حضرت امام رضاؑ ۱۱/ ذیقعدہ ۱۵۳ھ کو مدینہ میں پیدا ہوئے (۱)۔

کنیت والقاب

اسم گرامی آپ کا علیؑ تھا اور کنیت ابوالحسنؑ، القاب، فاضلؑ و رضیؑ اور وفیؑ اور قرۃ العینؑ المومنین اور غیظ الملحدین وغیرہ ہیں اور مشہورترین لقب آپ کا رضاؑ ہے۔ یہ لقب آپ کو حضرت امام موسیٰ کاظمؑ نے عطا فرمایا تھا اور دوسری روایت ہے کہ حضرت امام محمد تقیؑ نے فرمایا کہ: میرے

---

(۱)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۳۷۵۔

پدرِ بزر گوار کو خداوند عالم نے رضاؑ کے لقب سے ملقب فرمایا۔ اس سبب سے کہ آپ پسندیدۂ خداو رسولؐ تھے اور آپ سے دوست اور دشمن سب راضی وخوشنود تھے (۱)۔

والدین

آپ کے والد حضرت امام موسیٰ کاظمؑ تھے۔ آپ کی والدۂ ماجدہ کا نام تکتم تھا۔ مسعودی نے لکھا ہے کہ: ہشام ابن حمران سے منقول ہے انھوں نے کہا کہ: مجھ سے ابوابراہیم (امام موسیٰ کاظمؑ) نے فرمایا کہ: ایک شخص مصر سے آیا ہے اس کے پاس کنیزیں ہیں تم بھی میرے ساتھ چلو تو ہم لوگ گئے اس نے متعدد کنیزیں ہم لوگوں کو دکھائیں جو بہتر سے بہتر تھیں۔ لیکن حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ: اس سے پوچھو کہ اور بھی کوئی کنیز ہے؟ میں نے اس سے پوچھا اس نے کہا کہ: سواء ایک بیمار کنیز کے کوئی نہیں ہے میں نے آکر عرض کیا حضرت نے فرمایا: جاؤ اور اس کنیز کو خرید لو وہ اس کی قیمت اسّی دینار بتائے گا اس کو دے دینا۔ میں اس کے پاس گیا اور کنیز کی قیمت پوچھی تو اس نے اسّی دینار بتائی میں نے قیمت دے کر اس کو خرید لیا۔ اس نے مجھ سے سوال کیا کہ: یہ کنیز تم نے اپنے لیے خریدی ہے؟ میں نے کہا: نہیں بلکہ ایک سید ہاشمی کے لیے خریدا ہے جب میں لے کر چلا تو اہل کتاب کی عورتوں سے ایک عورت نے مجھ سے پوچھا کہ: یہ کنیز تو نے کس کے لیے خریدی ہے؟ میں نے کہا کہ: اپنے لیے اس عورت نے کہا کہ یہ کنیز تیرے لیے سزاوار نہیں ہے بلکہ یہ بہترین اہل ارض کے لیے خلق ہوئی ہے۔۔۔نام اس کنیز کا تکتم (۲) تھا۔

---

(۱)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۳۷۲ و شواہد النبوۃ، صفحہ ۱۹۶۔

(۲)۔ انبیاء وائمہ علیہم السلام کے والدین کا عالی خاندان اور شریف النسب ہونا شرائط نبوّت وامامت سے ہے لیکن کچھ انبیاء وائمہ علیہم السلام کی ماؤں کا کنیز ہونا ان کی شرافت نسب اور طہارت وپاکیزگی میں کوئی نقص نہیں پیدا کرتا کیونکہ اس زمانہ میں جب بردہ فروشی کی رسم جاری تھی بڑی بڑی شریف النسب اور عالی خاندان لڑکیاں بعض اسباب کی بنا پر کنیز بنالی جایا کرتی تھیں جیسا کہ یزدجرد شہنشاہ ایران

منقول ہے کہ ابوابراہیمؑ نے جب اس کنیز کو خریدا تو اپنے اصحاب کی ایک جماعت کو بلایا اور فرمایا کہ: خدا کی قسم! میں نے اس کنیز کو حکم خدا اور وحی خدا کے مطابق خریدا ہے لوگوں نے اس کی تفصیل پوچھی تو فرمایا کہ: ایک روز میں سورہا تھا تو عالم خواب میں میرے جدّبزرگوار اور پدربزرگوار تشریف لائے اور ان کے ساتھ ایک ریشم کا ٹکڑا تھا ان لوگوں نے اس کو کھولا تو اس میں سے ایک قمیص نکلی اس پر اس کنیز کی تصویر تھی پھر ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ: اے موسیٰ! اس کنیز سے تمہارا ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تمہارے بعد تمام اہل دنیا سے بہتر ہوگا جب وہ پیدا ہو تو اس کا نام علیؑ رکھنا۔ خدا اس کے ذریعہ سے عدل وانصاف ورحمت ظاہر فرمائے گا خوشحال اس شخص کا جو اس کی تصدیق کرے اور ویل ہے اس شخص کے لیے جو اس کی تکذیب کرے اور اس کا انکار اور اس سے دشمنی کرے۔

نصوصِ امامت

مسعودی نے لکھا ہے کہ: مجھ سے عباس ابن محمد ابن حسن نے ان سے محمد ابن حسین نے ان سے صفوان ابن یحییٰ نے ان سے نعیم قابوس نے ان سے ان کے چچا نے ان سے علی نے ان سے نصر ابن قابوس نے بیان کیا کہ: میں ایک روز حضرت ابوابراہیم موسیٰ کاظمؑ کی خدمت میں حاضر تھا اس وقت ان کے صاحب زادے علی (رضاؑ) بچے تھے گھر کے اندر ہی دو چار قدم چلتے تھے۔ میں نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ: علی (رضاؑ) کو آتا جاتا دیکھ رہا ہوں اور کوئی نظر نہیں آتا؟ حضرت نے فرمایا: میرے لڑکوں سے سب [سے] بڑے اور سب سے زیادہ محبوب یہی ہیں یہ

کی لڑکیاں شہربانو اور کیہان بانو گرفتار کر کے کنیز بنالی گئیں جب کہ یزدجرد نے مسلمانوں کے مقابلہ میں شکست کھائی لیکن ان کنیزوں میں سے جو کسی نبی یا امام کی ماں بننے والی ہوتی تھی خدائے عالم الغیب اور قادر مطلق اپنی قدرت سے اس کی عفت وپاک دامنی کی حفاظت فرماتا تھا جس کی تفصیل کی اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں ہے۔

میرے ساتھ کتاب جفر کا مطالعہ کرتے ہیں جس کو یا تو نبی ہی پڑھ سکتا ہے یا نبی کا وصی پڑھ سکتا ہے۔

احمد ابن محمد نے ابو نصر سے انھوں نے سعید ابن ابی جہم سے انھوں نے نصر ابن ابو قابوس سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ: میں نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے سوال کیا کہ آپ کے بعد امام کون ہے؟ فرمایا: میرے بیٹے موسیٰؑ (کاظمؑ)۔ پھر میں نے یہی سوال حضرت امام موسیٰ کاظمؑ سے کیا اور عرض کیا کہ: میں نے آپ کے پدرِ بزرگوار سے سوال کیا تھا کہ آپ کے بعد کون امام ہے؟ تو حضرت نے آپ کا نام لیا تھا حالانکہ لوگ داہنے بائیں بھٹکتے پھرے تو مجھ کو بتایئے کہ آپ کے بعد امام کون ہے؟ فرمایا: میرے بیٹے علیؑ (رضاؑ)۔

عباس ابن محمد نے اپنے باپ سے انھوں نے علی ابن حکم سے انھوں نے حیدرہ ابن ایوب سے انھوں نے محمد ابن یزید سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ: مجھ کو ابوالحسن موسیٰؑ نے طلب فرمایا اور بنی ہاشم اور غیر بنی ہاشم سے تیس آدمیوں کے سامنے فرمایا کہ: تم لوگ گواہ رہو کہ میرے بیٹے علی (رضاؑ) میرے بعد میرے وصی اور خلیفہ ہیں، حضرت امام رضاؑ سنہ ۱۸۳ھ میں مسندِ امامت پر جلوہ افروز ہوئے اس وقت آپ کی عمر شریف تیس سال تھی اور مذہب حقہ شیعہ ظاہر ہو گیا۔

دلائلِ امامت

اخبار بالغیب

عبد اللہ ابن جعفر حمیری نے محمد ابن حسن سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سلم ابن نوح دارج نے کہ: میں ایک روز قاضی غسان کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک عظیم القدر شخص خراسان کا رہنے والا جو اصحاب حدیث سے تھا قاضی کے پاس آیا اس نے اس کو تعظیم و احترام سے بٹھلایا اور گفتگو کرنے لگا۔ خراسانی نے کہا کہ: میں نے ہارون الرشید کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ:

میں عنقریب اسی سال مکّہ جاؤں گا اور علی ابن موسیٰؑ (رضاؑ) کو گرفتار کر کے وہیں پہونچادوں گا جہاں ان کے باپ کو پہونچایا ہے! یہ سُن کر میں نے اپنے دل میں کہا کہ: اس سے بہتر کیا ہے کہ میں خدا اور اس کے رسولؐ کی خوشنودی حاصل کروں اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کو ہارون کے ارادے سے ڈراؤں پس میں مکّہ گیا اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور جو کچھ ہارون نے کہا تھا اس کی خبر دی۔ حضرت نے فرمایا: خدا تم کو جزائے خیر دے پھر فرمایا: مجھ کو ہارون سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔

حمیری نے اپنے اسناد سے روایت کی ہے کہ علی ابن حمزہ بطائنی اور زیاد قندی اور ابن ابی سعد مکاری سب مل کر حضرت امام رضاؑ کی خدمت میں گئے اور سوال کیا کہ: آپ امام ہیں؟ فرمایا: ہاں۔ ان لوگوں نے کہا کہ: ہارون نے جو آپ کو دھمکی دی ہے آپ اس سے ڈرتے نہیں آپ کے آباؤاجداد میں سے کسی نے بھی اس طرح اپنی امامت کو مشہور نہیں کیا جس طرح آپ مشہور کر رہے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ: ایک مرتبہ ابو جہل حضرت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا کہ: آپ رسول ہیں؟ فرمایا: ہاں۔ اس نے کہا کہ: آپ مجھ سے ڈرتے نہیں ہیں؟ فرمایا: اگر تجھ سے مجھ کو کچھ نقصان پہونچ جائے تو میں رسولؐ نہیں۔ اسی طرح میں کہتا ہوں کہ: اگر ہارون سے مجھ کو کوئی تکلیف پہونچ جائے تو میں امام نہیں ہوں۔

یہ سُن کر ابن ابی سعد نے کہا: میں آپ سے کچھ سوال کروں؟ فرمایا: کیوں سوال کرتا ہے تو میرے ماننے والوں میں سے نہیں ہے اچھا پوچھ جو جی چاہے؟ اس نے کہا کہ: آپ اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں؟ ایک شخص نے کہا کہ: جو غلام قدیم میری ملک میں ہے وہ آزاد ہے، تو وہ اپنے غلاموں میں سے کس کو آزاد کرے؟ فرمایا: جس غلام کو اس کی ملکیت میں چھ ماہ گذر چکے ہوں اس کو آزاد کرے اس لیے کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ: ﴿وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ

كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ﴾(۱)؛یعنی ہم نے چاند کے لیے منزلیں مقرر کردی ہیں یہاں تک کہ ہر پھر کر وہ کھجور کی پرانی ٹہنی کی طرح پتلا ہو جاتا ہے، اور عرجون قدیم اور عرجون جدید میں چھ ماہ کا فاصلہ ہوتا ہے۔

محمد ابن عیسیٰ نے صفوان ابن یحییٰ سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ: جب ابوابراہیمؑ نے انتقال فرمایا اور حضرت امام رضاؑ ان کی جگہ پر بیٹھے اور ظاہر بظاہر فتوے دینے لگے تو ہم لوگ ڈرے اور حضرت سے کہا کہ: آپ نے امر عظیم ظاہر کردیا ہم لوگ آپ کے لیے اس گمراہ و سرکش سے خوف رکھتے ہیں تو فرمایا: وہ اپنی کوشش ختم کرلے مجھ کو اس سے نقصان نہیں پہونچ سکتا ہے۔

موسیٰ ابن مہران نے حضرت امام رضاؑ کی خدمت میں لکھا کہ: میرا ایک لڑکا مریض ہے اس کی صحت کے لیے دعا فرمایئے! حضرت نے تحریر فرمایا: خدا تم کو ایک صالح لڑکا عطا فرمائے۔ چنانچہ ان کا بیمار لڑکا مر گیا اور خدا نے ان کو ایک دوسرا لڑکا عطا فرمایا جو صالح نکلا۔

سفرِ خراسان

عباسی خاندان کا بادشاہ مامون الرشید جب تخت حکومت پر بیٹھا اور اس نے دیکھا کہ یہ تخت حکومت جس پر ہم لوگ قابض ہیں در حقیقت ائمہ اہل بیتؑ کا حق ہے وہی لوگ خدا کی جانب سے حکومت الٰہیہ کے وارث بنائے گئے ہیں لہٰذا اس نے فیصلہ کرلیا کہ اپنے بعد تخت و تاج حضرت امام رضاؑ کے حوالہ کردے چنانچہ اس نے اپنا ولی عہد بنانے کے لیے آپ کو مدینہ سے خراسان بلایا۔

مسعودی نے لکھا ہے کہ: مامون نے خط لکھ کر آپ کو اپنے پاس بلایا تاکہ آپ کو اپنا ولی عہد بنائے تو حضرت نے جانے سے انکار کیا اس نے پھر لکھا اور آپ کو قسم دی کہ ضرور آیئے!

---

(۱)۔ پارہ ۲۲، سورۂ یٰس، آیت ۳۹۔

محمد ابن عیسیٰ نے ابو محمد وشاء سے اور حضرت امام رضاؑ کے بہت سے اصحاب نے روایت کی ہے کہ حضرت نے جب مدینہ سے نکلنے کا ارادہ فرمایا تو اپنے اہل وعیال کو جمع کیا اور حکم دیا کہ: مجھ پر نوحہ وزاری کرو کہ میں تم لوگوں کا رونا سنوں۔ حضرت نے پھر بارہ ہزار دینار ان لوگوں میں تقسیم کیے کہ آپ کو معلوم تھا کہ پھر آپ پلٹ کر ان لوگوں سے نہ ملیں گے۔ پھر آپ نے ابو جعفر (ثانی) حضرت امام محمد تقیؑ کا ہاتھ پکڑا اور ان کو لے کر مسجد میں تشریف لائے اور ان کا ہاتھ قبر رسولؐ پر رکھا اور اس سے ملحق کر دیا اور ان کو حفظ رسولؐ میں دیا تو حضرت امام محمد تقیؑ نے عرض کیا کہ: پدرِ بزرگوار خدا کی قسم! آپ موت کی طرف جارہے ہیں! پھر حضرت نے اپنے کل وکلاء کو ان کی اطاعت وفرماں برداری کا حکم دیا اور مخالفت سے منع کیا اور اپنے ثقہ اصحاب کے سامنے ان کی امامت پر نص فرمایا اور ان کو بتایا کہ یہ میرے بعد میرے وصی اور جانشین ہیں پھر براہِ بصرہ آپ مامون کی طرف روانہ ہو گئے۔

ابو حبیب نباجی کا خواب

مسعودی نے لکھا ہے کہ ابو حبیب نباجی کا بیان ہے کہ: میں نے ایک شب حضرت رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ (نباج) میں تشریف لائے ہیں اور اس مسجد میں تشریف فرما ہیں جس میں حجاج اترتے ہیں میں نے جا کر حضرت کو سلام کیا اور کھڑا ہو گیا دیکھا کہ حضرت کے سامنے ایک طبق کھجور کی پتیوں کا رکھا ہے اس میں صیحانی خرمے ہیں حضرت نے اس میں سے ایک مٹھی خرمے مجھ کو عطا فرمائے میں نے ان کو گنا تو اٹھارہ دانے تھے میں نے اس کی تعبیر یہ سمجھی کہ میں اٹھارہ سال اور زندہ رہوں گا۔

اس خواب کے بیس روز کے بعد ایک روز میں اپنے کھیت میں کام کر رہا تھا کہ مجھ کو خبر ملی کہ حضرت امام رضاؑ مدینہ سے تشریف لائے ہیں اور اسی مسجد میں قیام فرما ہیں اور میں نے لوگوں کو

دیکھا کہ جوق در جوق حضرت کی زیارت کو جارہے ہیں چنانچہ میں بھی گیا، میں نے دیکھا کہ حضرت اسی مقام پر تشریف فرماہیں جہاں حضرت رسول اللہ ﷺ کو میں نے بیٹھا ہوا دیکھا تھا اور حضرت کے آگے ایک طبق کھجور کی پتیوں کا رکھا ہے اس میں صیحانی خرمے ہیں میں نے حضرت کو سلام کیا حضرت نے میرے سلام کا جواب دیا پھر ایک مٹھی خرما مجھ کو عطا فرمایا۔ میں نے ان کو گنا تو وہ اٹھارہ تھے میں نے عرض کیا: یابن رسول اللہؐ! کچھ اور دیجئے فرمایا: اگر رسول اللہ ﷺ نے تم کو زیادہ دیا ہوتا تو میں بھی دیتا۔

اس واقعہ سے چند نتائج نکلتے ہیں:

۱۔ یہ کہ مومن کے بعض خواب سچّے ہوتے ہیں جو بمنزل الہامِ الٰہی کے ہوتے ہیں۔

۲۔ یہ کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے ابو حبیب کو خواب میں یہ ہدایت فرمائی کہ میرا جو بیٹا تمہارے شہر میں آنے والا ہے وہ بمنزلۂ میرے نفس کے ہے اس کی ملاقات میری ملاقات اور اس کا عطیہ میرا عطیہ ہے۔

۳۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے ابو حبیب کو معرفت امام کی ایک دلیل عطافرمائی کہ اس خواب کی تعبیر جس کے ہاتھوں سے ظاہر ہو سمجھ لینا کہ وہ میرا جانشین اور تمہارا امام ہے۔

۴۔ حضرت امام رضاؑ نے ابو حبیب کو ان کے خواب کی خبر دے کر بتادیا کہ بعد رسول اللہ ﷺ جانشین رسولؐ اور خلق کا امام اپنے زمانے میں میں ہوں۔

۵۔ حضرت نے ابو حبیب کو بتادیا کہ امام غیب کی خبر بھی رکھتا ہے (مترجم)۔

مسعودی نے لکھا ہے کہ: حضرت امام رضاؑ نے نباج میں ایک روز قیام فرمایا پھر بصرہ اور اہواز اور فارس اور کرمان ہوتے ہوئے خراسان روانہ ہوگئے۔

حضرت امامؑ قم میں

سید عبدالکریم ابن طاوسؒ سے روایت ہے کہ: امامؑ جس وقت شہر قم کے قریب پہونچے تو اہل قم حضرت کے استقبال کے لیے نکلے اور ہر شخص خواہاں ہوا کہ حضرت کو اپنے گھر لے جاکر مہمان کرے یہاں تک کہ ان لوگوں میں نزاع ہونے لگی حضرت نے فرمایا کہ: میرا ناقہ خدا کی طرف سے مامور ہے یہ جہاں بیٹھ جائے گا میں وہاں اتر پڑوں گا۔ ناقہ حضرت کا خود جاکر ایک شخص کے دروازے پر بیٹھ گیا اس نے شب کو خواب میں دیکھا تھا کہ حضرت امام رضاؑ اس کے گھر مہمان ہوئے ہیں اس نے حضرت کو اتارا۔ آج کل اس مقام پر ایک عالی شان دینی مدرسہ قائم ہے (۱)۔

امامؑ نیشاپور میں

جب آپ کی سواری نیشاپور پہونچی اہل نیشاپور علماء و محدثین و عوام و خواص آپ کی زیارت کے لیے شہر سے باہر نکلے۔ زائرین کے اژدھام سے راہ بند ہوگئی۔ آپ ایک خچر پر سوار تھے اس زمانہ کے مشہور محدثین ابوزرعہ رازی و محمد ابن اسلم طوسی اور ان کے ساتھ طلاب علوم اور محدثین کی ایک جماعت نے جن کا شمار نہ تھا بڑھ کر تضرع و عاجزی کے ساتھ عرض کیا کہ: ہم لوگوں کو اپنے جمال جہاں آراء کے دیدار سے مشرف فرمایئے اور اپنے آباؤاجداد کی کوئی حدیث بیان فرمایئے! حضرت نے اپنی سواری روک لی اور غلام کو حکم دیا کہ: چھتری اتار دے! جیسے ہی چھتری بند کی گئی اور حضرت کے چہرۂ اقدس پر لوگوں کی نگاہ پڑی لوگ ڈاڑھیں مار کر رونے لگے کوئی روتا تھا کوئی زمین پر گر کر لوٹتا تھا کوئی حضرت کے خچر کے قدم چومتا تھا لوگوں نے دیکھا کہ آپ کے دوش مبارک پر دو گیسو لٹک رہے ہیں۔ علماء نے لوگوں سے پکار کر کہا: چُپ ہو جاؤ! جب لوگ خاموش ہوگئے تو آپ نے فرمایا کہ: مجھ سے میرے پدرِ بزرگوار حضرت موسیٰ کاظمؑ نے اور

---

(۱)۔ مفاتیح الجنان شیخ عباس قمیؒ صفحہ ۵۰۹، چھاپہ ایران۔

ان سے ان کے پدرِ بزرگوار حضرت جعفر صادقؑ نے اور ان سے ان کے پدرِ بزرگوار امام محمد باقرؑ نے ان سے ان کے پدرِ بزرگوار امام زین العابدینؑ نے ان سے ان کے پدرِ بزرگوار حضرت امام حسینؑ نے ان سے ان کے پدر عالی مرتبت حضرت امیر المومنینؑ نے اور ان سے حضرت رسول اللہ ﷺ نے اور ان سے حضرت جبرئیل امینؑ نے بیان کیا کہ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا کہ:

"كَلِمَةُ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ حِصْنِي وَمَن دَخَلَ حِصْنِي اَمِنَ مِنْ عَذَابِي"؛ یعنی کلمۂ لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے اور جو میرے قلعہ میں داخل ہو گیا وہ میرے عذاب سے بچ گیا، پھر پردہ گرادیا اور روانہ ہو گئے۔ جن لوگوں نے اس حدیث شریف کو لکھا ان کا شمار کیا گیا تو وہ بیس ہزار تھے۔

امام احمد ابن حنبل کہتے ہیں کہ اگر اس حدیث کو انہیں اسناد کے ساتھ پڑھ کر دیوانہ پر دم کیا جائے تو وہ شفا پا جائے (۱)۔

دوسری روایات میں ہے کہ اسحاق ابن راہویہ کہتے ہیں کہ کچھ دور جا کر حضرت نے مجھ کو آواز دی اور فرمایا: "**بِشُرُوطِهَا وَاَنَا مِنْ شُرُوطِهَا**"؛ یعنی جو کچھ میں نے کہا اس کے ساتھ کچھ شرطیں ہیں اور ہم لوگ ان شرطوں سے ہیں (۲)۔

ایک تاجر کا خواب

منقول ہے کہ: ایک تاجر کو ڈاکوؤں نے کرمان کی راہ میں برف میں بند کر دیا اور اس کے منہ میں برف بھر دی جس کے سبب سے اس کی زبان بے کار ہو گئی کہ وہ ٹھیک گفتگو نہیں کر سکتا تھا اس نے سنا کہ حضرت امام رضاؑ نیشاپور میں ہیں اس نے سوچا کہ حضرت کی خدمت میں چلوں شاید حضرت کوئی علاج بتائیں ایک شب اس نے خواب میں دیکھا کہ حضرت سے ملاقات کی ہے اور اپنا حال بیان کیا ہے تو حضرت نے فرمایا کہ: اجوائن اور صعتر اور نمک پانی میں تر کرو اور دو چار مرتبہ منہ

(۱)۔ صواعق محرقہ، صفحہ ۱۲۲۔
(۲)۔ مفاتیح الجنان، صفحہ ۵۰۹۔

میں رکھو اچھے ہوجاؤ گے اس نے بیدار ہونے کے بعد خواب کا اعتبار نہیں کیا اور نیشاپور روانہ ہوگیا جب وہ نیشاپور پہونچا حضرت وہاں سے روانہ ہوچکے تھے اس نے ایک مسافر خانے میں قیام کیا اور صبح کو روانہ ہوکر حضرت سے جاملا اور اپنا حال بیان کیا فرمایا: تیرا علاج وہی ہے جو میں نے تجھ کو خواب میں بتایا ہے۔ اس نے عرض کیا کہ: یابن رسول اللہؐ! پھر سے فرمادیجئے۔ فرمایا: تھوڑی اجوائن اور صعتر اور نمک لے کر پانی میں بھگا کر منہ میں رکھو شفا پاؤ گے اس نے ایسا ہی کیا اور اچھا ہوگیا(۱)۔

امام دہ سرخ میں

ابو الصلت نے بیان کیا کہ: حضرت امام رضاؑ جب دہ سرخ پہنچے تو نماز ظہر کا وقت تھا آپ سواری سے اترے اور وضو کے لیے پانی طلب کیا لوگوں نے کہا کہ: پانی نہیں ہے۔ حضرت نے اپنے دستِ مبارک سے تھوڑی مٹی ہٹائی وہیں سے پانی کا ایک چشمہ پیدا ہوا جس سے سب نے وضو کیا اور نماز پڑھی(۲)۔

مؤلف عرض کرتا ہے کہ: یہ چشمہ آج بھی موجود ہے ایک چھوٹی سی پہاڑی کے اوپر ایک گنبد بنا ہوا ہے جس مقام پر حضرت نے نماز پڑھی تھی اور اسی میں ایک گوشہ میں وہ چشمہ ہے جو اب ایک حوض کی صورت میں بنا دیا گیا ہے اس سے ہر وقت نہایت صاف ستھرا اور سرد پانی ابلتا رہتا ہے پگھلی ہوئی چاندی کی طرح شفاف پانی سانپ کی طرح بل کھاتا ہوا پہاڑی سے نیچے گرتا ہے اور سارے باغات اور کھیتوں کو سیراب کرتا ہوا بیابانوں میں نکل جاتا ہے۔ گاؤں میں مومنین کی آبادی ہے میوہ جات اور کھانے پینے کی چیزیں بکثرت ملتی ہیں میں دومرتبہ اس مقام تک گیا ہوں اور چشمہ کا پانی پیا ہے اور وضو کر کے نماز پڑھی ہے۔

---

(۱)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۳۸۶۔

(۲)۔ مفاتیح الجنان، صفحہ ۵۰۹۔

امامؑ کا ورود سناباد میں

دہ سرخ سے روانہ ہوکر حضرت سناباد پہونچے وہاں ایک پہاڑ سے پشت مبارک ٹیک کر حضرت کھڑے ہوئے اور فرمایا: پروردگارا! اس پہاڑ سے اپنے بندوں کو نفع عطا فرما اور اس سے بنے ہوئے ظروف میں برکت عطا کر چنانچہ لوگوں نے اس پہاڑ کے پتھر سے دیگیں اور ظروف بنانا شروع کیے جس سے بڑے فوائد حاصل کیے اور آج تک سناباد کے پتھر کے ظروف ایران میں مشہور ہیں (۱)۔

امامؑ کا ورود مرو میں

حضرت امامؑ جب مرو میں پہونچے تو مامون الرشید نے آپ کا استقبال کیا اور بہت تعظیم و تکریم کی۔

ولی عہد

مامون نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ: یابن رسول اللہؐ! میں آپ کی فضیلت وعلم وزہد وورع وعبادت کا معترف ہوں اور آپ کو اپنے آپ سے زیادہ اس خلافت کے لیے سزاوار پاتا ہوں میرا ارادہ ہے کہ یہ خلافت آپ کے سپُرد کرکے خود اس سے کنارہ کش ہو جاؤں۔ حضرت نے فرمایا: میں بندگی خدا پر فخر کرتا ہوں اور زہد اور ترک دنیا کے ذریعہ سے امید نجات رکھتا ہوں اور تقویٰ وپرہیز گاری کے ذریعہ سے خدا کی نامتناہی نعمتوں کا امیدوار ہوں۔ مامون نے کہا کہ: میں چاہتا ہوں کہ آپ کی بیعت کروں! فرمایا: اگر یہ خلافت تجھ کو خدا کی طرف سے ملی ہے تو تیرے لیے جائز نہیں ہے کہ تو دوسروں کو دے دے اور اگر یہ تیری چیز نہیں ہے تو تجھ کو حق نہیں کہ دوسرے کو دے دے۔ مامون نے عرض کیا: یابن رسول اللہؐ! آپ پر لازم ہے میری پیش کش قبول فرمائیں۔ حضرت نے فرمایا: اپنی خوشی سے ہرگز قبول نہ کروں گا۔

---

(۱)۔ مفاتیح الجنان، صفحہ ۵۰۹۔

اسی بحث و مناظرہ میں دوماہ کی طویل مدّت گذر گئی مامون اصرار کرتا رہااورآپ انکار فرماتے رہے جب مامون مایوس ہو گیاتواس نے عرض کیا کہ: اگر آپ خلافت قبول نہیں فرماتے تو ولی عہدی قبول فرمائیں۔ حضرت نے فرمایا کہ: میرے پدرِبزرگوار نے مجھ کو خبر دی ہے کہ میں تجھ سے پہلے دنیاسے گذر جاؤں گا میں زہر سے شہید کیا جاؤں گا مجھ پر ملائکہ روئیں گے اورزمین غربت وعالم مسافرت میں ہارون الرشید کے پہلو میں دفن کیا جاؤں گا کہ نہ میں کسی کو مقرر کروں گا نہ کسی کو معزول کروں گا بلکہ بساط حکومت پر دور سے نظر کروں گا مامون نے ان شرائط کو قبول کر لیا۔ پھر حضرت نے آسمان کی جانب سر اٹھایااور عرض کیا: خدایا! تو جانتا ہے کہ میں اس ولی عہدی کے قبول کرنے پر مجبور کیا گیاہوں مجھ سے روزِ محشر مواخذہ نہ کرنا جس طرح تو نے اپنے پیغمبر حضرت یوسفؑ اور حضرت دانیالؑ سے مواخذہ نہیں کیا جب کہ وہ ولی عہدی کے قبول کرنے پر بادشاہوں کی جانب سے مجبور کیے گئے۔

پھر حضرت نے بادلِ ناخواستہ محزوں و گریاں ولی عہدی کو قبول فرمایامامون نے دوسرے روز دربارآراستہ کیااوراپنے پہلو میں حضرت کے لیے کرسی رکھوائی اور کل اکابر واشراف وسادات و علماء کوجمع کیاپھر پہلے اپنے بیٹے عباس سے کہا کہ: حضرت کی بیعت کرے! اس کے بعد کل اہل دربار نے بیعت کی تکمیلِ بیعت کے بعد جواہرات نچھاور کیے گئے۔ فوجیوں کو ایک سال کی تنخواہ عطا کی اور شعراء کو حکم دیا کہ حضرت کی مدح میں قصائد پڑھیں اور ان کو انعامات دیئے پھر حکم دیا کہ سکّوں پر آپ کانام لکھاجائے اور آپ کے نام کے سکّے ملک میں جاری کیے جائیں۔

پھر اس نے اپنی لڑکی ام حبیبہ سے آپ کا عقد کر دیا یہ سب باتیں ایک روز میں ہوئیں۔ پھرجب اس نے دیکھا کہ امامؑ کے انوار علم وکمال ورفعت وجلال لوگوں پر ظاہر ہوتے

جارہے ہیں اور آپ کی محبت خلق کے دلوں میں جگہ پکڑرہی ہے تو اس کے سینۂ پُر کینہ میں حسد(۱) کاشعلہ بھڑک اٹھااوروہ آپ کو درمیان سے ہٹانے کی تدبیریں سوچنے لگا(۲)۔

نماز عید

مسعودی نے لکھاہے کہ: عید قربان کادن جب آیاتومامون نے عرض کیاکہ آپ نماز پڑھائیں لیکن آپ نے انکار کیامامون نے آپ کی معذرت قبول نہ کی اور فوج کو حکم دیاکہ حضرت کے در دولت پر حاضر ہوجب سب لوگ حضرت کے دروازے پر حاضر ہوئے توحضرت دو قمیضیں پہنے چادراوڑھے عمامہ فرق اقدس پر باندھے جس کے دونوں کنارے دونوں طرف دوش مبارک پر لٹک رہے تھے۔ سُرمہ اور عطرلگائے دستِ مبارک میں عصالیے بیت الشرف سے برآمد ہوئے جس طرح حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز عید کے لیے تشریف لے جاتے تھے،گھر سے نکلنے کے بعد آپ نے دروازے پرُرک کر تکبیر کہی اور تہلیل وتقدیس پروردگار کی توآپ کے ساتھ اہل لشکر نے اور سارے مجمع نے تکبیر کہی۔ یہ منظر دیکھ کرلوگ چیخ چیخ کر رونے لگے پھر آپ پاپیادہ عید گاہ کی طرف روانہ ہوئے آپ کوپیادہ دیکھ کر سب لوگ اور خودلشکر والے سواریوں سے کود کرپیادہ ہوگئے۔اسی طرح آپ ہرچالیس قدم پرُرک کر تکبیر کہتے تھے اورآپ کے ساتھ سارامجمع تکبیر کہتاتھایہاں تک کہ قریب تھاکہ شہر میں انقلاب پیداہوجائے یہ خبرجب مامون تک پہونچی تواس نے پیغام بھیجاکہ اے میرے سید وآقا!بس آپ اب زحمت نہ کریں واپس آئیں!حضرت فوراًپلٹ آئے اور نماز عید نہیں پڑھائی۔

---

(۱)۔یہی حسد تھاجس نے بعدرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کواہل بیتِ رسولؐ سے اس طرح منحرف کیاکہ انھوں نے آلِ رسولؐ کوان کے سارے حقوق سے محروم کردیااوران پر ایسے ایسے مظالم ڈھائے جن کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں ملتی اور ان کی عظیم شخصیتوں کوفناکرنے کی کوشش کی۔ ۱۲مولف۔

(۲)۔وسیلۃ النجات، صفحہ ۳۸۱۔

ملا جامی نے لکھا ہے کہ: جب حضرت امام رضاؑ کو مامون نے اپنا ولی عہد بنایا تو آپ جب مامون سے ملاقات کی غرض سے تشریف لے جاتے تھے تو دربان شاہی آپ کا استقبال کرتے تھے اور دروازہ کا پردہ اٹھاتے تھے ایک روز اس حسد کی بنا پر جو ارباب صدق وصفا سے اصحاب نفس و ہویٰ کو ہوا کرتا ہے ان دربانوں نے رائے کی کہ اب جو امام آئیں تو ہم لوگ استقبال نہ کریں اور پردہ نہ اٹھائیں لیکن جب امام تشریف لائے تو وہ سب بے اختیار اٹھ کر کھڑے ہوگئے اور بڑھ کر پردہ اٹھایا۔ لیکن اپنے اس فعل پر وہ سب پشیمان ہوئے اور پھر باہم عہد کیا کہ اب کی سے ایسا نہ کریں گے اس کے بعد جب امام تشریف لائے تو وہ سب اُٹھ کر کھڑے تو ہوگئے لیکن پردہ نہیں اٹھایا ناگاہ بحکمِ خدا ہوا چلی اور پردہ اٹھ گیا پھر گر گیا۔ پھر جب حضرت واپس ہوئے تو ہوا چلی اور پردہ اٹھ گیا جب حضرت باہر آگئے تو گر گیا، اس کے بعد جب بھی آپ تشریف لائے تو ایسا ہی ہوا یہ دیکھ کر ان سب نے کہا کہ: خدا جس کو عزّت دے اس کو کوئی ذلیل نہیں کر سکتا (۱)۔

حضرت کا علم وفضل

ابن حجر نے لکھا ہے کہ: حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی اولاد میں قدر و منزلت میں حضرت امام رضاؑ سب سے اعلیٰ اور افضل تھے اسی سبب سے مامون الرشید نے آپ کو اپنے قلب کی جگہ پر قرار دیا تھا اور اپنی لڑکی سے آپ کا نکاح کر دیا اور آپ کو اپنی سلطنت میں شریک کیا اور امورِ خلافت آپ کے سپرد کیے (۲)۔

علامہ شبلی نے مامون الرشید کی تعریف میں لکھا ہے کہ اسلام کو آج تیرہ سو برس سے کچھ زیادہ ہوئے اس وسیع مدّت میں ایک تخت نشین بھی ایسا نہیں گذرا جو فضل و کمال کے اعتبار سے مامون کی شان یکتائی کا حریف ہو سکتا۔ افسوس کہ سلطنت کے انتساب سے اس کو خلفاء و سلاطین

---

(۱)۔ شواہد النبوۃ، صفحہ ۱۹۷۔

(۲)۔ صواعق محرقہ، صفحہ ۱۲۲۔

کے پہلو میں جگہ دی ورنہ شاعری، ایام العرب، ادب، فقہ، فلسفہ، کون سی بزم ہے جہاں فخر وشرف کے ساتھ اس کا استقبال نہ کیا جاتا۔ اسی طرح اس کے نہایت کمال دوست اور قدردان علوم وفنون ہونے میں بھی کوئی شک نہیں اس زمانہ میں ہر فن اور ہر علم کے جو کاملین موجود تھے ان سب کا اگر مخزن تھا تو صرف دربار مامون الرشید اس کو مباحثات ومناظرات سے بھی بڑی دلچسپی تھی اور خود بھی ہر فن کے مناظرہ میں ید طولیٰ رکھتا تھا۔ چنانچہ کتابوں کی ورق گردانی سے اس کے متعدد مناظروں کا پتہ چلتا ہے جو اس نے مختلف اوقات میں مختلف مذاہب کے علماء سے کیے ہیں اور جن میں اس کو کامیابی حاصل ہوتی رہی ہے۔

مولوی شبلی صاحب نے لکھا ہے کہ: مامون الرشید کا ایک مشہور مناظرہ جس میں اس کا یہ دعویٰ تھا کہ تمام صحابہ میں حضرت علیؑ افضل ترہیں بڑے معرکہ کا مناظرہ ہے قاضی یحییٰ ابن اکثم اور چالیس بڑے بڑے فقیہ اس دعویٰ کے مخالف تھے۔ ادھر مامون تنہا سب کا طرف مقابل تھا۔ مناظرہ کے وقت حاکمی ومحکومی کا پردہ اٹھا دیا گیا تھا اور ہر شخص کو گفتگو کی پوری آزادی حاصل تھی۔ صبح سے قریباً دوپہر تک دونوں فریق نے داد سخن دی مگر انصاف یہ ہے کہ میدان مامون کے ہاتھ رہا یہ پورا(۱) مناظرہ کتاب العقد میں مذکور ہے اور حق یہ ہے کہ وہ مامون کی وسعت نظر، جودت ذہن، کثرت معلومات، حسنِ بیان، زورِ تقریر کا ایک حیرت انگیز مرقع ہے(۲)۔

وہ مامون جو اپنے زمانے میں علم وفضل میں اپنا جواب نہیں رکھتا تھا بلکہ بقول شبلی صاحب سلاطین وخلفاء اسلام میں کوئی اس کا مقابل نہ تھا اور جس نے یحییٰ ابن اکثم جیسے چالیس بڑے بڑے علماء کا تنہا مقابلہ کیا اور سب کو شکست دے دی اس نے بقول ابن حجر مکی ودیگر علماء اسلام حضرت امام رضاؑ کو بمنزلہ اپنے دل کے قرار دیا تھا اور حضرت کے سامنے زانوِ ادب تہہ کر کے بیٹھتا تھا بلکہ

(۱)۔ یہ پورا مناظرہ میری کتاب الفرقۃ الناجیہ فی الاسلام میں صفحہ ۱۵۲ سے صفحہ ۱۸۰ تک میں ملاحظہ کیجئے (مترجم)۔

(۲)۔ المامون، صفحہ ۱۹۹۔

خود حکومت سے کنارہ کش ہو کر مسندِ خلافت بھی آپ کے سپُرد کرنے پر آمادہ تھا اس سے آپ کے علم و کمال کا کچھ اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

علامہ شبلی نے مامون کے جس فضل و کمال کا ذکر کیا ہے اس کا بہت بڑا حصّہ حضرت امام رضاؑ کے فیض صحبت کا نتیجہ تھا۔ حضرت کے قیامِ خراساں کے زمانے میں مامون نے مختلف ادیان و ملل کے بڑے بڑے علماء کو بلا کر حضرت سے مناظرے کرائے جس سے استفادہ بھی کیا اور یہ بھی مقصود تھا کہ حضرت کو شکست ہو اور ان کا دعوائے امامت باطل ہو جائے لیکن اس کا مقابلہ کون کر سکتا تھا جو خدا کا تعلیم دیا ہوا اور وارث علوم انبیائے اولین و آخرین تھا۔

حسن ابن محمد نوفلی کا بیان ہے کہ: جب حضرت امام رضاؑ مامون کے پاس خراسان پہونچے تو ایک روز اس نے فضل ابن سہل کے ذریعہ سے عیسائی اور یہود اور صابی اور زردشتی و رومی وغیرہ بہت سے مذاہب کے علماء کو بلایا اور ان سے کہا کہ: میری خواہش ہے کہ تم لوگ کل میرے چچا کے بیٹے علی رضا سے جو مدینہ سے آئے ہیں مناظرہ کرو ان سب نے قبول کیا، پھر مامون نے اپنے غلام یاسر کو حضرت کی خدمت میں بھیجا اور کہا کہ: جا کر کہنا کہ امیر المومنینؑ نے آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا ہے اور کہا ہے کہ آپ کا بھائی آپ پر قربان ہو جائے کل میرے پاس بہت سے مختلف ادیان و مذاہب کے علماء و متکلمین آئیں گے میری خواہش ہے کہ آپ تشریف لائیں اور ان سے مناظرہ کریں اور اگر آپ ناپسند رکھتے ہو تو زحمت نہ کیجئے۔ یاسر نے آکر پیغام پہونچایا حضرت نے فرمایا کہ: جا کر میرا سلام کہو اور کہہ دو کہ آؤں گا۔

حسن ابن محمد نوفلی کہتے ہیں کہ: جب یاسر جا چکا تو میں نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ: مامون آپ کا امتحان لینا چاہتا ہے اور آپ کے مقابلہ کے لیے مشرکین اور دھریوں کو جمع کر رہا ہے جو سواء ہٹ دھرمی اور کج بحثی کے کبھی حق و انصاف کو راہ نہیں دیتے یہ تو بہت بُری بات ہے، حضرت نے فرمایا: اے نوفلی! تم ڈرتے ہو کہ وہ لوگ ہم پر غالب آجائیں گے اے نوفلی! سمجھتے

ہو مامون کب شرمندہ ہو گا وہ اس وقت شرمندہ ہو گا؟ جب میں توراۃ والوں کو توراۃ سے اور انجیل والوں کو انجیل سے اور زبور والوں کو زبور سے اور صائبین کو عبرانی زبان میں اور ہرابذہ کو فارسی میں اور اہل روم کو رومی زبان میں اسی طرح کل مذہب والوں کو انہیں کی کتابوں اور انہیں کی زبان میں جواب دوں گا اور سب کو خاموش کر دوں گا تب مامون شرمندہ ہو گا اور سمجھے گا کہ جس جگہ وہ بیٹھا ہے در حقیقت اس کا وارث میں ہوں **ولا حول ولا قوۃ الّا باللّٰہ العلی العظیم**۔

نوفلی کا بیان ہے کہ: صبح کو سب لوگ مامون کے دربار میں جمع ہوئے اور امام بھی تشریف لے گئے۔ حضرت کو دیکھ کر مامون الرشید اور سارے اہل دربار تعظیم کو کھڑے ہو گئے۔ جب حضرت تشریف فرما ہوئے اور سب کو بیٹھنے کی اجازت دی گئی تو سب بیٹھے۔ اس کے بعد سب سے پہلے عیسائی علماء سے مناظرہ شروع ہوا پھر یکے بعد دیگرے ہر مذہب والے سے مناظرہ ہوا یہاں تک کہ سب خاموش ولاجواب ہو گئے اور عمران صابی نے اسلام قبول کیا تو حضرت نے اس کو دس ہزار درہم عطا فرمایا پھر مامون نے بھی دس ہزار درہم دیئے اور فضل ابن سہل نے بھی بہت مال دیا پھر حضرت امام رضاؑ نے اس کو بلخ کے صدقات کا والی بنایا۔ یہ پورا مناظرہ احتجاج طبرسیؒ، چھاپہ ایران، صفحہ ۱۱۱ سے ۱۱۷ تک میں منقول ہے۔

ملا مبین صاحب نے لکھا ہے کہ: حضرت کو اپنے آباؤ اجداد سے تمام گذشتہ اور آئندہ امور کا علم وراثت میں ملا تھا(۱)۔

نیز صفحہ ۳۷۶ [میں] لکھا ہے کہ ابن اثیر نے جامع الاصول کی کتاب نبوّت کی شرح میں لکھا ہے کہ: حضرت علی ابن موسیٰ الرضاؑ دوسری صدی کے آغاز میں مجدّد مذہب امامیہ تھے۔

اس بیان سے معلوم ہوا کہ علماء اہل سنّت کو اعتراف ہے کہ مذہب امامیہ مذہب اہل بیتؑ ہے (مؤلف)۔

---

(۱)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۳۷۸۔

آپ سے بکثرت لوگوں نے علوم حاصل کیے اور روایت حدیث کی اور آپ کے تلامذہ میں بڑے بڑے علماء اور صاحبانِ تصنیف و تالیف گذرے ہیں جیسے یونس ابن عبد الرحمٰن یقطینی اور زکریا ابن آدم اشعری اور ابو عمر وطیب عبد اللہ ابن سعد اور حسین ابن سعید ابن حماد اہوازی، یہ امام رضاؑ کے راویوں میں ہیں انھوں نے پچاس کتابیں لکھیں(۱) آپ کے تلامذہ بہت تھے جن کا ذکر اس کتاب میں موقع نہیں ہے۔

جنوں کا آنا اور سوال کرنا

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی صاحب زادی حکیمہ خاتون نے بیان کیا ہے کہ: ایک روز میں نے حضرت امام رضاؑ کو دیکھا کہ لکڑی خانہ کے پاس کھڑے ہیں اور چپکے چپکے کسی سے گفتگو کر رہے ہیں، میں نے پوچھا کہ: آپ کس سے گفتگو کر رہے ہیں کوئی نظر نہیں آتا؟ فرمایا: یہ عامر زہرانی کچھ سوالات کر رہا ہے اور ایک شخص کی شکایت کر رہا ہے میں نے کہا کہ: میں اس کی باتیں سننا چاہتی ہوں! تو فرمایا کہ: اگر اس کی باتیں سنو گی تو ایک سال بخار آئے گا، میں نے عرض کیا: بہر حال میں سننا چاہتی ہوں، حضرت نے فرمایا کہ: سنو میں نے جب کان لگایا تو بہت باریک آواز سنی جو بلبل کی آواز سے مشابہہ تھی اس کی آواز سُن کر مجھ کو بخار آگیا اور ایک سال بخار میں پڑی رہی(۲)۔

معروف کرخی

مشہور صوفی سدی سقطی کے استاد معروف کرخی جن سے بخاری اور مسلم نے حدیثیں لی ہیں ابن حجر نے صواعق محرقہ میں اور ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں لکھا ہے کہ: یہ حضرت

---

(۱)۔ رجال علامہؒ حالات حسن ابن سعید ابن حماد۔

(۲)۔ اصول کافی، کتاب الحجۃ، باب ۹۷۔

امام رضاؑ کے غلام تھے اور حضرت کے ہاتھوں پر اسلام لائے تھے اور ملا مبین صاحب نے لکھا ہے کہ کل اولیاء اللہ اپنا سلسلہ حضرت امام رضاؑ سے منسوب کرتے ہیں اور معروف کرخی جو گروہِ فقراء کے سردار تھے حضرت امام رضاؑ کے دربان تھے (۱)۔

شاعر اہل بیتؑ دعبل خزاعی

اس زمانہ کے جلیل القدر اور زبردست شاعر دعبل ابن علی خزاعی نے حضرت امام رضاؑ کی مدح میں اپنا مشہور قصیدہ "مدارس آیات" لکھا تو انہوں نے عہد کیا کہ یہ قصیدہ جب تک امام کو نہ سناؤں کسی کو نہ سناؤں گا۔ چنانچہ وہ حضرت کو قصیدہ سنانے کی غرض سے خراسان گئے جب حضرت کی خدمت میں پہونچے محرم کا مہینہ تھا دعبل کا بیان ہے کہ: جس وقت میں حضرت کی خدمت میں پہنچا حضرت اپنے اصحاب کے مجمع میں غمگین و محزون بیٹھے تھے جب حضرت نے مجھ کو دیکھا تو فرمایا:

"مَرحَبَا یَادِعبَل مَرحَبًا بِنَاصِرِنَا بِیَدِہٖ وَلِسَانِہٖ۔"

پھر حضرت نے مجھ کو اپنے پہلو میں جگہ دی اور فرمایا: اے دعبل! ہم اہل بیتؑ کے لیے یہ ایام غم ہیں اور ہمارے دشمنوں کے لیے ایام سرور ہیں۔ اے دعبل! جو ہمارے مصائب پر روئے یا کسی کو رلائے اگرچہ ایک ہی شخص کو سہی اس کا اجر خدا پر ہے۔ اے دعبل! جو ہمارے مصائب پر روئے خدا اس کو ہمارے ساتھ محشور کرے گا۔ اے دعبل! جو شخص ہمارے جد امام حسینؑ کے مصائب پر روئے خدا اس کے گناہ بخش دے گا۔ پھر حضرت اٹھے اور آپ نے ایک پردہ ڈال دیا اور مخدرات عصمت کو پس پردہ بٹھلایا اور فرمایا کہ: اے دعبل! ہمارے جد امام حسینؑ کا مرثیہ پڑھو تم ہمارے ناصر ہو اور جہاں تک ممکن ہو ہماری نصرت میں کوتاہی نہ کرنا۔

---

(۱)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۳۷۸۔

دعبل کہتے ہیں کہ: حضرت کی باتیں سُن کر میں رونے لگا اس کے بعد قصیدہ شروع کیا:

أَ لَمْ تَرَ لِلْأَيَّامِ مَا جَرَّ جَوْرُهَا عَلَى النَّاسِ مِنْ نَقْضٍ وَ طُولِ شَتَاتِ

اے دوست! کیا تو نے نہیں دیکھا زمانہ کی برائیوں اور طویل مظالم کو جو اس نے انسانوں پر ڈھائے

وَ مِنْ دُوَلِ الْمُسْتَهْزِءِينَ وَ مَنْ غَدَا بِهِمْ طَالِباً لِلنُّورِ فِي الظُّلُمَاتِ

اور خدا کے دین کا مذق اُڑانے والی حکومتوں کے مظالم کو اور اس کو جو ظلمتوں میں نور تلاش کر رہا تھا

فَكَيْفَ وَ مِنْ أَنَّى بِطَالِبِ زُلْفَةٍ إِلَى اللهِ بَعْدَ الصَّوْمِ وَ الصَّلَوَاتِ

اور یہ کیونکر ممکن تھا کہ خدا کی قربت حاصل کرلی جاتی صرف روزے رکھ کر اور نمازیں پڑھ کر

سِوَى حُبِّ أَبْنَاءِ النَّبِيِّ وَ رَهْطِهِ وَ بُغْضِ بَنِي الزَّرْقَاءِ وَ الْعَبَلَاتِ

بغیر محبت اولاد و خاندان رسولؐ اور بغیر بنی امیہ کی دشمنی کے

وَ هِنْدٍ وَ مَا أَدَّتْ سُمَيَّةُ وَ ابْنُهَا أُولُوا الْكُفْرِ فِي الْإِسْلَامِ وَ الْفَجَرَاتِ

اور بغیر ہند اور سمیہ کے بیٹے زیاد کی عداوت کے جو اسلام لانے کے بعد بھی کافر و فاجر ہی تھے

هُمْ نَقَضُوا عَهْدَ الْكِتَابِ وَ فَرْضَهُ وَ مُحْكَمَهُ بِالزُّورِ وَ الشُّبُهَاتِ

ان لوگوں نے کتابِ خدا کے عہد اور فرائض و محکمات کو جھوٹ اور شبہات کے ذریعہ سے توڑ دیا

وَ لَمْ تَكُ إِلَّا مِحْنَةٌ كَشَفَتْهُمْ بِدَعْوَى ضَلَالٍ مِنْ هَنٍ وَ هَنَاتِ

اور یہ صرف ان کا امتحان تھا خدا کی طرف سے جو باطل دعویٰ اور پوچ دلیلوں کی شکل میں ظاہر ہوا

تُرَاثٌ بِلَا قُرْبَى وَ مُلْكٌ بِلَا هُدًى وَ حُكْمٌ بِلَا شُورَى بِغَيْرِ هُدَاةٍ

ان کی خلافتیں بغیر قرابت کی میراث اور بغیر ہدایت کی حکومت اور بغیر ہدایت و مشورے کے فیصلے تھیں

رَزَايَا أَرَتْنَا خُضْرَةَ الْأُفْقِ حُمْرَةً وَ رَدَّتْ أُجَاجاً طَعْمَ كُلِّ فُرَاتِ

پھر تو ایسے ایسے مظالم ڈھائے گئے جنھوں نے افق نیلگوں کو سُرخ اور ہر شیرین و خوشگوار شی کو ہم لوگوں کے لیے تلخ بنادیا

وَمَا سَهَّلَتْ تِلْكَ الْمَذَاهِبُ فِيهِمْ عَلَى النَّاسِ إِلَّا بَيْعَةَ الْفَلَتَاتِ(۱)

اور یہ مظالم جو ان لوگوں نے خلق پر کیے یہ ہرگز آسان نہ ہوتے اگر (سقیفہ میں) ابو بکر کی اچانک بیعت نہ ہوتی

وَلَوْ قَلَّدُوا الْمُوصَى إِلَيْهِ أُمُورَهَا لَزُمَّتْ بِمَأْمُونٍ عَلَى الْعَثَرَاتِ

اگر وہ لوگ اس خلافت کو اس شخص کے سپرد کر دیئے جس کے لیے وصیت کی گئی تھی تو یقیناً ہر قسم کی لغزشوں سے مامون رہتی

أَخِي خَاتَمِ الرُّسُلِ الْمُصطفَى مِنَ الْقَذَى وَ مُفْتَرِسِ الْأَبْطَالِ فِي الْغَمَرَاتِ

جس کے لیے وصیت کی گئی تھی وہ رسول اللہؐ کا بھائی اور شدائد جنگ میں بہادروں کا جگر چاک کرنے والا تھا

فَإِنْ جَحَدُوا كَانَ الْغَدِيرُ شَهِيدَهُ وَ بَدْرٌ وَ أُحُدٌ شَامِخُ الْهَضَبَاتِ

اور اگر وہ انکار کریں تو غدیر خم کا میدان شہادت دے گا اور بدر کی جنگ اور کوہِ احد کی بلند چوٹیاں

وَ آيٌ مِنَ الْقُرْآنِ تُتْلَى بِفَضْلِهِ وَ إِيثَارُهُ بِالْقُوتِ فِي اللَّزَبَاتِ

اور قرآن کی آیتیں جو برابر تلاوت کی جاتی ہیں اس کی فضیلت اور قحط و گرسنگی کے عالم میں اس کے ایثار کی گواہی دیں گی

نَجِيٌّ لِجِبْرِيلَ الْأَمِينِ وَ أَنْتُمْ عُكُوفٌ عَلَى الْعُزَّى مَعاً وَ مَنَاتِ

وہ اس وقت جبرئیل امینؑ سے سرگوشیاں کرتا تھا جیسا کہ تم لوگ عزیٰ اور منات (بتوں) کو گھیرے رہتے تھے

بَكَيْتُ لِرَسْمِ الدَّارِ مِنْ عَرَفَاتٍ وَ أَذْرَيْتُ دَمْعَ الْعَيْنِ بِالْعَبَرَاتِ

میں عرفات میں ان اُجڑے گھروں کے نشانات دیکھ کر رویا اور میری آنکھوں نے اشک برسائے

مَدَارِسُ آيَاتٍ خَلَتْ مِنْ تِلَاوَةٍ وَ مَنْزِلُ وَحْيٍ مُقْفِرُ الْعَرَصَاتِ

افسوس کہ آیات الٰہی کی درس گاہیں تلاوت کرنے والوں سے خالی ہو گئیں اور وحی کی منزلیں چٹیل میدان ہو گئیں

مَنَازِلُ قَوْمٍ يُهْتَدَى بِهُدَاهُمْ فَيُؤْمَنُ مِنْهُمْ زَلَّةُ الْعَثَرَاتِ

یہ ان لوگوں کے مکانات تھے جن کی رہبری سے ہدایت حاصل کی جاتی تھی اور لغزشوں سے نجات حاصل کی جاتی تھی

---

(۱)۔ حضرت عمر کا قول ہے کہ "كَانَت بَيعَة اَبِى بَكر فَلتَةً وَقَى اللّٰهَ شَرّها" (تاریخ الخلفاء، صفحہ ۵۴) یعنی ابو بکر کی بیعت (سقیفہ میں) اچانک ہو گئی خدا نے اس کے شر سے (لوگوں کو) بچا لیا۔ شاعر نے حضرت عمر کے اسی قول کی طرف اپنے شعر میں اشارہ کیا ہے۔

دِيَارٌ عَفَاهَا جَوْرُ كُلِّ مُنَابِذٍ وَ لَمْ تَعْفُ لِلْأَيَّامِ وَ السَّنَوَاتِ

افسوس وہ دیار جس کو ظالموں کے ظلم نے اُجاڑ کر رکھ دیا لیکن آنے والے زمانے کی عبرت کے لیے ان کے نشانات موجود ہیں

هُمْ أَهْلُ مِيرَاثِ النَّبِيِّ إِذَا اعْتَزَوْا وَ هُمْ خَيْرُ سَادَاتٍ وَ خَيْرُ حُمَاةٍ

یہی لوگ ازروئے نسب میراثِ رسولؐ کے حق دار اور بہترین سادات اور خلق کے بہترین مددگار تھے

إِذَا لَمْ نُنَاجِ اللهَ فِي صَلَوَاتِنَا بِأَسْمَائِهِمْ لَمْ يَقْبَلِ الصَّلَوَاتِ

یہ وہ بزرگ ہستیاں ہیں کہ اگر ہم نمازوں میں ان کے ناموں کا واسطہ نہ دیں تو ہماری نمازیں قبول نہ ہوں گی

أَ فَاطِمُ لَوْ خِلْتِ الْحُسَيْنَ مُجَدَّلاً وَ قَدْ مَاتَ عَطْشَاناً بِشَطِّ فُرَاتٍ

اے فاطمہؑ! اگر آپ سوچتیں کہ آپ کا حسینؑ کس طرح خاک وخون میں آلودہ فرات کے کنارے دم توڑ رہا تھا

إِذاً لَلَطَمْتِ الْخَدَّ فَاطِمُ عِنْدَهُ وَ أَجْرَيْتِ دَمْعَ الْعَيْنِ فِي الْوَجَنَاتِ

تو یقیناً اے بنتِ رسولؐ! آپ اپنا منہ پیٹ لیتیں اور اپنے رخسار پر آنکھوں سے اشک بہاتیں

أَفَاطِمُ قُومِي يَا ابْنَةَ الْخَيْرِ وَ انْدُبِي نُجُومَ سَمَاوَاتٍ بِأَرْضِ فَلَاتٍ

اے فاطمہؑ! اے بہترین خلق کی بیٹی! اٹھیے اور ایک بے آب و گیاہ صحرا میں آسمان کے تاروں کی صف ماتم بچھایئے

قُبُورٌ بِكُوفَانَ وَ أُخْرَى بِطَيْبَةَ وَ أُخْرَى بِفَخٍّ نَالَهَا صَلَوَات

کچھ قبریں تو ان بے دیاروں کی کوفہ اور مدینہ میں ہیں اور ایک فخ میں ہے ان پر میرا درود و سلام ہو

وَ أُخْرَى بِأَرْضِ الْجُوزَجَانِ مَحَلَّهَا وَ قَبْرٌ بِبَاخَمْرَى لَدَى الْغُرُبَاتِ

اور کوئی قبر جوزجان میں ہے اور کوئی عالم غربت میں باخمرا میں ہے

وَ قَبْرٌ بِبَغْدَادَ لِنَفْسٍ زَكِيَّةٍ تَضَمَّنَهَا الرَّحْمَنُ فِي الْغُرُفَاتِ

اور ایک قبر نفس ذکیہ کی بغداد میں ہے جس کو خدا نے بہشت میں داخل کر لیا ہے۔

◆◆◆

جب دعبل اس شعر تک پہونچے تو حضرت نے فرمایا: اے دعبل! اس مقام پر یہ دو شعر بھی بڑھادو:

وَ قَبْرٌ بِطُوسَ یَا لَهَا مِنْ مُصِیبَةٍ تُوقد بالْأَحْشَاءِ فِي الحرقات

اور ایک قبر طوس (خراساں) میں ہے آہ یہ مصیبت قیامت تک قلب و جگر میں شعلے بھڑکاتی رہے گی

إِلَى الْحَشْرِ حَتَّى یَبْعَثَ اللهُ قَائِماً یُفَرِّجُ عَنَّا الْغَمَّ وَ الْكُرُبَاتِ

یہاں تک کہ خدا قائم آل محمدؑ کو مبعوث کرے جو ہم لوگوں سے ہر رنج و غم کو دور کریں گے۔

◆◆◆

دعبل نے پوچھا: یہ قبر کس کی ہوگی؟ فرمایا: میری اے دعبل! بہت زمانہ نہ گذرے گا کہ شہر طوس میرے شیعوں کی زیارت گاہ بن جائے گا آگاہ رہو کہ جو اس عالم غربت میں شہر طوس میں آکر میری زیارت کرے گا وہ روزِ قیامت میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا اور اس کے گناہ بخشے جائیں گے۔ یہ قصیدہ بہت طویل ہے میں نے صرف چند شعر اس کے نقل کیے ہیں (مؤلف)۔

دعبل نے جب یہ قصیدہ حضرت کو سنایا حضرت بہت روئے یہاں تک کہ آپ کو غش آگیا پھر دعبل سے فرمایا: جب تک میں اجازت نہ دوں یہ قصیدہ کسی کو نہ سنانا مامون کو جب اس قصیدہ کی خبر ہوئی تو اس نے دعبل کو بلایا اور کہا کہ: قصیدہ سناؤ! لیکن انہوں نے انکار کیا تو اس نے حضرت کو طلب کیا جب حضرت تشریف لائے اور اجازت دی تو دعبل نے سنایا۔ مامون نے بہت پسند کیا اور پچاس ہزار درہم دعبل کو دیئے اور حضرت امام رضاؑ نے بھی پچاس ہزار دیئے۔ دعبل نے عرض کیا: مولا میں نے کسی لالچ سے قصیدہ نہیں کہا ہے مجھے اپنا کوئی لباس عطا فرمائیے جو میرا کفن ہو۔ حضرت نے ان کو اپنا ایک پیراہن اور ایک جبہ اور ایک رومال عطا فرمایا اور فرمایا اس کی حفاظت کرنا آفتوں سے بچے رہوگے۔ جب دعبل رُخصت ہوکر گھر کی طرف واپس ہوئے تو کردستان کے ڈاکوؤں نے ان کے قافلہ کو لوٹ لیا یہ لوگ غمگین ورنجیدہ اک مقام پر بیٹھ گئے۔

دعبل کہتے ہیں کہ: میں سوچنے لگا کہ حضرت کے اس جملہ کا کیا مطلب تھا کہ آفتوں سے بچے رہو گے میں تو آفت میں پھنس گیا! ناگاہ ایک ڈاکو نے جو میرے گھوڑے پر سوار تھا اور میرا کپڑا پہنے میرے پاس کھڑا تھا میرے قصیدہ کا یہ شعر پڑھا:

اَرَیٰ فِیهِم فِی غَیرِهم مُقَسِّما
وَاَیدِیهِم مِن فیئهم صفرات

یعنی میں دیکھ رہا ہوں کہ ان کا مال غیروں میں تقسیم ہو رہا ہے اور خود ان کے ہاتھ ان کے مال سے خالی ہیں۔

دعبل نے اس سے پوچھا کہ: یہ شعر کس کا ہے؟ اس نے کہا کہ: تم کو اس سے کیا غرض ہے؟! دعبل نے کہا: کسی سبب سے پوچھ رہا ہوں۔ اس نے کہا کہ: یہ شعر میرے سردار شاعر آل محمدؐ دعبل خزاعی کا ہے۔ دعبل نے کہا کہ: وہ دعبل میں ہی ہوں اس نے جب یہ سنا تو قافلہ والوں سے تصدیق کی جب ثابت ہو گیا کہ دعبل یہی ہیں تو اس نے سارے قافلہ والوں کا مال واپس کرا دیا اور ان لوگوں کو خطرناک منزلوں سے بحفاظت باہر نکال دیا(۱)۔

اس قصیدہ میں دعبل نے خلافت وغیرہ کے متعلق شیعوں کے عقائد بہت واضح طور پر نظم کیے ہیں اور امام رضاؑ کو اور مامون الرشید کو سنا کر انعام پایا اور ان میں سے کسی نے بھی اس قصیدہ پر تنقید اور اس کے مضامین سے انکار نہ کیا جس سے عقائد امامیہ کی زبردست تائید و تصدیق ہوتی ہے علماء اہل سنّت سے تعجب ہے جنھوں نے اپنی کتابوں میں اس واقعہ کو لکھا ہے لیکن پھر بھی ان لوگوں نے قصیدہ کے مضامین میں غور کرنے اور اس واقعہ سے نتیجہ حاصل کرنے کی کوشش نہ کی۔ مترجم۔

---

(۱)۔ یہ واقعہ تھوڑے اختلاف کے ساتھ شواہد النبوۃ ملاجامی صفحہ ۱۹۹ و وسیلۃ النجاۃ ملا مبین، صفحہ ۳۸۳ و بحارالانوار، جلد ۱۲ و معجم الادباء یاقوت حموی جلد ۴ وغیرہ میں موجود ہے۔

وفات

مسعودی نے لکھا ہے کہ ابوالصلت ہروی نے محمد ابن علی ابن حمزہ سے انھوں نے منصور ابن بشیر سے انھوں نے اپنے بھائی عبداللہ ابن بشیر سے روایت کی ہے کہ مجھ سے مامون نے کہا کہ: اپنے ناخن بڑھاؤ! تو میں نے ناخن کاٹنا چھوڑ دیا یہاں تک کہ میرے ہاتھوں کے ناخن اتنے بڑھ گئے کہ لوگوں سے شرم کرنے لگا ایک دن جب میں اس کے پاس گیا تو اس نے ایک مہر بند تھیلی منگائی اور مجھ سے کہا کہ: اس کو کھول کر دونوں ہاتھوں کو اس میں ڈال کر اس میں جو دوا ہے اس کو خوب ملاؤ! چنانچہ میں نے ملایا تو اس میں جو دوا تھی وہ میرے ناخن میں بھر گئی اس کے بعد اس نے مجھ سے کہا کہ: میرے ساتھ آؤ! میں کچھ نہ سمجھا کہ وہ کہاں مجھ کو لے کر جا رہا ہے وہ اپنے مکان سے متصل ہی ایک مکان میں داخل ہوا اور اس کے ساتھ میں بھی داخل ہوا حضرت امام رضاؑ اسی مکان میں رہتے تھے مامون کو دیکھ کر حضرت اس کے پاس آکر بیٹھ گئے اس مکان میں ایک انار کا درخت تھا جس میں انار لگے تھے مامون نے خادم کو حکم دیا کہ انار لاؤ وہ چند انار توڑ کر لایا۔ مامون نے مجھ سے کہا کہ: اس کا نچوڑ کر عرق نکالو میں نے (اس کا مقصد سمجھ کر) کہا: **اناللّٰہ وانا الیہ راجعون۔**

پھر میں نے ایک بلور کے جام میں اس کا عرق نکالا، مامون نے ایک چمچہ منگا کر اس سے تین چمچہ شربت حضرت کی طرف بڑھایا حضرت نے اس کے پینے سے انکار کیا اس نے حضرت کو قسم دی اور کہا کہ: پینا پڑے گا! حضرت نے مجبوراً پیا۔ جب اس نے چوتھا چمچہ بھر کر حضرت کی طرف بڑھایا تو حضرت نے فرمایا: بس تیرے مقصد کے لیے اتنا کافی ہے تیری مراد پوری ہو گئی۔ پھر مامون اُٹھ کر چلا آیا اور ابھی شام نہیں ہوئی تھی کہ حضرت کے گھر سے نوحہ وماتم کی آواز بلند ہوئی۔

آپ کی قبر کھودی جانے کا اور چھوٹی چھوٹی مچھلیوں کے ظاہر ہونے کا قصّہ وہی ہے جو لوگوں نے بیان کیا ہے، آپ طوس میں ہارون غوی کی قبر کے بالائے سر دفن کیے گئے۔ آپ کی

وفات آخر ماہِ ذی الحجہ ۲۰۲ھ میں واقع ہوئی اور آپ کی ولادت ۱۵۳ھ میں حضرت امام جعفر صادقؑ کی وفات کے پانچ برس بعد ہوئی آپ اپنے پدرِ بزرگوار کے ساتھ تیس سال رہے اور تنہا منصبِ امامت پر انیس ۱۹ برس اور وقت وفات آپ کی عمر شریف ۴۹ برس چند ماہ تھی۔

علی ابن محمد خصبی نے محمد ابن ابراہیم ہاشمی سے انھوں نے عبدالرحمٰن ابن یحییٰ سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ: حضرت امام رضاؑ کی علالت کے زمانہ میں میں حضرت کی خدمت میں موجود تھا کہ حضرت نے میری طرف نگاہ کی اور فرمایا کہ: اے عبدالرحمٰن! آج شام کو جس وقت میرے گھر سے نوحہ وماتم کی آواز بلند ہوگی میرے بیٹے محمد (تقیؑ) تمہارے پاس پہونچ جائیں گے اور تم کو غسل دینے کے لیے طلب کریں گے جب تم لوگ مجھ کو غسل دے کر مجھ پر نماز پڑھ لیناتب اس طاغی کو خبر دینا تا کہ وہ میرے غسل وکفن وغیرہ میں کوئی نقص نہ پیدا کرے اور وہ ایسا کر نہ سکے گا۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ: میں حضرت کے پاس موجود ہی تھا کہ مغرب کا وقت آگیا۔ میں نے جب دیکھا تو امام عالم جاودانی کی طرف رحلت فرما چکے تھے میں حسرت کے عالم میں حضرت کے قریب گیا ناگاہ پس پشت سے کسی نے آواز دی کہ: عبدالرحمٰن ٹھہرو! میں نے پلٹ کر دیکھا ناگاہ دیوار شگافتہ ہوئی اور میرے مولا ابو جعفرؑ (ثانی) حضرت امام تقیؑ تشریف لائے آپ سفید جبہ پہنے تھے اور فرق اقدس پر سیاہ عمامہ باندھے تھے۔ حضرت نے فرمایا: اے عبدالرحمٰن! اٹھو اپنے مولا کو غسل دو پھر حضرت نے امامؑ کو ان کے لباس ہی میں غسل دیا جس طرح حضرت رسول اللہ ﷺ کو غسل دیا گیا تھا۔ جب غسل وکفن سے فارغ ہوئے تو نماز پڑھی حضرت کے ساتھ میں نے بھی پڑھی اس کے بعد فرمایا کہ: اے عبدالرحمٰن! ظالم کو ان باتوں کی خبر کر دینا۔

میں تمام شب حضرت کی خدمت میں رہا جب صبح ہوئی تو وہ سرکش ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ آیا اس کی ہیبت سے میری جرأت نہ ہوئی کہ ابتداء کلام کروں اس نے مجھ سے کہا کہ: اے عبدالرحمٰن! کیا تم لوگوں کا یہ گمان نہیں ہے کہ امام جب دنیا سے گذرتا ہے تو اس کا

جانشین ہی اس کی تجہیز (۱) و تکفین کرتا ہے تم لوگ کس قدر جھوٹے ہو یہ علی ابن موسیٰ الرضاؑ خراسان میں ہیں اور ان کے بیٹے محمد تقیؑ مدینہ میں ہیں۔ میں نے کہا: اے امیر المومنین! جب آپ نے ابتداء کر دی تو سنیے۔ پھر میں نے پورا واقعہ حضرت امام محمد تقیؑ کی تشریف آوری کا بیان کر دیا۔ مامون نے کہا: ان کا حلیہ بیان کرو میں نے حضرت کا حلیہ اور لباس وغیرہ کی تفصیل بیان کی اور دیوار کا شگاف دکھا دیا جس طرف سے آپ آئے اور تشریف لے گئے یہ سُن کر مامون زمین پر گر پڑا اور بیل کی طرح آواز دینے لگا اور کہتا تھا کہ: وائے ہو اے مامون تجھ پر! تیرا کیا حشر ہو گا تو نے یہ کیا کیا۔ خدا لعنت کرے فلاں فلاں پر انہیں دونوں نے مجھ کو اس کام پر آمادہ کیا۔

ملا جامی نے شواہد النبوت صفحہ ۲۰۲ میں لکھا ہے کہ ابو الصلت ہروی نے بیان کیا کہ: ایک روز مامون نے حضرت کو بلایا جب حضرت تشریف لے گئے تو اس نے گلے سے لگایا اور بٹھلایا اس کے سامنے انگور کا ایک طبق رکھا تھا اور ایک خوشہ اس کے ہاتھ میں تھا جس کے دانوں میں زہر بھرا تھا اس نے حضرت کی طرف انگور بڑھایا اور کہا کہ: کیسے اچھے انگور ہیں؟ حضرت نے فرمایا: بہشت کے انگور اس سے بہتر ہیں پھر اس نے اصرار کیا کہ کھایئے! حضرت نے انکار کیا اس نے کہا کہ میں تو آپ سے محبت کرتا ہوں اور آپ بد گمانی کرتے ہیں مجبوراً حضرت نے اس میں سے تین دانے کھائے فوراً جسم میں زہر کا اثر ظاہر ہوا، حضرت اٹھ کر چلے تو اس نے پوچھا کہ: کہاں چلے؟ فرمایا: جہاں تو نے بھیجا ہے وہیں جاتا ہوں آپ اپنی قیام گاہ پر تشریف لائے اور بستر پر لیٹتے ہی حالت خراب ہو گئی۔

آپ نے ۱۳/ ذیقعدہ ۲۰۳ھ میں انتقال فرمایا اور طوس میں ہارون الرشید کے پہلو میں دفن کیے گئے (۲)۔

---

(۱)۔ حضرت امام رضاؑ کا جب انتقال ہوا تو آپ کے صاحب زادے حضرت امام محمد تقیؑ خراسان میں موجود نہ تھے مدینہ میں تھے اور مدینہ سے خراسان تک کئی ہزار میل کا فاصلہ اور مہینوں کی مسافت ہے مامون کا خیال تھا کہ اتنا جلد ان کا آنا محال ہے۔

(۲)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۳۸۹۔

ازواج واولاد

آپ کی ایک زوجہ ام حبیبہ بنت مامون الرشید تھیں اس سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ دوسری زوجہ سبیکہ نوبیہ تھیں۔ان سے حضرت امام محمد تقیؑ تھے چند ازواج اور تھیں جن سے محمد قانع، جعفر، حسن، ابراہیم اور ایک لڑکی تھی۔

لیکن علامہ طبرسیؒ نے اعلام الوریٰ میں اور شیخ مفیدؒ نے ارشاد میں لکھاہے کہ: حضرت امام محمد تقیؑ کے سواء آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔

علامہ مجلسیؒ نے بحارالانوار جلد ۱۲، صفحہ ۶۶ میں لکھا ہے کہ: آپ کے دولڑکے تھے حضرت امام محمد تقیؑ اور موسیٰ۔

ملا مبین صاحب نے وسیلۃ النجات صفحہ ۳۹۱ میں لکھاہے کہ: حضرت کے پانچ لڑکے تھے، محمد تقیؑ اور حسن اور جعفر اورابراہیم و حسین لیکن آپ کی نسل صرف حضرت امام تقیؑ سے چلی۔ ان اختلافات کی بناپر کوئی صحیح فیصلہ نہیں کیاجاسکتا کہ آپ نے کتنی اولاد چھوڑی۔

حالات امام نہم
حضرت محمد ابن علی تقیؑ

حالات امام نہم
حضرت محمد ابن علی تقیؑ

مسعودی نے لکھاہے کہ: حضرت امام رضاؑ کے بعد آپ کے صاحب زادے حضرت امام محمد تقیؑ آپ کے خلیفہ اور جانشین ہوئے۔

ولادت

مسعودی نے لکھاہے کہ: آپ کی ولادت ۱۹/ رمضان شب جمعہ ۱۹۵ھ میں ہوئی جب آپ پیدا ہوئے تو حضرت امام رضاؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ: آج کی شب میرے یہاں وہ لڑکا پیدا ہوا ہے جو دریا کے شگافتہ کرنے والے حضرت موسیٰ ابن عمرانؑ کا شبیہ ہے۔ مبارک ہے وہ ماں جس نے اس کو جناہے اور پاک و پاکیزہ خلق کی گئی ہے۔

پھر فرمایا: میرے باپ ماں قربان ہوں! یہ شہید ہو گا اور اس پر اہل آسمان روئیں گے یہ بڑی اذیتوں کے ساتھ قتل کیا جائے گا اور اس کے قاتل پر خدا غضب ناک ہو گا کہ تھوڑے دن بھی نہ گذریں گے کہ وہ خدا کے عذابِ الیم کی طرف چلا جائے گا۔

ملا مبین صاحب نے وسیلۃ النجات صفحہ ۳۹۱ میں بحوالہ شیخ طوسیؒ اور ملا جامی نے شواہد النبوۃ صفحہ ۲۰۳ میں لکھا ہے کہ: آپ کی ولادت ۱۰/ رجب روز جمعہ ۱۹۵ھ میں مدینہ میں ہوئی اور یہی تاریخ شیعوں میں زیادہ مشہور ہے۔

کنیت والقاب

آپ کا اسم مبارک محمدؑ اور کنیت ابو جعفر ثانیؑ اور القاب جوادؑ، مختارؑ، مجتبیٰؑ، مرتضیٰؑ، قانعؑ، عالمؑ وغیرہ تھے۔ لیکن مشہور ترین لقب آپ کا تقیؑ ہے۔

والدین

آپ کے والد حضرت امام رضاؑ اور آپ کی والدہ سبیکہ تھیں۔ جو حضرت رسول اللہ ﷺ کی زوجہ ماریہ قبطیہ کے خاندان سے تھیں بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ: آپ کی والدہ کا نام ریحانہ یا خیزراں تھا(۱)۔

نصوصِ امامت

مسعودی نے لکھا ہے کہ: حمیری نے عبد اللہ ابن احمد سے انھوں نے صفوان ابن یحییٰ سے انھوں نے حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی صاحب زادی حکیمہؒ سے روایت کی ہے جب سبیکہ کو حمل قرار پایا تو میں نے حضرت امام رضاؑ کے پاس لکھا کہ سبیکہ آبستن ہے! تو حضرت نے میرے جواب میں تحریر فرمایا کہ: سبیکہ کو فلاں روز فلاں تاریخ حمل قرار پایا ہے جب بچہ پیدا ہو تو سات روز تک اس کے پاس رہیے گا۔ جناب حکیمہ نے بیان کیا کہ: جب بچہ پیدا ہوا تو اس نے کہا: ”**اشھدان لا الہ**

(۱)۔ وسیلۃ النجات۔

الا اللّٰہ واشھد انّ محمدارسول اللّٰہ"، جب تیسرا دن ہوا تو اس بچہ کو چھینک آئی تو اس نے کہا: "**الحمدللّٰہ علیٰ محمد والاَئِمَّۃِ الرَّاشِدِیْن۔**"

محمد ابن حسن نے علی ابن ساباط سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ: ایک روز ابو جعفر امام محمد تقیؑ گھر سے برآمد ہوئے تو میں حضرت کو غور سے دیکھنے لگا تاکہ آپ کی شکل وصورت میں مصر والوں سے بیان کر سکوں تو حضرت نے فرمایا کہ: اے علی ابن ساباط! خدائے عزوجل نے امامت پر بھی اسی طرح استدلال فرمایا ہے جیساکہ نبوّت پر فرمایا ہے۔ خداوند عالم حضرت یحییٰؑ کے متعلق فرماتا ہے کہ: ﴿**وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا**﴾(۱)؛ یعنی میں نے یحییٰؑ کو بچپنے میں نبوّت عطا کی۔

نیز فرماتا ہے کہ: ﴿**وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا**﴾(۲)؛ یعنی جب وہ جوانی کو پہونچے تو ہم نے ان کو نبوّت وعلم عطا کیا۔

تو خدا کے لیے جائز ہے کہ جس کو چاہے بچپنے میں نبوّت وامامت عطا فرمائے اور جس کو چاہے چالیس سال کی عمر میں عطا کرے۔

منقول ہے کہ حضرت امام تقیؑ گہوارہ میں کلام کرتے تھے۔

زکریا ابن آدم سے منقول ہے انھوں نے کہا کہ: ایک روز میں حضرت امام رضاؑ کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضرت امام محمد تقیؑ لائے گئے آپ اس وقت چار سال کے تھے تو آپ نے زمین پر ہاتھ مارا پھر آسمان کی طرف سر اٹھایا اور بہت دیر تک کچھ سوچا کیے، حضرت امام رضاؑ نے فرمایا کہ: میں تم پر قربان ہو جاؤں! کیا سوچ رہے ہو؟ تو کہا کہ: جو کچھ میری مادر گرامی حضرت فاطمہ زہراؑ کے ساتھ کیا گیا ہے انہیں باتوں کو سوچ رہا ہوں، خدا کی قسم! میں ان دونوں کو ان کی قبروں سے نکلوا کر جلوا دوں پھر ان کی خاک دریا میں ڈال دوں گا! (یعنی اپنے پوتے قائم آل محمدؑ کے ذریعہ

---

(۱)۔ سورۂ مریم، آیت ۱۲۔

(۲)۔ پارہ ۱۲، سورۂ یوسف، آیت ۲۲۔

سے) یہ سُن کر حضرت امام رضاؑ نے ان کو اٹھا کر ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا: میرے باپ ماں تم پر قربان ہوں تم اس امامت کے سزاوار ہو۔

مہرِ امامت

موسیٰ ابن قاسم نے محمد ابن علی ابن جعفر سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ: میں ایک روز حضرت امام رضاؑ کی خدمت میں موجود تھا کہ حضرت نے حضرت امام محمد تقیؑ کو بلایا وہ ابھی کمسن بچے تھے۔ پھر حضرت نے ان کو بٹھلایا اور مجھ سے فرمایا کہ: ان کی قمیص ہٹاؤ! میں نے جب قمیص ہٹائی تو دیکھا کہ ان کے شانے پر مہر کے ایسا ایک نشان تھا جو گوشت میں ابھرا ہوا تھا حضرت امام رضاؑ نے فرمایا: دیکھ رہے ہو ایسا ہی نشان حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کے شانہ پر بھی تھا۔

علی ابن ساباط نے نجم صنعانی سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ: میں حضرت امام رضاؑ کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضرت ابو جعفر محمد تقیؑ لائے گئے میں نے عرض کیا کہ: میں آپ پر فدا ہو جاؤں! یہ صاحب زادے آپ کے ہیں؟ فرمایا: ہاں اس سے زیادہ مبارک بچہ میرے شیعوں کے لیے پیدا نہیں ہوا (یعنی اس دور میں ۱۲)۔

حمیری نے محمد ابن عیسیٰ اشعری سے انھوں نے ابی خداش سے انھوں نے جنان ابن سدیر سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ: میں نے (حضرت امام تقیؑ کی پیدائش سے قبل) امام رضاؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ: کیا امام لاولد بھی ہوتا ہے؟ حضرت نے فرمایا: میرے ایک بچہ پیدا ہو گا خدا اسی سے کثیر ذریّت پیدا کرے گا۔ (جب حضرت امام محمد تقیؑ پیدا ہوئے) تو آپ باوجود کمسنی کے مدینہ میں حضرت امام رضاؑ کے تمام فرائض انجام دیتے تھے اور انتظام کرتے تھے اور ہر امر میں آپ ہی کا حکم چلتا تھا اور کوئی آپ کی مخالفت نہیں کرتا تھا۔

محمودی سے منقول ہے انھوں نے کہا کہ: میں شہر طوس میں ایک روز حضرت امام رضاؑ کے پس پشت کھڑا تھا کہ آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے پوچھا کہ اگر خدانخواستہ کوئی

حادثہ ہوگیا تو ہم لوگ آپ کے بعد کس کی طرف رجوع کریں؟ فرمایا: میرے بیٹے ابو جعفرؑ (محمد تقیؑ) کی طرف اس شخص نے حضرت کی کمسنی کا خیال کیا تو حضرت نے فرمایا کہ: حضرت عیسیٰؑ کو جب خدا نے نبوّت عطا فرمائی اور صاحب شریعت بنایا تو وہ امام تقیؑ سے بھی زیادہ کمسن تھے۔ حضرت امام رضاؑ کی وفات کے وقت حضرت امام محمد تقیؑ کی عمر صرف سات سال تھی تو حضرت امام رضاؑ کے بعد امامت کے متعلق بغداد میں اور دوسرے مقامات پر لوگوں میں اختلاف پیدا ہوا تو ریان(۱) ابن صلت اور صفوان ابن یحییٰ اور محمد ابن حکیم اور عبدالرحمٰن ابن حجاج اور یونس ابن عبدالرحمٰن اور ثقات ورؤساء شیعہ کی ایک جماعت عبدالرحمٰن ابن حجاج کے گھر میں جمع ہوئی۔ اور سب اپنی مصیبت پر روئے پھر یونس ابن عبدالرحمٰن نے کہا: آنحضرت اب رونا ترک کریں اور یہ بتائیں کہ جب تک امام محمد تقیؑ جوان ہوں گے ہم لوگ کس سے مسائل پوچھیں؟ یہ سن کر ریان ابن صلت نے ان کی گردن پکڑی اور کہا کہ: آپ ایمان ظاہر کرتے ہیں پھر بھی شک وریب میں پڑے ہیں، اگر وہ (امام محمد تقیؑ) خدا کے مقرر کردہ امام ہیں تو اگر ان کی عمر ایک دن بھی ہے تو سمجھ لو کہ وہ سو برس کے ہیں اور اگر خدا کے مقرر کردہ نہیں ہیں تو اگر ہزار برس کے بھی ہوں تو سمجھو کہ مثل ایک عام انسان کے ہیں۔ جب حج کا زمانہ آیا تو قریباً اسّی مومنین نے ارادۂ حج کیا اور مشورہ کیا کہ حج کے بعد حضرت امام تقیؑ سے ملاقات کریں۔

چنانچہ یہ لوگ گئے اور پہلے حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کے صاحب زادے عبداللہ کے گھر گئے وہاں ان لوگوں کو ایک سُرخ رنگ کے فرش پر بٹھلایا گیا پھر عبداللہ ابن موسیٰ کاظمؑ آکر بیٹھے تو ان میں سے ایک شخص نے ان سے سوال کیا کہ: ایک شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ: تجھ کو آسمان کے تاروں کی تعداد کے برابر طلاق ہے آپ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ انھوں نے کہا کہ: اس کو تین طلاق ہوگئے۔ یہ سُن کر شیعوں کی حیرت زیادہ ہوئی اور غم میں مبتلا ہوئے پھر

(۱)۔ یہ لوگ بڑے جلیل القدر اصحاب ائمہؑ سے تھے رضوان اللہ علیہم اجمعین ۱۲۔ مؤلف۔

ایک دوسرے شخص نے پوچھا کہ: ایک شخص نے ایک جانور کے ساتھ مقاربت کی آپ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ کہا کہ: اس کا ہاتھ کاٹا جائے اور سو کوڑے مارے جائیں، اور شہر بدر کر دیا جائے۔ یہ جواب سن کر مومنین اپنی محرومی پر روئے اس وقت تک وہاں مصر و مکہ اور عراق وغیرہ کے بہت سے فقہا جمع ہو گئے تھے سب مایوس ہو کر سوچنے لگے کہ ہم لوگ یہاں قیام کریں یا اپنے اپنے شہر کو واپس جائیں اتنے میں ایک غلام نے مکان کا دروازہ کھولا اور حضرت امام محمد تقیؑ برآمد ہوئے آپ قمیص اور ازار عدنی پہنے تھے اور سر پر عمامہ تھا جس کے دونوں گوشے آگے اور پیچھے لٹک رہے تھے حضرت نے آکر لوگوں کو سلام کیا اور بیٹھ گئے ان کو دیکھ کر مجمع رُک گیا۔ پھر پہلے شخص نے وہی پہلا سوال کیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ: تجھ کو آسمان کے تاروں کی تعداد کے برابر طلاق ہے آپ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا: خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ: ﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾(۱)؛یعنی طلاق رجعی جس کے بعد رجوع ہو سکتی ہے دو ہی مرتبہ ہے اس کے بعد یا تو شریعت کے مطابق روک ہی لینا چاہیے یا حُسن سلوک کے ساتھ تیسری دفعہ بالکل رُخصت۔ تو آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ آپ کے چچا نے تو فتویٰ دیا ہے کہ طلاق ہو گیا تو حضرت نے فرمایا کہ: اے چچا! آپ خدا سے خوف کیجئے! فتوے نہ دیجئے! جب کہ آپ سے اعلم امام موجود ہے۔

پھر حضرت سے دوسرے شخص نے سوال کیا کہ: ایک شخص نے ایک حیوان کے ساتھ مقاربت کی آپ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا: اس شخص کی تعزیر کی جائے گی اور جانور کی پشت داغ کر آبادی سے باہر نکال دیا جائے گا لوگوں نے عرض کیا کہ: آپ کے چچا نے یہ فتویٰ دیا ہے؟ تو فرمایا: لا الہ الا اللہ اے چچا! اس کام سے پرہیز کیجئے! خدا کے نزدیک یہ بہت بڑا گناہ ہے روز قیامت خدا کو کیا جواب دیجئے گا!

---

(۱)۔ پارہ ۲، سورۂ بقرہ، آیت ۲۲۹۔

دلائل امامت

اخبار بالغیب

مسعودی نے لکھا ہے کہ: اسحاق ابن اسمٰعیل ابن نوبخت ایک جماعت کے ساتھ حضرت امام محمد تقیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اسحاق کا بیان ہے کہ: میں نے دس مسائل حضرت سے پوچھنے کی غرض سے ایک کاغذ پر لکھے اور اپنے دل میں کہا کہ: اگر حضرت نے ان سوالات کے جوابات دیئے تو عرض کروں گا کہ: خدا سے دعا فرمایئے کہ خدا مجھ کو لڑکا عطا فرمائے اس زمانہ میں میری زوجہ حاملہ تھی جب لوگ حضرت سے سوالات کر چکے تو میں اپنا رقعہ لے کر بڑھا جب حضرت نے مجھ کو دیکھا تو فرمایا: اے اسحاق! لڑکے کا نام احمد رکھنا! چنانچہ حضرت کے قول کے مطابق میرے یہاں لڑکا پیدا ہوا اور میں نے اس کا نام احمد رکھا۔

امیہ ابن علی سے منقول ہے انھوں نے کہا کہ: میں مدینہ میں تھا اور حضرت امام محمد تقیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا ایک روز حضرت نے ایک لونڈی کے ذریعہ سے مجھ کو طلب فرمایا جب میں حاضر ہوا تو حضرت نے اس کنیز سے فرمایا کہ: ان لوگوں سے کہہ دو کہ ماتم کے لیے تیار رہیں! ہم لوگ جب حضرت کی مجلس سے باہر آئے تو کہا کہ: حضرت نے کس کے ماتم کے لیے فرمایا ہے؟ ہم لوگوں نے یہ نہیں پوچھا؟ جب ہم لوگ دوسرے دن حاضر ہوئے تو آپ نے پھر اسی جملہ کا اعادہ فرمایا تو ہم لوگوں نے پوچھا کہ: کس کے ماتم کے متعلق آپ فرما رہے ہیں؟ فرمایا: بہترین اہل زمین کے ماتم کے لیے اس کے چند روز کے بعد حضرت امام رضاؑ کی شہادت کی خبر آئی۔

مامون کا شکار اور امام محمد تقیؑ کا امتحان

حضرت امام رضاؑ کی وفات کے بعد ایک روز حضرت امام محمد تقیؑ بغداد کی کسی گذر گاہ میں کھڑے تھے اور شہر کے بچے وہاں کھیل رہے تھے آپ کی عمر اس وقت ۹/ سال تھی ناگاہ مامون الرشید کی سواری ادھر سے گذری شاہی جلوس کو دیکھ کر سب لڑکے ڈر کر بھاگ گئے لیکن حضرت اپنی جگہ پر اطمینان کے ساتھ کھڑے رہے۔ مامون نے حضرت کے نزدیک پہونچ کر سواری روک لی اور پوچھا کہ: اے لڑکے! تم کیوں نہیں بھاگے؟ حضرت نے جواب دیا: میری وجہ سے تمہارا راستہ تنگ نہیں ہے نہ میں تمہارا مجرم ہوں نہ یہ گمان ہے کہ تم بے سبب کسی کو اذیّت دوگے۔ یہ جواب سن کر مامون کو تعجب ہوا اور آپ کی جرأت اور حُسن و جمال اس کو پسند آیا اس نے پوچھا: صاحب زادے تمہارا نام کیا ہے؟ حضرت نے فرمایا: محمد ابن علی رضاؑ۔ مامون روانہ ہو گیا شہر سے باہر جا کر اس نے اپنا باز ایک چکور پر چھوڑا باز غائب ہو گیا اور جب واپس آیا تو اپنی منقار میں ایک مچھلی لایا مامون متعجب ہوا اور مچھلی کو اپنی مٹھی میں لے لیا جب وہ واپس ہو کر اسی مقام پر پہونچا تو حسبِ دستور سب لڑکے بھاگ گئے لیکن حضرت امام محمد تقیؑ وہیں کھڑے رہے مامون نے سواری روک کر پوچھا: صاحب زادے! بتاؤ میری مٹھی میں کیا ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ: خداوندعالم نے اپنے بحرِ قدرت میں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں بھی خلق فرمائی ہیں سلاطین اپنے بازوں سے ان کا شکار کرتے ہیں اور اہل بیتِ رسولؐ کے علم کا امتحان لیتے ہیں یہ سُن کر مامون نے کہا: بے شک آپ امام رضاؑ کے فرزند ہیں، پھر حضرت کو اپنے ساتھ لے گیا(۱)۔

واضح رہے کہ حضرت امام محمد تقیؑ بچوں کا کھیل دیکھنے کی غرض سے اس مقام پر نہیں کھڑے تھے بلکہ آپ کو علم امامت سے معلوم تھا کہ ادھر سے مامون الرشید کی سواری گذرے گی لہٰذا آپ مامون اور ساری امّت مسلمہ کے لیے اپنی امامت کی دلیل پیش کرنے کے لیے کھڑے

---

(۱)۔ صواعق محرقہ، صفحہ ۱۲۳ و شواہد النبوت ملا جامی، صفحہ ۱۰۴ و وسیلۃ النجات، صفحہ ۳۹۲ و نور الابصار، صفحہ ۱۶۱ وغیرہ۔

تھے ورنہ وہ بچہ جس کو آغوشِ مادر سے علم و حکمت و امامت عطا ہوئی ہو اس کو کھیل کود سے کیا لگاؤ تھا(مؤلف)۔

معجزات

راوی بیان کرتا ہے کہ: میں عراق میں تھا مجھ کو خبر ملی کہ ایک شخص نے شام میں دعوائے نبوّت کیا ہے اور اس کو حکومت نے قید کر دیا ہے میں یہ خبر پا کر شام گیا اور زندان کے دربان کو کچھ دے کر اس شخص سے ملاقات کی میں نے دیکھا کہ وہ صاحب عقل و فہم انسان ہے میں نے اس سے اس کا قصّہ دریافت کیا اس نے کہا کہ: میں شام کی ایک مسجد میں مشغول نماز تھا جہاں حضرت امام حسینؑ کا سر اقدس رکھا گیا تھا ایک شب روبقبلہ بیٹھا مشغول ذکر خدا تھا ناگاہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ: اٹھو! میں اٹھا پھر وہ مجھ کو کچھ دور اپنے ساتھ لے گیا اب جو میں نے دیکھا تو اپنے کو مسجد کوفہ میں پایا اس نے کہا جانتا ہے یہ کون سا مقام ہے؟ میں نے کہا: ہاں یہ مسجدِ کوفہ ہے پھر وہ نماز میں مشغول ہو گیا اور میں بھی اس کے ساتھ نماز میں مشغول ہو گیا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو باہر آیا میں بھی اس کے ساتھ باہر نکلا اور اس کے ساتھ کچھ دور چلا اب میں نے اپنے آپ کو مدینہ میں مسجدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پایا میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا اور نماز میں مشغول ہو گیا وہ شخص بھی نماز پڑھنے لگا پھر ہم لوگ باہر آئے اور چند قدم چلے ناگاہ میں نے اپنے آپ کو مکہ میں مسجد الحرام میں پایا اس شخص نے طواف کیا اور میں نے بھی طواف کیا وہاں سے ہم لوگ باہر آئے اور چند قدم چلے تو میں نے اپنے آپ کو شام میں اسی مسجد میں پایا جس میں میں عبادت کیا کرتا تھا اور وہ شخص میری نظروں سے غائب ہو گیا میں سخت متحیر و متعجب رہا اور میری سمجھ میں کچھ نہ آیا جب دوسرا سال آیا تو میں نے پھر اسی وقت پر اس شخص کو دیکھا اور سال گذشتہ جیسے واقعات پیش آئے۔

جب وہ مجھ کو شام تک پہنچا کر واپس جانے لگا تو میں نے اس کو قسم دی کہ اس خدا کا واسطہ جس نے آپ کو یہ قدرتیں عطا فرمائی ہیں بتائیے آپ کون ہیں؟ اس نے کہا: میں محمدؑ (تقیؑ) ابن علیؑ (رضاؑ) ابن موسیٰؑ (کاظمؑ) ابن جعفرؑ (صادقؑ) ہوں جب صبح ہوئی تو میں نے اپنا واقعہ اپنے بعض دوستوں سے بیان کیا رفتہ رفتہ یہ خبر حاکم شام تک پہونچی تو اس نے مجھ کو متہم کیا کہ میں نے دعوائے نبوّت کیا ہے اور طوق وزنجیر میں جکڑ کر مجھ کو قید کر دیا۔

راوی کہتا ہے کہ: میں نے حاکم شام کے پاس رقعہ لکھا کہ اس شخص کو متہم کیا گیا ہے اس نے دعوائے نبوّت نہیں کیا ہے تو اس نے جواب لکھا کہ: جس نے اس کو ایک رات میں شام سے کوفہ اور کوفہ سے مدینہ اور مدینہ سے مکہ اور مکہ سے پھر شام پہونچایا اس سے کہو کہ اس کو قید سے آزاد کرے!

راوی کہتا ہے کہ: یہ جواب پاکر مجھ کو بڑا رنج ہوا اور اپنی قیام گاہ پر واپس آیا صبح کو میں پھر زندان کے دروازے پر پہونچا تو زندان کے سپاہیوں کو بہت متحیر و پریشانی میں پایا میں نے اس کا سبب دریافت کیا: تو ان لوگوں نے جواب دیا کہ: وہ شخص جس نے دعوائے نبوّت کیا تھا کل شب کو غائب ہو گیا نہیں معلوم کہ اس کو زمین کھا گئی یا ہوا کے پرندے اُڑا کر لے گئے (۱)۔

جب مامون نے اپنی لڑکی ام الفضل کا عقد حضرت امام محمد تقیؑ کے ساتھ کر دیا اور آپ اس کو رُخصت کرا کے مدینہ روانہ ہوئے تو جس وقت آپ کوفہ پہنچے شام ہو رہی تھی آپ نے وہاں قیام فرمایا اور نماز شام کے لیے آپ ایک مسجد میں داخل ہوئے اس مسجد کے صحن میں ایک خرمہ کا درخت تھا جو ابھی پھل نہیں لایا تھا آپ نے اس کی جڑ کے پاس وضو فرمایا اس کے بعد لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس درخت کے پاس تشریف لائے تو لوگوں نے دیکھا اس میں پختہ خرمے لگے ہیں لوگوں نے توڑا اور کھایا اور تبرکاً گھر لے گئے (۲)۔

---

(۱)۔ شواہد النبوت، صفحہ ۲۰۵ و وسیلۃ النجات، صفحہ ۳۹۵۔

(۲)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۱۹۵۔

امام کا علم

مامون الرشید جب حضرت امام محمد تقیؑ کو اپنے ساتھ لے گیا تو اس نے اپنے مکان سے متصل آپ کے قیام کا انتظام کیا اور جس قدر آپ کا علم و فضل اس پر واضح ہوتا گیا وہ حضرت کا گرویدہ ہوتا گیا یہاں تک کہ اس نے ارادہ کیا کہ اپنی لڑکی ام الفضل کا عقد آپ سے کر دے۔

مسعودی نے لکھا ہے کہ: علی ابن ابراہیم نے اپنے باپ سے انھوں نے مامون الرشید کے ماموں ریان ابن شبیب سے روایت کی ہے: جب مامون نے حضرت امام محمد تقیؑ سے اپنی لڑکی کا عقد کرنا چاہا تو بنی عباس اس کے پاس جمع ہوئے اور انھوں نے کہا کہ: خدا کے واسطے یہ حکومت جو خدا نے ہم لوگوں کو عطا فرمائی ہے اور جو عزّت بخشی ہے اس کو ہاتھ سے نہ دو! تم جانتے ہو کہ ہم لوگوں میں اور آل ابو طالب میں کتنے اختلافات ہیں اور امام محمد تقیؑ ابھی بہت کمسن بھی ہیں؟ یہ سُن کر مامون نے ان لوگوں کو جھڑکا اور کہا کہ: خدا کی قسم! وہ تم لوگوں سے بہت زیادہ خدا اور رسولؐ اور شریعت کا علم رکھتے ہیں۔ یہ سُن کر وہ لوگ قاضی القضاۃ یحییٰ ابن اکثم کے پاس گئے اور کہا کہ: کوئی ایسا حیلہ کرو کہ مامون اپنے ارادہ سے پلٹ جائے! اس لڑکے سے کچھ سوالات کرو کہ وہ جواب سے عاجز ہو کر شرمندہ ہو چنانچہ وہ تیار ہو گیا تو یہ لوگ مامون کے پاس گئے اور کہا کہ: اگر آپ اجازت دیں تو یحییٰ ابن اکثم امام محمد تقیؑ سے کچھ سوالات کریں تاکہ ان کا علم و فضل کا حال معلوم ہو۔ مامون نے اجازت دی اور سب جمع ہوئے، یحییٰ نے امام محمد تقیؑ سے سوال کیا کہ: آپ اس شخص کے متعلق کیا فرماتے ہیں جس نے حج کا احرام باندھنے کے بعد شکار کیا؟ حضرت نے برجستہ اس سے پوچھا کہ: اس شخص نے وہ شکار حل میں کیا یا حرم میں، عالم تھا یا جاہل، عمداً شکار کیا یا غلطی سے۔ آزاد تھا یا غلام، کمسن تھا یا سن رسیدہ، پہلے پہل شکار کیا یا اس سے قبل بھی کر چکا تھا۔ شکار پرندہ تھا یا کوئی دوسرا جانور، چھوٹا شکار تھا یا بڑا، شکار کرنے والا اپنے فعل پر نادم تھا یا مُصِر، رات کو شکار کیا یا دن کو، ان جرحوں کو سُن کر یحییٰ مبہوت رہ گیا (جیسے کسی نے اس کے منہ میں پتھر بھر دیئے)۔

علامہ ابن حجر نے صواعق محرقہ میں لکھاہے: جب حضرت نے یحییٰ کو خاموش کر دیاتو مامون خوشی میں اچھل پڑااور کہا:**احسنت احسنت** اے ابوجعفر!اگر چاہیں تو آپ بھی یحییٰ سے کچھ سوالات کریں؟حضرت نے پوچھاکہ:اے یحییٰ!کیاکہتے ہو اس شخص کے بارے میں جس نے صبح کوایک عورت کی طرف نظر کی تووہ حرام تھی دن چڑھے وہ اس کے لیے حلال ہوگئی پھر ظہر کے وقت حرام ہوگئی، عصر کے وقت حلال ہوگئی غروب کے وقت پھر حرام ہوگئی،عشاکے وقت حلال ہوگئی؟!یحییٰ کی حالت بری ہوگئی اس کی پیشانی سے عرق ٹپکنے لگااس نے کہاکہ:میری سمجھ میں نہیں آتا آپ ہی واضح فرمائیں!فرمایا:وہ عورت کسی کی کنیز تھی صبح کے وقت جب اس نے اس پر نظر کی تووہ حرام تھی، دن چڑھے اس شخص نے وہ لونڈی خرید لی تو حلال ہوگئی ظہر کے وقت اس کو آزاد کر دیاوہ حرام ہوگئی عصر کے وقت اس سے نکاح کرلیاحلال ہوگئی، مغرب کے وقت اس سے ظہار کیاحرام ہوگئی عشاکے وقت کفّارہ ظہار دیاحلال ہوگئی نصف شب کواس نے اس کوطلاق رجعی دیاوہ حرام ہوگئی صبح کے وقت اس نے رجوع کرلیاحلال ہوگئی،مامون الرشید نے یہ سُن کر عباسیوں سے کہا:اب بھی تم لوگ امام کے علم وفضل کے قائل ہوئے کہ نہیں؟!(۱)۔

مسعودی نے لکھاہے کہ: اس کے بعد مامون نے اپنی لڑکی سے حضرت کاعقد کر دیااور اس کامہرپانچ سودرہم مقرر کیاجو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج کامہر رکھاتھااس کے بعد مامون نے حضرت سے سوال کیاکہ: آپ نے یحییٰ سے جوجرحیں کی ہیں ان کے جوابات بھی سمجھادیں حضرت نے فرمایا:

اگر محرم احرام باندھنے کے بعد حل میں شکار کرے اور شکارپرندہ اوربڑاہوتو اس پر کفّارہ ایک بکری ہے اور اگر یہ شکار حرم میں کیاہے تو اس پر دو بھیڑیں ہیں اور اگر کسی چھوٹے پرندے کو حل میں شکار کیاہے تو دنبے کاایک بچہ کفّارہ دے جوماں کا دودھ چھوڑچکاہواور اگر حرم میں شکار کیا ہو تو اس پرندے کی قیمت دے اورایک دنبہ کفّارہ دے اوراگر وہ شکار چوپایہ ہے تو

(۱)۔صواعق محرقہ، صفحہ ۱۲۳۔

اگر گورخر ہے تو ایک گائے اور اگر شتر مرغ ہے تو ایک اونٹ اور اگر اونٹ کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکین کو کھانا کھلائے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اٹھارہ روزے رکھے اور اگر وہ شکار گائے ہو تو ایک گائے کفّارہ دے ورنہ تیس روزے رکھے اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو نو روزے رکھے اور اگر ہرن ہو تو ایک بکری کفّارہ دے یا دس مسکین کو کھانا کھلائے یا تین روزے رکھے اور اگر یہ شکار حرم میں کیے ہیں تو دو بھیڑیں کفّارہ دے اور واجب ہے کہ کعبہ میں لے جاکر نحر کرے۔ اور اگر حالت حج میں منیٰ میں جہاں لوگ نحر کرتے ہیں شکار کیا ہے تو اگر احرام عمرہ کا تھا تو مکہ میں نحر کرے اور اس کی قیمت بھی صدقہ دے تاکہ دوگنا ہو جائے اور اگر وہ شکار لومڑی ہے تو ایک بکری کفّارہ دے اور اگر کبوتر ہے تو ایک بکری کفارہ دے اور ایک درہم صدقہ دے یا ایک درہم کا غلّہ خرید کر حرم کے کبوتروں کو کھلائے اور کبوتر کے بچے ہیں نصف درہم اور انڈے ہیں چوتھائی درہم دے اور اگر حرم میں علاوہ شکار کے کوئی کام کرے جہالت سے تو اس پر کچھ نہیں ہے لیکن اگر شکار کرے تو اس پر (فدا) ہے جہالت سے کرے یا علم رکھتے ہوئے عمداً کرے یا خطا سے، اور اگر شکار کرنے والا غلام ہے تو اس کا کفّارہ اس کے مالک پر واجب ہے اور اگر نابالغ بچہ ہے تو اس پر کچھ نہیں ہے اور اگر دوبارہ کرے تو اس کا انتقام خدا پر ہے اور اس پر کفّارہ نہیں ہے۔ اور اگر کوئی شخص احرام باندھنے کے بعد کسی دوسرے کو شکار بتائے اور وہ شکار کرلے تو اس پر (فدا) ہے اور اگر بار بار ایسا کرے تو فدا اور عذابِ آخرت دونوں ہے۔ اور جو اپنے فعل پر شرمندہ ہو تو اس پر فدا کے بعد کچھ نہیں ہے اور اگر شب کو پرندے کا شکار اس کے گھونسلے میں غلطی سے کرے تو اس پر کچھ نہیں ہے اور اگر جان بوجھ کر دن یا رات کو شکار کرے تو اس پر فدا ہے پس اگر احرام حج باندھے ہے تو فدا کو منیٰ میں نحر کرے۔ اور اگر احرام عمرہ باندھے ہے تو مکہ میں نحر کرے۔

مامون نے حکم دیا کہ: یہ تفصیلی احکام لکھ لیے جائیں پھر ان لوگوں کو بلایا جو حضرت کے علم و فضل کے منکر تھے اور ام الفضل سے آپ کی شادی کے مخالف تھے اور ان سے کہا: کیا تم

لوگوں میں کوئی ہے جو ایسا جواب دے سکے؟!لوگوں نے کہا: آپ ہم لوگوں سے زیادہ امام کے حالات سے باخبر تھے۔

واضح رہے کہ جس وقت کا یہ واقعہ ہے حضرت امام محمد تقیؑ دس یا گیارہ برس کے تھے لیکن علمائے اسلام آپ کا جواب لانے سے عاجز رہے کیونکہ ائمہ اہل بیتؑ کا علم انسانوں سے حاصل کیا ہوا نہ تھا بلکہ خدا کا عطیہ تھا۔ جیسا کہ حضرت امام جعفر صادقؑ کے حالات میں گزرا کہ آپ نے فرمایا کہ ہم لوگوں کا علم غابر اور مزبور ہے اور نکت فی القلوب اور نقر فی الاسماع (غابر) گذشتہ باتوں کا علم ہے اور (مزبور) آئندہ باتوں کا علم ہے اور (نکت) وہ علم ہے جو خدا کی طرف سے ہم لوگوں کو عطا ہوتا ہے اور نقر فی الاسماع ملائکہ کا کلام ہے جو ہم سنتے ہیں الخ۔

آج جو کچھ بھی علوم اسلام ہمارے پاس ہیں ائمہ اہل بیتؑ سے نکلے ہیں اور سارے علمائے اسلام ان کے خوشہ چیں ہیں۔ حضرت ابن عباس حضرت امیر المومنینؑ کے شاگرد تھے خلفاء ثلٰثہ اور جملہ اصحاب رسولؐ حضرت علیؑ سے پوچھتے تھے۔ اسی طرح ہر امام کے زمانے میں علمائے اسلام مسائلِ شریعت وغیرہ میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ امام مالک اور امام ابو حنیفہ وہ امام جعفر صادقؑ کے شاگرد تھے اگرچہ بعد میں قیاس ورائے زنی سے کام لے کر خود بھی برباد ہوئے اور امّت کو بھی گمراہ کیا اگر یہ بارہ امام نہ ہوتے تو ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کی محنتیں رائگاں ہو جاتیں اورانسان حیوان سے بھی بدتر ہو جاتا۔ لیکن افسوس ہے ان مسلمانوں پر جنھوں نے صرف حسد اور دشمنی کی بنا پر سب کچھ جانتے ہوئے بھی اہل بیتِ رسولؐ کو نہ پہچانا اور اہل بیتؑ سے جو علوم حاصل بھی کیے تو ان کو ترمیم و تغیر دے کر اپنے نام سے مشتہر کیا تاکہ دنیا ان کو پہچانے، اہل بیتؑ کو نہ پہچانے ان کے مراتب کو گھٹایا ان کے فضائل کو چھپایا ان کو قید کیا قتل کیا، لیکن خدا کے روشن کردہ چراغ کو کوئی بجھا نہ سکا، مؤلف۔

امام سے یحییٰ ابن اکثم کے سوالات

حضرت امام محمد تقیؑ کا امتحان لے کر قاضی القضاۃ یحییٰ ابن اکثم جب مامون کے بھرے دربار میں رسوا ہو چکے تو انھوں نے اپنی شرمندگی مٹانے کی اور مامون کو حضرت سے برگشتہ کرنے کی مزید کوشش شروع کی۔ انھوں نے ایک روز بھرے دربار میں جب کہ مامون کے پاس علماء وفقہاء وارکان دولت ووزراء سب موجود تھے امامؑ سے ایسے سوچ سمجھے سوالات شروع کر دیئے جن کے متعلق ان کو خیال تھا کہ اگر امام موافق جواب دیں گے تو ان کا مذہب جائے گا اور مذہب اہل سنّت کی تائید ہو گی اور اگر مخالف جواب دیں گے تو مامون اور اہل دربار آپ سے ناراض وبرگشتہ ہو جائیں گے۔

یحییٰ: یابن رسول اللہؐ! کیا فرماتے ہیں آپ اس حدیث کے متعلق کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل امینؑ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس نازل ہوئے اور کہا کہ: اے محمدؐ! خداوند عالم بعد سلام کے ارشاد فرماتا ہے کہ: ”سَل اَبَابَکر ھَل ھُوَ عَنِّی رَاضٍ فَاِنِّی عَنهُ رَاضٍ“؛ یعنی ابو بکر سے پوچھیے کہ کیا وہ مجھ سے راضی ہیں میں تو ان سے راضی ہوں۔

امامؑ: میں ابو بکر کی فضیلت کا منکر نہیں ہوں (یعنی اگر ان میں کوئی فضیلت ہو تو لیکن افسوس کہ ان کے فضائل سب گڑھے ہوئے ہیں کیونکہ) اس حدیث کے راوی کو واجب ہے کہ اس حدیث پر ہی نظر رکھے جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع میں فرمائی کہ مجھ پر جھوٹ باندھنے والے بہت ہو گئے ہیں اور عنقریب اس سے زیادہ ہوں گے تو جو میری طرف جھوٹی باتیں منسوب کرے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے، جب میری کوئی حدیث تم تک پہونچے تو اس کو قرآن پر پیش کرو اگر مطابق قرآن وسنّت ہو تو قبول کرو اگر مخالف ہو تو رد کر دو۔ اور یہ حدیث جو تم نے بیان کی قرآن کے مطابق نہیں ہے۔ کیونکہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ: ﴿وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ

وَنَعۡلَمُ مَا تُوَسۡوِسُ بِهٖ نَفۡسُهٗ وَنَحۡنُ أَقۡرَبُ إِلَيۡهِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِيۡدِ﴾(۱)؛یعنی ہم نے انسان کو پیدا کیا اور جو باتیں اس کے دل میں کھٹکتی ہیں ہم اس کو جانتے ہیں اور ہم اس کی رگ گردن سے بھی زیادہ قریب ہیں تو کیا خدا پر ابو بکر کی رضامندی پوشیدہ تھی کہ وہ ان کے دل کے بھید کے متعلق سوال کرنے پر مجبور ہوا یہ تو عقل کے نزدیک محال ہے؟!

یحییٰ: حدیث منقول ہے کہ: "**مَثَلُ اَبِی بَکر وَ عُمَر فِی الاَرض کَمَثَل جِبرَئِیل وَمِیکَائِیل فِی السَّماء**"؛یعنی ابو بکر و عمر زمین پر ویسے ہی ہیں جیسے جبرئیل اور میکائیلؑ آسمان پر۔

امامؑ: یہ بھی قابلِ نظر ہے کیونکہ جبرئیل و میکائیل دو ملک مقربِ الٰہی ہیں جنھوں نے ایک چشم زدن بھی نافرمانی خدا نہ کی اور کبھی اس کی اطاعت سے جدا نہ ہوئے اور ابو بکر و عمر نے اسلام سے پہلے خدا کے ساتھ شرک کیا تھا اور اگر اسلام بھی لائے تو زیادہ عمر ان کی شرک میں گذری تو وہ فرشتوں کے مثل کیسے ہو سکتے ہیں۔

یحییٰ: اور یہ حدیث بھی ان لوگوں کی شان میں وارد ہوئی ہے کہ: "**اِنَّهُمَاسَیِّدَاکُهُول اَهلِ الجَنَّة**"؛یعنی ابو بکر و عمر جنّت کے بڈّھوں کے سردار ہیں۔

امام: یہ خبر بھی محال ہے کیونکہ اہل جنّت سب جوان ہوں گے ان میں کوئی بڈّھا نہ ہوگا یہ حدیث بنی امیہ نے اس حدیث کے مقابل میں بنائی ہے جو حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کی شان میں وارد ہوئی ہے: "**اَلحَسَنُ وَالحُسَینُ سَیِّدَا شَبَابِ اَهلِ الجَنَّة**؛یعنی حسنؑ اور حسین علیہ السلام جنّت کے جوانوں کے سردار ہیں۔

یحییٰ: اور یہ حدیث جو مروی ہے کہ: "**عُمَر ابنِ خَطّاب سِرَاجُ اَهلِ الجَنَّة**؛یعنی عمر ابن خطاب جنّت والوں کے چراغ ہیں۔

(۱)۔ پارہ ۲۶، سورۂ ق، آیت ۱۶۔

امامؑ: یہ بھی محال ہے اس لیے کہ جنّت میں ملائکہٗ مقربین اور حضرت آدمؑ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کل انبیاءؑ ومرسلینؑ ہوں گے ان لوگوں کا نور روشنی نہ دے گا کہ عمر کے نور کی احتیاج ہو گی ؟!

یحییٰ: اور اس حدیث کے متعلق کیا فرماتے ہیں کہ: ''**السَّکِینَۃ تَنطِقُ عَلَی لِسَان عُمَر۔**''

امامؑ: میں عمر کے فضل کا منکر نہیں ہوں لیکن (تم لوگوں کا عقیدہ ہے کہ) ابو بکر عمر سے افضل تھے حالانکہ ابو بکر نے بر سر منبر کہا کہ: ایک شیطان میرے پیچھے لگا ہے جو مجھے بہکایا کرتا ہے تو تم لوگ جب دیکھو کہ میں کج ہو گیا تو سیدھا کر دو (تو جب افضل کا یہ حال تھا تو مفضول کے پیچھے کتنے شیطان لگے ہوں گے ؟! لہٰذا دونوں میں سے کسی میں فضیلت نہ رہی)۔

یحییٰ: یہ حدیث بھی ہے کہ: ''**لَولَم اُبعَثُ لَبُعِثَ عُمَر**''؛ یعنی اگر میں نبی نہ ہوتا تو عمر ہوتے۔

امامؑ: کتابِ خدا اس حدیث سے زیادہ صادق ہے۔ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے: ﴿**وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنكَ وَمِن نُّوحٍ** الخ﴾(۱)؛ یعنی اے رسول! میں نے تمہاری نبوّت کا انبیاء سے عہد ومیثاق لیا اور خود تم سے اور نوح سے۔ تو جب خداوند عالم تمام انبیاءؑ سے حضرت کی نبوّت کا میثاق لے چکا تھا تو وہ اس کے خلاف کیونکر کر سکتا تھا، نیز اینکہ انبیاء علیہم السلام نے کبھی ایک چشم زدن بھی شرک نہیں کیا اور عمر کی زیادہ زندگی شرک میں گذری۔ نیز حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: میں اس وقت نبی بنایا گیا جب آدمؑ روح وجسد کے درمیان تھے۔

یحییٰ: منقول ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کبھی مجھ پر وحی کا اترنا بند ہو جاتا ہے تو مجھ کو گمان ہوتا ہے کہ عمر پر نازل ہو رہی ہے (یعنی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمیشہ

---

(۱)۔ سورۂ احزاب، آیت ۷۔

یہ خطرہ لگا رہتا تھا کہ کہیں حضرت عمر آپ کی نبوّت نہ اُچک لیں لیکن نبوّت میں حضرت عمر کامیاب نہ ہو سکے البتہ حضرت علیؑ کی خلافت میں کامیاب ہو گئے۔(مؤلف)۔

امامؑ: یہ بھی محال ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے جائز نہ تھا کہ اپنی نبوّت میں شک کریں، خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ: اللہ ملائکہ سے اور انسانوں میں سے رسول چن لیتا ہے تو کیونکر ممکن ہے کہ جس شخص کو خدا نے نبوّت کے لیے منتخب فرمایا ہو یا اس سے منتقل ہو کر نبوّت اس شخص کی طرف چلی جائے جو شرک کر چکا ہو۔

یحییٰ: منقول ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **"لَو نَزَلَ العَذَابُ لَمَا نَجَا مِنهُ اِلَّا عُمَر"**؛ یعنی اگر خدا کا عذاب نازل ہو تو سواء عمر کے کوئی نجات نہ پائے گا (یعنی حضرت ابو بکر بھی نجات نہ پا سکیں گے۔(مؤلف)۔

امامؑ: یہ بھی محال ہے کیونکہ خداوند ارشاد فرماتا ہے کہ: ﴿**وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ** ٣٣﴾(۱)؛ یعنی اے رسول! جب تک تم ان لوگوں کے درمیان میں موجود ہو خدا ان پر عذاب نہ کرے گا اور جب تک یہ لوگ استغفار کرتے رہیں گے خدا عذاب نہ کرے گا (۲)۔

وفات

مسعودی نے لکھا ہے کہ: ۲۱۸ھ میں روز پنجشنبہ ۱۳/رجب کو مامون الرشید نے شہر (بلدیون) میں جو بلاد روم سے ہے انتقال کیا اور یہ حضرت امام محمد تقیؑ کی امامت کے سولہویں سال کا واقعہ ہے اور ۲۱۸ھ ماہِ شعبان میں ابو اسحٰق محمد ابن مامون (معتصم) کی بیعت واقع [ہوئی]

(۱)۔ سورۂ انفال، آیت ۳۳۔

(۲)۔ احتجاج طبرسیؒ، صفحہ ۲۲۹۔

اور حضرت امام تقیؑ اس کے طلب کرنے پر عراق تشریف لے گئے تو معتصم اور (اس کا بھائی) جعفر ابن مامون دونوں ہمیشہ آپ کے قتل کا حیلہ تلاش کرتے رہے آخر جعفر ابن مامون نے اپنی بہن ام الفضل سے (جو حضرت امام محمد تقیؑ کی زوجہ اور مامون کی لڑکی تھیں) اور ہمیشہ حضرت سے منحرف رہتی تھی کہا کہ: کسی تدبیر سے حضرت کا کام کردے تو اس نے انگور (۱) رازقی میں زہر ملا کر حضرت کو کھلایا حضرت کو انگور رازقی پسند تھے جب حضرت نے کھایا اور آپ کے جسم میں زہر نے اثر کیا تو ام الفضل شرمندہ ہوئی اور رونے لگی۔ حضرت نے پوچھا کہ: اب کیوں روتی ہے؟! خدا تجھ کو عنقریب فقر میں اور ایک ایسے مرض میں مبتلا کرے گا جس کو تو چھپا نہ سکے گی!

چنانچہ اس کے پوشیدہ مقام پر ایک ناسور پیدا ہو گیا جس کے علاج میں اس نے اپنا کل مال خرچ کر دیا یہاں تک کہ فقیر ہو گئی اور لوگوں کی مدد کی محتاج ہو گئی اور جعفر ابن مامون نشہ کی حالت میں ایک کنویں میں گر پڑا جب نکالا گیا تو مر چکا تھا۔

وصیت

جب آپ کی وفات کا وقت نزدیک آیا تو آپ نے اپنے صاحب زادے ابوالحسن علی نقیؑ کو اپنا وصی بنایا اور ان کی امامت پر نص فرمایا (مواریث انبیاءؑ اور سلاح رسول اللہ ﷺ پہلے سپرد فرما چکے تھے) اور روز سہ شنبہ ۶/ ذی الحجہ ۲۲۰ھ میں انتقال فرمایا۔

(۱)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۳۹۸ اور صواعق محرقہ صفحہ ۱۲۳ میں ہے کہ آپ کو خود معتصم نے زہر دیا۔ اور آخر ماہِ ذیقعدہ ۲۲۰ھ میں وفات واقع ہوئی۔

اس وقت آپ کی عمر ۲۴ سال چند ماہ تھی آپ اپنے پدرِبزرگوار کے ساتھ چھ سال اور تنہا منصبِ امامت پر اٹھارہ سال رہے اور بغداد (کاظمین) میں اپنے جد حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کے پہلو میں دفن کیے گئے۔

ازواج واولاد

ایک زوجہ آپ کی ام الفضل بنت مامون الرشید تھی اس سے کوئی اولاد نہیں ہوئی، چند ازواج اور تھیں ان سے حضرت امام علی نقیؑ اور جناب موسیٰ اور فاطمہ اور امامہ دو بیٹیاں تھیں (۱)۔

امامؑ کے اصحاب

حضرت امام محمد تقیؑ کے اصحاب میں عالم وفقیہ نوح ابن شعیب بغدادی اور عبد الجبّار ابن مبارک نہاوندی اور عالم جلیل القدر فضل ابن شاذان نیشاپوری انھوں نے ۱۸۰ کتابیں تصنیف کیں اور صفوان ابن یحییٰ بجلی کوفی وغیرہ تھے۔

صفوان نے تیس کتابیں تصنیف کیں۔

---

(۱)۔ارشاد، صفحہ ۳۵۷۔

حالات امام دھم

حضرت علی نقیؑ

حالات امام دہم
حضرت علی نقیؑ

مسعودی نے لکھاہے کہ: حضرت امام محمد تقیؑ کے بعد ان کے صاحب زادے حضرت امام ابوالحسن علی ابن محمد صاحب العسکر مقام سر من رای میں آپ کے جانشین ہوئے۔

ولادت

مسعودی نے لکھاہے کہ: آپ سنہ ۲۱۴ھ ماہ رجب میں پیدا ہوئے اور جس سال ابو جعفر (ثانی) حضرت امام محمد تقیؑ نے دختر مامون (ام الفضل) کے ساتھ حج کیا آپ کو مدینہ لے گئے۔ آپ اس وقت بہت کمسن تھے، آپ سنہ ۲۱۴ھ میں ۵/رجب کو مدینہ میں پیدا ہوئے (۱)۔

کنیت والقاب

آپ کا نام علیؑ اور کنیت ابوالحسن ثالثؑ اور القاب ہادیؑ، ذکیؑ، عسکریؑ و نجیبؑ و مرتضیٰؑ وعالمؑ وفقیہؑ ومامونؑ وامینؑ وموتمنؑ وطیبؑ وغیرہ تھے اور مشہور ترین لقب آپ کا نقیؑ تھا۔

---

(۱)۔ نور الابصار، صفحہ ۱۶۶۔

والدین

آپ کے والد بزرگوار حضرت امام محمد تقیؑ تھے اور آپ کی والدۂ ماجدہ کا نام جمانہ تھا۔

مسعودی نے لکھا ہے کہ: محمد ابن فرج وغیرہ سے منقول ہے ان لوگوں نے کہا کہ: ہم لوگوں کو حضرت امام محمد تقیؑ نے طلب فرمایا اور فرمایا کہ: ایک قافلہ آیا ہے اس میں ایک شخص کے پاس کچھ کنیزیں اور غلام ہیں جن میں ایک کنیز اس صورت و شکل کی ہے اور اس قسم کا لباس پہنے ہے اس کو خرید لاؤ اور حضرت نے ایک تھیلی ہم لوگوں کو دی جس میں ساٹھ دینار تھے، ہم لوگوں نے جاکر اس کو خریدا اس کی قیمت اتنی ہی تھی جتنی رقم حضرت نے ہم لوگوں کو دی تھی اس کا نام جمانہ تھا، وہ ہر آلودگی سے پاک و پاکیزہ تھی۔

محمد ابن فرج نے علی ابن مہزیار سے روایت کی ہے کہ حضرت امام علی نقیؑ نے فرمایا کہ: میری والدۂ ماجدہ میرے حق کی جاننے والی اور اہل جنّت سے تھیں نہ کبھی شیطان مرید ان کے قریب آیا نہ کسی جبار عنید کا ہاتھ ان تک پہونچا وہ چشمِ عنایت پروردگار کی حفاظت میں تھیں اور صالحین و صدیقین کی ماؤں سے کوئی فرق نہیں رکھتی تھیں۔

بعض علماء نے آپ کی والدہ کا نام سمانہ یا سوسن بھی لکھا ہے (۱)۔

فضائل

مولانا مبین صاحب نے وسیلۃ النجات، صفحہ ۴۰۰ میں لکھا ہے کہ فصل الخطاب میں ہے کہ: ابو الحسنؑ (ثالث) امام علی نقیؑ عابد ترین وفقیہ ترین انسان تھے اور عباد وزہاد وفقہائے زمانہ کے امام تھے۔

---

(۱)۔ ارشاد صفحہ ۳۵۸۔

اورابن حجرنے صواعق محرقہ صفحہ ۱۲۳ میں لکھاہے: آپ اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ جلیل القدر اورافضل اورعلم وفضل میں اپنے والدبزرگوار کے وارث تھے۔

نصوصِ امامت

مسعودی نے لکھاہے کہ: حمیری نے حسن ابن علی ھلال سے انھوں نے محمد ابن اسماعیل ابن بزیع سے روایت کی ہے انھوں نے کہاکہ: مجھ سے ابوجعفرؑ(ثانی)امام محمد تقیؑ نے فرمایاکہ: یہ امر امامت ابوالحسنؑ(ثالث امام علی نقیؑ) کی طرف سے سات برس کی عمرمیں بلکہ اس سے کم میں منتقل ہوجائے گاجس طرح حضرت عیسیٰؑ کوعہدِ طفلی میں نبوّت ملی تھی۔

حمیری نے محمد ابن احمد ابن یحییٰ سے انھوں نے محمد ابن عثمان کوفی سے انھوں نے ابوجعفر(ثانیؑ)سے روایت کی کہ میں نے حضرت کی خدمت میں عرض کیاکہ: اگرخدانخواستہ کوئی حادثہ ہوگیاتوہم لوگ کس کی طرف رجوع کریں گے؟ فرمایا: میرے بیٹے ابوالحسنؑ(امام علی نقیؑ) کی طرف اور عنقریب مجھ سے زمانہ خالی ہوجائے گاتومیں نے عرض کیاکہ: پھرہم لوگ کس کی طرف رجوع کریں؟ فرمایا: مدینہ کی طرف۔ میں نے پوچھاکہ: کون سا مدینہ؟(یعنی شہر)فرمایا: مدینۂ رسولؐ کی طرف، کیااس کے علاوہ بھی کوئی مدینہ ہے۔

حضرت ابوالحسن امام علی نقیؑ چھ سال چندماہ کی عمرمیں ۲۲۰ھ میں معتصم کی حکومت کے دوسال بعدمسند نشین خلافت الٰہیہ ہوئے مثل اپنے پدربزرگوار کے۔

معدیہ ابن حکیم نے ابوالفضل شیبانی سے انھوں نے ہارون ابن فضل سے روایت کی ہے انھوں نے کہاکہ: جس روزحضرت امام محمد تقیؑ نے انتقال فرمایامیں نے حضرت ابوالحسنؑ امام علی نقیؑ کودیکھاکہ حضرت نے فرمایا: اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ حضرت ابوجعفر(ثانی)امام محمد تقیؑ نے

انتقال فرمایا۔ عرض کیا گیا کہ: آپ کو کیونکر معلوم ہوا؟ فرمایا: میں [نے] اپنے دل میں ایک کیفیت محسوس کی جو پہلے نہ تھی۔

دلائل امامت

اخبار بالغیب

مسعودی نے لکھا ہے کہ: حمیری نے علی ابن محمد نوفلی سے انھوں نے محمد ابن فرج سے روایت کی ہے کہ: ایک روز حضرت امام علی نقیؑ کا نامہ مبارک میرے نام آیا کہ اے محمد! جمع خاطر رکھو اور تیار رہو! پس میں اپنے انتظامات میں مشغول ہو گیا لیکن کچھ نہ سمجھا کہ حضرت نے کیا تحریر فرمایا ہے ناگاہ بادشاہ کا آدمی آیا اور مجھ کو اپنے ساتھ مصر لے جا کر مجھ کو قید کر دیا۔ میں آٹھ سال قید میں رہا۔ ایک روز حضرت کا نامۂ مبارک میرے نام زندان میں پہونچا کہ اے محمد! مغربی جانب نہ اترنا مجھ کو تعجب ہوا کہ میں قید میں ہوں اور حضرت لکھ رہے ہیں کہ مغربی جانب نہ اترنا اس کا کیا مطلب ہے؟ پھر چند روز نہ گذرے تھے کہ میں آزاد کر دیا گیا۔

احمد ابن محمد ابن قابنداد کاتب اسکافی سے منقول ہے انھوں نے کہا کہ: حکومت کی طرف مجھ کو ربیعہ اور مضر کے علاقہ کا والی بنایا گیا میں جا کر (نصیبین) میں قیام پذیر ہوا اور اپنے علاقہ کے مختلف حصّوں میں عمال مقرر کرنے لگا اور ان کی مدد کے لیے مناسب آدمی بھیجنے لگا چنانچہ دو چار دس آدمی روزانہ مقرر کیے جاتے تھے ایک روز میرے ایک عامل نے (کفر توثی) [کو] لکھا کہ: میں [نے] ایک شخص کو آپ کی طرف بھیجا ہے جس کا نام ادریس ابن زیاد ہے۔ تو میں نے اس کو بلایا اور دیکھا کہ خوبصورت اور وجیہ انسان ہے میں نے اس کو پسند کیا پھر گفتگو کی تو اس کو چشمۂ علم سے سیر اب پایا اور اس کے تفقہ اور علم حدیث سے مجھ کو تعجب ہوا۔ میں نے اس کو ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کی طرف دعوت دی تو اس نے انکار کیا اور مجھ سے جھگڑنے لگا جب وہ چند روز میرے پاس رہا تو میں

نے ایک روز اس سے کہا کہ: ذرا میری جانب سے سر من رای (سامرہ) جا کر ابوالحسن امام علی نقیؑ کی زیارت کر آؤ۔ اس نے کہا کہ: بہت خوب جب وہ گیا تو بہت دنوں تک نہ وہ خود آیا نہ کوئی خط لکھا۔ پھر جب وہ آیا تو میرے پاس بیٹھتے ہی رونے لگا اس کو روتا دیکھ کر میں بھی رو دیا۔ پھر اس نے بڑھ کر میرے ہاتھ اور قدم چومے اور کہا کہ: اے سب سے بڑے محسن میرے! مجھ کو آپ نے جہنم سے نکال کر جنّت تک پہونچا دیا۔ پھر کہا کہ: میں جب آپ کے پاس سے رُخصت ہو کر روانہ ہوا تو ارادہ کیا کہ جب امام سے ملاقات کروں گا تو پوچھوں گا کہ جس کپڑے میں جنب کا پسینہ لگا ہو اس میں نماز پڑھی جا سکتی ہے یا نہیں؟ جب میں سامرہ پہونچا تو بعض مجبوریوں کی بنا پر حضرت کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا پھر میں نے سنا کہ: حضرت سوار ہو کر بادشاہ کے پاس جا رہے ہیں تو میں تیز بڑھ کر پہونچا لیکن حضرت کی سواری آگے بڑھ چکی تھی اور آپ دربار میں داخل ہو چکے تھے، میں حضرت کی واپسی کے انتظار میں سر راہ بیٹھ گیا اور ارادہ کیا کہ بغیر ملاقات کے واپس نہ جاؤں گا بیٹھے بیٹھے دھوپ تیز ہو گئی تو میں قریب کے ایک مکان کے دروازہ میں بیٹھ گیا اتفاقاً مجھ پر نیند غالب ہوئی اور سو گیا پھر اس وقت میں بیدار ہوا جب کسی نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر جگایا جب میں نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ میرے مولا و آقا ابوالحسنؑ (ثالث) ہیں۔ میں حضرت کو دیکھ کر جلدی سے کھڑا ہو گیا۔ حضرت نے بغیر اس کے کہ میں سوال کروں فرمایا: اے ادریس! اگر جنب بحلال کا پسینہ ہے تو نماز جائز ہے اور جنب بحرام کا ہے تو ناجائز ہے، یہ دیکھ کر میں حضرت کی امامت کا قائل ہو گیا۔

نوفلی نے کہا کہ: میں نے حضرت کو فرماتے ہوئے سنا کہ خداوند عالم کے اسماء اعظم ۷۳ ہیں ان میں آصف ابن برخیہ کو ایک اسم اعظم عطا ہوا تھا تو اس کے ذریعہ سے ان کے لیے زمین سمٹ گئی اور انھوں نے شہر سبا سے حضرت سلیمانؑ کے لیے (چشم زدن) میں تخت بلقیس منگا لیا اور ہم لوگوں کے پاس ۷۲ اسماء اعظم الٰہی ہیں کیا تم تعجب کرتے ہو ان چیزوں پر جو خداوند عالم نے

ہم لوگوں کو اپنی قدرت سے عطا فرمایا ہے اور مدائن کے ایک شخص نے حضرت کے پاس لکھ کر دریافت کیا کہ: متوکل کی حکومت کتنے دنوں اور رہے گی؟ تو حضرت نے تحریر فرمایا:

بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرحیم ﴿قَالَ تَزۡرَعُونَ سَبۡعَ سِنِينَ دَأَبًا فَمَا حَصَدتُّمۡ فَذَرُوهُ فِي سُنۢبُلِهِۦٓ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّا تَأۡكُلُونَ، ثُمَّ يَأۡتِي مِنۢ بَعۡدِ ذَٰلِكَ سَبۡعٌ شِدَادٌ يَأۡكُلۡنَ مَا قَدَّمۡتُمۡ لَهُنَّ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّا تُحۡصِنُونَ، ثُمَّ يَأۡتِي مِنۢ بَعۡدِ ذَٰلِكَ عَامٌ فِيهِ يُغَاثُ ٱلنَّاسُ وَفِيهِ يَعۡصِرُونَ﴾(۱)۔

یعنی تم لوگ متواتر سات سال کاشت کاری کروگے تو جو فصل تیار ہو اس کو بالیوں ہی میں رہنے دینا مگر تھوڑا جو تم کھاؤ اس کے بعد بڑے سخت سات سال آئیں گے کہ جو کچھ تم لوگوں نے ان سالوں کے لیے رکھا ہو گا سب کھا جاؤ گے مگر قدر قلیل جو تم لوگ بیج کے لیے بچا رکھو گے پھر اس کے بعد ایک سال ایسا آئے گا جس میں لوگوں کے لیے خوب بارش ہو گی اور اس سال ان کے لیے انگور بھی خوب پیدا ہوں گے کہ لوگ اس سال اس کا عرق نچوڑیں گے۔

وہ شخص بیان کرتا ہے کہ حضرت کے اس نامۂ مبارک کے پندرہویں سال متوکل مر گیا۔

راوی نے بیان کیا کہ: جس سال متوکل مرا عید کے روز سوار ہو کر عید گاہ کی طرف روانہ ہوا اور کل بنی ہاشم کو حکم دیا کہ میرے پیچھے پیچھے پیادہ چلو اور اس کا مقصد یہ تھا کہ بنی ہاشم کی وجہ سے حضرت امام علی نقیؑ بھی پیادہ چلیں گے چنانچہ سب لوگ پیدل چلے اور حضرت بھی پیادہ روانہ ہوئے تو بنی ہاشم نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ: مولا آج اس دنیا میں کوئی ایسی ہستی موجود نہیں ہے جس کی دعا سے ہم لوگ اس ظالم سے نجات پائیں! حضرت نے فرمایا: اس دنیا میں ایک ایسا شخص بھی ہے جس کا ایک ناخن خدا کے نزدیک ناقۂ صالح سے زیادہ وقعت رکھتا ہے کہ جب وہ پے کیا گیا اور اس کے بچے نے فریاد کی تو خدا نے فرمایا: ﴿تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمۡ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ

(۱)۔ سورۂ یوسف، پارہ ۱۲، آیت ۴۷ تا ۴۹۔

ذٰلِكَ وَعۡدٌ غَيۡرُ مَكۡذُوبٍ﴾(۱)؛یعنی تین دن اور اپنے گھر میں چین کرلو یہ خدا کا وعدہ ہے جو کبھی جھوٹ نہ ہو گا،اس واقعہ کے تیسرے دن متوکل مر گیا۔

معجزات

مسعودی نے لکھا ہے کہ: حرمین (مکہ اور مدینہ) کے امام جمعہ اور جماعت بریحہ عباسی نے متوکل کے پاس لکھا اگر حرمین کی تم کو احتیاج ہو تو علی (نقیؑ) ابن محمد تقیؑ کو یہاں سے ہٹا دو اس لیے کہ انھوں نے امامت کا دعویٰ کیا ہے اور ایک بہت بڑی جماعت کو اپنا تابع کر لیا ہے تو متوکل نے یحییٰ ابن ہر ثمہ کو بھیجا اور اس کو حکم دیا کہ امام کو اپنے ساتھ لے کر آنا اور امامؑ کی خدمت میں لکھا کہ میں آپ کی زیارت کا مشتاق ہوں، غرض یحییٰ ابن ہر ثمہ حضرت کو ساتھ لے کر حشم و خدم کے ساتھ روانہ ہوا۔

یحییٰ کا بیان ہے کہ:اس سفر میں حضرت کے دلائل امامت سے ایسے ایسے عجائب وغرائب میں نے دیکھے کہ متحیر رہ گیا ان میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ ہم لوگ ایک ایسے ریگستان میں اترے جہاں پانی کا نام ونشان نہ تھا یہاں تک کہ ہم لوگ اور ہمارے اونٹ اور گھوڑے قریب بہلاکت پہونچ گئے۔ حضرت نے فرمایا: یہاں سے چند میل پر پانی ہے! تو ہم لوگوں نے عرض کیا کہ: اگر آپ کرم فرمائیں اور زحمت کریں تو ہم لوگ اسی طرف چلیں، حضرت ایک جانب مڑے اور ہم لوگ بھی چلے، چھ میل چل کر ایک سرسبز وشاداب صحرا میں پہونچے جو باغات اور درختوں سے بھرا تھا اور شیرین اور شفاف چشمے جاری تھے، کھیت لہلہارہے تھے لیکن کسی انسان کا پتہ نہ تھا۔

ہم لوگ وہاں اتر پڑے اور کھایا اور پیا اور عصر تک قیام کیا پھر اپنے ظروف پانی سے بھر لیے اور روانہ ہو گئے کچھ دور جانے کے بعد مجھ کو پیاس لگی میں نے اپنے غلام سے پانی مانگا تو اس

---

(۱)۔ پارہ ۱۲، سورۂ ہود، آیت ۶۵۔

کی زبان لڑکھڑانے لگی اس کے پاس ایک چاندی کی صراحی تھی جس میں پانی رہتا تھا اس کو وہ اسی صحرا میں چھوڑ آیا تھا۔ میں پلٹا اور اپنے گھوڑے کو تیز دوڑایا میرا گھوڑا بہت تیز رفتار تھا جب میں اس مقام پر پہونچا تو دیکھا کہ صراحی رکھی ہے اور جہاں ہم لوگ اُترے تھے وہاں جانوروں کے قدموں کے نشان اور ہم لوگوں کے قیام کے آثار موجود ہیں لیکن نہ کہیں پانی کا نشان ہے نہ سبزہ وباغ نہ درخت بلکہ ایک بے آب وگیاہ صحرا ہے۔ میں نے صراحی اٹھائی اور واپس ہوا جب میں لشکر کے قریب پہونچا تو دیکھا کہ حضرت میرے انتظار میں کھڑے ہیں حضرت مجھ کو دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا: صراحی ملی؟ میں نے عرض کیا: ہاں اور حضرت نے کچھ نہیں کہا۔

یحییٰ ابن ہرثمہ کا بیان ہے کہ: ایک منزل پر جب پہونچے تو میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ ایک بچے کو لے کر آئی جس کی آنکھیں آشوب کر آئی تھیں وہ عورت ایک ایک سے لجاجت سے پوچھتی تھی کہ: تمہارے قافلہ میں کوئی مرد علوی ہے جس کو اپنے بچے کی آنکھ دکھلاؤں؟ ہم لوگوں نے اس کو حضرت تک پہونچا دیا حضرت نے اس کی آنکھیں کھول کر دیکھیں میں نے دیکھا کہ وہ ختم ہو چکی تھیں، حضرت نے ان پر اپنا دستِ مبارک رکھا اور زیرِ لب کچھ پڑھا میں نے دیکھا کہ اس کی آنکھیں بالکل اچھی ہو گئیں ان میں کوئی تکلیف باقی نہ رہی!

ہندوستان کا جادوگر

ایک جادوگر ہندوستان کا متوکل کے دربار میں پہونچا اور عجیب وغریب جادو دکھانے لگا۔ متوکل نے کہا: کوئی ایسی تدبیر کرو کہ علی نقیؑ کو شرمندہ کر دو تو ایک ہزار دینار تم کو انعام دوں گا، اس نے کہا کہ: چند روٹیاں بہت ہلکی پکواؤ اور ان کو دعوت دو اور مجھ کو حضرت کے پہلو میں بٹھلاؤ، چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا جب سب نے کھانا شروع کیا تو حضرت نے بھی ایک روٹی اٹھائی اس جادوگر نے آپ کے ہاتھ سے روٹی اُڑادی۔ جب آپ نے ہاتھ کھینچ لیا تو روٹی اپنی جگہ پر موجود

ہو گئی اسی طرح اس نے تین مرتبہ کیا اور لوگ جو دستر خوان پر بیٹھے تھے ہنستے رہے اس کمرہ میں جو فرش بچھا تھا اس پر شیر کی تصویر بنی تھی حضرت نے اس تصویر کی طرف اشارہ فرمایا اور فرمایا کہ: کیا دیکھتا ہے! اس کو کھا جا! وہ تصویر فوراً مجسم زندہ شیر بن کر اس جادو گر کو اسی مجلس میں پھاڑ کر کھا گئی پھر تصویر بن گئی، متوکل نے درخواست کی کہ: یابن رسول اللہؐ! اس جادو گر کو واپس فرمایئے! فرمایا: اب اس کو کوئی کبھی نہ دیکھے یہ فرما کر وہاں سے واپس آئے پھر اس جادو گر کو کسی نے نہ دیکھا(۱)۔

درندوں میں امامؑ

علامہ ابن حجر نے صواعق محرقہ صفحہ ۱۲۳ میں لکھا ہے کہ: متوکل کے سامنے ایک عورت آئی اور اس نے سیدانی ہونے کا دعویٰ کیا! متوکل نے اہلِ دربار سے پوچھا کہ: کوئی صورت ہے کہ اس عورت کا امتحان لیا جائے، لوگوں نے کہا کہ: امام علی نقیؑ سے پوچھیے! متوکل نے آپ کو طلب فرمایا اور اپنے پہلو میں تخت پر جگہ دی پھر عرض کیا کہ: اس عورت کا یہ دعویٰ ہے اس کا امتحان کیونکر لیا جائے؟ فرمایا: اولاد امام حسینؑ کا گوشت درندوں پر حرام ہے اس کو درندوں کے درمیان چھوڑ دو! اس عورت نے ڈر کر اپنے دعویٰ سے انکار کیا اہل دربار نے کہا کہ: حضرت کے اس مشورہ کا تجربہ خود حضرت پر کرو۔ متوکل نے ایک مکان میں شیر پال رکھے تھے حضرت کو اس میں چھڑوا دیا اور خود اپنے قصر کی چھت پر چڑھ کر دیکھنے لگا، اس نے دیکھا کہ جب دروازہ کھولا گیا شیر خاموش ہو گئے جب آپ زینہ پر چڑھنے لگے تو درندے گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گئے اور حضرت سے اپنا جسم مس کرنے لگے اور حضرت کے گرد چکر لگانے لگے اور آپ ان پر اپنا ہاتھ پھیرتے رہے۔ متوکل سب دیکھتا رہا اور آپ سے گفتگو کرتا رہا پھر چھت پر سے اتر آیا اور حضرت بھی باہر تشریف لائے اہل دربار نے متوکل سے کہا: آپ بھی ایسا ہی کر کے دکھایئے! اس نے کہا کہ: تم لوگ میری جان لینی چاہتے ہو؟ پھر کہا کہ: خبر دار! یہ واقعہ کسی سے بیان نہ کرنا۔

(۱)۔ شواہد النبوۃ، صفحہ ۲۰۹ و وسیلۃ النجات، صفحہ ۴۰۸۔

استجابت دعا

مسعودی نے لکھاہے کہ: ایک مرتبہ آپ متوکل کے قصر میں مشغول نماز تھے اتفاقاً مخالفین میں سے ایک شخص آیااور آپ کے سامنے کھڑاہوااور کہاکہ: یہ ریاکاری کب تک؟ حضرت نے جلد اپنی نماز تمام کی اور فرمایا: اگر تو جھوٹاہے تو خدا تجھ کو ہلاک کرے بس فوراًوہ شخص گرااور مرگیااور سارے شہر میں اس کاچرچاہوا۔

سخاوت وایثار

جس زمانہ میں آپ شہر سامرہ میں متوکل عباسی کی قید میں تھے وہاں بھی صاحبانِ حاجات اپنی حاجتیں لے کر آپ کی خدمت میں پہونچتے تھے، ایک مرتبہ کوفہ کا ایک اعرابی آپ کی خدمت میں پہونچامعلوم ہوا کہ آپ فلاں دیہات میں تشریف لے گئے ہیں وہ بھی وہاں پہونچا، حضرت نے دریافت فرمایاکہ: کیونکر آناہوا؟اس نے عرض کیاکہ: میں دس ہزار روپئے کاقرض دار ہوں جس نے میری کمر توڑدی ہے اور سواء آپ کے کسی کو نہیں پاتاجو میری دست گیری کرے حضرت نے فرمایا: گھبراؤ نہیں خدا مشکل آسان کرے گا!اس کے بعد آپ نے ایک رقعہ اس مضمون کالکھااس اعرابی کے دس ہزار درہم میرے اوپر واجب الاداہیں اور وہ رقعہ اس کو دیااور فرمایا: جب میں سامراجاؤں تو یہ رقعہ لے کر میرے پاس آنااور جب میں عام مجمع میں بیٹھوں تو مجھ سے روپئے کامطالبہ کرنا!میں ہزار عذر کروں اور مہلت طلب کروں مہلت نہ دینا بلکہ تقاضا میں سختی کرنااس نے عرض کیاکہ مولاایسی بے ادبی مجھ سے نہ ہوگی!فرمایا: جو میں کہتاہوں اس کو کرو اس کے خلاف نہ کرو۔

چنانچہ جب امام سامرہ تشریف لے گئے ایک روزآپ ایک بڑے مجمع میں تشریف فرما تھے جس میں متوکل کے اہل دربار بھی تھے وہ اعرابی پہونچااور اس نے روپئے کاتقاضا کیااور رقعہ

دکھایا حضرت نے اس سے بہت نرمی سے گفتگو کی اور عذر کیا لیکن وہ حضرت کی تاکید کے مطابق تقاضا کرتا رہا یہ خبر متوکل تک پہونچی تو وہ بہت شرمندہ ہوا کہ اسی کے ظلم کی وجہ سے حضرت کو ایسا وقت دیکھنا پڑا اور وہ ڈرا کہ لوگوں میں اس کی بدنامی ہوگی۔ لہٰذا اس نے تیس ہزار درہم حضرت کی خدمت میں بھیج دیئے حضرت نے وہ کل رقم اس اعرابی کو دے دی اور عذر کیا کہ: میں بادشاہ کا قیدی ہوں اس لیے تمہاری خاطر خواہ مدد نہ کرسکا۔ اس نے عرض کیا: مولا میں دس ہزار کا قرض دار ہوں دس ہزار میرے لیے کافی ہیں باقی بیس ہزار آپ اپنے مصرف میں لائیں حضرت نے فرمایا: نہیں سب لے جاؤ دس ہزار سے قرض ادا کرو باقی رقم اپنے بچوں میں خرچ کرو وہ یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ: ﴿اللهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ﴾ (۱)۔

عبادت وزہد

آپ عابد ترین وزاہد ترین زمانہ تھے ایک مرتبہ آپ کے دشمنوں نے عباسی بادشاہ متوکل کے پاس آپ کی شکایت کی کہ امام علی نقیؑ سرمایہ اور اسلحہ جنگ جمع کررہے ہیں اور آپ سے خلافت چھیننا چاہتے ہیں، متوکل نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ رات کو حضرت کے گھر میں چھاپہ مارو اور حضرت کو گرفتار کرکے لے آؤ۔ سپاہیوں نے شب کو حضرت کے گھر پر چھاپہ مارا تو دیکھا کہ آپ بالوں کا کپڑا پہنے سر اقدس پر صوف کی کلاہ رکھے بالوں کی چادر اوڑھے خاک اور سنگریزوں پر مشغول عبادت ہیں وہ سب حضرت کو گرفتار کرکے متوکل کے پاس لائے، متوکل اس وقت شراب خواری میں مشغول تھا جب حضرت اس کے پاس پہونچے اس کے ہاتھ میں جام شراب تھا جب اس نے حضرت کو دیکھا تو بے ساختہ تعظیم کے لیے کھڑا ہو گیا اور اپنے پہلو میں بٹھلایا۔

سپاہیوں نے بیان کیا کہ: میں نے آپ کے گھر میں کوئی اسلحہ وغیرہ نہیں پایا، متوکل نے جام شراب حضرت کی طرف بڑھایا حضرت نے فرمایا: ہمارا گوشت اور خون کبھی شراب سے آلودہ

(۱)۔ صواعق محرقہ، صفحہ ۱۲۳ و وسیلۃ النجات، صفحہ ۴۰۲ و شواہد النبوۃ، صفحہ ۲۰۷۔

نہیں ہوا اس نے کہا: اچھا تو چند شعر پڑھیے، حضرت نے وہیں نظم کر کے چند اشعار پڑھے جن کا مضمون یہ تھا کہ: بڑے بڑے طاقت ور بادشاہ پہاڑوں کی اونچی سربفلک چوٹیوں میں اپنے عالی شان محلوں میں دشمن کے خوف سے محفوظ اس شان سے عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے تھے کہ ان کے قصروں پر قوی ہیکل انسانوں کے پہرے تھے لیکن افسوس کہ وہ عالی شان قصر اور پہاڑوں کی اونچی چوٹیاں ان کو موت سے بچا نہ سکیں وہ باوجود اس طاقت و حکومت کے اپنے قلعوں سے نکال کر نیچے پھینک دیئے گئے، موت نے ان کو اس عزّت وبلندی سے کھینچ کر خاک مذلت میں ملا دیا۔ افسوس وہ کیسی بری جگہ پہونچا دیئے گئے، جب وہ قبر میں ڈال دیئے گئے تو ہاتف غیبی نے ان کو پکارا اور پوچھا کہ: وہ تمہارے تخت و تاج اور حلہائے زرنگار کیا ہوئے؟ اور تمہارے وہ حسین وپُر جلال چہرے کہاں گئے جو ناز و نعمت کے ساتھ پردوں اور مسہریوں میں رہتے تھے؟ تو قبر نے ان پکارنے والوں کو جواب دیا کہ: اب تو ان چہروں میں کیڑے رینگ رہے ہیں ان لوگوں نے دنیا میں خوب کھایا پیا اور عیش کیا اب ان کو کیڑے کھا رہے ہیں اور ان کا جسم نوچ رہے ہیں۔

یہ اشعار سن کر متوکل کی مجلس شراب کے ساتھیوں نے سمجھا کہ متوکل غضب ناک ہو کر حضرت کو اذیّت دے گا لیکن نتیجہ برعکس نکلا مجمع پر سنّاٹا چھا گیا روتے روتے متوکل کا بُرا حال ہو گیا اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ اہل دربار بھی خوب روئے، آخر متوکل نے شراب ہٹوا دی اور ادھر اُدھر کی باتیں کرنے لگا، پھر پوچھا: یابن رسول اللہؐ! آپ کسی کے قرض دار تو نہیں ہیں؟ فرمایا: ہاں چار ہزار دینار کا قرض دار ہوں اس نے فوراً منگا کر حاضر کیا اور امام کو رُخصت کیا(۱)۔

امامؑ کا علم

مسعودی نے لکھا ہے حمیری نے محمد ابن سعید جعفر ابن محمد کے غلام سے روایت کی ہے کہ: حضرت امام محمد تقیؑ کی وفات کے بعد عمر ابن فرج مرخجی حج کر کے مدینہ آیا اور اس نے اہل

(۱)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۴۰۳ ووفیات الاعیان، صفحہ ۳۲۲ جلد ۱، وغیرہ۔

مدینہ کو جو اہل بیت رسولؐ کے مخالف اور دشمن تھے جمع کیا اور کہا کہ: تم لوگ ایک ایسا شخص بتاؤ جو قرآن وادب اور دوسرے علوم کا ماہر ہو اور اہل بیتؑ کا مخالف ہو تاکہ میں اس بچہ (علی نقیؑ) کو اس کے سپرد کروں تاکہ وہ ان کو تعلیم دے اور رافضیوں کو ان سے ملنے نہ دے تو ان لوگوں نے ابو عبداللہ جنیدی کا نام لیا جو علم و ادب و فہم اور غصّہ اور عداوت اہل بیتؑ میں منفرد تھا تو عمر ابن فرج نے اس کو بلا کر مال و دولت سے اس کی تالیف کی اور کہا کہ: بادشاہ نے تم کو حکم دیا ہے کہ اس لڑکے کی تعلیم و تربیت کرو اور شیعوں کو ان سے ملنے نہ دو جنیدی نے حضرت کو اپنی تربیت میں لیا اور ایک قصر میں مقید کر دیا اور شب کو اس کا دروازہ بند کر کے قفل لگا کر ایک بصری کی نگرانی میں دے کر چلا جاتا تھا اور کنجی خود اپنے پاس رکھتا تھا اسی طرح آپ مدّت تک اس کی قید میں رہے اور شیعوں کا حضرت کی خدمت میں آنا جانا اور مسائل پوچھنا بند ہو گیا۔

ایک روز جمعہ کے دن میں نے جنیدی سے ملاقات کی اور سلام کیا اور کہا کہ: اس ہاشمی لڑکے کا کیا حال ہے؟ کیا کہتا ہے؟ اس نے منہ بنا کر کہا کہ: تم اس کو ہاشمی لڑکا کہتے ہو ہاشمی بڑھا نہیں کہتے! تم کو معلوم ہے کہ مدینہ میں مجھ سے بڑا کوئی عالم نہیں ہے! کہا: ہاں اس نے کہا: واللہ! میں کچھ (نہایت دقیق اور مشکل) سوالات علم عربی کے ان کے سامنے پیش کرتا ہوں اور مجھ کو یہ گمان ہوتا ہے کہ میں نے بہت بڑی بات پیش کی ہے لیکن وہ ان کے ایسے جوابات دیتے ہیں کہ میں خود اس سے فائدہ حاصل کرتا ہوں، لوگ سمجھتے ہیں کہ میں ان کو تعلیم دے رہا ہوں حالانکہ میں خود ان سے علم حاصل کرتا ہوں یہ سُن کر میں اس سے اس طرح رُخصت ہو کر چلا آیا جیسے میں نے کچھ سنا ہی نہیں۔

پھر کچھ دنوں کے بعد میں نے اس سے ملاقات کی اور سلام کیا اور پوچھا کہ ان جوان ہاشمی کا کیا حال ہے؟ کہنے لگا کہ: اس کا حال نہ پوچھو! خدا کی قسم! وہ بہترین اہل ارض اور افضل ترین خلق اللہ ہے کبھی وہ گھر جانا چاہتے ہیں تو میں کہتا ہوں: ٹھہرو! جب تک اپنا سبق یاد کرو تو وہ کہتے ہیں کہ:

کون سورہ پڑھوں؟ میں بعض بہت طویل سورہ بتادیتاہوں جہاں تک وہ پہونچے بھی نہیں ہیں تو وہ اس کو اس طرح بہتر عنوان سے لحن حضرت داؤد میں تلاوت کرتے ہیں جس سے بہتر کسی کو قرائت کرتے کہ میں نے کبھی نہیں سنا۔

پھر کہا کہ: ان کے پدر بزرگوار نے عراق میں جب انتقال کیاتو یہ بہت کمسن تھے اس کے بعد انھوں نے سیاہ فام لونڈیوں کے درمیان زندگی بسر کی تعجب ہے کہ یہ علم ان کو کہاں سے حاصل ہو گیا!

پھر چند روز کے بعد میں اس عالم سے ملاتو دیکھا کہ وہ شیعہ ہو چکا تھااور حضرت کی امامت کا معتقد ہو چکا تھا۔

متوکل کے زمانے میں ایک نصرانی متوکل کے پاس لایا گیا جس نے ایک مسلمان عورت سے زنا کیا تھاتو متوکل نے اس پر حد جاری کرنا چاہی وہ عیسائی مسلمان ہو گیا، قاضی القضاۃ یحییٰ ابن اکثم نے فیصلہ کیا کہ اسلام نے اس کے سب گناہ دھو دیئے اب اس کو سزا نہیں دی جاسکتی ہے بعض لوگوں نے کہا: اس پر تین حدیں جاری کی جائیں گی، کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ کہا: تو متوکل نے حکم دیا کہ امام علی نقیؑ کو لکھا جائے حضرت نے جواب لکھا کہ اس کو تازیانے لگائے جائیں یہاں تک کہ وہ مر جائے تو یحییٰ اور فقہائے سامرہ نے اس فتویٰ کی مخالفت کی اور کہا کہ: اس کے متعلق پھر دریافت کیا جائے کیونکہ یہ حکم کتابِ خدا اور سنّت رسولؐ کے مخالف ہے تو فقہائے مسلمین نے حضرت کے پاس لکھا کہ یہ حکم آپ کا مخالف کتاب خدا و سنّت رسولؐ ہے۔ آپ نے کس دلیل سے یہ فتویٰ دیا ہے؟ تو حضرت نے تحریر فرمایا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ﴿فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهُ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهِ مُشْرِكِينَ، فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا الخ﴾ (۱)۔

---

(۱)۔ پارہ ۲۴، سورۂ مومن، آیت ۸۵۔

یعنی جب ان لوگوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہا کہ: ہم خدائے واحد پر ایمان لائے اور جس چیز کو ہم نے اس کا شریک بنا رکھا تھا اب اس کو نہیں مانتے تو جب ان لوگوں نے ہمارا عذاب آتا دیکھ لیا تو اب ان کا ایمان لانا کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتا الخ۔

یعنی اس عیسائی نے عذاب کے ڈر سے ایمان قبول کیا ہے لہٰذا یہ اسلام قبول نہیں ہے یہ جواب پانے کے بعد متوکل نے حکم دیا کہ: حضرت کے حکم کے مطابق اس کو اتنا مارو کہ مر جائے، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا(۱)۔

یحییٰ ابن اکثم نے ایک مرتبہ آپ سے سوال کیا کہ: قولِ پروردگار ﴿سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ ۲۷﴾ کے کیا معنی ہیں؟ وہ سات دریا کون ہیں؟ اور کلمات اللہ کے کیا معنی ہیں؟ فرمایا: وہ سات دریا، عین الکبریت، عین الیمین، عین البرہوت، عین الطبریہ، عین ماسیدان اور عین افریقہ، عین ماجروان ہیں اور کلمات خدا ہم لوگ ہیں جن کے فضائل کا نہ کوئی احصاء کر سکتا ہے نہ ان تک کوئی پہونچ سکتا ہے(۲)۔

اسی طرح ہمیشہ علماء وفقہائے شیعہ اور سنی آپ سے سوالات اور استفادۂ علوم کرتے رہے۔

وفات ووصیت

مسعودی نے لکھا ہے کہ: متوکل ۲۴۷ھ میں حضرت امام علی نقیؑ کی امامت کے ستائیسویں سال ۴؍ شوال کو مار ڈالا گیا تو اس کے بعد اس کے بیٹے منتصر کی بیعت کی گئی وہ چھ ماہ زندہ رہ کر ۲۴۸ھ میں ربیع الاول کے مہینہ میں مر گیا تو مستعین ابن معتصم خلیفہ ہوا اور اس سے معتزلہ سے جھگڑے رہے اور جنگ ہوئی چار سال چند ماہ کے بعد وہ ہٹا دیا گیا اور معتز ابن متوکل بادشاہ ہوا

(۱)۔ احتجاج طبرسیؒ، صفحہ ۲۳۳۔

(۲)۔ سورۂ لقمان، آیت ۲۷، احتجاج، صفحہ ۲۳۳۔

اس کا نام زبیر تھا یہ ۲۵۲ھ کا واقعہ ہے۔ امامؑ کو ۲۴۳ھ میں متوکل نے مدینہ سے بلا کر سامرہ میں قید کیا(۱) اور ۳/ رجب ۲۵۴ھ میں معتز نے آپ کو زہر سے شہید کیا(۲)۔

مسعودی نے لکھا ہے کہ: جب آپ علیل ہوئے تو آپ نے اپنے صاحب زادے ابو محمد (حسن عسکریؑ) کو طلب فرمایا اور نور و حکمت و مواریث انبیاءؑ اور سلاح ان کے سپرد فرمایا اور اپنا وصی اور جانشین بنایا، انتقال کے وقت آپ کی عمر چالیس سال تھی آپ اپنے والد بزرگوار کے ساتھ سات سال اور تنہا منصب امامت پر ۳۳/ سال رہے۔ صلی اللہ علیہم اجمعین۔

حضرت امام حسن عسکریؑ نے آپ پر نماز پڑھی اور اپنے گھر میں ہی دفن فرمایا۔

ازواج و اولاد

آپ کی کئی ازواج تھیں جن سے آپ نے اپنے بعد چار بیٹے:

۱۔ حضرت امام حسن عسکریؑ، ۲۔ حسن، ۳۔ محمد، ۴۔ جعفر اور ایک بیٹی چھوڑی۔

اصحاب خاص

حضرت امام علی نقیؑ کے اصحاب خاص سے ایوب ابن نوح ابن دراج اور عبد اللہ ابن خاکان اور خیر ان خادم قراطیس اور علی ابن مہزیار اہوازی وغیرہ تھے۔

(۱)۔ صواعق محرقہ، صفحہ ۱۲۴۔

(۲)۔ تذکرہ خواص امّت۔

حالات امام یازدہم
ابو محمد حضرت حسن عسکریؑ

حالات امام یازدہم
ابو محمد حضرت حسن عسکریؑ

مسعودی نے لکھا ہے کہ: حضرت امام علی نقیؑ کے بعد آپ کے صاحب زادے حضرت امام حسن عسکریؑ مسندِ نشین خلافت وامامت ہوئے۔

ولادت

مسعودی نے لکھا ہے کہ: آپ ۲۳۱ھ میں پیدا ہوئے اس وقت آپ کے پدر بزرگوار کی عمر ۱۷ سال کے قریب تھی، آپ بھی اپنے آباؤاجداد کی طرح پاک وپاکیزہ پیدا ہوئے آپ کی ولادت باسعادت مطابق مشہور ۱۰ ربیع الثانی ۲۳۲ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔

کنیت والقاب

آپ کا اسم مبارک گرامی حسنؑ، کنیت ابو محمدؑ، اور القاب خالصؑ، شافیؑ، مرضیؑ، ہادیؑ، صامتؑ، زکیؑ، رفیقؑ سراجؑ مضیؑ وغیرہ ہیں اور مشہور ترین لقب آپ کا عسکریؑ ہے۔

حضرت امام علی نقیؑ اور حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے لقب عسکریؑ کے ساتھ ملقب ہونے کا سبب یہ ہوا کہ جب معتصم کا لشکر بہت زیادہ ہو گیا اور شہر بغداد میں اس کی جگہ نہ رہی اور اس کی فوج شہر والوں کو پریشان بھی کرتی تھی تو اس نے بغداد سے ۴۷ میل دور دریائے دجلہ کے کنارے ایک بلند مقام پر ایک نہایت خوبصورت شہر آباد کیا اور اس کا نام سر من رای رکھا اور

اپنے لشکر کو اسی مقام پر منتقل کر دیا، حضرت امام علی نقیؑ اور حضرت امام حسن عسکریؑ اسی شہر میں محلہ عسکر میں مقیم ہوئے اس لیے ان حضرات کا لقب عسکریؑ پڑ گیا(۱)۔

بعض نے لکھا ہے کہ: جب معتصم نے شہر سر من رای آباد کیا جس کا ایک نام سامرہ بھی تھا اور اپنے لشکر کے ساتھ خود وہیں قیام پذیر ہوا تو اس شہر کو عسکر (لشکر) کہنے لگے اور امام علی نقیؑ اور حضرت امام حسن عسکریؑ چونکہ اسی شہر میں رہتے تھے اس لیے ان دونوں حضرات کا لقب عسکریؑ پڑ گیا(۲)۔

والدین

آپ کے والد بزرگوار حضرت امام علی نقیؑ تھے اور آپ کی والدۂ ماجدہ کا نام سلیل تھا۔

مسعودی نے لکھا ہے کہ: حضرت امام علی نقیؑ نے سلیل کے متعلق ارشاد فرمایا کہ: سلیل ہر آفت و عیوب و گندگی و نجاست سے پاک و پاکیزہ کی گئی ہے۔

ملا مبین صاحب نے لکھا ہے کہ: حضرت امام علی نقیؑ نے سلیل کا نام حدیث رکھا سلیل بڑی بزرگ مرتبہ و پاک دامن و صاحب ورع و تقویٰ تھیں (۳)۔

نصوصِ امامت

مسعودی نے لکھا ہے کہ: سعد ابن عبد اللہ ابن ابی خلف نے داؤد ابن قاسم جعفری سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ: حضرت امام علی نقیؑ کے صاحب زادے محمدؑ کے انتقال کے بعد میں ایک روز حضرت امام علی نقیؑ کی خدمت میں بیٹھا تھا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ حضرت امام علی نقیؑ کا قصّہ بھی ویسا ہی ہو گیا جیسا حضرت امام جعفر صادقؑ کے صاحب زادے جناب اسمٰعیل اور

(۱)۔ بحار جلد ۱۲، صفحہ ۱۵۴۔

(۲)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۳۹۹۔

(۳)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۴۱۱۔

حضرت موسیٰ کاظمؑ کا ہوا، یعنی ان دونوں کی امامت میں لوگوں کو شبہات واقع ہوئے (حالانکہ جناب اسماعیل کا انتقال حضرت امام جعفر صادقؑ کی زندگی ہی میں ہو گیا تھا، وہی صورت یہاں بھی درپیش ہے)۔

میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ حضرت میری جانب مخاطب ہوئے اور فرمایا: ہاں اے ابوہاشم! جیسا تم سوچ رہے ہو ویسا ہی ہے اگرچہ باطل پرست اس کو پسند نہ کریں لیکن میرے خلف ابو محمدؑ (امام حسن عسکریؑ) کے پاس وہ علوم ہیں میرے بعد لوگ جن کے محتاج ہیں اور امامت کی دلیلیں انھیں کے ساتھ ہیں، والحمدللہ رب العالمین۔

حمیری نے محمد ابن احمد ابن یحییٰ سے انھوں نے محمد ابن عیسیٰ سے اپنے اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت امام علی نقیؑ نے فرمایا کہ: ابو محمد (امام حسن عسکریؑ) میرے بعد میرے خلیفہ ہیں۔

مسعودی نے لکھا ہے کہ مجھ سے حمیری نے انھیں اسناد کے ساتھ علی ابن مہزیار سے روایت کیا ہے انھوں نے کہا کہ: میں نے حضرت امام علی نقیؑ سے پوچھا کہ: میں نے آپ کے والد ماجد (حضرت امام محمد تقیؑ) سے پوچھا کہ: آپ کے بعد امام کون ہو گا؟ تو انھوں نے آپ کے متعلق فرمایا تھا (تو اب میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ) آپ کے بعد امام کون ہے؟ تو فرمایا: میرے بڑے لڑکے ابو محمد امام ہیں۔ پھر فرمایا: حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسین علیہم السلام کے بعد امامت دو بھائیوں میں نہیں ہے۔

ادلہ(۱) امامت

اخبار بالغیب

مسعودی نے لکھا ہے کہ مجھ سے علان نے انھوں نے حسن ابن محمد سے انھوں نے محمد ابن عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ: جب حضرت امام علی نقیؑ کا انتقال ہوا تو آپ کا بیت المال لوگوں نے لوٹ لیا تو اس کی خبر حضرت امام حسن عسکریؑ کو دی گئی تو آپ نے کچھ مخصوص لوگوں کو بلایا اور فرمایا: فلاں فلاں شی تم لے گئے ہو لا کر واپس کرو چنانچہ جو چیزیں آپ نے جس کے متعلق بتائیں اس نے لا کر واپس کر دی یہاں تک کہ کل چیزیں مل گئیں۔

حمیری نے ابو ہاشم سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ: حکومت نے مجھ کو قید کر دیا تھا تو میں نے حضرت امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں قید و بند کی سختیوں کی شکایت کی تو حضرت نے میرے جواب میں لکھا کہ: آج ظہر کی نماز تم اپنے گھر میں پڑھو گے چنانچہ میں اسی وقت آزاد کر دیا گیا۔

محمد ابن عبد اللہ نے بیان کیا کہ: جب (خلیفہ عباسی) مستعین نے حضرت امام علی نقیؑ کے انتقال کے پانچ سال کے بعد حضرت امام حسن عسکریؑ کو اذیت پہونچانے کا ارادہ کیا اور اس نے سعید حاجب کو لکھا کہ حضرت کو اپنے ساتھ لے کر کوفہ آؤ اور راہ میں کوئی ایسی تدبیر کرو کہ وہ ہلاک ہو جائیں اور یہ خبر شیعوں تک پہونچی تو ان کو بڑا اقلق ہوا اور محمد ابن عبد اللہ اور ہیثم ابن سبابہ نے حضرت کی خدمت میں لکھا کہ: ہم لوگوں کو ایسی ایسی خبریں ملی ہیں جن سے ہم لوگ بڑے رنج و غم میں مبتلا ہیں ہم لوگوں کی جانیں آپ پر فدا ہوں تو آپ نے توقیع فرمائی کہ تین دن کے بعد تم

---

(۱)۔ واضح رہے کہ مسعودی نے ہر امام کی امامت کے نصوص اور ادلہ کثرت سے لکھے ہیں لیکن میں نے بنظر اختصار چند پر اکتفا کیا ہے جو مومنین کے لیے کافی ہیں ۱۲ مترجم۔

لوگوں کے لیے خوشی اور مسرت ہے۔ راوی نے کہا کہ: اس کے تیسرے دن مستعین تخت حکومت سے اتار دیا گیا اور اس کی جگہ پر معتز بیٹھا اور مستعین اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہو سکا۔

ابو حمزہ قصر خادم نے بیان کیا کہ میں ایک روز حضرت امام حسن عسکریؑ کے پاس لکھ کر دریافت کیا کہ: امام کو خواب میں احتلام ہوتا ہے یا نہیں؟ جب میں نے خط لکھ کر روانہ کر دیا تو میرے دل نے کہا کہ: احتلام شیطانی چیز ہے امام کو ایسا نہ ہوتا ہو گا! میرے سوال پر حضرت نے توقیع فرمائی کہ امام کی حالت بیداری اور خواب میں یکساں ہوتی ہے نیند اس میں کوئی فرق نہیں پیدا کرتی خداوند عالم نے ہم لوگوں کو شیطانی حرکات سے محفوظ رکھا ہے جیسا کہ تمہارے دل نے کہا تھا۔

مختلف زبانوں میں گفتگو

مسعودی نے لکھا ہے کہ: سعد ابن عبد اللہ نے احمد ابن محمد اقرع سے اور انھوں نے ابو حمزہ قصر خادم سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ: میں نے کئی مرتبہ حضرت امام حسن عسکریؑ کو رومیوں سے رومی زبان میں، صیقلیوں سے صیقلی زبان میں اور ترکوں سے ترکی زبان میں گفتگو کرتے دیکھا تو مجھ کو حیرت ہوئی اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ: یہ مدینہ میں پیدا ہوئے اور اپنے والد بزرگوار کی زندگی بھر (دشمنوں کے خوف سے) لوگوں سے پوشیدہ رکھے گئے ان کو یہ زبانیں کہاں سے آگئیں؟ تو حضرت میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

”خدا نے اپنی حجتوں میں اور عام انسانوں میں فرق رکھا ہے۔ خدا نے اپنی حجت کو دنیا کی زبانوں اور انساب و حوادث اور موت و حیات کا علم عطا فرمایا ہے ورنہ امام اور غیر امام میں فرق کیا رہے؟“۔

معجزات

معتمد عباسی نے امام حسن عسکریؑ کو نحریر خادم کے حوالات میں دیا وہ حضرت پر بڑی سختی کرنے لگا اور اذیتیں پہونچانے لگا تو اس کی بیوی نے کہا کہ: تو جانتا ہے کہ یہ کون بزرگ ہیں اور ان کا کیا مرتبہ ہے ذرا ان کے بارے میں خدا سے ڈرو ورنہ میں ڈرتی ہوں کہ تجھ پر عذاب نہ آجائے! یہ سن کر نحریر نے کہا: تو اس فکر میں ہے میں ان کو درندوں میں ڈال دوں گا کہ ان کو پھاڑ کر کھا جائیں پھر اس نے حضرت کو لے جا کر اس مکان میں چھوڑ دیا جہاں معتمد نے شیر اور درندے جانور پال رکھے تھے پھر لوگوں نے حضرت کا حال معلوم کیا تو دیکھا کہ حضرت نماز میں مشغول ہیں اور درندے آپ کے گرد جمع ہیں لیکن کوئی تعرض نہیں کرتے (۱)۔

ایک شخص نے بیان کیا کہ: میرا باپ جانوروں کا معالج تھا، حضرت امام حسن عسکریؑ کے جانوروں کا علاج کرتا تھا اس نے بیان کیا کہ: مستعین کے پاس ایک بڑا منہ زور اور سرکش خچر تھا جس پر سوار ہونا کیسا؟ نہ کوئی لگام دے سکتا تھا نہ اس کی پشت پر زین رکھ سکتا تھا مستعین کے درباریوں میں سے ایک شخص نے اس سے کہا کہ: حضرت امام حسن عسکریؑ سے کہیے کہ اس پر سوار ہوں تا کہ یہ ان کو ہلاک ہی کر دے، یہ مشورہ اس کا مستعین کو بھی پسند آیا اور اس نے حضرت امامؑ کو بلایا جب حضرت اس کے قصر میں داخل ہوئے تو وہ خچر سامنے کھڑا تھا امامؑ نے اس کے قریب آکر اس کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ دیا تو اس کے سارے جسم سے پسینہ جاری ہو گیا پھر آپ مستعین کے پاس گئے اس نے کھڑے ہو کر تعظیم کی اور اپنے پہلو میں بٹھلایا۔

پھر امام سے کہا کہ: ذرا اس خچر کو لگام لگائیے! امامؑ نے میرے باپ سے فرمایا کہ: لگام لگاؤ! مستعین نے کہا: نہیں آپ خود اپنے ہاتھ سے لگام لگا دیجئے، حضرت نے جا کر لگام لگا دی اور پلٹ کر اپنی جگہ پر آکر بیٹھ گئے، پھر مستعین نے کہا کہ: اس پر زین بھی کس دیجئے پھر امامؑ نے میرے

(۱)۔ اصول کافی، باب مولد امام حسن عسکریؑ۔

باپ سے فرمایا کہ: اس پر زین کَس دو! مستعین نے کہا: آپ خود اپنے ہاتھ سے زین کس دیں، حضرت نے جاکر زین کس دی اور پلٹ کر اپنی جگہ پر بیٹھ گئے پھر مستعین نے کہا کہ: کیا اچھا ہوتا کہ آپ اس پر سوار بھی ہوتے! حضرت تشریف لے گئے اور اس پر سوار ہوئے وہ بالکل شائستہ اوررام ہوگیا، آپ نے اس کو صحن میں دوڑایا اوراتر پڑے مستعین نے پوچھا: یہ خچر کیسا ہے؟ فرمایا: بہت خوب ہے اس نے کہا: اس کو آپ لے جایئے! امام نے میرے باپ سے فرمایا کہ: اس کو میرے یہاں [سے] لے جاؤ وہ لے آیا(۱)۔

دین خدا کی حمایت

علامہ ابن حجر نے لکھا ہے کہ: ایک سال سامرہ میں سخت قحط پڑا، بادشاہ وقت معتمد عباسی نے لوگوں کو حکم دیا کہ تین روز صحرا میں جاکر نماز استسقاء پڑھیں چنانچہ سب نے ایسا کیا لیکن پانی نہیں برسا، پھر نصاریٰ (عیسائیوں) کا ایک گروہ چوتھے روز صحراء میں پہونچا اوران کے ایک راہب نے دعا کے لیے آسمان کی جانب ہاتھ بلند کیا فوراً گھٹا گھر کر آئی اور مینہ برسا اسی طرح دوسرے دن بھی وہ آیا اور اس نے دعا کی اور مینہ برسا اس عیسائی راہب کی یہ کرامت دیکھ کر جاہلوں کا ایمان متزلزل ہوگیا اوروہ شکوک وشبہات میں مبتلا ہوگئے اور کچھ مسلمان اپنا دین چھوڑ کر عیسائی ہوگئے، اس حالت کی خبر پاکر (اجماعی خلافت والے خلیفہ) معتمد عباسی کے ہوش وحواس اُڑ گئے اور اس نے (وارث خلافت الٰہیہ سچے جانشین خاتم المرسلین) حضرت امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ اپنے دادا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی خبر لیجئے! اور ہم لوگوں کو اس مصیبت عظمیٰ سے نجات دیجئے! حضرت نے حالات معلوم کیے پھر فرمایا کہ: ان راہبوں کو حکم دیا جائے کہ کل وہ پھر اسی صحراء میں جمع ہوں انشاء اللہ میں لوگوں کے شکوک دور کردوں گا (مومنین غور کریں کہ یہ دعویٰ کوئی آسان نہ تھا! اور سواء سچے حجّت خدا کے کوئی ایسا دعویٰ نہیں کر سکتا تھا اور جو دعویٰ کرتا وہ ذلیل ہوتا)۔

---

(۱)۔ اصول کافی، بحوالہ بالا وسیلۃ النجات، صفحہ ۴۱۲۔

غرض دوسرے روز پھر حسبِ معمول لوگ اس صحراء میں جمع ہوئے اور راہب بھی آئے پھر حسب دستور راہب نے دعا کے لیے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے فوراً گھٹا گھر کر آئی اور بارش ہونے لگی، سارا عالم اسلام مایوس و سراسیمہ ہمہ تن امامؑ کی طرف متوجہ تھا کہ ایک مرتبہ زبان غیب ترجمان امام کو حرکت ہوئی اور فرمایا: جاؤ راہب کی انگلیوں کے درمیان جو چیز ہے اس کو نکال کر میرے پاس لاؤ! لوگوں نے جاکر دیکھا کہ راہب کی انگلیوں کے درمیان ایک ہڈی ہے اس کو نکال لیا گیا، امام نے فرمایا: اب جاکر اس راہب سے کہو کہ: دعا کرے! اب جو اس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھایا تو بجائے بارش کے آیا ہوا ابر واپس ہو گیا۔

امامؑ نے فرمایا: یہ ہڈی ایک پیغمبر کی ہے اور انبیاءؑ کی ہڈی کا یہ اثر ہے کہ جب زیرِ آسمان برہنہ کی جائے گی ابرِ رحمت جھوم کر آئے گا اسی کے واسطے سے راہب اپنی دعا میں کامیاب ہوتا تھا، چنانچہ لوگوں نے اس ہڈی کا امتحان لیا تو جیسا حضرت نے فرمایا تھا ویسا ہی ثابت ہوا لوگوں کے شک و شبہات زائل ہو گئے اور امام اپنی جگہ پر واپس آئے (۱)۔

بہلول دانا کو نصیحت

حضرت امام حسن عسکریؑ کے عہدِ طفلی کا واقعہ ہے کہ ایک روز ایک مقام پر کچھ بچے کھیل رہے تھے اور حضرت امام حسن عسکریؑ وہاں کھڑے ہو کر ان کو دیکھ رہے تھے اور آپ کی چشمہائے مبارک سے اشک جاری تھے، اتفاقاً ادھر سے جناب بہلول کا گذر ہوا آپ نے حضرت کو روتا دیکھ کر کہا: اے بچے! غم نہ کرو! میں تمہارے لیے بھی کھیل کا سامان فراہم کرتا ہوں، امامؑ نے فرمایا: اے ناسمجھ! ہم کھیلنے کے لیے نہیں پیدا کیے گئے ہیں! بہلول نے کہا کہ: پھر کس لیے پیدا ہوئے ہیں؟ فرمایا: علم و عبادت پروردگار کے لیے۔ بہلول نے پوچھا: یہ بات آپ کو کہاں سے معلوم ہوئی؟ فرمایا: قولِ پروردگار سے، ارشاد ہے کہ: ﴿أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَ

---

(۱)۔ صواعق محرقہ، صفحہ ۱۲۴۔

أَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ﴾؛ یعنی کیا تم لوگوں نے گمان کیا ہے کہ ہم نے تم کو بیکار پیدا کیا ہے اور پھر تم ہماری طرف پلٹ کر نہ آؤ گے (۱)۔

بہلول نے سمجھ لیا کہ یہ معمولی بچوں میں سے نہیں ہے اور عرض کیا کہ: مجھ کو کچھ وعظ ونصیحت فرمایئے۔ حضرت نے پند ونصیحت سے بھرے ہوئے چند اشعار ان کو سنائے اور اتنا خود متاثر ہوئے کہ غش کھا کر گر گئے جب آپ ہوش میں آئے تو جناب بہلول نے عرض کیا: آپ تو ابھی بچے ہیں آپ پر کیوں اتنا خوف طاری ہے؟ فرمایا: اے بہلول! میں نے اپنی ماں کو دیکھا ہے کہ وہ پہلے چھوٹی لکڑیوں سے چولھا روشن کرتی ہیں اس کے بعد بڑی لکڑیاں لگاتی ہیں میں ڈرتا ہوں کہ جہنم کے چھوٹے ایندھن (۲) میں میرا شمار نہ ہو (۳)۔

کتاب تناقض القرآن

خداوند عالم نے قرآن مجید کے کلامِ خدا ہونے کی دلیلوں میں ایک دلیل یہ ارشاد فرمائی ہے کہ: ﴿وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا﴾ (۴)؛ یعنی اگر یہ قرآن غیرِ خدا کا کلام ہوتا تو لوگ اس میں بہت اختلاف پاتے۔

یعنی یہ ایک بشری کمزوری ہے وہ ایک وقت ایک بات کہتا ہے پھر دوسرے وقت میں وہ بالکل اس کے خلاف دوسری بات بول جاتا ہے جس سے خود اس کی رد ہو جاتی ہے اس نقص سے قرآن مجید بالکل پاک ہے جو اس کے کلامِ خدا ہونے کی دلیل ہے (مؤلف)۔

---

(۱)۔ پارہ ۱۸، سورۂ مومنون، آیت ۱۱۵۔

(۲)۔ ائمہ اہل بیتؑ کا اصول تبلیغ ونصیحت یہ تھا کہ وہ دوسروں کو جو نصیحت کرنی چاہتے تھے اپنی طرف منسوب کر کے کہتے تھے تاکہ اپنے منہ سے اپنی بڑائی اور دوسروں کی توہین لازم نہ آئے اور نصیحت کا پورا اثر ظاہر ہو (مؤلف)۔

(۳)۔ صواعق محرقہ، صفحہ ۱۲۴۔

(۴)۔ سورۂ نساء، پارہ ۵، آیت ۸۲۔

عراق کے بہت بڑے فلسفی اسحاق کندی نے چاہا کہ قرآن کے دعویٰ کو خود قرآن ہی سے باطل کردے اوراسلام کو ہمیشہ کے لیے شکست دے دے اس نے ایک کتاب ”تناقض القرآن “لکھنا شروع کی جس میں اس نے ثابت کرنا چاہا کہ قرآن میں بہت سے اختلافات موجود ہیں،اس کام میں وہ ایسا منہمک ہوا کہ اس نے گھر سے نکلنا ترک کردیا۔رفتہ رفتہ یہ خبر مسلمانوں میں مشتہر ہوئی،ایک روز اسحاق کا ایک شاگرد حضرت امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت نے اس سے فرمایا کہ: تم لوگوں میں کوئی ایسا نہیں ہے جو اس شخص کو کتاب تناقض القرآن لکھنے سے روک دے؟ اس نے جواب دیا کہ: میں اس کا شاگرد ہوں کیونکر اس کو روکنے کی جرأت کرسکتا ہوں؟!فرمایا: ایک تدبیر میں بتاؤں اس پر عمل کرو!اس نے عرض کیا: فرمایئے!فرمایا کہ: تم پہلے کچھ دنوں تک اس کی خوب اطاعت وخدمت کروتا کہ اس کو تم پر اعتماد وموانست پیدا ہوجائے اس کے بعد اس سے کہو کہ: آپ کی کتاب میں اس مقام پر مجھ کو ایک شبہ پیدا ہوتا ہے جب وہ پوچھے کہ: وہ شبہ کیا ہے؟ تو کہو کہ: اس کتاب کا نازل کرنے والا (یعنی خدا) اگر تم سے یہ کہے کہ جو معنی تم نے ان آیات کا سمجھا ہے وہ میرا مقصود نہیں ہے بلکہ میرا مقصود یہ ہے لہٰذا کوئی اختلاف لازم نہیں آیا تو کیا یہ بات ممکن ہے یا نہیں۔

تمہاری یہ بات سُن کر وہ فوراً کہے گا کہ: ہاں ممکن ہے (یعنی ان آیات کے جو معانی میں نے سمجھے ہیں ضروری نہیں ہے کہ ان کے معنی وہی ہوں بلکہ ان میں دوسرے معانی کی بھی گنجائش ہے) تو تم کہنا کہ: پھر اس زحمت اور دردسر کا کیا فائدہ ہے اور اس کتاب کی تصنیف کا کیا نتیجہ؟! آپ کی یہ محنت رائگاں ہی ہوجائے گی۔

غرض اسحاق کے شاگرد نے ویسا ہی کیا،اسحاق نے اس کا اعتراض سن کر کچھ دیر سر جھکا کر غور کیا پھر کہا: ذرا پھر سے اپنا شبہہ بیان کرنا اس نے دوبارہ بیان کیا اسحاق نے کہا: بھائی بات تو تم ٹھیک کہتے ہو اس قسم کی گنجائش بالکل موجود ہے،لغات عرب میں بڑی وسعت ہے پھر کہا کہ: بتاؤ

یہ اعتراض تم کو کس نے بتایا ہے؟ اس نے کہا: خود میرے ذہن سے پیدا ہوا۔ اسحاق نے کہا: ہرگز نہیں تمہارے دماغ کی پرواز سے یہ بہت بلند ہے سچ بتاؤ کس نے بتایا؟ شاگرد نے کہا: مجھ کو حضرت امام حسن عسکریؑ نے بتایا۔

اسحاق نے کہا: ہاں اب تم نے صحیح بات بتائی ایسے دقیق اور مشکل مسائل خاندانِ رسالت کے سواء کہیں سے پیدا نہیں ہوسکتے اس کے بعد اس نے اپنی کتاب کا پورا مسودہ لے کر نذرِ آتش کر دیا(۱)۔

سخاوت

مسعودی نے لکھا ہے کہ سعد ابن عبد اللہ نے ابوہاشم سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ: ایک روز میں حضرت امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں بیٹھا تھا اور میرے گھر مہمان اترا تھا میں نے چاہا کہ حضرت سے چند دینار طلب کروں لیکن شرم سے کچھ نہ کہہ سکا۔ جب میں اپنے گھر پہونچا تو حضرت نے میرے پاس سو دینار ارسال فرمائے اور تحریر فرمایا کہ: جب تم کو کوئی حاجت ہو تو شرم و تکلّف نہ کیا کرو مانگ لیا کرو انشاء اللہ تمہاری حاجت پوری ہو گی!

نیز علی ابن حمید زارع نے اسماعیل ابن محمد عباسی سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ: میں ایک مقام پر سرِ راہ حضرت امام حسن عسکریؑ کے انتظار میں بیٹھا جب حضرت اس طرف سے گذرے اور میرے قریب پہونچے تو میں کھڑا ہو گیا اور حضرت سے اپنی حاجت بیان کی اور قسم کھا کر عرض کیا کہ: میرے پاس آج کل ایک درہم بھی نہیں ہے، حضرت نے فرمایا: تم کیوں جھوٹی قسم کھاتے ہو؟ تم نے فلاں مقام پر دو سو دینار دفن کر کے رکھے ہیں لیکن یہ نہ سمجھنا کہ میں تم کو کچھ دینا نہیں چاہتا پھر اپنے غلام سے فرمایا کہ: ان کو گھر پہونچ کر سو دینار دے دینا، پھر مجھ سے فرمایا کہ: لیکن جب تم ان دو سو درہموں کے سخت محتاج ہو گے تو ان سے محروم ہو جاؤ گے کچھ دنوں

---

(۱)۔ بحار الانوار، جلد ۱۲، صفحہ ۱۷۲۔

کے بعد جب میرا مال ختم ہو گیا اور میں ان دو سو دیناروں کا محتاج ہوا تو گیا کہ زمین کھود کر دفینہ نکال لوں تو میں نے وہاں کچھ نہ پایا میرے لڑکے کو اس کی خبر ہو گئی تھی وہ ان کو نکال کر لے کر بھاگ گیا تھا۔

ابو ہاشم جعفری نے بیان کیا کہ: میں نے حضرت امام حسن عسکریؑ سے اپنے احتیاج کی شکایت کی حضرت کے ہاتھ میں ایک تازیانہ تھا آپ نے اسی مقام پر اس تازیانہ سے تھوڑی زمین کھودی اور ایک رومال سے اس گڑھے کو چھپا دیا پھر اس کے اندر اپنا ہاتھ ڈال کر پانچ سو دینار نکال کر عطا فرمایا اور معذرت فرمائی کہ: اس وقت اس سے زیادہ نہیں ہو سکتا(۱)۔

علم

مسعودی نے لکھا ہے کہ حمیری نے ابو ہاشم سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ: میں حضرت امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ محمد ابن صالح ارمنی نے حضرت سے قول پروردگار ﴿وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ شَهِدْنَا﴾(۲)؛یعنی جس وقت تمہارے پروردگار نے اولاد آدمؑ کی صلب سے ان کی ذریتوں کو نکالا اور ان سے ان کے نفوس پر شہادت طلب کی کہ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ سب نے کہا: ہاں ہم شہادت دیتے ہیں کہ تو ہم لوگوں کا پروردگار ہے کی تفسیر پوچھی حضرت نے فرمایا کہ: (عالم ذر میں) انسانوں کو جو معرفت پروردگار حاصل ہوئی تھی وہ لوگوں کے دلوں میں باقی رہ گئی لیکن خدا کی بارگاہ میں کھڑا ہونا اور سوال و جواب لوگ بھول گئے اور اگر وہ معرفت باقی نہ رہتی تو کوئی شخص اپنے خالق و رازق کو نہ پہچانتا، ابو ہاشم نے کہا کہ: یہ جواب سن کر میں اپنے دل ہی دل میں تعجب کرنے لگا کہ خدا نے اپنے اولیاء کو کتنا کثیر علم

(۱)۔اصول کافی، باب مولد ابو محمد حسن عسکریؑ و شواہد النبوۃ ملا جامی، صفحہ ۲۱۱ باختلاف الفاظ۔

(۲)۔پارہ۹، سورۂ اعراف، آیت ۱۷۲۔

عطافرمایاہے، تو حضرت میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے ابوہاشم! جس بات پر تم تعجب کررہے ہو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے تمہارا کیا گمان ہے ان لوگوں کے متعلق کہ جس نے ان کو پہچانا اس نے خدا کو پہچانا اور جس نے ان کا انکار کیا اس نے خدا کا انکار کیا اور جو بھی مومن ہے وہ ان کی تصدیق کرنے والا اوران کی معرفت کا یقین رکھنے والا ہے۔

نیز حمیری نے ابوہاشم سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ: میں [نے] حضرت امام حسن عسکریؑ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آنکھ کی سیاہی کو سفیدی سے جتنی قربت ہے اس سے زیادہ (آیت) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اسم اعظم سے نزدیک ہے۔

آپ سے جو علوم و احادیث لوگوں نے نقل کیے ہیں بہت کثرت سے ہیں جن کی اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں ہے۔

وصیت وفات

مسعودی نے لکھاہے کہ حمیری نے احمد ابن اسحاق سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ: میں حضرت امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت نے فرمایا کہ: اے احمد! اس وقت تم لوگوں کا کیا حال تھا جس وقت لوگ (امامت کے متعلق) شک وشبہات میں پڑے تھے؟ میں نے عرض کیا کہ: مولا جب صاحب زادے کی ولادت باسعادت کی خبر آپ کے نامۂ مبارک سے ہم لوگوں کو ملی تو ہر مومن اور مومنہ یہاں تک کہ ہمارے سمجھ دار بچے بھی حق کے معترف ہوگئے، حضرت نے فرمایا: کیا تم لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ زمین کبھی حجتِ خدا سے خالی نہیں ہوسکتی، پھر حضرت نے اپنی والدۂ ماجدہ کو ۲۵۹ھ میں حج کے لیے روانہ فرمایا اور ۲۶۰ھ میں جو حادثہ ہونے والا تھا اس کی خبر دی پھر حضرت صاحب الامرؑ کو طلب فرمایا اور وصیت کی اور اسماءِ اعظم الٰہی اور مواریث انبیاءؑ اور سلاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سپرد کیا اس کے بعد حضرت امام حسن عسکریؑ کی والدۂ ماجدہ حضرت صاحب الامرؑ کے ساتھ حج کے ارادے سے روانہ ہوگئیں۔

حضرت امام حسن عسکریؑ کو معتمد عباسی نے زہر دیا(۱)۔

ابن حجر نے صواعق محرقہ صفحہ ۱۲۴ میں لکھا ہے کہ کہا گیا ہے کہ: آپ کو زہر دیا گیا۔ مسعودی نے لکھا ہے کہ: حضرت ابو محمد (امام حسن عسکریؑ) نے ماہِ ربیع الاوّل ۲۶۰ھ میں انتقال فرمایا اور سامرہ میں اپنے پدر بزرگوار حضرت ابوالحسن ثالث امام علی نقیؑ کی قبرِ اطہر کے ساتھ ۲۳ر سال اور تنہا منصب امامت پر چھ سال رہے، جب حضرت کی شہادت کی خبر مشہور ہوئی تو سارا سامرہ ہل گیا ہر سمت سے رونے پیٹنے کی آوازیں بلند ہوئیں (۲)۔

راوی نے بیان کیا کہ: احمد ابن عبید اللہ خاقان معتمد عباسی کا وزیر مال اور شہر قم میں املاک خالصہ دیوانی کا منتظم تھا اور بڑا سخت ناصبی تھا، ایک روز اس کی مخصوص مجلس میں شیعوں اور سادات علویہ کے مذاہب کا ذکر چلا تو احمد نے کہا کہ: میں نے سامرہ میں اولاد علی ابن ابی طالبؑ میں سلامت روی واستقلال وعفت وپرہیز گاری وسخاوت وعزت وبلندی مرتبہ میں حضرت امام حسن عسکریؑ ابن علی نقیؑ ابن محمد (تقیؑ) ابن علی (رضاؑ) سے بڑھ کر کسی کو نہیں پایا! وہ اپنے خاندان میں بلکہ کل بنی ہاشم میں محترم ومکرم ہیں اور ان کے سن رسیدہ اور بڑے بڑے صاحبان شرف ان کی عظمت و بزرگی کا اعتراف رکھتے ہیں اسی طرح کل وزراء وسرداران حکومت وعام انسان بھی بنی ہاشم کی طرح ان کی عظمت کا اقرار کرتے ہیں، میں ایک روز اپنے باپ (عبید اللہ ابن خاکان وزیر اعظم معتمد) کی مجلس میں بیٹھا تھا اور وہ روز دربار کا تھا، ناگاہ دربان نے آکر خبر دی کہ: ابو محمدؑ (ابن الرضاؑ) یعنی امام حسن عسکریؑ قصر کے دروازہ پر تشریف لائے ہیں!

میرے باپ نے نہایت اضطراب کے ساتھ چیخ کر کہا: ان کو اجازت دو تشریف آوری کی مجھ کو سخت حیرت ہوئی کہ دربانوں نے حضرت کا نام نہیں لیا بلکہ کنیت سے یاد کیا حالانکہ دربار کا دستور یہ تھا کہ سواء بادشاہ اور اس کے ولی عہد کے یا جس کے لیے بادشاہ کی اجازت ہو کسی کو کنیت

(۱)۔ نورالابصار، صفحہ ۱۶۸ ووسیلۃ النجات صفحہ ۴۱۵۔
(۲)۔ حضرت امام حسن عسکریؑ کی وفات ۸ر ربیع الاول ۲۶۰ھ میں ہوئی (وسیلۃ النجات، صفحہ ۴۱۵)۔

سے ذکر کرنے کی اجازت نہ تھی۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص گندم گون خوش قامت خوبصورت خوب اندام اور نوجوان بڑی شان ورفعت وہیبت کے ساتھ وارد ہوا جوں ہی میرے باپ کی نظر ان پر پڑی فوراً کھڑا ہوگیا اور استقبال کے لیے آگے بڑھا حالانکہ میں نے کبھی اپنے باپ کو کسی ہاشمی کی اس طرح تعظیم کرتے نہیں دیکھا تھا میرا باپ ان کے پاس پہونچ کر ان سے بغل گیر ہوا اوران کے ہاتھ اور پیشانی اور سینہ کا بوسہ لیا اور ان کا ہاتھ پکڑ کر لاکر اپنی جانماز پر بٹھلایا جس پر وہ دربار سے پہلے بیٹھا تھا اور گفتگو کرنے لگا اور بار بار کہتا تھا کہ: میں آپ پر قربان ہو جاؤں! ناگاہ خادم نے آکر خبر دی کہ بادشاہ کے بھائی موفق آنا چاہتے ہیں موفق جب آتا تھا تو پہلے اس کے غلام اور خدّام اور سرداران فوج آتے تھے اور دورویا صف باندھ کر کھڑے ہو جاتے تھے لیکن میرا باپ ادھر متوجہ نہیں ہوا بلکہ حضرت ابو محمد امام حسن عسکریؑ سے باتیں کرتا رہا جب موفق کا جلوس بالکل سامنے آگیا اور حضرت اٹھ گئے تو میرے باپ نے خادموں سے کہا کہ: ان کو ان فوجیوں کے پیچھے سے لے جاکر پہونچادو کہ موفق نہ دیکھے جب امام جاچکے تو میں نے اپنے غلاموں سے پوچھا کہ: تم پر وائے ہو! یہ کون تھا جس کو اس احترام سے تم لائے اور میرے باپ نے ان کا حد درجہ اکرام واحترام کیا؟

غلاموں نے کہا کہ: یہ حضرت علی ابن ابی طالبؑ کی اولاد سے ہیں ان کا نام حسنؑ ابن علیؑ ابن محمدؑ ابن علی رضاؑ ہے یہ سن کر میرے تعجب کی انتہا نہ رہی اور بہت فکر مند ہوا یہاں تک کہ رات ہوگئی نماز عشا کے بعد میرا باپ اپنے خاص کمرے میں بیٹھا جہاں وہ امورِ سلطنت کے متعلق غور و فکر کرتا تھا تو میں اس کے پاس گیا اس نے مجھ سے پوچھا: کوئی کام ہے؟ میں نے کہا: ہاں اگر اجازت ہو تو کچھ سوال کروں! کہا: پوچھو میں نے کہا: یہ کون بزرگ تھے جن کا آپ نے آج ایسا احترام واکرام کیا میرے باپ نے کہا: بیٹا یہ اس گروہ کے امام ہیں جن لوگوں نے جمہور کا مذہب ترک کر دیا ہے یہ حسنؑ (عسکریؑ) ابن علیؑ (نقیؑ) ہیں اگر یہ خلافت بنی عباس سے نکل جائے تو ان سے بڑھ کر کوئی اس

مسند خلافت کا حق دار نہیں ہے اور علم و فضل و عفت اور سلاست روی و صیانت نفس و زہد و عبادت و اخلاق کریمانہ اور اعمال صالحہ کے لحاظ سے بھی یہی حق دار امامت ہیں اگر تم نے ان کے والد بزرگوار کو دیکھا ہوتا تو سمجھتے کہ وہ کیسے صاحب عقل و علم و فضل تھے یہ سن کر میری حیرت و پریشانی اور زیادہ ہوئی اور اپنے باپ پر مجھ کو سخت غصّہ آیا کہ اس نے رافضیوں کے مذہب کی تائید کی اور میں نے اس کو خطاوار سمجھا اور کہا کہ: اگر یہ باتیں حق ہیں تو یہ کیوں ایک ظالم کی ملازمت کر رہا ہے؟ اور اگر باطل ہیں تو ان کی مدح و تعظیم کیوں کرتا ہے؟ پھر میں وہاں سے اُٹھ گیا اور حضرت امام حسن عسکریؑ کے حالات کی تفتیش شروع کر دی لیکن میں نے جس سے بھی سوال کیا اس کو ان کی مدح و ثنا ہی کرتے ہوئے پایا آخر میری نگاہ میں بھی ان کی قدر و منزلت زیادہ ہوگئی۔

احمد نے کہا کہ: جب حضرت امام حسن عسکریؑ علیل ہوئے تو بادشاہ نے میرے باپ کے پاس حکم نامہ بھیجا کہ ابو محمدؑ بیمار ہیں۔ میرا باپ اسی وقت سوار ہو کر فوراً خلیفہ کے پاس گیا اور وہاں سے بادشاہ کے معتمد پانچ آدمی اور نحریر غلام کے ساتھ حاضر خدمت امام ہوا اور ان پانچ آدمیوں کو وہیں چھوڑا کہ حضرت کی خبر گیری کریں اور اطبائے حاذق کو بلوایا اور مشغول علاج ہوا اور خود صبح و شام حضرت کی خیریت معلوم کرنے کے لیے حاضر ہوتا تھا اس کے بعد اس نے قاضی القضاۃ کو بلوایا اور کہا کہ: دس آدمی کو جو آپ کے معتمد ہوں اور لوگ ان کی پرہیز گاری و بزرگی کا اعتراف کرتے ہوں بلا لیجئے چنانچہ وہ لوگ بلا لیے گئے اور سارا شہر سامرہ خلائق کے نالہ و فریاد سے ایک آواز ہو گیا اور ماتم کدہ بن گیا پھر بادشاہ نے کچھ لوگوں کو بھیج کر حضرت کے مکان کے اندر کی زمین کھدوائی تاکہ معلوم کرے کہ زمین کے اندر تو کوئی چیز نہیں رکھی ہوئی ہے؟ اور گھر کے کل سامان کو یکجا کر کے اس پر مہر لگوائی اور حضرت کی اولاد کی تلاش میں مشغول ہوا کہ حضرت نے کوئی اولاد چھوڑی ہے یا نہیں؟ پھر عورتوں کو بلا کر حضرت کے گھر کی مخدّرات کے پاس بھیجا تاکہ پتہ لگائیں کہ کوئی زوجہ یا کنیز حضرت کی حمل سے تو نہیں ہے؟ ان عورتوں نے حضرت کی ایک کنیز کے متعلق

شبہہ کیا کہ وہ حمل سے ہے! تو معتمد نے اس پر کچھ عورتوں کو مقرر کر دیا کہ وہ اس وقت تک اس کی نگرانی کریں جب تک بچہ پیدا ہو اور ادھر حضرت کو غسل دیا گیا اور کفن پہنایا گیا، سامرہ کے سارے بازار بند ہو گئے اور کل بنی ہاشم اور سرداران وافسران حکومت اور ساری خلائق مشایعت جنازہ امام کے لیے دوڑ پڑی اور شہر سامرہ ایک قیامت کا نمونہ بن گیا۔ پھر بادشاہ نے ابو عیسیٰ پسر متوکل کو نماز پڑھنے کا حکم دیا پھر اس نے حضرت کے چہرۂ اقدس سے کفن ہٹا کر کل سرداروں اور قاضیوں اور بنی ہاشم اور اشراف و معززین کو دکھایا کہ دیکھو یہ امام حسن عسکریؑ ہیں جو اپنی موت (۱) سے مرے ہیں اور ہمارے آدمی ہمیشہ آپ کی خدمت اور علاج میں رہے کوئی کوتاہی نہیں کی گئی۔

نماز کے بعد آپ کو آپ کے مکان کے صحن میں دفن کیا گیا، اس کے بعد معتمد حضرت کی اولاد کی تلاش میں مشغول ہوا اور جہاں جہاں اور جس جس گھر میں شبہہ ہوا وہاں وہاں تلاش کرایا لیکن پتہ نہ ملا اور وہ کنیز جس کے متعلق حمل کا شبہ تھا وہ بھی غلط ثابت ہوا۔ آخر معتمد نے حضرت کی میراث حضرت امام حسن عسکریؑ کی والدہ اور حضرت کے بھائی جعفر کے درمیان تقسیم کر دی۔ اہل بیتؑ کے مذہب میں ماں کی موجودگی میں بھائی کو بھی میراث دیتے ہیں) حضرت امام حسن عسکریؑ کی والدہ نے دعویٰ کیا کہ: میں امام کی وصی ہوں تو اس نے حضرت کی چیزیں ان کو دیں باوجود اس کے وہ برابر اس جستجو میں رہا کہ حضرت نے کوئی لڑکا چھوڑا ہے یا نہیں! (۱)۔

حضرت امام حسن عسکریؑ پر خود حضرت آخر الزمانؑ نے پوشیدہ طور پر نماز پڑھی (۲) اس کے بعد حکومت کی طرف سے ابو عیسیٰ نے پڑھی جیسا کہ ابھی اصول کافی کی روایت میں گذرا۔

---

(۱)۔ یہ معتمد کی ایک مکاری تھی اس کو خوف ہوا کہ اگر راز فاش ہو گیا تو انقلاب پیدا ہو جائے گا اور وہی حشر ہو گا جو قاتلانِ حضرت امام حسینؑ کا ہوا اور نہ گذر چکا کہ حضرت کو خود معتمد نے زہر دیا (مؤلف)۔

(۲)۔ اصول کافی، کتاب الحجہ، باب مولد ابو محمد حسن ابن علیؑ۔

(۳)۔ نور الابصار، صفحہ ۱۶۸۔

ازواج واولاد

آپ کی متعدد ازواج تھیں لیکن سواء جناب نرجس خاتون کے اور کسی کا نام معلوم نہیں ہوتا اور اولاد میں حضرت محمد مہدی آخر الزمانؑ کے سواء کسی کا پتہ نہیں ملتا۔

علامہ ابن حجر نے صواعق محرقہ صفحہ ۱۲۴ میں لکھا ہے کہ: حضرت نے سواء ابو القاسم محمدؑ کے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔

اصحابِ خاص

ایوب ابن نوح ابن دراج، ابراہیم ابن ابو حفص ابو اسحاق کاتب، احمد ابن اسحاق اشعری، اسحاق ابن اسمٰعیل نیشاپوری وغیرہ بہت سے تھے۔

آپ کے زمانے کے بادشاہ

آپ کی ولادت کے زمانے میں واثق باللہ بادشاہ تھا اس کے بعد متوکل بادشاہ ہوا اس نے حضرت کو کمسنی میں مدینہ سے بلا کر سامرہ میں قید کیا اس وقت آپ کی عمر تقریباً گیارہ سال تھی اس کے بعد منتصر پھر مستعین پھر معتز باللہ پھر مہدی باللہ بادشاہ ہوتے رہے پھر معتمد علی اللہ بادشاہ ہوا اسی نے زہر سے حضرت کو شہید کیا۔

﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ﴾

ظالموں کی حکومت اور اس کا دنیاوی انجام عنقریب معلوم ہو جائے گا۔

ظالموں کی حکومت اور اس کا دنیاوی انجام

خداوند عالم نے محمد وآل محمد علیہم السلام کی محبت مسلمانوں کا جزو ایمان اور فرض قرار دیا ہے ارشاد پروردگار ہے: ﴿قُل لَا أَسأَلُكُم عَلَيهِ أَجرًا إِلَّا المَوَدَّةَ فِي القُربَىٰ وَمَن يَقتَرِف حَسَنَةً نَزِد لَهُ فِيهَا حُسنًا﴾(۱)؛یعنی اے رسول! کہہ دو کہ ہم تم سے بجز اپنے قرابت داروں کی محبت کے اپنی رسالت کا کوئی اجر نہیں چاہتے۔

جناب ابن عباس سے منقول ہے کہ: جب یہ آیت نازل ہوئی تو ہم لوگوں نے عرض کیا کہ: یارسول اللہؐ! وہ آپ کے قریبی رشتہ دار کون لوگ ہیں جن کی محبت ہم لوگوں پر فرض کی گئی ہے؟ فرمایا: علیؑ اور فاطمہؑ اور ان کے بیٹے، اس جملہ کو حضرت نے تین مرتبہ فرمایا(۲)۔

لیکن دیکھنا یہ ہے امّت نے محبت اہل بیتؑ کا حق کس طرح ادا کیا اس کی تفصیل اس کتاب کے پڑھنے والوں پر ظاہر ہوجائے گی اس مقام پر میں ائمہ اہل بیتؑ اور ان کو اذیتیں دینے والوں اور ظلم کرنے والوں کے ناموں کا ایک مختصر نقشہ پیش کررہا ہوں۔

---

(۱)۔ پارہ ۲۵، سورۂ شوریٰ، آیت ۲۳۔

(۲)۔ صواعق محرقہ باب ۱۱ فصل ۱ صفحہ ۱۰۱ و مستدرک حاکم جلد ۳، صفحہ ۱۴۹ و مودۃ القربیٰ حدیث ۲ و وسیلۃ النجات، صفحہ ۴۱ و ارجح المطالب باب ۳ صفحہ ۳۴۷ بحوالہ احمد و حاتم و بیضاوی و ثعلبی و مدارک وغیرہ۔

خدا کے مقرر کردہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارہ خلفاء	امّت کے مقرر کردہ خلفاء جنھوں نے اہل بیتؑ پر مظالم کے پہاڑ ڈھائے
۱۔امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام	حضرت ابو بکر و عمر و عثمان، ابن ملجم نے قتل کیا
۲۔ حضرت امام حسن علیہ السلام	حضرت عمر کے مقرر کردہ والی شام امیر معاویہ نے زہر دیا
۳۔ حضرت امام حسین علیہ السلام	معاویہ کے بیٹے یزید نے کربلا میں شہید کیا۔
۴۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام	اموی خلیفہ ولید ابن عبد الملک نے زہر دیا۔
۵۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام	ہشام ابن عبد الملک نے زہر سے شہید کیا۔
۶۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام	عباسی خلیفہ منصور دوانقی نے زہر دیا۔
۷۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام	عباسی خلیفہ ہارون الرشید نے زہر دیا۔
۸۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام	عباسی خلیفہ مامون الرشید نے زہر دیا۔
۹۔ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام	عباسی خلیفہ معتصم نے زہر سے شہید کیا۔
۱۰۔ حضرت امام علی نقی علیہ السلام	عباسی خلیفہ معتز باللہ نے زہر دیا۔
۱۱۔ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام	عباسی خلیفہ معتمد باللہ نے زہر دیا۔
۱۲۔ حضرت امام مہدی آخر الزمان علیہ السلام	عجل اللہ تعالیٰ فرجہ۔

ان مظالم کا جو اخروی انجام ہے وہ تو ہر مسلمان پر ظاہر ہے لیکن دنیا میں ان کا جو انجام ہوا اس کے متعلق اس کتاب میں جابجا اشارات گذر چکے اور زیادہ تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ہے لیکن ان میں سے ایک بہت واضح امر یہ ہے کہ ان سلاطین جور کی حکومتوں کی عمریں بہت مختصر ہوئیں یہاں تک کہ امیر المومنینؑ کے دور سے لے کر ۲۶۰ھ تک یعنی گیارہویں امام حسن عسکریؑ کی شہادت کے وقت تک جمہور کے ۳۳؍ خلفاء گذر گئے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے دور امامت میں	حضرت ابو بکر و عمر و عثمان تین خلفاء گذرے
حضرت امام حسن علیہ السلام کے زمانے میں	معاویہ خلیفہ رہے۔
حضرت امام حسین علیہ السلام کے زمانے میں	یزید خلیفہ رہا اس نے دو سال چند ماہ حکومت کی۔
حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے زمانے میں	معاویہ ابن یزید، عبد اللہ ابن زبیر۔ عبد الملک ابن مروان اور ولید ابن عبد الملک چار خلفاء گذرے۔
حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے دور امامت میں	سلیمان ابن عبد الملک، عمر ابن عبد العزیز، یزید ابن عبد الملک، ہشام ابن عبد الملک، چار خلفاء گذرے۔
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے دور امامت میں	ہشام ابن عبد الملک، ولید ابن یزید، یزید الناقص، ابراہیم ابن ولید، مروان حمار، سفاح عباسی خلیفہ منصور دوانقی سات خلفاء جمہور کے گذرے۔
حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے دورِ حکومت میں۔	مہدی ابن منصور، ہادی ابن مہدی، ہارون الرشید، تین بادشاہ گذرے۔
حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے دور میں	امین، مامون الرشید، دو بادشاہ گذرے۔
حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے دور میں	معتصم بادشاہ ہوا۔
حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے دور میں	واثق باللہ، متوکل، منتصر، مستعین، معتز باللہ بادشاہ ہوئے۔
حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے زمانے میں	مہتدی باللہ اور معتمد علی باللہ بادشاہ ہوئے۔

حالات امام دوازدھم
خلیفۃ الرحمٰن حجّت اللہ
حضرت صاحب العصر والزّمانؑ

امام دوازدہم خلیفۃ الرحمٰن

حجّت اللّٰہ حضرت صاحب العصر والزّمانؑ

مسعودی نے لکھا ہے کہ: حضرت امام حسن عسکریؑ کے بعد بقیۃ اللہؑ اور حجت اللہ حضرت صاحب الزمانؑ آپ کی جگہ پر بیٹھے۔

ولادت

مسعودی نے لکھا ہے کہ: امامؑ کی ولادت ۲۵۵ھ میں حضرت امام علی نقیؑ کی وفات کے دو سال بعد ہوئی۔

آپ کی ولادت باسعادت پندرہ ماہ شعبان ۲۵۵ھ میں ہوئی (۱) اور بعض روایات میں ہے کہ آپ ۲۵۶ھ میں پیدا ہوئے۔

کیفیت خلقت امامؑ

مسعودی نے لکھا ہے کہ: عالم (حضرت امام موسیٰ کاظمؑ) نے فرمایا کہ: جب خداوند عالم کسی امام کی تخلیق کا ارادہ کرتا ہے تو دو ابر سے پانی کا ایک قطرہ نازل فرماتا ہے اور وہ زمین کے پھلوں میں سے کسی پھل میں چلا جاتا ہے اس پھل کو امام کھاتا ہے اسی سے امام کی تخلیق ہوتی ہے جب

---

(۱)۔ وسیلۃ النجات واصول کافی باب مولد صاحب الزمانؑ۔

استقرار حمل کو چالیس روز گذر جاتے ہیں تو امام بطن مادر میں انسانوں کی آوازیں سننے لگتے ہے اور چار ماہ کے بعد اس کے داہنے بازو پر آیت ﴿وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾(۱) لکھ جاتی ہے اور جب امام منصبِ امامت پر فائز ہوتا ہے تو اس کی نظر کے سامنے ایک عمود نور قائم ہو جاتا ہے جس میں وہ ساری دنیا کے بندوں کے اعمال دیکھتا ہے۔

بڑے بڑے علماء کی ایک جماعت نے مثل علان کلابی اور موسیٰ ابن محمد غازی اور احمد ابن جعفر ابن محمد وغیرہ کے اپنے اسناد کے ساتھ حضرت امام حسن عسکریؑ کی پھوپھی جناب حکیمہ بنت امام محمد تقیؑ سے روایت کی ہے انھوں نے فرمایا کہ: میں ہمیشہ خدا سے دعا کرتی تھی کہ وہ حضرت امام حسن عسکریؑ کو ایک لڑکا عطا فرمائے، ایک روز جب میں حضرت کی خدمت میں گئی اور حضرت کو دعا دی کہ: خدا آپ کو ایک لڑکا عطا فرمائے تو حضرت نے فرمایا: اے پھوپھی! آج آپ یہیں افطار فرمائیں آج کی شب میں وہ بچہ پیدا ہونے والا ہے جس کی ولادت کی میں خدا سے امید کرتا ہوں اور وہ تاریخ پندرہ شعبان ۲۵۵ھ شب جمعہ تھی۔

تو میں نے عرض کیا کہ: یہ بچہ آپ کی کس زوجہ سے پیدا ہوگا؟ فرمایا: آپ کی کنیز (نرجس) سے جناب حکیمہ فرماتی ہیں کہ: مجھ کو سب سے زیادہ نرجس (خاتون) سے محبت تھی میں جب ان کے گھر جاتی تھی تو وہ بڑھ کر میرا استقبال کرتی تھیں اور میرا ہاتھ چومتی تھیں اور میری جوتیاں اپنے ہاتھ سے اتارتی تھیں اور میں منع کرتی تھی کہ یہ کیا کر رہی ہو؟! تو وہ کہتی تھیں کہ: اے میری سیدہ! یہ آپ کیا فرما رہی ہیں تو میں ان کو سیدہ کہہ کر خطاب کرتی تھی اس شب جب میں ان کے یہاں گئی اور ان کو سیدہ کہہ کر خطاب کیا تو انھوں نے کہا: آپ مجھ کو سیدہ نہ فرمائیے! میں نے کہا کہ: نہیں تم سیدہ ہو! آج کی شب تمہارے بطن سے وہ بچہ پیدا ہونے والا ہے جو

---

(۱)۔ پارہ ۸، سورۂ انعام، آیت ۱۱۵۔

دنیا اورآخرت میں سردار ہوگا یہ سُن کر انھوں نے شرم سے سر جھکالیا، پھر میں نے حضرت ابو محمدؑ سے تعجب سے کہا کہ: میں تو نرجس میں کوئی علامت حمل کی نہیں پاتی؟! فرمایا: امام کا حمل شکم میں نہیں بلکہ پہلو میں ہوتا ہے آج کی شب میں قریب صبح وہ بچہ پیدا ہوگا جو خدا کے نزدیک مکرم ہے، انشاء اللہ۔

جناب حکیمہ نے کہا کہ: میں نرجس کے قریب سوئی اور حضرت ابو محمدؑ اسی مکان کے سائبان میں سوئے جب نماز شب کا وقت آیا تو میں بیدار ہوئی دیکھا کہ نرجس سوئی ہیں اور کوئی اثر وضعِ حمل کا ان میں نہیں ہے میں نے نماز شروع کر دی جب نماز وتر پڑھنے لگی تو مجھ کو خیال آیا کہ شاید صبح ہوگئی، ناگاہ ابو محمد امام حسن عسکریؑ نے آواز دی کہ: اے پھوپھی! ابھی صبح نہیں ہوئی ہے! میں نے جلدی نماز ختم کی تو دیکھا کہ نرجس میں ایک اضطراب پیدا ہوا میں نے بڑھ کر ان کو سنبھالا اور دعا پڑھنے لگی، میں نے نرجس سے پوچھا کہ: کیا کچھ آثار پارہی ہو؟ کہا: ہاں پھر اسی طرح بیٹھے بیٹھے میری آنکھ لگ گئی اور نرجس بھی سوگئیں، پھر ان کی آنکھ اس وقت کھلی جب بچہ پیدا ہوچکا تھا اور میں نے ابو محمد امام حسن عسکریؑ کی آواز سنی کہ وہ فرمارہے تھے کہ: اے پھوپھی! بچے کو میرے پاس لائیے! تو میں نے دیکھا کہ بچہ سجدۂ پروردگار میں ہے اور اس کے داہنے بازو پر لکھا ہے: ﴿جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾(۱)؛ یعنی حق آگیا اور باطل نیست و نابود ہوگیا اور اس میں شک نہیں کہ باطل مٹنے والا ہی تھا۔

میں نے بچہ کو سینہ سے لگالیا اور دیکھا کہ وہ ختنہ شدہ ہے، میں نے اس کو ایک کپڑے میں لپیٹا اور خدمتِ امام میں لے گئی، حضرت نے اس کو گود میں لے کر اپنے زانو پر بٹھلایا، اور اپنا داہنا ہاتھ اس کی پشت پر رکھا پھر اپنی زبان مبارک اس کے دہن میں دی اور اپنا دستِ مبارک اس کی آنکھ اور کان اور مفاصل پر مس کیا پھر فرمایا: بیٹا کلام کرو! تو اس نے کہا: "**اشھدان لا الٰہ الا اللّٰہ و**

(۱)۔ پارہ ۱۵، سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۸۱۔

اشهد ان محمدا رسول الله و ان عليا امير المومنين" پھر ایک ایک کرکے کل ائمہ علیہم السلام کی امامت کی شہادت دی یہاں تک کہ اپنے نام تک پہونچا پھر اپنے شیعوں کے لیے کشائش کی دعا کی پھر خاموش ہو گیا پھر حضرت امام حسن عسکریؑ نے فرمایا کہ: ان کو ان کی والدہ کے پاس لے جایئے کہ ماں کو سلام کریں، چنانچہ میں لے گئی، اور حضرت نے اپنی والدہ پر سلام کیا پھر امامؑ کی خدمت میں واپس لائی پھر وہ میری نظروں سے غائب ہو گئے، میں نے حضرت ابو محمدؑ سے پوچھا کہ: میرے مولا کہاں ہیں؟ فرمایا: ان کو وہ لے گیا جو مجھ سے اور آپ سے زیادہ حق دار ہے۔

پھر ساتویں روز میں حضرت کی خدمت میں گئی اور سلام کیا حضرت نے فرمایا: پھوپھی میرے بچہ کو لایئے! میں اپنے مولا کو ایک زرد کپڑے میں لپیٹ کر لائی پھر حضرت نے پہلے روز کی طرح کیا اور فرمایا کہ: بیٹا! باتیں کرو! تو انھوں نے پہلے کی طرح شہادتیں پڑھیں اور اس کے بعد یہ آیت پڑھی: ﴿وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ ۞ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُمْ مَا كَانُوا يَحْذَرُونَ﴾(۱)۔

یعنی ہم نے ارادہ کیا ہے کہ ان لوگوں پر (یعنی ائمہ اہل بیتؑ) پر احسان کریں جو روئے زمین پر کمزور کر دیئے گئے، ہم ان لوگوں کو امام اور پیشوا اور زمین کا مالک اور حکمراں بنائیں اور فرعون وہامان اور ان کے لشکر والوں کو انھیں کمزوروں کے ہاتھ سے وہ امور دکھائیں جن سے وہ سب ڈرتے تھے۔

پھر چالیس روز کے بعد جب میں گئی تو دیکھا کہ مولا گھر کے اندر چل پھر رہے ہیں اور ان سے زیادہ خوبصورت اور فصیح تر کوئی شخص نہ دیکھا تو میں نے ابو محمدؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ: چالیس ہی روز میں ماشاء اللہ ان کی یہ حالت دیکھ رہی ہوں تو حضرت مسکرائے اور فرمایا کہ: اے

(۱)۔ پارہ ۲۰، سورۂ قصص، آیت ۶۔

پھوپھی! ہم گروہ اوصیاء ایک روز میں اتنا بڑھتے ہیں جتنا دوسرے بچے ایک ہفتہ میں بڑھتے ہیں اور ایک ماہ میں اتنا بڑھتے ہیں جتنا دوسرے بچّے ایک سال میں بڑھتے ہیں۔

ابو محمدؑ سے منقول ہے کہ: جب حضرت صاحب الامرؑ پیدا ہوئے تو خدا نے دو فرشتوں کو بھیجا وہ دونوں حضرت کو سرادق عرش تک لے گئے تو آواز قدرت آئی: مرحبا! ہم تمہارے واسطہ سے جزا عطا کریں گے اور تمہارے ہی واسطہ سے بخشیں گے اور تمہارے واسطے سے عذاب کریں گے۔

ملا مبین صاحب نے لکھا ہے کہ جناب حکیمہ خاتون نے بیان فرمایا کہ: میں جب نرجس (خاتون) کے کمرے میں داخل ہوئی تو دیکھا کہ ان کے جسم میں لرزہ ہے میں نے ان کو سینہ سے لگالیا اور سورۂ قل ھو اللہ اور انا انزلنا اور آیت الکرسی پڑھنے لگی تو نرجس کے شکم سے بھی ان سوروں کے پڑھنے کی آواز سنی اس کے بعد میں نے دیکھا کہ سارا گھر روشن و منوّر ہو گیا اور بچہ زمین پر سجدہ میں پڑا ہے۔

ناگاہ ابو محمد امام حسن عسکریؑ نے آواز دی کہ: پھوپھی بچے کو میرے پاس لایئے! تو میں لے گئی تو حضرت نے اس کو گود میں بٹھایا اور اپنی زبان مبارک اس کے منہ میں دی پھر فرمایا: بیٹا! کلام کرو! تو اس نے کہا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، ﴿وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ ۔۔۔ الخ﴾

پھر میں نے دیکھا کہ: سبز چڑیوں نے آکر مجھ کو گھیر لیا تو حضرت امام حسن عسکریؑ نے ایک طائر سے کہا کہ: باذن خدا تم ان کی حفاظت کرو جب تک کہ ان کے متعلق حکمِ خدا نازل ہو تو میں نے حضرت سے پوچھا کہ: یہ طائر کون تھا؟ فرمایا: یہ جبرئیلؑ تھے اور باقی طائر ملائکۂ رحمت تھے (۱)۔

(۱)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۴۱۸۔

کنیت والقاب

آپ کا نام حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام اور آپ کی کنیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیت ہے، یعنی آپ کا نام محمدؑ اور کنیت ابو القاسمؑ ہے اور القاب حجۃ اللہؑ، مہدیؑ، صاحب الامرؑ، صاحب الزمانؑ، منتظرؑ، قائمؑ، خلیفۃ الرحمٰنؑ، وغیرہ ہیں۔

ملا مبین صاحب نے لکھا ہے کہ: زمانۂ غیبت میں حضرت کا نام لینا جائز نہیں ہے اور مصلحت اس کی پوشیدہ ہے(۱)۔

مسعودی نے لکھا ہے کہ: عباد ابن یعقوب اسدی نے علی ابن حسن ابن فضال سے انھوں نے ریان ابن صلت سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ: میں نے حضرت امام رضاؑ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: قائمؑ کا جسم دکھائی نہ دے گا اور ان کا نام نہ لیا جائے گا۔

صفات امامؑ

ملا مبین صاحب نے لکھا ہے کہ حضرت امام رضاؑ سے منقول ہے کہ: فرمایا کہ امام مہدیؑ اعلم الناس، احلم الناس، اتقی الناس، اسخی الناس، اشجع الناس، اعبد الناس ہوں گے، یعنی سب سے بڑے عالم سب سے زیادہ حلیم سب سے زیادہ پرہیز گار سب سے زیادہ سخی، سب سے زیادہ بہادر، اور سب سے بڑے عبادت گذار ہوں گے، ختنہ کردہ اور پاک و طاہر ومطہر پیدا ہوں گے جس طرح آگے دیکھیں گے اسی طرح پس پشت بھی دیکھیں گے جیسا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے اور جب بطنِ مادر سے جدا ہوں گے تو دوزانو بیٹھ کر کلمۂ شہادتین زبان پر جاری فرمائیں گے اور ان کو احتلام نہ ہوگا جس طرح انبیاءؑ کو احتلام نہیں ہوتا اور عالم خواب میں بھی ان کا دل بیدار رہے گا، اور ان کے پاس حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زرہ اور سلاح اور حضرت امیر المومنینؑ کی

---

(۱)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۴۲۰۔

تلوار ذوالفقار اور مصحفِ فاطمہ زہراؑ ہو گا اور ایک صحیفہ ہو گا جس میں حضرت کے دوستوں و پیروی کرنے والوں اور حضرت کے دشمنوں اور مخالفین کے نام ہوں گے اوران کے بول وبراز کو زمین کھاجائے گی اور حضرت کے جسم مبارک سے خوشبو پھیلے گی اور مکارم اخلاق سے آراستہ اور مستجاب الدعوات ہوں گے اور روح القدس کی تائید حاصل ہو گی اورروئے زمین پر بسنے والے سارے انسانوں کے اعمال آپ پر واضح وظاہر ہوں گے اور کھانا(۱) پیناخوشی وغم صحت ومرض موت وحیات (سارے صفاتِ انسانی) امام میں ہوتے ہیں (۲)۔

پیدائش صاحب الامرؑ کے متعلق علماء کے اقوال

۱۔ علامہ ابن حجر مکی نے لکھاہے کہ: حجت خدا حضرت ابوالقاسم محمدؑ کی عمر آپ کے پدر بزرگوار کے انتقال کے وقت پانچ سال تھی لیکن اسی عمر میں خدانے آپ کو علم وحکمت عطا فرمائی تھی۔ آپ کانام قائمؑ اور منتظرؑ بھی ہے اس لیے کہ آپ پوشیدہ ہوگئے اور کچھ نہ معلوم ہوا کہ کہاں گئے، شیعوں کا قول ہے کہ وہی امام مہدیؑ موعود ہیں (۳)۔

۲۔ شیخ کامل خواجہ محمد پارسا ملقب بشاہ نقش بند نے لکھاہے کہ امام حسن عسکریؑ نے حضرت ابوالقاسم محمد منتظر کے سواء جن کا نام قائمؑ اور حجتؑ اور مہدیؑ اور صاحب الزمانؑ ہے اور فرقۂ امامیہ کے نزدیک بارہویں امام ہیں کوئی دوسرا فرزند نہیں چھوڑا یہ پندرہ شعبان ۲۵۵ھ میں پیدا ہوئے، ان کی والدہ کانام نرجس (خاتون) تھا۔ جب یہ پانچ برس کے تھے تو ان کے پدر بزرگوار نے انتقال فرمایا اور یہ بزرگ نظروں سے غائب ہوگئے اوراب تک غائب ہیں (۴)۔

---

(۱)۔ ان صفات کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ کوئی آپ کو خدا یا خدا کا اوتار نہ سمجھ لے (مؤلف)۔

(۲)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۴۲۰۔

(۳)۔ صواعق محرقہ، صفحہ ۱۲۴۔

(۴)۔ ینابیع المودۃ، صفحہ ۳۷۷ بحوالہ فصل الخطاب۔

۳۔ عبد الوہاب شعرانی نے لکھا ہے کہ: امام مہدیؑ حضرت امام حسن عسکریؑ کے فرزند ہیں شعبان کی پندرہ تاریخ ۲۵۵ھ میں پیدا ہوئے اور باقی رہیں گے یہاں تک کہ حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ ظاہر ہوں گے، مجھ کو اس کی خبر حسن عراقی نے دی اور ان سے خود امام مہدیؑ نے فرمایا تھا، جب وہ امام کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے اور میرے استاد علی الخواص نے اس کی تصدیق کی (۱)۔

۴۔ علامہ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ: شیعوں کا عقیدہ ہے کہ آپ ہی بارہویں امام ہیں اور آپ حجّتؑ کے لقب سے مشہور ہیں آپ ہی کو شیعہ منتظرؑ اور قائمؑ اور مہدیؑ کہتے ہیں آپ ہی صاحب سرداب ہیں شیعہ آخر وقت تک آپ کے ظہور کے منتظر رہیں گے آپ روز جمعہ پندرہ شعبان ۲۵۵ھ میں پیدا ہو چکے ہیں آپ کے والد بزرگوار کے انتقال کے وقت آپ کی عمر پانچ سال تھی آپ کی والدہ کا نام خمیط یا نرجس تھا آپ نو سال کی عمر میں ۲۶۵ھ میں سرداب میں تشریف لے گئے پھر اب تک نہیں نکلے (۲)۔

۵۔ ملا جامی نے شواہد النبوۃ میں لکھا ہے کہ: محمد ابن حسن عسکریؑ امام دوازدہم ہیں آپ کی کنیت ابو القاسم ہے اور امامیہ آپ کو حجّتؑ و قائمؑ و مہدیؑ و منتظرؑ اور صاحب الزمانؑ وغیرہ [کے] القاب سے ملقب کرتے ہیں، آپ کی والدہ کا نام صیقل یا سوسن یا نرجس تھا آپ سر من رای میں ۲۵۸ھ میں پیدا ہوئے (۳)۔

۶۔ ابو سالم محمد ابن طلحہ حلبی شافعی نے لکھا ہے کہ: امام حسن عسکریؑ کی فضیلت کے لیے یہی کافی ہے کہ خدا نے امام مہدیؑ کو ان کے صلب سے پیدا کیا اور حضرت امام حسن عسکریؑ کی اولاد ذکور میں سواء امام مہدیؑ کے کوئی اولاد نہیں چھوڑی (۴)۔

---

(۱)۔ کتاب الیواقیت والجواہر۔

(۲)۔ وفیات الاعیان، صفحہ ۴۵۱ جلد ۲۔

(۳)۔ شواہد النبوۃ، صفحہ ۲۱۳۔

(۴)۔ مطالب السئول، صفحہ ۲۹۲۔

۷۔ محدث فقیہ محمد ابن یوسف گنجی شافعی نے لکھا ہے کہ: حضرت امام حسن عسکریؑ کے فرزند حضرت امام مہدیؑ زندہ اور موجود اور نظروں سے غائب ہیں اور ان کا اب تک زندہ رہنا محال نہیں ہے کیونکہ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت خضرؑ اور حضرت الیاسؑ بھی تو زندہ ہیں(۱)۔

۸۔ علامہ سبط ابن جوزی نے لکھاہے کہ: حسن عسکریؑ کے فرزند محمد ہیں آپ کی کنیت ابوعبداللہ اور ابوالقاسم ہے اورآپ کے القاب الخلف الحجۃؑ، صاحب الزمانؑ، قائمؑ، منتظرؑ اور باقی ہیں(۲)۔

۹۔ نیز عبدالوہاب شعرانی نے لکھاہے کہ: میرے بعض مشائخ نے بیان کیا کہ میں نے دمشق میں حضرت امام مہدیؑ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور سات روز حضرت کی خدمت میں رہا(۳)۔

۱۰۔ شیخ عبداللطیف حلبی نے لکھاہے کہ میرے باپ شیخ ابراہیم نے بیان کیا کہ: میں نے اپنے ایک استاد سے جو مصر کے رہنے والے تھے سنا کہ انھوں نے کہا کہ: میں نے حضرت امام مہدیؑ کے ہاتھوں پر بیعت کی ہے(۴)۔

۱۱۔ شیخ شبلنجی نے لکھاہے کہ: امام مہدیؑ کے زمانۂ غیبت سے اس وقت تک زندہ اور قائم رہنے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ان کا زندہ رہنا محال نہیں ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت خضرؑ اور حضرت الیاسؑ اب تک زندہ ہیں(۵)۔

۱۲۔ مولوی عبداللہ صاحب امرتسری لکھتے ہیں کہ: جس طرح اولیائے خدا میں حضرت عیسیٰؑ ابن مریم اور حضرت خضرؑ اور حضرت الیاسؑ اور دشمنانِ خدا میں دجال اعور اور ابلیس لعین [کا] اب تک زندہ ہونا کتاب وسنّت سے ثابت ہے(۶)۔

---

(۱)۔ینابیع المودۃ، صفحہ ۳۹۳ بحوالہ کتاب البیان۔
(۲)۔تذکرہ خواص امت، صفحہ ۳۰۴۔
(۳)۔ینابیع المودۃ، صفحہ ۳۸۲ بحوالہ انوار قدسیہ۔
(۴)۔ینابیع المودۃ، صفحہ ۳۹۲۔
(۵)۔نورالابصار، صفحہ ۱۷۰۔
(۶)۔ارجح المطالب، صفحہ ۳۷۷۔

باختصار یہ بارہ شہادتیں بڑے بڑے جلیل القدر علماء اہل سنّت کی حضرت قائم آل محمدؑ کی زندگی و بقا کے متعلق میں نے پیش کر دیں جو صاحبانِ انصاف کے ایمان و یقین کے لیے کافی ہیں لیکن معاندین و مشککین کے لیے تو ہزار دلیلیں بھی کافی نہیں ہیں جو آج دنیا کی اکثریت خدا کے وجود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت اور قرآن مجید کے کلامِ پروردگار ہونے ہی میں شک رکھتی ہے تو اس کا کیا علاج ہے؟! اسی طرح آج بہت سے مسلمان باوجود اس کے کہ وہ حضرت امام مہدی آخر الزمانؑ کے ظہور پر ایمان رکھتے اور ان کا عقیدہ ہے وہ دنیا میں حکومت کریں گے اور دجال کو قتل کریں گے اور دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے لیکن ان کو تین باتوں میں آج تک شک رہ گیا:

۱۔ یہ کہ خداوند عالم ایک شخص کو اتنے دنوں کیونکر زندہ رکھ سکتا ہے؟!
۲۔ یہ کہ جو شخص اسی دنیا میں زندہ موجود ہو وہ انسان کی نظر سے غائب کیونکر ہو سکتا ہے؟!
۳۔ یہ کہ جو ہادی و راہبر غیب کے پردہ میں بیٹھا ہے وہ خلق اللہ کی ہدایت کیونکر کر سکتا ہے اور کیا فائدہ پہونچا سکتا ہے؟!

یہ شکوک ان کے دل میں اتنے راسخ ہو چکے ہیں کہ وہ ان باتوں میں شیعوں کی دلیلوں سے قطع نظر خود اپنے علماء کے اقوال کو بھی نہیں مانتے اور ان کو بھی جھوٹا بناتے ہیں حالانکہ ان شکوک کے جوابات خود انھیں کے علماء نے دیئے ہیں جیسا کہ محدث جلیل اہل سنّت محمد ابن یوسف گنجی شافعی اور شیخ شبلنجی اور عبداللہ امرتسری کے بیانات گذر چکے کہ انھوں نے لکھا ہے کہ: حضرت مہدیؑ کا آج تک زندہ رہنا اور نظروں سے غائب رہنا محال نہیں ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت خضرؑ اور حضرت الیاسؑ اولیاء خدا ہیں اور دجال اور شیطان دشمنانِ خدا میں اب تک زندہ ہیں اور نظروں سے غائب ہیں اسی طرح امامؑ بھی اب تک زندہ ہیں اور نظروں سے غائب ہیں۔

باقی رہا تیسرا شبہ کہ جو شخص غائب ہو وہ خلق اللہ کی ہدایت کیونکر کرسکتا ہے؟ اس کا جواب بھی واضح ہے کہ ہر مسلمان کا عقیدہ ہے اور قرآن اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے کہ شیطان زندہ موجود ہے اور نظروں سے غائب بھی ہے پھر بھی انسانوں کو بہکاتا اور گمراہ کرتا ہے اسی طرح ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ حضرت خضرؑ زندہ موجود ہیں اور نظروں سے غائب ہیں لیکن اکثر مشکل وقت میں پہونچ جاتے ہیں اور مسلمانوں کی مدد کرتے ہیں تو جب شیطان غائب رہ کر گمراہ کرسکتا ہے اور حضرت خضرؑ غائب رہ کر مدد کرسکتے ہیں تو امامؑ پردۂ غیب میں رہ کر ہدایت خلق کیوں نہیں کرسکتے۔

ائمہ اثنا عشرؑ اور غیبت امام زمانہؑ کے متعلق حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثیں

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”**يَكُونُ بَعْدِي اِثْنَا عَشَرَ خَلِيفَةً كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ كُلُّهُمْ يَعْمَل بِالهُدىٰ وَدِينِ الْحَق**“(۱)۔

یعنی میرے بعد بارہ خلفاء ہوں گے سب قریش سے ہوں گے اور سب کے سب ہدایت اور دینِ حق کے مطابق عمل کریں گے۔

سید علی ہمدانی نے مودۃ القربیٰ مودۃ دہم میں عبد الملک ابن عمیر سے انھوں نے جابر ابن سمرہ سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ: میں اپنے باپ کے ساتھ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ میں نے حضرت کو فرماتے ہوئے سنا کہ: میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے پھر

(۱)۔ صواعق محرقہ، باب ۱، فصل ۳، صفحہ ۱۲ و تاریخ الخلفاء صفحہ ۷ بحوالہ بخاری و مسلم و احمد ابن حنبل و ابوداؤد و مسندِ کبیر و بخاری، جلد ۴، صفحہ ۱۶۸ چھاپہ مصر و ینابیع المودۃ باب ۷۷ صفحہ ۱۷۳ و ازالۃ الخفاء، مقصد ۱، صفحہ ۱۱۰ و دلائل النبوۃ و مشکوٰۃ و ترمذی باب الفتن وغیرہ۔

حضرت نے دھیمی آواز سے کچھ فرمایا میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ: حضرت نے آہستہ سے کیا فرمایا تھا؟ انھوں نے کہا کہ: حضرت نے فرمایا کہ: سب بنی ہاشم سے ہوں گے۔

ملا سلیمان حنفی ینابیع المودۃ، باب ۷۷، صفحہ ۳۷۳ میں لکھتے ہیں کہ: یہ حدیثیں خلفائے راشدین پر مطابق نہیں ہوتیں کیونکہ وہ بارہ سے کم تھے اور خلفائے بنی امیہ و بنی عباس پر مطابق نہیں ہوتیں کیونکہ وہ بارہ سے زیادہ تھے اور بدکار تھے پس سواء اہل بیتؑ کے کوئی دوسرا مقصود نہیں ہو سکتا۔

میں عرض کرتا ہوں کہ: اور اس سبب سے بھی یہ حدیثیں خلفائے ثلٰثہ اور خلفائے بنی امیہ اور خلفائے بنی عباس پر مطابق نہیں ہوتیں کہ ان میں سے کوئی بھی ہاشمی نہ تھا (مؤلف)۔

حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے انھوں نے کہا کہ: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ”جو چاہے کہ میری جیسی زندگی کرے اور میری جیسی موت مرے اور باغ عدن میں رہے جس کو پروردگار نے لگایا ہے اس کو چاہیے کہ علیؑ اور ان کے دوستوں سے دوستی کرے! اور میرے بعد ائمہؑ کی پیروی کرے! کیونکہ وہ میری عترت ہیں اور میری طینت سے پیدا کیے گئے ہیں اور ان کو میرے جیسا علم و فہم عطا ہوا ہے پس ویل ہے ان لوگوں کے لیے جو میرے اہل بیتؑ کی فضیلت کو جھٹلائیں اور میری قرابت کو قطع کریں خدا ان کو میری شفاعت سے محروم کرے“(۱)۔

بحوالہ خوارزمی و مسند احمد ابن حنبل زید ابن ارقم سے اور بحوالہ ابو نعیم و حموینی ابن عباسؓ سے اور بحوالہ مسند احمد ابن حنبل و ابو نعیم ابو سعید خدری سے اور بحوالہ اصابہ زید ابن مطرف سے یہ حدیث ینابیع المودۃ میں آٹھ سندوں سے منقول ہے۔

ملا سلیمان حنفی نقش بندی نے اپنی کتاب ینابیع المودۃ، صفحہ ۳۷۰ میں بحوالہ مناقب جابر ابن عبد اللہؓ سے روایت کی ہے کہ جندل ابن جنادہ یہودی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت

---

(۱)۔ ینابیع المودۃ، باب ۴۳ صفحہ ۱۰۳۔

میں حاضر ہوا اور مختلف سوالات کے بعد ایمان لایا اس کے بعد کہا کہ: میں نے شب میں حضرت موسیٰؑ کو خواب میں دیکھا ہے انھوں نے فرمایا ہے کہ: خاتم الانبیاءؐ اور ان کے اوصیاء پر ایمان لا تو خدا کا شکر ہے کہ میں ایمان لا چکا اور خدا نے آپ کے ذریعہ سے میری ہدایت فرمائی اب فرمایئے! آپ کے اوصیاء کون لوگ ہیں جن پر میں ایمان لاؤں؟ حضرت نے فرمایا: میرے اوصیاء بارہ ہیں، جندل نے کہا کہ: میں نے توریت میں پڑھا ہے کہ بارہ ہوں گے اب آپ ان کے نام بتایئے؟ حضرت نے فرمایا کہ: ان اوصیاء میں پہلا جو ان سب کا باپ اور سردار ہے علیؑ ہیں، پھر ان کے دونوں بیٹے حسنؑ اور حسینؑ ہیں تجھ کو ان سے تمسک رکھنا چاہیے اور جاہلوں کے جہل سے ہرگز دھوکہ نہ کھانا جب علی ابن الحسینؑ پیدا ہوں گے تو تیری موت کا وقت قریب ہو جائے گا اور تیری آخری غذا دنیا کی غذاؤں میں سے دودھ ہو گا۔

جندل نے کہا کہ: میں نے توریت میں سابق انبیاءؑ کی کتابوں میں ایلیا اور شبر و شبیر لکھا ہوا دیکھا ہے تو یہ نام علیؑ اور حسنؑ و حسینؑ کے ہیں۔ اچھا حسینؑ کے بعد کون ہو گا؟ فرمایا: اس کا بیٹا علیؑ ملقب بزین العابدینؑ امام ہو گا اور اس کے بعد اس کا بیٹا محمدؑ ملقب بہ باقرؑ اور اس کے بعد اس کا بیٹا جعفر [جو] صادقؑ پکارا جائے گا اس کے بعد اس کا بیٹا موسیٰؑ ہو گا جو کاظمؑ کہلائے گا اور اس کے بعد اس کا بیٹا علیؑ جو رضاؑ کہلائے گا اور اس کے بعد اس کا بیٹا محمدؑ جو تقیؑ کہلائے گا اس کے بعد اس کا بیٹا علیؑ جو نقیؑ کہلائے گا اس کے بعد اس کا بیٹا حسنؑ جو عسکریؑ کہلائے گا اس کے بعد اس کا بیٹا محمدؑ جو مہدیؑ اور حجتؑ اور قائمؑ کہلائے گا پھر وہ غائب ہو جائے گا پھر ظاہر ہو کر زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جیسا کہ وہ ظلم و جور سے بھری ہو گی، خوش خبری ہے ان لوگوں کے لیے جو اس کی غیبت کے زمانے میں صابر رہیں اور اس کی محبت پر قائم رہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کی تعریف میں خداوند عالم نے قرآن مجید میں فرمایا ہے: ﴿هُدًى لِلْمُتَّقِينَ ۝ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ

بِالْغَيْبِ...﴾؛(۱) یعنی یہ کتاب ہدایت ہے ان متقین کے لیے جو غیب یعنی امام غائب پر ایمان رکھتے ہیں یہی لوگ خدا کے گروہ ہیں اور آگاہ رہو کہ خدا ہی کا گروہ غالب رہے گا۔

جندل نے کہا کہ: خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھ کو ان لوگوں کی معرفت کی توفیق عطا فرمائی، جندل حضرت امام زین العابدینؑ کی ولادت کے زمانہ تک زندہ رہا اس کے بعد طائف چلا گیا وہاں بیمار ہوا اور دودھ پیا اور کہا کہ: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے کہ میری دنیا کی آخری غذا دودھ ہو گا اس کے بعد اس کا انتقال ہو گیا اور مقام انکوزہ میں دفن کیا گیا، خدا اس پر رحمت نازل فرمائے۔

ملا سلیمان نے ینابیع المودۃ باب ۷۶ صفحہ ۳۶۹ میں ایک طویل حدیث بحوالہ فرائد السمطین حموینی مجاہد سے اور انھوں نے بحر العلوم ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ: ایک مرتبہ نعثل یہودی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور توحید کے متعلق کچھ سوالات کیے حضرت نے ان کے جوابات ارشاد فرمائے۔ اس نے کہا کہ: آپ نے سچ فرمایا، یہ فرمائیے کہ: آپ کا وصی کون ہے؟ کیونکہ ہر نبی کا کوئی وصی ہوتا ہے چنانچہ ہمارے رسول حضرت موسیٰؑ کے وصی یوشع ابن نون تھے، حضرت نے فرمایا: میرے وصی علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں ان کے بعد میرے دونوں نواسے حسنؑ اور حسینؑ ہیں اور حسینؑ کے بعد ۹ امام ان کی نسل سے ہوں گے، نعثل نے کہا کہ: ان کے نام کیا ہیں؟ فرمایا: حسینؑ کے بعد ان کا بیٹا علی زین العابدینؑ امام ہو گا ان کے بعد ان کا بیٹا محمد باقرؑ ان کے بعد ان کا بیٹا جعفرؑ ان کے بعد ان کا بیٹا موسیٰؑ ان کے بعد ان کا بیٹا علیؑ ان کے بعد ان کا بیٹا محمدؑ ان کے بعد ان کا بیٹا علیؑ ان کے بعد ان کا بیٹا حسنؑ ان کے بعد ان کا بیٹا حجتِ خدا محمد مہدیؑ امام ہو گا یہ ہیں میرے بارہ نائب۔

(۱)۔ سورۂ بقرہ، آیت ۳۔

نعثل نے کہا: مجھ سے حضرت علیؑ اور حسنؑ اور حسینؑ کی موت کی کیفیات بیان فرمایئے! فرمایا: علیؑ تلوار سے شہید ہوں گے اور حسنؑ زہر سے اور حسینؑ ذبح کیے جائیں گے نعثل نے عرض کیا کہ یہ فرمایئے کہ: بہشت میں ان لوگوں کے مکانات کہاں ہیں؟ حضرت نے فرمایا کہ: میرے درجہ میں، نعثل نے کہا کہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سواء کوئی دوسرا خدا نہیں ہے اور آپ اللہ کے رسولؐ ہیں اور یہ لوگ آپ کے وصی اور جانشین ہیں اور [یہ] مضامین میں نے انبیاء ماسبق کی کتابوں میں پڑھے ہیں، پھر حضرت نے اس سے پوچھا کہ: تم اسباط کو جانتے ہو؟ کہا: ہاں جانتا ہوں وہ بھی بارہ تھے ان میں پہلے لاوی ابن برخیا تھے جو بنی اسرائیل سے غائب رہے پھر ظاہر ہوئے اور شریعت حضرت موسیٰؑ کو غارت ہونے کے بعد زندہ کیا اور فرسیا بادشاہ سے جنگ کرکے اس کو قتل کیا، حضرت نے فرمایا: میری امّت میں بھی ایسا ہی ہوگا، میرا بارہواں بیٹا غائب ہو جائے گا کہ اس کو کوئی دیکھ نہ سکے گا اور میری امّت پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام کا صرف نام اور قرآن کا صرف نشان رہ جائے گا تب خدا اس کو ظاہر ہونے کی اجازت دے گا اور اس کے ذریعہ سے اسلام کی تجدید کرے گا مبارک ہیں وہ لوگ جو اس کو دوست رکھیں گے اور ان ائمہؑ کی پیروی کریں گے اور جو ان سے عداوت و دشمنی کریں گے وہ جہنم میں جائیں گے اور جو ان سے تمسک کرے گا اس کے لیے بہشت ہے۔

مسعودی نے لکھا ہے کہ: حمیری نے اپنے اسناد سے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے حضرت نے فرمایا کہ: خداوند عالم نے اپنی شریعت کی تبلیغ کے لیے حضرت عیسیٰؑ کو مبعوث فرمایا جب کہ ان کی عمر دو سال تھی اور ایک روایت میں ہے کہ تین سال تھی۔

سعد ابن عبداللہ نے محمد ابن احمد سے انھوں نے ابوہاشم داؤد ابن قاسم سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ: میں نے صاحب العسکر ابوالحسنؑ (امام علی نقیؑ) کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا کہ: میرے بعد میرے بیٹے حسنؑ (عسکریؑ) خلیفہ ہیں لیکن میرے خلیفہ (حسن عسکریؑ) کے

بعد خلیفہ کے متعلق تم لوگ کیا کروگے؟ میں نے عرض کیا: کیوں خدا مجھ کو آپ پر قربان کرے! فرمایا: اس لیے کہ تم لوگ اس کو دیکھ نہ سکوگے اور تم لوگوں کے لیے ان کا نام لے کر ذکر کرنا جائز نہ ہوگا تو میں نے عرض کیا کہ: پھر کیونکر ہم لوگ ان کا ذکر کریں گے؟ فرمایا کہنا: **اَلْحُجَّةُ مِنْ اٰلِ محمد صلی اللّٰه علیه واٰله وسلم۔**

سعد ابن عبد اللہ نے محمد ابن احمد ابن عیسیٰ سے انھوں نے احمد ابن ابی نجران سے انھوں نے مفضل ابن عمر سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ: میں نے ابو عبد اللہ (امام جعفر صادقؑ) سے سنا حضرت نے فرمایا کہ: تم لوگ خبردار نام لے کر ان کا ذکر نہ کرنا، خدا کی قسم! تمہارے امام ایک زمانہ تک غائب رہیں گے اور تم لوگوں سے دور رہیں گے یہاں تک کہ کہا جائے گا کہ: خدا معلوم کہاں ہلاک ہوگئے؟! اور ان کے فراق میں مومنین کی آنکھیں اشک برسائیں گی اور تم لوگ اس طرح تھپیڑے کھاؤگے جس طرح (متلاطم) دریا کی موجوں میں کشتیاں تھپیڑے کھاتی ہیں پس نہیں نجات پائے گا (ان فتنوں سے) لیکن وہی شخص جس سے (ثبات قدم) کا عہد و میثاق لیا گیا ہوگا اور جس کے قلب میں ایمان راسخ ہوگیا ہوگا اور اس کو روح القدس کی تائید حاصل ہوگی اور یقیناً بارہ نشان بلند ہوں گے جو بالکل ایک دوسرے سے مشابہ ہوں گے کہ کوئی ان میں (حق و باطل کی) تمیز نہ کر سکے گا۔ مفضل کہتے ہیں کہ: یہ سُن کر میں رونے لگا اور عرض کیا کہ: مولا پھر ہم لوگ اس وقت کیا کریں گے؟ تو حضرت نے آفتاب کی طرف اشارہ فرمایا اور فرمایا کہ: اس آفتاب کو دیکھ رہے ہو؟ میں نے عرض کیا: ہاں فرمایا: خدا کی قسم! ہمارا امر اس سے زیادہ روشن و واضح ہے۔

سعد ابن عبد اللہ نے حسن ابن عیسیٰ سے انھوں نے محمد ابن علی سے انھوں نے علی ابن جعفر (صادقؑ) سے انھوں نے موسیٰ (کاظمؑ) سے روایت کی ہے حضرت نے فرمایا کہ: جب ساتویں (امام) کا پانچواں (فرزند) غائب ہو جائے گا تو تم لوگ اپنے دین کے متعلق بہت ڈرتے رہنا کہ کوئی تم کو تمہارے دین سے ہٹا نہ دے اس لیے کہ صاحب الامرؑ کی غیبت ضرور ہوگی یہاں تک

کہ بہت سے حضرت کی امامت وغیبت کا عقیدہ رکھنے والے بھی حضرت سے منحرف ہوجائیں گے اور یہ خدا کا ایک امتحان ہوگا جس کے ذریعہ سے وہ اپنی خلقت کے ایمان کی آزمائش کرے گا۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا کہ: مولا وہ ساتویں امام کا پانچواں فرزند کون ہوگا؟ فرمایا: تمہاری عقلیں وہاں تک نہیں پہونچ سکتیں لیکن اگر تم زندہ رہے تو اس کو پالو گے۔

سعد ابن عبد اللہ نے ابوسمیہ محمد ابن علی صیرفی سے انھوں نے ابراہیم ابن ہاشم سے انھوں نے فرات ابن احنف سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ: ایک مرتبہ حضرت امیر المومنینؑ کی خدمت میں قائمؑ (آل محمدؐ) کا ذکر آیا جو آپ کی اولاد سے ہونے والے تھے تو فرمایا کہ یقیناً ان کی غیبت واقع ہوگی یہاں تک کہ جاہل یہ کہنے لگیں گے کہ: ہم کو آل محمدؐ کی کوئی حاجت نہیں ہے!

نصوصِ امامت

مسعودی نے لکھا ہے کہ جعفر ابن محمد ابن مالک نے کہا کہ: بیان کیا مجھ سے محمد ابن جعفر ابن عبد اللہ اور ان سے ابونعیم محمد ابن احمد انصاری نے کہ مفوضہ اور مقصرہ کی ایک جماعت نے کامل ابن ابراہیم مدائنی کو حضرت امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں اپنے مذہب کے متعلق مناظرہ کرنے کے لیے بھیجا، کامل کا بیان ہے کہ: میں نے اپنے دل میں سوچا کہ میں حضرت سے سوال کروں گا کہ ہم لوگوں کا عقیدہ ہے کہ جنّت میں صرف وہی لوگ جائیں گے جو ہم لوگوں کے مذہب وعقائد کے پابند ہیں، جب میں حضرت کی خدمت میں پہونچا تو دیکھا کہ آپ نہایت عمدہ سفید کپڑا پہنے ہوئے ہیں تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ: ولی خدا اور حجّت خدا ہوکر اتنا اچھا سفید کپڑا پہنے ہیں اور ہم لوگوں کو مواسات کا حکم دیتے ہیں اور اس قسم کے کپڑے پہننے سے روکتے ہیں ناگاہ حضرت نے مسکرا کر فرمایا کہ: اے کامل! (پھر) کہنی تک آستین اُلٹ دی تو دیکھا میں نے کہ بالوں کا ایک

سیاہ اور موٹا کپڑا آپ کے جسم پر تھا اور فرمایا کہ: یہ خوشنودی خدا کے لیے ہے اور یہ اُوپر کا کپڑا تم لوگوں کے لیے ہے۔

یہ سُن کر میں شرمندہ ہو گیا اور ایک دروازے کے قریب بیٹھ گیا جس پر پردہ لٹک رہا تھا اتنے میں ہوا چلی اور پردہ کا ایک گوشہ اُلٹ گیا تو میں نے قریب ایک چار سال کے لڑکے کو دیکھا گویا کہ وہ ایک چاند کا ٹکڑا تھا اس نے کہا کہ: اے کامل ابن ابراہیم! یہ سُن کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے! پھر خدا نے مجھ پر الہام فرمایا کہ میں نے کہا: حاضر ہوں اے میرے سید فرمایا: تم ولی اللہ اور حجت اللہ اور باب اللہ کے پاس یہ سوال کرنے آئے ہو کہ آیا تمہارے عقائد و خیالات والوں کے سواء کوئی اور بھی جنّت میں جائے گا؟ میں نے عرض کیا کہ: ہاں خدا کی قسم! یہی سوال کرنا چاہتا تھا فرمایا: پھر تو جنّت میں جانے والے بہت ہی کم ہوں گے اور خدا کی قسم! اس میں وہ قوم بھی داخل ہو جائے گی جن کو (حقیہ) کہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا: مولا! یہ حقیہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: ایک قوم ہے جو حضرت علیؑ کی محبت کے (دعویٰ کی) بنا پر حضرت کے حق کی قسم کھاتی ہے حالانکہ وہ نہیں جانتی کہ حضرت کا حق کیا ہے اور حضرت کا مرتبہ کیا ہے! پھر آپ خاموش ہو گئے اس کے بعد فرمایا: تم مفوضہ (۱) کے قول کے متعلق سوال کرنا چاہتے ہو خدا کی قسم! انھوں نے جھوٹ کہا ہے ہمارے قلوب مشیّتِ الٰہیہ کے ظروف ہیں جب خدا کسی امر کو چاہتا ہے تو ہم بھی چاہتے ہیں جیسا کہ خود ارشاد فرمایا ہے کہ: ﴿وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ۳۰﴾ پھر پردہ گر گیا اور مجھ میں جرأت نہ ہوئی کہ پردہ اٹھا سکوں، اس کے بعد حضرت امام حسن عسکریؑ نے میری جانب مسکرا کر دیکھا اور فرمایا: اے کامل! کیا بیٹھے ہو تم کو میرے بعد ہونے والے حجت خدا نے تمہارے مقصد سے آگاہ کر دیا پس میں اٹھا اور باہر نکل آیا، اس کے بعد پھر میں نے ان (صاحب زادے) کو نہیں دیکھا ابو نعیم کا بیان ہے کہ: میں نے کامل سے ملاقات کی اور اس واقعہ کو پوچھا تو انھوں نے مجھ سے بیان کیا۔

---

(۱)۔ اس گروہ کا عقیدہ ہے کہ خداوند عالم نے جملہ نظام کائنات موت و حیات و تقسیم رزق و تدبیر عالم حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کے سپرد کر دیا ہے۔ یہ لوگ جو کچھ کرتے ہیں اپنے ارادہ و مشیت سے کرتے ہیں، حالانکہ یہ غلط ہے خدا نے امور دین و شریعت محمد و آل محمد علیہم السلام سے متعلق کیا ہے نہ کہ نظام کائنات، ہاں بوقت ضرورت یہ حضرات کوئی ارادہ کرتے ہیں تو خدا اس کو کر دیتا ہے لیکن جب تک خدا نہ چاہے یہ حضرات کسی امر کا ارادہ نہیں کرتے جیسا کہ امامؑ کے جواب سے ظاہر ہے (مؤلف)۔

ضوء ابن علی عجلی نے ایک ایرانی شخص سے روایت کی ہے اس نے کہا کہ: میں حضرت امام حسن عسکریؑ کے در دولت پر سامرہ میں حاضر ہوا حضرت نے مجھ کو اپنے پاس طلب فرمایا میں نے سلام کیا حضرت نے جواب سلام کے بعد فرمایا: تم اپنے وطن سے یہاں کیوں آئے؟ میں نے عرض کیا: آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ فرمایا: رہو! میں رہنے لگا اور خدمت کرنے لگا بازار کی چیزیں خرید کر لاتا تھا یہاں تک کہ میں اب بغیر اجازت بھی حضرت کی خدمت میں جانے لگا ایک روز امام ملاقات کے کمرے میں تشریف فرماتھے کہ میں حاضر ہوا تو میں نے اس کمرہ میں کچھ حرکت محسوس کی ناگاہ حضرت نے مجھ کو آواز دی کہ: ٹھہرو! میں رُک گیا اس کے بعد اس کمرہ سے ایک کنیز نکلی جو کوئی شے (اپنے دامن میں) چھپائے ہوئے تھی پھر امامؑ نے مجھ کو آواز دی تو میں کمرے میں داخل ہو گیا جب میں پہونچا تو حضرت نے اس کنیز کو پکارا جب وہ واپس آئی تو فرمایا کہ: تیرے پاس جو چیز ہے اس کو ظاہر کر دے اس نے پردہ ہٹا دیا تو میں نے ایک نہایت خوبصورت بچہ دیکھا جس کا رنگ سفید تھا، پھر حضرت نے اس بچہ کا (پیراہن ہٹا کر) پیٹ کھول دیا تو میں نے دیکھا کہ اس کے سینۂ مبارک سے ناف تک سبز رنگ کے بالوں کا ایک خط تھا جو ابھی سیاہ نہیں ہوا تھا پھر فرمایا: یہ تمہارے صاحب الامر ہیں اس کے بعد کنیز سے فرمایا: ان کو لے جاؤ، اس کے بعد حضرت امام حسن عسکریؑ کی وفات کے وقت تک میں نے اس بچہ کو نہیں دیکھا(۱)۔

ادلۂ امامت

۱۔ مسعودی نے لکھا ہے کہ: مجھ سے علان نے ان سے حضرت امام حسن عسکریؑ کے خادم نسیم نے بیان کیا کہ: میں حضرت صاحب الزمانؑ کی ولادت باسعادت کے ایک شب کے بعد حضرت کے پاس گیا اور مجھ کو چھینک آئی تو حضرت نے فرمایا: **یَرحَمُکَ اللّٰہ**، تو مجھ کو فرحت

(۱)۔ اصول کافی، کتاب الحجت باب ۷۵ باب الاشارہ الی صاحب الدار۔

ہوئی پھر فرمایا کہ: میں تم کو چھینک کے متعلق ایک بشارت دوں! میں نے عرض کیا: ہاں۔ فرمایا: چھینک تین روز تک موت سے امان ہے۔

نیز مجھ سے علان نے اور ان سے حضرت کے خادم ابو نصر ضریر نے بیان کیا کہ: میں حضرت امام آخر الزمانؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت نے فرمایا کہ: میرے واسطے صندل سُرخ لاؤ میں لے کر حاضر ہوا پھر فرمایا کہ: مجھ کو پہچانتے ہو؟ میں نے عرض کیا: ہاں، آپ میرے آقا اور میرے آقا کے فرزند ہیں فرمایا: یہ نہیں پوچھتا میں نے عرض کیا کہ: پھر کس امر کے متعلق سوال کررہے ہیں؟ فرمایا: میں خاتم الاوصیاء ہوں خداوندعالم میرے ذریعہ سے میرے شیعوں اور دوستوں کی بلاؤں کو دور فرمائے گا۔

ملا جامی نے شواہد النبوۃ میں لکھا ہے کہ راوی نے بیان کیا کہ: ایک روز معتضد نے مجھ کو دو شخصوں کے ساتھ بلایا اور کہا کہ: حسن ابن علی (عسکریؑ) نے سامرہ میں انتقال کیا ہے تم لوگ جلد جاکر ان کا گھر گھیر لو اور گھر میں جو شخص بھی ہو اس کا سر کاٹ کر میرے پاس لاؤ! راوی کہتا ہے کہ: ہم لوگ گئے اور حضرت کے گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک نہایت عمدہ صاف وپاکیزہ مکان ہے گویا ابھی تعمیر ہوا ہے اور دروازے پر پردہ پڑا ہوا ہے ہم لوگوں نے پردہ اٹھایا تو دیکھا کہ ایک سرداب ہے اور اس میں ایک دریائے عظیم موجیں ماررہا ہے اور اس دریا کے دوسرے کنارہ سے نزدیک سطح آب پر ایک مصلّیٰ بچھا ہے اور اس پر ایک نہایت حسین وخوبصورت انسان مشغولِ نماز ہے اس نے ہم لوگوں کی طرف بالکل توجہ نہ کی۔

ہم لوگوں میں سے ایک شخص آگے بڑھا اور اس نے ارادہ کیا کہ اس کے قریب جائے لیکن قدم بڑھاتے ہی وہ دریا میں غرق ہونے لگا اور ہاتھ پاؤں مارنے لگا ہم لوگوں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر جلدی سے نکالا، ہم لوگ حیران رہے کہ یہ کیا دیکھ رہے ہیں اور اس شخص سے کہا کہ: اے صاحب خانہ! ہم لوگ آپ سے معافی چاہتے ہیں خدا کی قسم! ہم لوگ ان حالات سے باخبر نہ تھے،

اب ہم لوگ خدا سے توبہ کرتے ہیں ہم لوگ عذر کرتے رہے لیکن اس نے ہم لوگوں کی طرف کوئی توجہ نہ کی پھر ہم لوگوں نے واپس آکر معتضد سے سارے حالات بیان کیے اس نے کہا: ان باتوں کو پوشیدہ رکھنا ورنہ تم لوگوں کا سر کاٹ لوں گا!(۱)۔

غیبتِ صغریٰ

ابن خلکان نے لکھا ہے کہ: حضرت صاحب الامرؑ ۲۶۵ھ میں ۹ سال کی عمر میں سرداب میں تشریف لے گئے اور اس سے اب تک نہیں نکلے (۲)۔

لیکن صحیح یہ ہے کہ ۲۵۵ھ یا ۲۵۶ھ میں آپ کی ولادت ہوئی اور ۲۶۰ھ تک پانچ سال تک اپنے پدر بزرگوار حضرت امام حسن عسکریؑ کے ساتھ رہے لیکن سواء معتمد اور مخصوص لوگوں کے دشمنوں سے پوشیدہ رکھے جاتے تھے کیونکہ بادشاہ وقت معتمد عباسی اور گروہِ مخالفین آپ کو قتل کرنا چاہتے تھے جس طرح حضرت ابو طالب دشمنانِ اسلام اور یہودیوں کے خوف سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کرتے تھے کیونکہ یہودیوں نے آسمانی کتابوں میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کی پیش گوئیاں پڑھی تھیں۔

لہٰذا وہ حضرت کی جستجو میں تھے کہ کسی طرح آپ کو قتل کر دیں اسی بنا پر جب حضرت ابو طالبؑ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ لے کر شام جا رہے تھے تو راہ میں بحیرہ راہب نے حضرت سے کہا تھا کہ: ان کو شام نہ لے جائیے کیونکہ یہود ان کے دشمن ہیں وہ قتل کرنا چاہتے ہیں جس کی تفصیل گذر چکی، اسی طرح یہودِ امّت جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ اہل بیتؑ کی حدیثوں میں حضرت صاحب الامرؑ کی پیدائش اور ظہور کے حالات معلوم کر چکے تھے حضرت کو

(۱)۔ شواہد النبوۃ، صفحہ ۲۱۳ و وسیلۃ النجات ملا مبین فرنگی محلی، صفحہ ۴۱۹۔

(۲)۔ وفیات الاعیان، جلد ۲، صفحہ ۴۵۱۔

قتل کرنے کی فکر میں تھے ۲۶۰ھ میں جب حضرت امام حسن عسکریؑ نے انتقال فرمایا تو معتمد عباسی کے آدمیوں نے آپ کے گھر کا محاصرہ کرلیا اور حضرت صاحب الامرؑ کو گرفتار کرنا چاہا آپ کے مکان میں ایک تہ خانہ تھا جیسا کہ عرب میں اکثر مکانات میں ہوتا ہے آپ اسی تہ خانہ میں تشریف لے گئے اور بحکمِ پروردگار غائب ہوگئے آپ کی غیبتِ صغریٰ ۲۶۰ھ میں واقع ہوئی (۱)۔

غیبتِ صغریٰ میں امامؑ کے فرامین اور مسائل کے جوابات آپ کے وکیلوں کے ذریعہ سے مومنین تک پہونچا کرتے تھے سب سے پہلے حضرت امام حسن عسکریؑ نے اپنی حیات میں اپنے ایک عالی مقام اور جلیل القدر و معتمد صحابی ابوعمرو عثمان ابن سعید عمری کو حضرت صاحب الامرؑ کا وکیل اور نائب خاص بنایا تھا، مومنین کے مسائل اور خطوط ان کے ذریعہ سے امام تک پہونچتے تھے اور انھیں کے ذریعہ سے جوابات آتے تھے، آخر زندگی تک انھوں نے خدمت وکالت و نیابت انجام دی جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انھوں نے حضرت امام حسن عسکریؑ کے حکم کے مطابق اپنے بیٹے ابوجعفر محمد ابن عثمان کو وکیل بنایا ۳۰۵ھ میں جب ان کی وفات کا وقت نزدیک آیا تو ایک جماعت اعیان شیعہ کی جیسے ابوعلی ابن ہمام، ابوعبداللہ ابن محمد کاتب اور ابوعبداللہ باقطائی اور ابوسہل اسمٰعیل ابن علی نوبختی اور ابوعبداللہ ابن وحیا وغیرہ ان کی خدمت میں گئے اور کہا کہ: اگر آپ کی موت واقع ہوگئی تو ہم لوگ کس کے پاس جائیں اور آپ کا قائم مقام کون ہوگا؟ تو فرمایا کہ: ابوالقاسم حسین ابن روح ابن ابوبحر نوبختی میرے قائم مقام اور تم لوگوں کے اور حضرت صاحب الامرؑ کے درمیان سفیر ہیں۔

۳۲۶ھ میں جناب حسین ابن روح کی وفات کا وقت آیا تو انھوں نے ابوالحسن علی ابن محمد سمری کے متعلق وصیت فرمائی اور ان کو وکیل بنایا ۳۲۹ھ میں جب ان کی وفات کا وقت قریب

(۱)۔ مجالس المومنین مجلس ۵ حالات جناب عثمان ابن سعید عمری۔

آیا تو شیعہ آپ کی خدمت میں پہونچے اور کہا کہ: آپ کے بعد آپ کا قائم مقام کون ہو گا؟ تو انھوں نے حضرت امام زمانؑ کا فرمان دکھایا جو ان کے نام پہونچا تھا وہ فرمان یہ ہے:

فرمان حاکم زمین وزمان امام الانس والجان

حضرت صاحب الامرؑ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یَا عَلِیَّ بْنَ مُحَمَّدٍ السَّمُرِیَّ أَعْظَمَ اللهُ أَجْرَ إِخْوَانِكَ فِيكَ فَإِنَّكَ مَيِّتٌ مَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ سِتَّةِ أَيَّامٍ فَاجْمَعْ أَمْرَكَ وَلَا تُوصِ إِلَى أَحَدٍ فَيَقُومَ مَقَامَكَ بَعْدَ وَفَاتِكَ فَقَدْ وَقَعَتِ الْغَيْبَةُ التَّامَّةُ فَلَا ظُهُورَ إِلَّا بَعْدَ إِذْنِ اللهِ تَعَالَى ذِكْرُهُ وَ ذَلِكَ بَعْدَ طُولِ الْأَمَدِ وَ قَسْوَةِ الْقُلُوبِ وَ امْتِلَاءِ الْأَرْضِ جَوْراً وَ سَيَأْتِي شِيعَتِي مَنْ يَدَّعِي الْمُشَاهَدَةَ [أَلَا فَمَنِ ادَّعَى الْمُشَاهَدَةَ] قَبْلَ خُرُوجِ السُّفْيَانِيِّ وَ الصَّيْحَةِ فَهُوَ كَذَّابٌ مُفْتَرٍ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔

یعنی اے علی ابن محمد سمری! اللہ تعالیٰ تمہارے غم میں تمہارے بھائیوں کو اجر عظیم عطا فرمائے چھ روز کے اندر تمہاری موت واقع ہونے والی ہے تم اپنا انتظام درست کرلو اور تم اپنے بعد کے لیے کسی کو اپنا وصی نہ بناؤ کیونکہ غیبتِ کبریٰ واقع ہوچکی ہے اب ہمارا ظہور اس وقت تک نہ ہو گا جب تک خدا کی اجازت نہ ہو اور اس کو ابھی بہت زمانہ ہے جب لوگوں کے قلوب سخت ہو جائیں گے اور زمین ظلم وجور سے پُر ہو جائے گی اس وقت ظہور ہو گا اور عنقریب میرے شیعوں میں سے کچھ افراد میرے دیکھنے کا دعویٰ کریں گے لیکن سفیانی کے خروج اور آسمان سے ایک چیخ پیدا ہونے سے پہلے جو مجھ کو دیکھنے کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا اور مفتری ہو گا۔ **ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔**

شیعوں نے اس فرمان مبارک کی نقل لے لی اور چلے گئے پھر چھٹے روز وہ لوگ علی ابن محمد سمری کو دیکھنے آئے تو وہ عالم احتضار میں تھے اس وقت پھر کسی شخص نے ان سے سوال کیا کہ آپ کے بعد آپ کا قائم مقام کون ہوگا؟ فرمایا: ''**لِلّٰهِ الاَمرُ هُوَ بَالِغُه**''؛یعنی معاملہ خدا کے حوالہ ہے وہ جس کو چاہے گا پہونچائے گا(۱)۔

۲۶۰؁ھ سے ۳۲۹؁ھ تک انہتر برس غیبت صغریٰ کا زمانہ رہا یہ غیبتِ صغریٰ اس لیے رکھی گئی تھی کہ جن اہم ترین مسائل شریعت کی تفصیل باقی رہ گئی تھی ان کی تکمیل ہوجائے چنانچہ اس مدّت میں بہت سے مشکل اور ضروری مسائل مومنین نے سفراء کے ذریعہ سے حضرت سے دریافت کیے اور ان کے جوابات پائے جو احتجاج طبرسی وغیرہ میں موجود ہیں اور بڑے عظیم فوائد پر مشتمل ہیں انہیں فرامین میں سے ایک وہ فرمان ہے جو اسحاق ابن یعقوب کے سوالات کے جواب میں وارد ہوا۔

اسحاق کا بیان ہے کہ میں نے محمد ابن عثمان ابن سعید سمری سے کہا کہ: یہ میرے چند سوالات ہیں جو میرے لیے مشکل ہیں ان کو امامؑ کی خدمت میں پہونچادو! پس میرے آقائے نامدار کا فرمان وارد ہوا جس میں میرے کل سوالات کے جوابات تھے من جملہ ان سوالات کے ایک سوال یہ تھا کہ: غیبت کی ضرورت ہی کیا ہے؟ اور دوسرا سوال یہ تھا غیبت امام میں مومنین کو ان کی ذات سے کیا فائدہ ہے؟ حضرت نے تحریر فرمایا کہ: خداوندعالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ١٠١﴾(۲)

یعنی اے ایمان والو! نہ سوال کرو تم ایسی باتوں کے متعلق کہ اگر اس کا جواب تم پر ظاہر کردیا جائے تو تم کو ناگوار گذرے (یعنی یہ اسرار الٰہیہ ہیں ان کے معلوم کرنے کی کوشش نہ کرو!)۔

---

(۱)۔احتجاج طبرسی، صفحہ ۲۴۵ چھاپہ ایران۔

(۲)۔[سورۂ مائدہ، آیت ۱۰۱]۔

دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ میری ذات چھپے ہوئے سورج کی مانند ہے جس وقت ابر اس کو ڈھانک لیتا ہے تب بھی اس کا فیض جاری رہتا ہے اور لوگ کاروبار دنیا میں مشغول رہتے ہیں میں یقیناً اہل زمین کے لیے باعث امن (۱) و امان ہوں جیسے ستارے اہل آسمان کے لیے سبب امن ہیں۔

پھر تحریر فرمایا: ان باتوں کے سوالات کے دروازے بند کرو جو تمہارے کام کی باتیں نہیں ہیں اور تکلیف وزحمت نہ کرو! ہاں اپنے امام کے جلدی ظاہر ہونے کی دعا کرو اس میں تمہاری کشائش ہے (۲)۔

حضرت صاحب الامرؑ کے چار سفراء جن کا ذکر گذر چکا ان میں سے پہلے سفیر جناب عثمان ابن سعید اور ان کے بیٹے محمد ابن عثمان ابن سعید حضرت امام حسن عسکریؑ کے مقرر کردہ تھے پھر محمد ابن عثمان نے جناب حسین ابن روح کو اور انھوں نے اپنے انتقال کے وقت ابوالحسن علی ابن محمد سمری کو بحکمِ امام زمانہؑ اپنا وصی اور قائم مقام بنایا۔

نیز ان لوگوں نے اپنی سفارت کے متعلق امامؑ کی تحریریں اور نصوص شیعوں کو دکھائے اور جب شیعوں نے مزید ثبوت طلب کیا تو ان لوگوں کے ذریعہ سے امامؑ کے معجزات بھی ظاہر ہوئے جس سے ان کی تصدیق ہوتی رہی (۳)۔

غیبتِ صغریٰ کے زمانے میں بہت سے مومنین تھے جن کے پاس سفراء کے ذریعہ سے حضرت کے خطوط اور سوالات کے جوابات آئے جیسے ابوالحسین محمد ابن جعفر اسدی اور احمد ابن اسحاق وغیرہ (۴)۔

---

(۱)۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ''اَلنُّجُومُ اَمَانٌ لِاَهلِ السَّمَاءِ وَاَهلُ بَیْتِی اَمَانٌ لِاُمَّتِی''؛ یعنی ستارے امان ہیں آسمان والوں کے لیے اور میرے اہل بیتؑ امان ہیں میری امّت کے لیے (وسیلۃ النجات، صفحہ ۷۴ بحوالہ ابن عساکر)۔
(۲)۔ احتجاج، صفحہ ۲۴۳۔
(۳)۔ احتجاج طبرسی، صفحہ ۲۴۵۔
(۴)۔ رجال علامہ، صفحہ ۱۳۵۔

غیبت کبریٰ

۳۲۹ھ میں غیبتِ کبریٰ واقع ہوئی اور امامؑ سے سوال وجواب اور ملاقات کا دروازہ مومنین کے لیے بند ہو گیا، امامؑ اسی دنیا میں موجود ہیں ایام حج میں حج کے لیے تشریف لے جاتے ہیں مدینۂ منورہ اور نجف وکربلا وخراسان وکاظمین وسامرہ وغیرہ میں زیارت ائمہؑ کے لیے تشریف لے جاتے ہیں اور مومنین کا ملین آپ کو دیکھتے بھی ہیں لیکن کوئی پہچان نہیں سکتا ہے کہ آپ کون ہیں؟ جہاں مختلف شہروں اور مختلف ممالک کے ہزاروں زائرین مومنین وعلماء مختلف لباس مختلف شکل وصورت میں موجود رہتے ہیں کوئی کسی کو کیا پہچانے کہ کون ہے اور کہاں کا رہنے والا ہے؟ ہاں کبھی کبھی مومنین ومخلصین کے لیے آپ ایسی علامات چھوڑ جاتے ہیں کہ آپ کے چلے جانے کے بعد وہ سمجھ لیتا ہے کہ یہ امامؑ تھے لیکن نہ تو کوئی شخص اپنی خواہش سے امامؑ سے ملاقات کر سکتا ہے نہ وقت ملاقات یہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ بزرگ جو میرے سامنے ہیں یہی امام ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں جب چاہتا ہوں امامؑ سے ملاقات کرتا ہوں یا جو مسئلہ چاہتا ہوں حضرت سے پوچھ لیتا ہوں وہ جھوٹا ہے جیسا کہ خود امامؑ نے اس فرمان میں تحریر فرمایا ہے جو آپ نے علی ابن محمد سمری کے نام بھیجا تھا اس کا یہی مطلب ہے اور اس کے لکھنے کا مقصد یہ تھا کہ کوئی بھی شخص علی ابن محمد سمری کے بعد امامؑ کی سفارت کا دعویٰ نہ کرے اور اگر دعویٰ کرے تو مومنین دھوکہ نہ کھائیں جیسا کہ ہوا بھی کہ علی ابن محمد سمری کے بعد کچھ لوگوں نے دعوائے سفارت امامؑ کیا جیسے ابودلف کاتب اور حسین ابن منصور حلاج وغیرہ تھے لیکن خدا نے ان لوگوں کو ذلیل کیا۔

ائمہ اثنا عشر کے متعلق حضرت رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں

محمد ابن مثنیٰ نے غندر سے انھوں نے شعبہ سے انھوں نے عبد الملک سے انھوں نے جابر ابن سمرہ سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: ''**يَكُونُ اِثْنَا عَشَرَ أَمِيراً فَقَالَ كَلِمَةً لَمْ أَسْمَعْهَا فَقَالَ أَبِي إِنَّهُ قَالَ كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ**''(۱)؛یعنی میرے بعد بارہ امیر ہوں گے پھر حضرت نے ایک بات کہی جو میں نے نہیں سنی تو میرے باپ نے کہا کہ: حضرت نے فرمایا کہ: سب قریش سے ہوں گے۔

''**عن جابر ابن سمره لَا يَزَال هَذَا الدِّينُ عَزِيزًا اِلیٰ اِثْنَى عَشَرَ خَلِيفَةً فَبَكیٰ النَّاس وَضَجُّوا فَلَعَلَّ هَذا هُو سَبَبُ خِفَاءِ الكَلِمَة المَذكُورَه عَلی جَابِر۔**''

یعنی یہ دین غالب و مستحکم رہے گا جب تک کہ بارہ خلفاء ہوتے رہیں گے یہ سُن کر لوگ چیخ کر رونے لگے شاید اسی سبب سے جابر وہ آخری جملہ نہ سُن سکے (۲)۔

حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''**يَكُونُ بَعْدِي اِثْنَا عَشَرَ خَلِيفَةً كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ كُلُّهُمْ يَعْمَلَ بِالهُدیٰ وَدِينِ الْحَق**''(۳)؛یعنی میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے سب قریش سے ہوں گے اور سب کے سب ہدایت اور دینِ حق کے مطابق عمل کریں گے علامہ ابن حجر نے لکھا ہے کہ: یہ حدیث صحیح ہے اور چالیس سے زیادہ صحابہ سے مروی ہے اور ائمہ فن نے کہا ہے کہ اس کی صحت پر اجماع واقع ہوا ہے (۴)۔

علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ: احمد اور بزاز نے بسندِ حسن عبد اللہ ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ ان سے سوال کیا گیا کہ: اس امّت میں کتنے خلفاء ہوں گے؟'' **فَقَالَ: سَأَلْنَا عَنْهَا**

---

(۱)۔ بخاری، جلد ۴، صفحہ ۱۶۸۔

(۲)۔ حاشیہ بخاری صفحہ ۱۶۸ بحوالہ ابوداؤد۔

(۳)۔ صواعق محرقہ، باب ۱، فصل ۳، صفحہ ۱۲۔

(۴)۔ صواعق محرقہ، باب ۱، فصل ۱/۳۔

رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ: اِثْنَا عَشَرَ بِعِدَّةِ نُقَبَاءِ بَنِي إِسْرَائِيلَ"(۱)؛ یعنی انھوں نے کہا کہ ہم لوگوں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس امر کے متعلق سوال کیا تھا تو حضرت نے فرمایا کہ: بارہ ہوں گے نقبائے بنی اسرائیل کی تعداد کے برابر۔

جابر ابن سمرہ نے بیان کیا کہ: میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنے باپ کے ساتھ گیا تو میں نے سنا کہ حضرت نے فرمایا کہ: ہمیشہ یہ دین غالب اور مستحکم رہے گا جب تک کہ بارہ خلفاء گذریں پھر حضرت نے ایک جملہ کہا جو میں نے نہیں سنا تو میں نے اپنے باپ سے پوچھا: انھوں نے کہا کہ حضرت نے فرمایا کہ: سب قریش سے ہوں گے (۲)۔

"**اَخرَج مُسلِم مِن حَدِيث ثَوبان المُغيره وجَابِربن عَبدُاللّٰه وجابِربن سَمرَه ومعاوِيَه بن اَبِى سُفيان و اَلفَاظُهُم مُتَقَارِبَة لَا تَزَال طَائِفَة مِن امّتِى قَائِمة بِاَمرِاللّٰه لا يَضُرُّهم مَن خَذلَهُم اَوخَالَفَهُم حَتّٰى يَاتِى اَمرُاللّٰه و هُم ظَاهِرُون عَلَى النَّاس**"(۳)۔یعنی مسلم نے ثوبان اور مغیرہ سے اور جابر ابن سمرہ اور جابر ابن عبد اللہ اور معاویہ ابن ابو سفیان سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: میری امّت میں ہمیشہ ایک گروہ ایسا موجود رہے گا جو حق پر قائم رہے گا اور اس گروہ کو اس کی مخالفت کرنے والے اور اس کی مدد سے ہاتھ کھینچنے والے کوئی نقصان نہ پہونچا سکیں گے، یہاں تک کہ حکمِ خدا آئے یعنی وہی گروہ کمزوری و کسمپرسی کے بعد لوگوں پر غالب آئے۔

یہی حدیث بخاری جلد ۳، صفحہ ۱۸۵ میں بھی موجود ہے۔

---

(۱)۔ تاریخ الخلفاء، صفحہ ۷ چھاپہ لاہور۔
(۲)۔ وسیلۃ النجات، صفحہ ۴۳۰ بحوالہ مسلم۔
(۳)۔ ازالۃ الخفاء، مقصد ۱، صفحہ ۱۱۸۔

ظہور حضرت صاحب الامرؑ کے متعلق

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثیں

"عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ : لَا تَقُوم السَّاعَةِ حَتّٰی تَملَا الاَرض ظُلما و عُدوَانا فیَخرُجُ مِن اَھل بَیتِی مَن یَملَاھا قِسطا وَ عَدلا کَمَا مُلِئَت جَورًا وَ عُدوَانا"(۱)۔

یعنی ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک دنیا ظلم وجور سے پُر نہ ہو جائے پھر ہمارے اہل بیتؑ میں سے ایک شخص نکلے گا جو دنیا کو اسی طرح عدل وانصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے پُر ہو گی۔

"قال رسول اللّٰہ : لَا تَنقُصُ الدُّنیا حَتّٰی یَملِک العرب مِن اَھلِ بَیتِی رَجُلٌ یُوَاطِی اِسمُہ اِسمِی" (ابوداؤد)؛ یعنی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک میرے اہل بیتؑ سے ایک شخص عرب کا حاکم نہ ہولے اس کا نام میرا نام ہو گا۔

"عن ابی ھریرہ قال رسول اللّٰہ : وَلَولَم یَبقِ مِنَ الدُّنیا اِلَّا یَومًا وَاحِدا یُطَوّلُ اللّٰہ ذَالِک الیَوم حَتّٰی یَبعَث رَجُلٌ مِن اَھلِ بَیتِی فِی اُمَّتِی یُوَاطِی اِسمُہ اِسمِی" (ترمذی)؛ یعنی ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: اگر دنیا کا صرف ایک دن بھی باقی رہے گا تو خدا اس دن کو اتنا لمبا کر دے گا کہ میرے اہل بیتؑ سے ایک شخص کو بھیجے گا جس کا نام میرا نام ہو گا۔

"عن عاصم عن زر عن عبداللّٰہ قال قال رسول اللّٰہ : لَا یَذھَبُ اللّیالِی وَالایَّام حَتّٰی یَبعَثُ اللّٰہ تعالیٰ رَجُلًا مِن اَھلِ بَیتِی یُوَاطِی اِسمُہ اِسمِی یَملَاءُ الاَرض کَمَا مُلِئَت قَبل

(۱)۔ مستدرک حاکم، جلد ۴، صفحہ ۵۵۷۔

ذَالِکَ جَورا"(۱)؛یعنی عاصم نے زر سے انھوں نے عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: یہ روزوشب ختم نہ ہوں گے یہاں تک کہ خداوند عالم میرے اہل بیتؑ سے ایک شخص کو مبعوث کرے گا جس کا نام میرا نام ہوگا وہ زمین کو عدل سے پُر کردے گا جس طرح قبل اس کے وہ ظلم سے پُر ہوگی۔

"**عن سعید بن مسیب عن ام سلمه** رضی اللہ عنہا **قالت: ذَکَرَ رَسُولُ اللّٰہ اَلمَهدِی فَقَال هُوَ مِن وُلدِ فاطِمَه**"(۲)؛یعنی سعید ابن مسیب نے ام سلمہؓ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام مہدیؑ کا ذکر فرمایا اور کہا کہ: وہ فاطمہؑ کی اولاد سے ہوں گے۔

مولانا نذیر الحق صاحب قادری ترمذی اردو جلد ۲ صفحہ ۱۱۴ میں لکھتے ہیں کہ: شیخ عبد الحق لمعات میں فرماتے ہیں کہ: اس باب میں حدیثیں حد تواتر کو پہونچ چکی ہیں کہ امام مہدیؑ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنھا کی اولاد سے ہوں گے، بعض احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ وہ امام حسنؑ یا امام حسینؑ کی اولاد سے ہوں گے، بہرحال یہ بات حد تواتر کو پہونچی ہوئی ہے کہ وہ اہل بیت اطہارؑ سے ہوں گے اور حضور کے ہم نام ہوں گے۔

علامات ظہور حضرت صاحب الامرؑ

جناب ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ: ہم لوگ حجت الوداع میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جب حج سے فارغ ہوئے تو حضرت خانۂ کعبہ کے دروازہ کا حلقہ پکڑ کر کھڑے ہوئے اور اصحاب سے فرمایا کہ: میں تم لوگوں کو علامات قیامت کی خبر دوں! اس وقت سلمان فارسیؓ بہ نسبت دوسروں کے حضرت سے زیادہ نزدیک تھے انھوں نے عرض کیا کہ: فرمایئے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! پس حضرت نے ارشاد فرمایا۔

---

(۱)۔ دلائل النبوۃ فی ذکر المهدیؑ وصواعق محرقہ، صفحہ ۹۷۔
(۲)۔ مستدرک حاکم جلد ۴، صفحہ ۵۵۷۔

علامات قیامت

علامات قیامت سے یہ ہے کہ لوگ نمازوں کو ضائع کریں گے (یعنی تارک الصلوٰۃ ہوں گے یا بے سبب قضا کریں گے یا پورے اجزاء وشرائط کے ساتھ ادا نہ کریں گے) خواہشاتِ نفسانی کی پیروی کریں گے (یعنی جو جی چاہے گا وہ کریں گے اور احکام پروردگار اور حلال وحرام کی پروا نہ کریں گے) مال دار کی تعظیم کریں گے (یعنی سب سے زیادہ شریف، سب سے بڑا عزت دار نیک اور ایمان دار وہی سمجھا جائے گا، جس کے پاس پیسہ ہو اگرچہ وہ تارک الصلوٰۃ ہو، متکبر، خائن، جاہل، مال حرام اکٹھا کرنے والا اور دنیا بھر کے گناہوں اور گندگیوں کا مجموعہ ہو۔

دیکھئے دنیا پر نگاہ ڈال کر یہی مضمون شری مدبھاگوت میں بھی ہے جیسا کہ بیان ہو گا) لوگ دنیا کے عوض دین کو بیچ ڈالیں گے اس وقت کی برائیوں کو دیکھ کر مومن کا دل اس طرح پگھلنے لگے گا جیسا کہ نمک پانی میں پگھلتا ہے لیکن ان برائیوں کے دور کرنے کی قدرت نہ ہو گی۔

سلمان: یارسول اللہؐ! کیا ایسی باتیں ہوں گی؟!

حضرت سرورِ کائنات: جس خدا کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اس کی قسم! ضرور ہوں گی اے سلیمان! اس وقت بادشاہ ظالم اور وزیر فاسق ہوں گے اورامرا ستم گار اورامانت دار خائن ہوں گے۔

سلمان: یارسول اللہؐ! کیا ایسی باتیں ہوں گی؟!

سرورکائنات: جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے ضرور ہوں گی اے سلمان! اس وقت نیک کام بُرے اور برائیاں نیکی بن جائیں گی! خیانت کرنے والے امین سمجھے جائیں گے! اور

ایمان دار خائن جھوٹ بولنے والے سچے کہے جائیں گے اور سچے جھوٹے!

سلمان: یارسول اللہؐ! کیا ایسا ہو جائے گا؟!

سرورکائنات: قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے !ضرور ہوگا اے سلمان! اس وقت عورتوں کی حکومت ہوگی اور بچوں سے مشورے لیے جائیں گے۔

میں عرض کرتا ہوں کہ بط کا انڈا مرغی کے نیچے رکھ دینے سے مرغ نہیں پیدا ہوگا بلکہ بط ہی کا بچہ پیدا ہوگا اور جہاں بڑا اور ہوشیار ہوا مرغی کٹ کٹ کر کے بلاتی ہی رہے گی لیکن وہ پانی کا راستہ پکڑے گا ماحول اور تعلیم فطرت کو نہیں بدل سکتی عورتوں کو خدا کی طرف سے جو عقل و تمیز دی گئی ہے وہ ان کی خانہ داری اور شوہر کی اور بچوں کی خدمت اور ناز نخرے ہی تک محدود ہے اس سے زیادہ کا باران کی گردن پر رکھنے کا حشر معلوم ہے ان کی دل کش صورتوں اور سریلی آوازوں سے بازار کی زینت تو ضرور بڑھ جائے گی لیکن تمدن کا دماغ بوکھلا جائے گا اوراس میں نسوانیت پیدا ہو جائے گی۔

منبر پر بیٹھنے والوں کی ذمّہ داریاں

بچے منبروں پر بیٹھیں گے، اس جملہ سے حضرت کا مقصد ممکن ہے کہ یہی ہو کہ واقعی بچے منبروں پر بیٹھیں گے جیسا کہ آج کل دیکھا جارہا ہے یا ممکن ہے کہ مقصود یہ ہو کہ جن لوگوں کو منبروں پر بیٹھنے کا حق نہیں ہے وہ منبر پر بیٹھیں گے۔ آج ایک بہت بڑی چیز جو دین و ایمان کی بربادی کا سبب ہے یہ ہے کہ آج ہر کس وناکس منبر پر بیٹھ کر انتہائے جرأت و دلیری کے ساتھ دینِ خدا کے اصول وفروع پر اس طرح نقد و تبصرہ اور رائے زنی کرتا ہے جیسے مختلف سیاسی پارٹیوں کے لیڈر حلق پھاڑ پھاڑ کر ایک دوسرے پر تنقید کرتے ہیں اور یہی حال تحریر کا ہے یہ دین پروردگار کے

لیے ایک مصیبت عظمیٰ ہے اللہ اکبر اب وہ زمانہ آگیا کہ ہم خدا کو خدائی اور رسولؐ کو رسالت سکھاتے ہیں۔

واضح ہو کہ منبر کی وضع صرف تبلیغ دینِ پروردگار اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے ہوئی ہے اور اسی میں ذکر فضائل و مصائب محمد وآل محمد علیہم السلام بھی داخل ہے اور بجز اس کے اس منبر کے وجود کا کوئی مقصد نہیں ہے اور منبر رسولؐ پر زبان کھولنے کے بھی وہی شرائط اور ذمہ داریاں ہیں جو امر بالمعروف کی ہیں سب سے پہلی شرط اس کی یہ ہے کہ جس موضوع کو بیان کرنا چاہتا ہو اس کے متعلق اسلام کا صحیح نظریہ اورائمہ علیہم السلام اور علمائے کرام کا صحیح مسلک معلوم ہو اور بغیر اپنی طرف سے کمی وزیادتی کیے ہوئے پوری بات بندگانِ خدا تک پہونچادے اور اگر نقل قول نہیں بلکہ بحث ومباحثہ ومحاکمہ اور حق وباطل کا فیصلہ کرنے بیٹھا ہے تو اس کے لیے جتنے علوم کی ضرورت ہے ان کا علم بلکہ مہارت تامہ رکھتا ہو تا کہ دریائے علم میں غوطہ لگا کر تحقیق کا موتی نکال لائے اور نجات کا صحیح راستہ ڈھونڈھ لے اور ظاہر ہے کہ فقہ کے علاوہ دیگر موضوعات میں بحث ومحاکمہ اور فیصلہ کرنے کے لیے کم از کم اتنے علوم کا جاننا ضروری ہے، علم صرف، نحو، لغت ومعانی وبیان، منطق وکلام وتفسیر ودرایت ورجال وحدیث اور جو شخص علوم عربیہ سے بے خبر ہے اس کا وظیفہ یہ ہے کہ منبر پر صرف مسلم الثبوت علمائے دین کے اقوال وبیانات سامعین تک پہونچادے اور اپنی طرف سے اس میں کچھ نہ کہے اسی میں اس کی نجات ہے۔

لیکن وہ لوگ جو نہ علم رکھتے نہ دوسروں کے اقوال وبیانات کی پابندی کرتے ہیں بلکہ منبر پر بیٹھے اور قرآن مجید کی کوئی آیت یا حدیث کا جملہ سنا سنایا یا کسی رسالے اور پرچے میں دیکھ کر یا کسی شاعر کا کوئی شعر پڑھ کر زمین وآسمان کا قلابہ ملاتے ہیں اور عوام جن کے علم کی انتہائے پرواز زبان بیگمات کی چاشنی اور روس اور امریکہ کے راکٹوں اور سیاروں کی بلندیوں تک ہے واہ واہ! سبحان اللہ! کے ہنگاموں سے آسمان میں شگاف کرتے ہیں وہ دین خدا کی تباہی وبربادی کے ذمہ دار ہیں

انھیں خدا کے عذاب الیم کے لیے تیار رہنا چاہیے منبر پر بولنے والے جو کچھ بولتے ہیں خدا کے مقرر کردہ ملائکہ ان کے ایک ایک حرف کو لکھا کرتے ہیں مرنے کے بعد ان سے سوال کیا جائے گا۔

زبان پر عذابِ الٰہی

حضرت امام محمد باقرؑ نے ارشاد فرمایا کہ: خداوند عالم نے حضرت سید المرسلینؐ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ:﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ، لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ، ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ، فَمَا مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ﴾(۱)۔

یعنی یہ قرآن تو رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے اور اگر رسول ہماری نسبت کوئی جھوٹی بات بنا کر لاتے تو ہم ضرور ان کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے پھر ہم ضرور ان کی گردن اُڑا دیتے، پس تم میں سے کوئی بھی مجھے ان سے روک نہ سکتا۔

توجب خداوند عالم اپنے حبیب کے متعلق یوں فرماتا ہے تو اگر کوئی دوسرا اپنے دل سے جھوٹی بات بنا کر خدا کی طرف منسوب کردے تو اس کا کیا حال ہوگا(۲)۔

سکونی نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: دین میں غلط باتیں جوڑنے والوں کی زبان کو خدا ایسے عذاب میں مبتلا کرے گا کہ جسم کے کسی عضو پر ایسا عذاب نہ ہوگا اس وقت زبان کہے گی کہ: خدایا! تو نے مجھ پر ایسا عذاب کیا ہے جیسا کسی عضو پر نہیں کیا ہے! تو جواب ملے گا کہ: تجھ سے ایسی باتیں نکل کر مشرق

---

(۱)۔ پارہ ۲۹، سورۂ حاقہ، آیت ۴۴ تا ۴۷۔

(۲)۔ منابر الاسلام، صفحہ ۱۵۷۔

و مغرب میں پھیلیں جن کے سبب سے خون ریزیاں ہوئیں لوگوں کی آبرو برباد ہوئی لوگوں کا مال لوٹا گیا قسم ہے اپنی عزّت و جلال کی تجھ پر ایسا عذاب کروں گا جیسا کسی پر نہیں کیا ہے!(۱)۔

واضح رہے کہ دین وایمان کی بربادی جان ومال و عزّت کی بربادی سے کہیں زیادہ اہم ہے۔

اے سلمان! جھوٹ عین دانش مندی شمار کیا جائے گا لوگ زکوٰۃ کو نقصان مال اور مال خراج کو غنیمت خیال کریں گے اپنے والدین پر ظلم کریں گے اپنے دوست سے برأت کریں گے، اس وقت دم دار ستارے طلوع کریں گے۔

ریل موٹر ہوائی جہاز ریڈیو ٹیلیفون وغیرہ کی ایجاد کی طرف لطیف اشارہ

اے سلمان! اس وقت عورتیں اپنے شوہروں کے ساتھ تجارت کریں گی، سخت گرمی میں بارش ہوگی، شرفاء غم وغصّہ کا گھونٹ پئیں گے، لوگ مرد مفلس کو حقیر سمجھیں گے اس وقت بازار قریب ہو جائیں گے۔

میں عرض کرتا ہوں کہ: بے شک یارسول اللہؐ! آج ریل اور موٹروں، ہوائی جہاز، ریڈیو، وارلس وغیرہ نے تمام دنیا کے بازاروں کو اس طرح ملا دیا ہے کہ مشرق کا رہنے والا مغرب کے بازار سے چشم زدن میں اس طرح معاملہ کرتا ہے جیسے کوئی کسی دکان پر کھڑا ہوا چیزیں خرید رہا ہو، حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ جملہ قابلِ غور ہے اس میں حضرت نے دنیا کی موجودہ ترقیوں کی طرف کیا لطیف اور صاف اشارہ فرمایا ہے۔

---

(۱)۔ وسائل الشیعہ کتاب القضا۔

تاجروں کی ناشکری وحرص

اے سلمان! اس وقت ایک تو یہ کہے گا کہ: میں نے آج کچھ بیچا ہی نہیں اور دوسرا کہے گا کہ: آج مجھ کو کچھ فائدہ ہی نہیں ہوا۔ اس وقت بس خدا کی مذمّت کرنے والوں ہی کو پاؤ گے۔

کمیونزم کے متعلق پیشگوئی

اے سلمان! اس وقت حاکم ایسے ہوں گے کہ اگر لوگ کچھ بولیں گے تو وہ ان کا سر کاٹ لیں گے اور اگر چپ رہیں گے تو تھوڑا تھوڑا کر کے وہ ان کا مال لوٹتے رہیں گے ان کی آمدنی پر قبضہ کریں گے ان کی عورتوں کی آبرو برباد کریں گے ان کا خون بہائیں گے اور ان کے دلوں کو کینہ اور خوف سے بھر دیں گے تم ان لوگوں کو اس عالم میں پاؤ گے کہ وہ خوف زدہ اور مرعوب ہوں گے۔

سلمان: یارسول اللہؐ! کیا ایسا ہو جائے گا؟!

پیغمبر اسلامؐ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے ضرور ہو گا!

ممالک اسلام میں نئی تہذیب ودہریت پھیلنے کی پیشگوئی

اے سلمان! اس وقت کچھ چیزیں مشرق سے اور کچھ مغرب سے لائی جائیں گی اور میری امّت کو طرح طرح کے ابتلا اور امتحانات میں ڈال دیا جائے گا پس ان کا عذاب میری امّت پر ہو گا اور خدا کا عذاب ان پر ہو گا۔

میں عرض کرتا ہوں کہ: علوم جدیدہ اور سائنس کی ایجادات اور مخالف اسلام تہذیب و تمدّن نے آج دنیا کو جس طرح بدل دیا ہے صاحبانِ عقل پر پوشیدہ نہیں ہے باطن سے لے کر ظاہری لباس وصورت وشکل اور زبان یہاں تک کہ اسلامی تاریخ وسن بھی باقی نہ رہا۔

اے سلمان! اس وقت میری امّت کے ضعیف الاعتقاد لوگوں کو ویل نصیب ہو گا، یعنی جو لوگ تجدّد پسندی کے جنون میں اور دنیاوی ترقیوں کے شوق میں مشرق و مغرب کی ہواؤں کے رُخ بہنے لگیں گے اور اسلام سے باغی ہو جائیں گے ان کے لیے (جہنم کا طبقہ) ویل ہو گا۔

اے سلمان! اس وقت لوگ نہ تو چھوٹوں پر رحم کریں گے نہ چھوٹے بڑوں کا احترام کریں گے ان کا دل کسی چیز سے مطمئن نہ ہو گا اور ان کے قلوب شیطان کی طرح ہوں گے۔

مرد عورتیں اور عورتیں مَرد بنیں گی

اے سلمان! اس وقت مَرد مَردوں کو اور عورتیں عورتوں کو اپنی خواہش پوری کرنے کے لیے کافی سمجھیں گے اور کمسن لڑکوں کے متعلق اسی طرح غیرت و رقابت کا اظہار کیا جائے گا جس طرح لڑکیوں کے لیے کیا جاتا ہے اور ان کی گھروں میں حفاظت کی جاتی ہے، مرد عورتوں کی مشابہت اختیار کریں گے اور عورتیں مردوں کی مشابہت اختیار کریں گی، عورتیں گھوڑوں پر سواری کریں گی، میری امّت کے ان لوگوں پر خدا کی لعنت ہو گی۔

سلمان: یارسول اللہؐ! کیا ایسا ہو جائے گا؟

پیغمبر اسلامؐ: قسم ہے اس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے ضرور ہو گا!

مسجدوں کی آبادی اور نمازیوں کی بربادی

اے سلمان! اس وقت مسجدیں اس طرح آراستہ کی جائیں گی جس طرح یہود و نصاریٰ کی عبادت گاہیں مزین کی جاتی ہیں قرآن مجید میں نقش و نگار اور زینت کی جائے گی، مسجدوں پر اونچے اونچے مینار بنائے جائیں گے، نمازیوں کی صفیں لمبی لمبی ہوں گی، لیکن ان کے دل صاف نہ ہوں گے اور زبانیں ان کی مختلف ہوں گی۔

میں عرض کرتا ہوں کہ: آج نمازیوں کی حالت دیکھئے کہ جتنے لوگ مسجد میں جمع ہوتے ہیں ان کے اجسام تو ایک جگہ اکٹھا نظر آتے ہیں لیکن دل ایک دوسرے سے ہزاروں میل دور ہوتے ہیں ان کے قلوب نفرت وعداوت وکینہ سے پُر ہوتے ہیں اور جب تک نماز شروع نہ ہو جائے آپس میں جنگ وجدال دنیاوی جھگڑے چیخ پکار کیا کرتے ہیں اور روکنے سے نہیں رکتے۔

اے سلمان! اس وقت مرد سونے سے اپنی زینت کریں گے ریشمی کپڑے پہنیں گے اور چیتے کی کھال کا فرش بچھائیں گے۔

سود خواری و دنیاداری

اے سلمان! اس وقت لوگ علی الاعلان سود لیں گے اور بغیر حاجت صرف دولت وسرمایہ بڑھانے کی غرض سے معاملہ کریں گے اور رشوت لیں گے، دین ومذہب کو زمین پر پٹک دیں گے اور دنیا کو بلند کریں گے اور بروایت جابرؓ علم دین کو اپنے پاؤں سے پامال کریں گے۔

میں عرض کرتا ہوں کہ: چشم بصیرت سے دیکھئے آج دُنیا میں کیا ہو رہا ہے؟

سلمان: یارسول اللہؐ! کیا ایسا ہو جائے گا؟

سرورکائنات: قسم ہے اس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے ضرور ہو گا!

اے سلمان! اس وقت طلاق بہت رائج ہو گا اور حدود شرعیہ جاری نہ کیے جائیں گے حالانکہ اس سے خدا کا کوئی نقصان نہ ہو گا۔

ناچ اور گانے کی کثرت

اے سلمان! اس وقت مشاطہ اور گانے والی عورتیں کثرت سے ہوں گی اور آلات غنا اور ڈھول باجے بکثرت رائج ہوں گے اس وقت ان لوگوں پر نہایت بُرے لوگ حکومت کریں گے۔

حج وزیارت یا تجارت

اے سلمان! اس وقت لوگ بغرض سیر وسیاحت حج کریں گے اور متوسط لوگ تجارت کی غرض سے اور فقراء دکھانے سنانے کی غرض سے (اس وقت تبادلۂ زر اور عدن اور کویت وبحرین وغیرہ سے سونا اور ریشمی کپڑے، گھڑیاں وغیرہ کا کاروبار اتنا چلا ہوا ہے کہ لوگوں نے تجارت کی غرض سے حج وزیارت کو پیشہ بنالیا ہے بہت سے زائرین بجائے زیارت و دعاواستغفار وتوبہ وغیرہ کے جہازوں پر بازاروں میں، مسافرخانوں میں، حرم میں، مسجدوں میں لین دین اور تجارت ہی کی گفتگو کرتے اور اسی دھن میں رہتے ہیں اور یہی حال حاجیوں کا بھی سنا ہے خدا رحم کرے!

اے سلمان! اس وقت کچھ لوگ غیر خدا کی خوشی کے لیے قرآن پڑھیں گے اور اس سے گانے بجانے کا کام لیں گے (جیسا کہ آج کی دنیا میں ہو رہا ہے)۔

علماء سوء کا ظہور

اس وقت کچھ لوگ غیرِ خدا کی خوشی کے لیے علم دین (اجتہاد) حاصل کریں گے اور بروایت جابرؓ اس وقت تم ایسے علماء کو پاؤ گے جو مالِ دنیا کے فریفتہ ہوں گے، نیز فرمایا کہ: علماء (باعمل) کم ہو جائیں گے۔

جامع الاخبار میں ہے کہ تم لوگوں کے علماء روئے زمین پر بدترین خلق خدا ہوں گے۔

بسندِ صحیح حضرت امام محمد باقرؑ سے منقول ہے حضرت نے فرمایا کہ: جو شخص بغیر علم و ہدایت کے لوگوں کے لیے فتویٰ دے اس پر ملائکۂ رحمت و ملائکۂ عذاب لعنت کرتے ہیں اور جو لوگ اس کے فتویٰ پر عمل کریں گے ان سب کا عذاب اس کے سر پر بار کیا جائے گا۔

احمد ابن علی طبرسیؒ نے اپنی کتاب احتجاج میں حضرت امام حسن عسکریؑ سے آیت کریمہ ﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ...﴾(۱) کی تفسیر میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے ایک طویل حدیث نقل کی ہے جس میں حضرت نے فرمایا ہے کہ: عوام یہود جانتے تھے کہ ان کے علماء صریح جھوٹ بولتے ہیں مالِ حرام کھاتے ہیں رشوت لیتے ہیں اور لوگوں کی سفارش اور تعلقات کی بناپر احکام خدا کو بدل دیتے ہیں اور شدید تعصب میں دینِ خدا سے نکل جاتے ہیں اور جس کے ساتھ تعصب کرتے ہیں اس کے حقوق کو پامال کر دیتے ہیں اور جس کی طرف داری منظور ہوتی ہے اس کا ناجائز ساتھ دیتے ہیں، دوسروں کا مال اس کو دلا دیتے ہیں اور فعل حرام کے مرتکب ہوتے ہیں حالانکہ ان کا دل گواہی دیتا تھا کہ ان کے علماء کے ایسا کام جو بھی کرے وہ فاسق ہے اور اگر وہ خدا کی طرف نسبت دے کر کوئی بات سنائے تو اس کی تصدیق کرنا جائز نہیں ہے اسی سبب سے خدا نے ان کی مذمّت کی کیونکہ ان لوگوں نے ان علماء کی تقلید کی جن کو وہ جانتے تھے اور ان کی بابت ان کو معلوم تھا کہ ان کی خبروں کو قبول کرنا اور ان کی باتوں کی تصدیق کرنا اور جس کو مشاہدہ نہیں کیا اس کی بابت جو باتیں وہ سناتے ہیں ان پر عمل کرنا جائز نہیں ہے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق غور کرنا خود ان یہودیوں پر واجب تھا کیونکہ حضرت کے دلائل واضح تھے۔

اسی طرح ہماری امّت کے لوگوں پر بھی واجب ہے کہ جب وہ سمجھ لیں کہ ان کے علماء ظاہر بظاہر فسق و فجور میں مبتلا ہیں اور پوشیدہ تعصب رکھتے ہیں مال دنیا اور حرامِ دنیا (نام ونمود وعزت وریاست) کی خاطر آپس میں جھگڑتے ہیں اور عداوتیں کرتے ہیں اور جس سے عداوت کرتے ہیں یا جس سے تعصب کرتے ہیں اس کو ہلاک کر دیتے ہیں اگرچہ وہ اصلاح کا مستحق ہو اور جس کی پاسداری اور رعایت کرتے ہیں اس پر احسان اور نیکی کرتے ہیں اگرچہ وہ ذلّت وتوہین کا مستحق ہو پس جو لوگ ہماری امّت کے ایسے علماء کی تقلید کرتے ہیں وہ یہود کے مانند ہیں خدا نے جن کی فاسق علماء کی تقلید کی بناپر مذمّت کی ہے۔

---

(۱)۔[سورۂ بقرہ، آیت ۷۹]۔

تقلید کیسے علماء کی کرنی چاہیے

فرمایا کہ: لیکن جو عالم ناجائز باتوں سے اپنے نفس اور دین کی حفاظت کرے اور اپنے ناجائز خواہشاتِ نفسانیہ اور ہوا وہوس دنیاوی کی مخالفت کرے اور (ٹھیک ٹھیک) اپنے پروردگار کے حکم پر چلے تو عوام کو چاہیے کہ اس کی تقلید کریں لیکن بعض ہی فقہاء ان صفات کے ہوسکتے ہیں نہ کہ سب، پس جو شخص فقہائے (عامہ) کی طرح قبیح اور بُری باتوں کا مرتکب ہو ہماری باتیں اس کی زبانی نہ سنو اور نہ اس کی تعظیم کرو! (انتہیٰ بقدر حاجت)۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ حضرت امیر المومنینؑ سے پوچھا گیا کہ: بعد ائمہ ھدیٰؑ اور مصابیح دجیٰ بہترین خلق کون لوگ ہیں؟ فرمایا: علماء اگر نیکوکار ہوں۔ پھر پوچھا گیا کہ: بعد ابلیس وفرعون ونمرود کے اور بعد ان لوگوں کے جنھوں نے اپنے آپ کو آپ حضرات کے نام اور لقب سے ملقب کیا اور آپ کی مسند پر بیٹھے اور آپ کی سلطنت پر حکمراں ہوئے۔ بدترین خلق خدا کون لوگ ہیں؟ فرمایا کہ: علماء مفسد جو باطل اور غلط باتوں کو ظاہر کریں اور حق باتوں کو چھپائیں اور انھیں کے حق میں خدا نے فرمایا ہے کہ یہ لوگ ہیں جن پر خدا لعنت کرتا ہے اور کل لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں (۱)۔

سلیم ابن قیس ہلالی سے روایت ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کلام کے دوران فرمایا کہ: عالم دو طرح کے ہیں ایک وہ جو اپنے علم پر عمل کرتا ہے یہ نجات پائے گا اور دوسرا وہ جو اپنے علم پر عمل نہیں کرتا یہ ہلاک ہوگا اور یہ کہ جہنم والے بھی عالم بے عمل کی بدبو سے اذیّت میں رہیں گے (۲)۔

---

(۱)۔ احتجاج طبرسی، چھاپہ ایران، صفحہ ۲۳۵ و تفسیر امام حسن عسکریؑ و وسائل الشیعہ کتاب القضا۔

(۲)۔ اصول کافی باب استعمال علم۔

علماء صالحین کے فضائل

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ: آیت کریمہ [سورۂ فاطر آیت ۲۸] ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾؛یعنی خدا سے اس کے بندوں میں صرف علماء ہی ڈرتے ہیں۔۔۔ علماء سے وہ علماء مقصود ہیں جن کا فعل ان کے قول کی تصدیق کرتا ہے اور جس کا فعل اس کے قول کی تصدیق نہ کرے وہ عالم نہیں ہے۔

میں عرض کرتا ہوں کہ: ایسے ہی علماء ہیں جن کے متعلق فرمان پیغمبر خدا وائمہ ھدیٰ علیہم السلام ہے کہ: ''علماء وارث انبیاءؑ ہیں'' علماء کے سر پر روزِ محشر نور کا تاج رکھا جائے گا، بعد رسول اللہؐ وائمہ ھدیٰ علماء صالحین روز محشر امّت کی شفاعت کرکے ان کو بہشت میں لے جائیں گے، علماء کے لیے آسمان وزمین کی ساری مخلوق یہاں تک کہ دریا کی مچھلیاں بھی طلب مغفرت کرتی ہیں۔ علماء کو عابدوں پر وہ فضیلت حاصل ہے جو چودھویں رات کے چاند کو تاروں پر ہے (۱) علماء کی روشنائی شہداءراہِ خدا کے خون سے بہتر ہے۔ علماء امّت پر ماں باپ سے زیادہ مہربان ہیں اگر علماء نہ ہوتے تو لوگ مثل بہائم کے ہو جاتے (۲)۔

علماء کی صحبت میں ایک گھنٹہ بیٹھنا ایک ہزار شہداءِ راہِ خدا کے جنازے میں شرکت سے زیادہ ثواب رکھتا ہے اور ایک ہزار راتوں کی عبادت سے بہتر ہے جن راتوں میں سے ہر رات میں ہزار رکعتیں نماز پڑھے اور ایک ہزار غزوہ سے اور بارہ ہزار ختم قرآن سے بہتر ہے۔

طالب العلم حبیب خدا ہے وہ دنیا سے نہیں اٹھتا جب تک کوثر کا جام نہ پی لے اور میوۂ جنّت نہ کھالے اس کے جسم کو کیڑے نہیں کھاتے (۳)۔

---

(۱)۔ اصول کافی باب ثواب العلم۔

(۲)۔ شجرۂ طوبیٰ۔

(۳)۔ جامع الاخبار، صفحہ ۳۸۔

علمائے صالحین کی صحبت میں بیٹھو ہولِ محشر سے نجات پاؤ گے

ایک مرتبہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ فرمایا اور فرمایا کہ: لوگو! روزِ محشر بڑا ہول اور خوف، حسرت وندامت ہو گی، لوگ کانوں کی لووں تک اپنے پسینہ میں ڈوبے ہوں گے کہ اگر ان کے جسم کے پسینہ سے ستّر اونٹ پئیں تب بھی کم نہ ہو گا۔ لوگوں نے پوچھا: یارسول اللہؐ! اس سے کیونکر نجات حاصل ہو سکتی ہے؟ فرمایا کہ: علماء کی صحبت میں زانوِ ادب تہ کرو، ہولِ محشر سے نجات پاؤ گے۔ میں تمام انبیاءؑ ماسلف پر اپنی امّت کے علماء کو پیش کر کے فخر کروں گا۔

عالم باعمل کی دشمنی نفاق ہے

فرمایا: دیکھو عالمِ دین کی تکذیب نہ کرنا اس کی باتوں کو رد نہ کرنا، اس سے دشمنی نہ کرنا! بلکہ اس کو دوست رکھنا اس لیے کہ عالم کی صحبت اخلاص اور اس کا بغض نفاق ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ! جس نے عالمِ دین کی توہین کی اور اس نے میری توہین کی اور جس نے میری توہین کی اس نے خدا کی توہین کی اور اس کا ٹھکانہ جہنّم ہے! اور جس نے عالم کی تعظیم کی اس نے میری تعظیم کی اور جس نے میری تعظیم کی اس نے خدا کی تعظیم کی اور اس کا ٹھکانہ بہشت ہے۔ پھر فرمایا کہ: آگاہ رہو کہ! عالم کی دعا کو غنیمت سمجھو کیونکہ خدا اس کی دعا کو قبول فرماتا ہے اور جس نے عالم باعمل کے پیچھے ایک نماز پڑھی اس نے گویا میرے پیچھے اور ابراہیم خلیلؑ کے پیچھے نماز پڑھی، پھر فرمایا کہ: غنیمت سمجھو مجلس علماء کو اس لیے کہ وہ ایک باغ ہے جنّت کے باغوں میں سے اس مجلس میں بیٹھنے والوں پر خدا کی رحمت ومغفرت نازل ہوتی ہے جس طرح آسمان سے بارش نازل ہوتی ہے علماء کی مجلس سے جب لوگ اُٹھتے ہیں تو گناہوں سے پاک ہو کر اُٹھتے ہیں (۱)۔

---

(۱)۔ جامع الاخبار، فصل ۲۰، صفحہ ۳۸۔

اچھّے لوگوں پر بُرے لوگ مسلّط ہو جائیں گے

اے سلمان! اس وقت حرمتیں مٹائی جائیں گی، اچھوں پر بُرے لوگ مسلّط ہو جائیں گے، جھوٹ بہت رواج پا جائے گا، لوگ گفتگو میں ہٹ دھرمی کریں گے اور عقلاء مغلوب رہیں گے (ظاہر ہے کہ صاحبانِ عقل و کمال ایک جاہل سے نہ تو بدزبانی کر سکتے ہیں نہ ہٹ دھرمی کر سکتے ہیں لہٰذا یقیناً مغلوب ہو جائیں گے خصوصاً جب کہ باطل کی کمک کرنے والے بھی کثیر ہوں)۔

اے سلمان! اس وقت مایۂ فخر و ناز عمدہ لباس ہو گا بارش بے وقت ہو گی آلات لہو و لعب کو لوگ پسند کریں گے وعظ و نصیحت و احکام خدا کے سننے سے نفرت کریں گے، یہاں تک کہ مومن اس زمانہ میں ذلیل ترین امّت ہو گا۔ قاری قرآن اور عابد اس زمانہ کے ایک دوسرے کو بُرا کہیں گے پس وہ لوگ آسمان پر پلید اور نجس کہہ کر پکارے جائیں گے۔

سلمان: یارسول اللہؐ! کیا ایسی باتیں ہوں گی؟

پیغمبر اسلامؐ: قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے ضرور ہوں گی!

اے سلمان! اس وقت مال دار ہمیشہ ڈرتے رہیں گے کہ کہیں فقیر نہ ہو جائیں یہاں تک کہ فقیر آٹھ روز سوال کرتا رہے گا لیکن اس کو کوئی کچھ نہ دے گا۔

اے سلمان! اس وقت لوگوں پر رویبضہ حکومت کریں گے اور بولیں گے۔

سلمان: یارسول اللہؐ! میرے باپ ماں آپ پر قربان ہوں یہ رویبضہ کون لوگ ہیں؟

پیغمبر اسلامؐ: یہ وہ لوگ ہیں جو ہر معاملہ میں حکومت و فیصلہ کریں گے، حالانکہ ان میں حکومت و فیصلہ کی قابلیت نہ ہو گی بس تھوڑے ہی دنوں تک یہ باتیں رہیں گی کہ روئے زمین پر ایک ایسا فتور پیدا ہو گا کہ ہر شخص یہ خیال کرے گا کہ وہ فتور اور خرابیاں صرف اسی کے ملک میں ہیں اور اس وقت تک وہ فتور باقی رہے گا جب تک کہ خدا چاہے اس کے بعد زمین اپنے کلیجے کے

ٹکڑوں کو نکالے گی یعنی سونا اور چاندی اُگل دے گی اور حضرت قائم آل محمدؑ ظاہر ہوں گے لیکن اس وقت نہ کسی کو سونا نفع دے گا نہ چاندی اور یہی معنی قول پروردگار "**فَقَدْ جَاءَ اَشْرَاطُهَا**"(۱) کے ہیں یعنی قیامت کی پہچان ظاہر ہوئیں۔

لوگ بچوں کو علم دین نہ پڑھائیں گے

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض بچوں کو دیکھا تو فرمایا کہ: عذاب ہے آخر زمانہ کے لوگوں کی اولاد پر ان کے والدین کی طرف سے! لوگوں نے عرض کیا کہ: یارسول اللہؐ! کیا ان کے مشرک باپ ماں کی طرف سے؟ فرمایا: نہیں بلکہ ان کے مومن والدین کی طرف سے کیونکہ وہ ان کو کچھ بھی دینیات و فرائض کی تعلیم نہ دیں گے اور اگر بچے پڑھیں گے تو وہ ان کو روکیں گے (کہ فضول وقت ضائع نہ کرو!) اور ان سے تھوڑے مال ومتاع دنیا پر راضی رہیں گے (یعنی ان کو سو پچاس روپے کی نوکری کے قابل بنا کر اس پر راضی اور خوش رہیں گے چاہے وہ دین و ایمان نماز و روزہ حلال و حرام پاک و نجس پردہ عصمت و شرافت سب سے دور اور اتنا دور ہو جائیں جتنا زمین سے آسمان دور ہے جیسا کہ آج کی دنیا میں ہو رہا ہے خدا اپنے بندوں کی ہدایت فرمائے خدا پر ایمان رکھنے والو! آخرت کو نہ بھولو، خدا کا عذاب بڑا سخت ہے!) حضرت نے فرمایا کہ: پس وہ لوگ ہم سے بری ہیں اور ہم ان لوگوں سے بری ہیں!(۲)۔

ارشاد القلوب میں آخر زمانے کے علامات میں چند جملے یہ ہیں: اس وقت علم دین دنیا سے ختم ہو جائے گا اہل باطل اہل حق پر غالب آجائیں گے علماء میں باہم نفاق ہو گا اور لوگ فقر و احتیاج کی وجہ سے کافر ہو جائیں گے۔

---

(۱)۔[سورۂ محمد، آیت ۱۸]۔

(۲)۔ شجرۂ طوبیٰ، صفحہ ۱۳۸۔

خدا کی راہ میں خرچ کرو نجات پاؤ گے

خداوند عالم قرآن مجید میں پارہ ۹ سورۂ انفال آیت ۲، ۳، ۴ میں ارشاد فرماتا ہے کہ:
﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ؛ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ؛ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ﴾؛ یعنی سچے مومن تو بس وہی لوگ ہیں کہ جب ان کے سامنے خدا کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل دہل جاتے ہیں اور جب ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کا ایمان زیادہ ہوتا ہے اور وہ لوگ اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں اور نماز پابندی سے ادا کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں یہی لوگ حقیقی مومن ہیں اور انھیں کے لیے پروردگار کے پاس بلند درجات اور بخشش اور لازوال روزی ہے۔

واضح ہو کہ اس آیت میں خداوند عالم نے نماز کے بعد خدا کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا ہے اور روزہ حج و جہاد وغیرہ کا ذکر نہیں کیا اس لیے کہ عبادات میں یہ دونوں عبادتیں سب سے زیادہ اہم ہیں اور ان کی تاکید بہت زیادہ کی گئی ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں فقر سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں ہے فقر انسان سے سب کچھ کرا دیتا ہے یہاں تک کہ کافر بنا دیتا ہے۔

آج جو دنیا میں کفر و دہریت پھیل رہی ہے ایک بہت بڑا سبب اس کا فقر و ناداری ہے جس کا سارا وبال ان مسلمانوں کے سروں پر ہے جو خدا کی دی ہوئی دولت دبائے ہوئے بیٹھے ہیں اور خمس وزکوٰۃ نہیں نکالتے اور بھوکے مسلمان کافر ہوتے چلے جارہے ہیں۔ ایک ہندوستان ہی کو لے لیجیے کہ یہاں سات کروڑ مسلمان آباد ہیں اگر عید کی نماز پڑھ کر فطرہ اور خمس وزکوٰۃ وغیرہ سب ملا کر اوسط فی مسلمان ایک روپیہ بھی حقِ خدا نکال دیتا تو سالانہ سات کروڑ روپئے ہوتے جس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ کتنے مسلمان باکار ہو سکتے تھے میرا خیال ہے کہ دو چار برس کے بعد کوئی فقیر

ڈھونڈھنے سے نہ ملتا لیکن یاد رکھنے کی بات ہے کہ ایسی دولت نہ دنیا میں کام آسکتی ہے نہ آخرت میں خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ: رسول جو لوگ بخل کرتے ہیں اس مال میں جو خدا نے اپنے فضل سے ان کو دیا ہے اس امر کو ان کے لیے بہتر نہ سمجھو بلکہ یہ بات ان کے لیے بہت بُری ہے، عنقریب اسی دولت کا طوق بنا کر ان کے گلے میں ڈال دیا جائے گا قیامت کے روز (۱)۔

فرمایا کہ: عشار مقرر کیے جائیں گے جو پیداوار کا دسواں حصّہ وصول کرلیں گے۔

حرام لباس پہننے اور حرام غذا کھانے والے کی دعا قبول نہیں ہوتی

فرمایا کہ: اس وقت زمین کی پیداوار کم ہو جائے گی لوگ نجومیوں کے قول کی تصدیق کریں گے اور قضاوقدر الٰہی کو جھٹلائیں گے (یعنی کہیں گے کہ: تقدیر کوئی چیز نہیں ہے) لوگ بڑائی کی غرض سے عبادت کریں گے! اس وقت اسلام (تھوڑا تھوڑا کر کے) ختم ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ دیکھنے والا کہے گا کہ: اللہ اللہ یہ کیا ہو گیا اس وقت لوگ ڈوبنے والوں کی طرح مضطرب و پریشان ہو کر دعا کریں گے لیکن ان کی دعا قبول نہ ہو گی، کس قدر بُرے ہوں گے وہ لوگ جو خدا سے مغفرت کی دعا کرتے ہیں لیکن گناہ سے باز نہیں آتے! نجات چاہتے ہیں لیکن اس کے لیے پوشیدہ خیرات نہیں کرتے! عذاب سے ڈرتے ہیں لیکن سببِ عذاب سے پرہیز نہیں کرتے! گناہ کرنے میں جلدی کرتے ہیں اور توبہ کو چھوڑ رکھا ہے! اور خدا سے بہت سی جھوٹی آرزوؤں کے حاصل ہونے کی امید رکھتے ہیں پس اس دن ان کا ٹھکانہ ویل ہو گا جس دن خدا کے سامنے پیش کیے جائیں گے! وہ لوگ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یارب! یارب! کہتے ہیں اور دعا کرتے ہیں حالانکہ ان کی غذا حرام اور لباس حرام ہے پس کون سی دعا ان کی مستجاب ہو اور کون سا عمل ان کا قبول ہو حالانکہ وہ لوگ جو کچھ صرف کرتے ہیں سب حرام ہے حج کرتے ہیں تو حرام پیسہ سے! صدقہ دیتے ہیں تو

(۱)۔ پارہ ۴، سورۂ آل عمران [آیت ۱۸۰]۔

حرام پیسے سے! شادی کرتے ہیں تو حرام پیسے سے! روزہ افطار کرتے ہیں تو حرام سے! تو کس قدر براحال ہے ان کا وہ نہیں جانتے کہ خدا پاک وپاکیزہ ہے اور پاک وپاکیزہ عمل کو قبول کرتا ہے۔

حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا ہے کہ: لوگ اپنے عالم ربانی سے غور سے سنو اور اپنے دلوں کو حاضر رکھو اور جب تم کو آواز دی جائے تو تم جاگتے رہو اور چاہیے کہ آگے چلنے والا پیچھے چلنے سے سچ سچ کہے اپنی پراگندگی حواس کو جمع کرو اور ذہن ودماغ کو حاضر رکھو کہ تمہارے عالم ربانی سے تمہارے لیے دین ودنیا کی باتیں اس طرح شگافتہ کردی ہیں جس طرح پختہ دانہ شگافتہ کرکے نکال لیتے ہیں اور اس کے پوست کو اس طرح جدا کردیتا ہے جس طرح درخت کی چھال کو گوند نکالنے کے لیے شگافتہ کرتے ہیں۔

پس جس وقت کہ ضلالت کے بیرق لہرائیں گے باطل تمام جگہوں کو گھیر کر جم جائے گا اور جہالت اپنی سواری پر سوار ہو جائے گی اور سرکشی اور فتنہ پھیل جائے گا اور حق کی طرف دعوت دینے والے کم ہو جائیں گے اور زمانہ تم پر مثل حیوانات درندہ کے حملہ کرے گا اور باطل کا شتر نر خاموشی کے بعد پھر مست ہو کر بولنے لگے گا۔لوگ گناہ پر بھائی بھائی ہو جائیں گے اور دین کے معاملہ میں ایک دوسرے سے دور ہو جائیں گے، جھوٹ میں ایک دوسرے کے بھائی ہوں گے اور سچ میں ایک دوسرے کے دشمن! پس اس زمانہ میں اولاد بجائے خوشی کے والدین کے لیے غم و غصّہ کا سبب ہو گی! اور بارش گرمیوں میں ہو گی! ذلیل وپست لوگ دنیا میں زیادہ ہو جائیں گے اور شرفا کم عوام اس زمانہ کے بھیڑیا ہوں گے اور سلاطین درندہ ہوں گے متوسط الحال اور کمزور لوگ ظالموں کا لقمہ بن جائیں گے اور فقراء مردہ ہو جائیں گے سچائی دنیا سے ختم ہو جائے گی اور جھوٹ عام ہو جائے گا، دوستی زبانی رہ جائے گی اور دلوں میں ایک دوسرے کی دشمنی بیٹھ جائے گی،

زنا باعث عزت و شرافت نسب سمجھا جائے گا اور عفت و عصمت کو تعجب کی نگاہ سے دیکھا جائے گا اور اسلام کا لباس الٹی پوستین کی طرح پہن لیا جائے گا(۱)۔

علامات ظہور ہندو مذہب کی کتابوں سے

شری شک دیو جی نے کہا: اے راجن! کلجگ میں جیوں جیوں دن گذرتے جائیں گے تیوں تیوں روز بروز سچائی، پاکیزگی، معافی، رحم، طاقت اور عمر ختم ہوتی جائے گی، جس شخص کے پاس دولت ہوگی وہ معزز اور متقی سمجھا جائے گا طاقت ور انسان ناحق بھی کرے گا تو اس کو سب حق جانیں گے اور اسی کے بتلائے ہوئے راستہ پر چلیں گے صحت برباد کرنے والی چیزوں کا استعمال ہونے لگے گا۔

میں عرض کرتا ہوں کہ: بیڑی، سگریٹ، چائے، ڈالڈا، شراب، انگریزی دوائیں سب اسی قسم میں داخل ہیں۔

برہمن صرف جنیو سے پہچانے جائیں گے جب کلجگ اپنے کمال پر پہونچے گا اس وقت صرف رضامندی ہی شادی سمجھی جائے گی بڑے بڑے بال رکھنا ہی خوبصورتی بڑھنے کا ذریعہ سمجھا جائے گا جو بڑھ بڑھ کر ڈھٹھائی سے جھوٹی باتیں کرے گا اس کو سچّا اور حقیقت گو سمجھا جائے گا۔

بجلی کے مانند آسمان پر بادل ادھر آئیں گے ادھر جائیں گے سب گھر انسانیت اور مذہبیت سے خالی ہوجائیں گے سب لوگ جانوروں کی طرح عورتوں سے زنا کرنے لگیں گے لوگ چوری کریں گے اور بلاوجہ ایک دوسرے کو قتل کریں گے، جھوٹ کا دور دورہ ہو گا اور جتنی ذاتیں ہیں سب ذلیل طبقہ کے برابر ہوجائیں گی، گائیں بکریوں کی طرح دودھ دینے لگیں گی اس زمانہ میں آدمی بیس سال سے تیس سال تک زندہ رہیں گے، سردی، گرمی، بارش، پالے، آپس کے جھگڑے

(۱)۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۰۷۔

سے، بھوک، پیاس سے، فکر وافکار سے، پریشان ہو کر بہت سے لوگ مر جائیں گے۔ بار بار بارش نہ ہونے سے قحط پڑے گا اور لکھا ہے کہ: جو لوگ دکھاوے کے لیے ہرن کی کھال پہن کر مذہبی حد جاری کریں گے انھیں کو دنیا میں عزّت ووقار حاصل ہو گا (اس سے علماء سوء مقصود ہیں) وے اپنے لباس کی وجہ سے ہی پہچانے جائیں گے اس زمانہ میں مذہبی کام صرف ریاو تصنع کے لیے ہی ہو گا، لالچ، ٹھگ، بے رحم، لٹیروں کے مانند راجہ لوگ اپنی رعایا کے مال وعزّت کو چھین لیں گے جس کے نتیجہ میں رعایا جنگلوں اور پہاڑوں پر جابسے گی جب گناہ اور جرائم بہت بڑھ جائیں گے اور ساری دنیا نفسی نفسی کرے گی تب مذہب کو زندہ کرنے کے لیے بھگوان اوتارلیں گے اور بھگوان کا یہ اوتار ”کلک“ نام سے موسوم ہو گا بھگوان با ایمان لوگوں کو ضلالت سے نجات دلانے اور قدیم مذہب کو زندہ کرنے کے لیے اوتارلیں گے۔

وہ سنبھل نام کے ایک گاؤں سے پیدا ہوں گے بدمعاشوں کو کچلنے کے لیے ہمہ اوصاف پائے جانے والے بھگوان جو کہ برہمانڈ نام کے کلک نام سے موسوم ہوں گے ایک تیز رو قدرتی گھوڑے پر سوار ہو کر ساری ارض وسما کا چکر لگائیں گے اور اپنی تیز تلوار سے لٹیرے اور ہتیارے راجاؤں کو ماریں گے اس دین بندھو اور مذہب کے حامی اور مددگار کے ذریعہ سے باطل کا سر کچل جائے گا اس وقت ان کے خوبصورت جسم سے بہترین چندن کی خوشبو نکلے گی اور اس سے سارا عالم معطر ہو جائے گا دنیا کے سبھی لوگوں کے دل ایمان کے چراغ سے روشن ہو جائیں گے سارے عالم میں خدا خدا کی آوازیں ہر سمت بلند ہوں گی اور ہر چار سمت اس کی بتائی ہوئی شریعت کا دور دورہ ہو گا لوگوں کے دلوں میں بھگوان کی بھگت پائی جائے گی اور بھگوان کے کلک اوتار لینے کے بعد ہی ستو جگ شروع ہو گا(۱)۔

---

(۱)۔ سچتر نہدی سکھ ساگر، صفحہ ۸۶۳ اسکندھ بارہواں، ۲ کلیو گی دھرموں کا نروپر، ترجمہ شری مدھ بھاگوت مول مصنف بھگوان ویاس دیوجی، مطبوعہ بھوشن پریش ممبئی ۱۹۵۴ء متھرا سے شایع ہوئی۔

اہل ہنود کی کتاب اتر کھنڈ میں حضرت آدمؑ کی خلقت سے لے کر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت اور حضرت آخر الزماںؑ کے ظہور تک بلکہ قیامت میں حضرت معصومہؑ کی دادخواہی اور اپنے دوستوں کو ساتھ لے کر داخل جنّت ہونے تک کے مفصل حالات مرقوم ہیں جن کو مہادیو نے اپنی بیوی پاربتی جی سے کیلاش کے پہاڑ پر حضرت آدمؑ کی پیدائش سے کئی ہزار برس پہلے بیان کیا تھا اور بششٹ میں جو پہاڑ کے نیچے عبادت میں مشغول تھے انھوں نے ان اقوال کو جمع کیا۔

مہادیو جی نے کہا کہ: اے پاربتی مہامت (محمد!) کے مرنے کے بعد چند سال نہ گذریں گے کہ مہامت کے دونوں فرزندوں کو شریر لوگ مارڈالیں گے اور ساری زمین ان کے مرجانے سے بے سر ہو جائے گی ان کے زمانے والے ملچھ اور بے دین ہوں گے اور ان کے دل میں مہامت کی محبت نہ رہے گی وہ لوگ نرک سے نجات نہ پائیں گے۔

تھوڑے ہی لوگ مہامت کے فرزندوں کی راہ پر رہیں گے

آہستہ آہستہ اور لوگ بھی ان ہی کی ہمراہی قبول کرلیں گے اور مہامت کے فرزندوں کی پیروی کے خلاف بہت سے کام ضد میں کریں گے تھوڑے ہی لوگ مہامت کے فرزندوں کی راہ میں رہیں گے لیکن اکثر لوگ انھیں قتل کرنے والوں کے موافق کام کریں گے اور ظاہر میں مہامت کے دوست کہلائیں گے اور کلجگ کے زمانے کے آخر میں وہ ظاہر داری والے لوگ بہت ہوں گے اور ساری دنیا میں فساد برپا کریں گے اے پاربتی! وہ بڑا قادر ایک مرد کامل کو مہامت کے دین کی مدد کے واسطے بھیجے گا وہ ساری دنیا کو اپنی حکومت میں لاکر ظاہر داری والوں کو قتل کرے گا اور جو چال چلن مہامت اور اس کے فرزندوں کا تھا وہی رواج دے گا۔ پورب سے پچھم تک کوئی مہامت کے دین کے خلاف راہ نہ چلے گا ساری خلقت مہامت کے دین میں آجائے گی اور کلجگ کے زمانے کے اخیر میں ان کے دین کا پورا رواج ہو گا(۱) واضح ہو کہ مہادیو جنوں میں سے تھے

(۱)۔بشارت احمدی، صفحہ ۸۵ بحوالہ مراۃ المخلوقات ترجمہ اوتر کھنڈ۔

جیسا کہ مولانا عبد الرحمٰن چشتی نے بشارت احمدی میں لکھا ہے اور پوتھی رامانک رام کے بارہویں اسگندھ چھٹی کانڈی میں ودیاس جی لکھتے ہیں اور گوشائیں جی یعنی تلسی داس نے اس کا ترجمہ بھاکھا میں کیا ہے۔

چوپائی

تب ہوئے نہک لہک اوتارا مہدی کہیں مشکل سنسارا
ہر سندرم نمانہیں ہوئی تلسی بچن ست ست کوئی

یعنی تب ایک اوتار یعنی مرد کامل ہوگا جس کو سب امام مہدیؑ کہیں گے، اس وقت کے بعد پھر ولایت نہ ہوگی تلسی داس سچ سچ کہتے ہیں (۱)۔

حضرت صاحب الامرؑ کی بشارت توریت میں

اے ابراہیمؑ! اسمٰعیلؑ کے حق میں تیری دعا سنی! دیکھ میں اسے برکت دوں گا اور اسے برومند کروں گا اور اسے بہت بڑھاؤں گا اور اس سے بارہ سردار پیدا کروں گا اور میں اسے بڑی قوم کروں گا (۲)۔

سواء ائمہ اثنا عشرؑ کے حضرت اسمٰعیلؑ کی ذرّیت میں بارہ سردار دوسرے نہیں ہوئے اور اس میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر اس لیے نہیں کیا ہے کہ ختمِ رسالت کے سلسلے میں حضرت کا ذکر توریت میں متعدد مقامات پر ہو چکا ہے۔

---

(۱)۔ بشارت احمدی، صفحہ ۱۲۴۔

(۲)۔ توریت کتاب پیدائش باب ۱۷، آیت ۲۰۔

حضرت کی بشارت زبور میں

شریروں نے تلوار نکالی اور کمان کھینچی تا کہ غریب اور محتاجوں کو گرا دیں اور راست رو کو قتل کریں ان کی تلوار انھیں کے دل کو چھیدے گی اور ان کی کمانیں توڑی جائیں گی اور صادق کا تھوڑا مال شریروں (دشمنانِ اہل بیتؑ) کی دولت سے بہتر ہے کیونکہ شریروں کے بازو توڑے جائیں گے لیکن خداوند صادقوں کو سنبھالتا رہے گا کامل لوگوں کے ایام کو خدا جانتا ہے ان کی میراث ہمیشہ کے لیے ہوگی وہ آفت کے وقت شرمندہ نہ ہوں گے (۱)۔

پھر شمارہ ۲۹ میں ہے کہ پھر شریروں کی نسل کاٹ ڈالی جائے گی، صادق زمین کے وارث ہوں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

ظہور امامؑ کے عام قدرتی علامات

زمین کو زلزلے بکثرت آیا کریں گے آبادیاں تباہ و برباد ہوں گی۔ ویران مقامات آباد ہوں گے۔ بارش کثرت سے ہوگی زمین کی پیداوار کم ہو جائے گی (۲) بارش کا جب زمانہ نہ ہوگا اس وقت بارش ہوگی اور جب زمانہ ہوگا تو نہ ہوگی برے اور شریر لوگ اچھے لوگوں پر غالب اور مسلط ہوں گے اور ان پر طرح طرح کے عذاب کریں گے ان کے لڑکوں کو قتل کریں گے اور لڑکیوں کو زندہ رکھیں گے بادشاہ ظالم ہوں گے قحط سالی عام ہوگی حکام ظلم کریں گے لوگوں کے مال سے برکت اٹھ جائے گی (یعنی کتنا ہی کمائیں گے لیکن بدحالی و پریشانی ساتھ نہ چھوڑے گی ان کے پیسوں کو، گرانی، مقدمات، چور، ڈاکو، ڈاکٹر اور حکومت لے جائے گی (۳)۔

---

(۱)۔ زبور باب ۷، شمارہ ۱۴ تا ۱۹۔

(۲)۔ ارشاد القلوب۔

(۳)۔ جامع الاخبار، فصل ۸۸۔

اچانک موتیں کثرت سے ہوں گی لوگوں کے اخراجات کا بار اتنا بڑھ جائے گا کہ شدّت میں مبتلا ہو جائیں گے زراعت، باغات وغیرہ سے برکت اٹھ جائے گی(۱)۔

مشرق و مغرب میں بعض شہر زمین میں دھنس جائیں گے نیمہ شعبان میں آفتاب کو گہن لگے گا اور اسی مہینہ کے آخر میں چاند کو گہن لگے گا، مشرق کی طرف سے ایک ستارہ ظاہر ہو گا جو چاند کی طرح روشن ہو گا اس کے بعد پیچ سے مڑ جائے گا اور قریب ہو گا کہ اس کے کنارے آپس میں مل جائیں اور ایک سُرخی آسمان سے ظاہر ہو گی اور اس کے اطراف میں پھیل جائے گی اور کچھ دنوں تک باقی رہے گی مشرق سے ایک آگ پیدا ہو گی جو فضا میں تین دن تک باقی رہے گی، ساٹھ آدمی نبوّت کا جھوٹا دعویٰ کریں گے اور چند آدمی آل ابو طالب سے امامت کا جھوٹا دعویٰ کریں گے، اہل بدعت کی ایک قوم بندر اور سور کی شکل میں مسخ ہو جائے گی(۲)۔

ابو بصیر نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے قبل ظہور ایسی قحط سالی ہو گی کہ درخت پر لگا ہوا کچّا خرما کھالیا جائے گا اس وقت شکایت نہ کرنا(۳)۔

آفتابِ علم نجف سے غروب ہو کر شہر قم سے طلوع کرے گا

حضرت امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ: عنقریب کوفہ (نجف اشرف) سے علم اس طرح سمٹ کر غائب ہو جائے گا جیسے سانپ اپنے سوراخ میں چھپ جاتا ہے پھر علم اس شہر سے ظاہر ہو گا جس کا نام ''قم'' ہے اور وہ معدنِ علم و فضل ہو جائے گا اور وہاں سے مشرق و مغرب کے تمام شہروں تک علم پہونچے گا اور خدا کی حجّت لوگوں پر تمام ہو گی اور دنیا کا کوئی شخص ایسا نہ

(۱)۔ وسائل الشیعہ، کتاب الامر بالمعروف۔
(۲)۔ کشکول بنیاد حسین صاحب، صفحہ ۲۳۲۔
(۳)۔ کتاب الغیب، صفحہ ۲۶۷۔

ہو گا جس کے پاس علم نہ پہونچے اور کوئی مستضعف نہ رہے گا یہاں تک کہ عورتیں بھی اور یہ بات ظہور قائم آل محمدؑ کے قریب ہو گی (۱)۔

یاجوج وماجوج کا خروج

خداوند عالم قرآن مجید پارہ ۱۷ سورۂ انبیاء آیت ۹۶ میں ارشاد فرماتا ہے کہ: ﴿حَتّٰٓى إِذَا فُتِحَتۡ يَأۡجُوجُ وَمَأۡجُوجُ وَهُم مِّن كُلِّ حَدَبٍ يَنسِلُونَ ٩٦﴾؛ یعنی یہاں تک کہ یاجوج وماجوج کھولے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے دوڑ پڑیں گے۔

یاجوج وماجوج دو قبیلے ہیں یافث ابن نوحؑ کی اولاد سے یاجوج ترک ہیں اور ماجوج پہاڑی قبائل ہیں۔ قتادہ نے کہا کہ: ذوالقرنین نے سد بناکر ان کے اکیس قبائل کو بند کر دیا تھا لیکن ایک قبیلہ ان کا باہر رہ گیا اور یہی ترک ہیں، راوی نے کہا کہ: میں نے حضرت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ: کچھ یاجوج وماجوج کے حالات بیان فرمائیے تو فرمایا کہ: ان کے آگے پہاڑ اور لوہے کی کوئی حقیقت نہیں ہے ان کا ایک گروہ تو درخت آذر کے برابر ہوتا ہے، اور دوسرا گروہ وہ ہے جن کا طول وعرض برابر ہے (یعنی ناٹے اور چوڑے چکلے ہوتے ہیں، ان کے ایک گروہ کا کان اتنا بڑا ہوتا ہے کہ ایک کان کو اوڑھتے ہیں ایک کو بچھاتے ہیں اور ہاتھی گھوڑا، گائے، بیل، سور سب کھاتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں کوئی مرتا ہے تو اس کو بھی کھا جاتے ہیں۔

جب خدا کو منظور ہو گا تو وہ نکلیں گے اور تمام دنیا پر اپنا عمل دخل کریں گے لیکن مکہ اور مدینہ میں داخل نہ ہو سکیں گے اور نہ بیت المقدس پر قبضہ کر سکیں گے جب وہ زمین کو فتح کر لیں گے تو کہیں گے کہ: اب آسمان کو فتح کرنا چاہیئے! پھر وہ آسمان پر اپنا تیر ماریں گے خدا ان کے تیر کو خون آلودہ واپس کرے گا تو کہیں گے کہ: ہم نے آسمان والوں کو بھی زیر کر لیا۔

---

(۱)۔ شجرۂ طوبیٰ مجلس ۸۔

اس وقت خدا ایک کیڑا پیدا کرے گا جو ان کے کانوں میں داخل ہو کر ان کو ہلاک کر دے گا اور جانور ان کا گوشت کھا کھا کر موٹے ہوں گے (۱)۔

قرآن مجید بلاریب وبلاشک کلام پروردگار ہے اس کے احکام پیشگوئیاں اور تاریخی واقعات وغیرہ بالکل حق اور مطابق واقع ہیں، صرف عقیدہ نہیں بلکہ دنیا نے چودہ سوسال تک تحقیق وکدوکاوش کر کے دیکھ لیا کہ نہ تو اس کی کسی ایک سورہ کا کوئی جواب لاسکا نہ کوئی مضمون اس کا غلط ثابت ہوا۔ رہیں روایات اور تفسیریں تو البتہ ہم تک ہر طرح کی روایتیں اور تفسیریں پہونچی ہیں جن میں نقد وتبصرہ اور صحیح وغلط کی گنجائش پیدا ہوئی کیونکہ ان کی بنا صرف راویوں کی سچائی اور دیانت وکثرت وقلت پر ہے۔

یاجوج وماجوج کے متعلق قرآن مجید سے جو کچھ ثابت ہے وہ یہ ہے کہ یہ خدا کی کچھ نافرمان مخلوق ہیں جو زمین میں لوٹ مار اور فساد کرتی تھیں، ذوالقرنین نے دیوار بنا کر ان کے حملے روک دیئے، قریب قیامت یہ لوہے کی دیوار ٹوٹ جائے گی اور یہ قومیں نکل کر دنیا میں فساد برپا کریں گی اور بس، باقی رہے ان کے تفصیلی حالات تو چونکہ ان کو نہ تو ہمارے عقائد میں دخل ہے نہ اعمال میں، اس لیے علماء نے ان کی طرف زیادہ توجہ نہ کی نہ ان کی تحقیق میں کدوکاوش کی لیکن بعض متاخرین نے ان پر بھی نگاہ ڈالی اور البتہ ان کی کاوش قابل تحسین ہے۔

آقائے صدرالدین بلاغی ایرانی نے اپنی کتاب قصص القرآن کے فرہنگ میں مولانا ابوالکلام آزاد کے مضمون کے حوالہ سے جو ''ثقافۃ الھند'' میں شائع ہوا تھا تحریر فرمایا ہے کہ یاجوج وماجوج کا ذکر قرآن میں دوسوروں میں آیا ہے ایک سورۂ انبیاء میں خداوند عالم فرماتا ہے کہ:
﴿حَتَّىٰٓ إِذَا فُتِحَتۡ يَأۡجُوجُ وَمَأۡجُوجُ...الخ ۹۶﴾ اور دوسرے سورۂ کہف میں جہاں ذوالقرنین کا قصّہ بیان کیا ہے۔

---

(۱)۔ تفسیر مجمع البیان، پارہ ۱۶، سورۂ کہف، پارہ ۱۷، سورۂ انبیاء۔

ظاہراً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کلمۂ یاجوج وماجوج عبری ہو لیکن اصل میں یہ دونوں کلمے عبری نہیں ہیں بلکہ کسی دوسری زبان سے اس زبان میں نقل کیے گئے ہیں اس لیے کہ یونانی زبان میں یہ دو کلمے گاگ ماگاگ بولے گئے اور یورپ کے دوسرے لغات میں اسی صورت سے مشہور ہوئے یہ کلمہ پہلی مرتبہ توریت کی سفر تکوین میں ذریّت نوحؑ کے پھیلنے کے مبحث میں یوں آیا ہے کہ یافث کے بیٹے گومر وماگوگ وماوی ویادان وتوبان ومشک (۱)۔

اس کے بعد عہد عتیق کی دوسری کتابوں میں بھی ذکر ہوا ہے اور حزقیال کی کتاب میں بہت صراحت اور وضاحت کے ساتھ مذکور ہوا ہے اور اسی طرح مکاشفہ یوحنا میں بھی یہ نام آیا ہے، غرض یہ کہ تاریخی ثبوت بہت کثرت سے اس امر کے موجود ہیں کہ یاجوج وماجوج وحشی اور بیابانی قبائل تھے جو شمالی مشرقی بیابانوں میں زندگی بسر کرتے تھے اور قبل مسیح سے سن ۱۹ میلادی تک مغربی اور جنوبی ممالک میں سیلاب کی طرح آتے تھے، کچھ قبائل ان کے آخر زمانے میں یورپ میں میگر اور ایشیا میں تاتار کے نام سے پکارے گئے اور اس میں کوئی شک وشبہہ نہیں ہے کہ کچھ قبائل ان کے چھ سو سال قبل مسیح دریائے سیاہ کے ساحل پر منتشر ہوئے تھے اور قفقاز کے پہاڑوں سے اتر کر مغربی ایشیا پر حملہ آور ہوئے تھے یونانی لوگ ان کو (سی تھین) کے نام سے یاد کرتے تھے اور یہی نام ان کا استخر میں داریوش کے کتبہ میں آیا ہے اور مانی ہوئی بات ہے کہ کوہستانی لوگوں نے ان لوگوں کی غارت گری کی شکایت داریوش (ذوالقرنین) سے کی تھی اور اس نے ان کے روکنے کے لیے سد بنایا تھا۔

منغولیا

یہ زمین شمالی مشرقی جس کا ذکر کیا گیا منغولیا اور یہاں کے رہنے والے منغول کہلاتے ہیں مورخین چین نے لکھا ہے کہ: اصل کلمہ منغول (منگوگ) یا منچوگ ہے۔

---

(۱)۔ سفر تکوین، فصل ۱۰ اشارۂ ۲۰۔

پس اس صورت میں یہ کلمہ عبری زبان میں ماگوگ اور یونانی میں میگاگ وماگاگ جو بولا جاتا ہے اس تلفظ سے بہت نزدیک ہے ان کل تحریروں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ کلمہ مختلف زبانوں میں تغیر پاکر عربی میں یاجوج وماجوج بن گیا، کرۂ ارض کا وہ مرتفع حصّہ جو شمال و مشرق میں واقع ہے وہ منغولیا اور چینی ترکستان کہا جاتا ہے وہ بے شمار ایسے قبائل واقوام کا مسکن تھا جو ابلتے ہوئے چشمے کی طرح مغربی ممالک کی طرف نکل پڑتے تھے۔

ان تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ مغربی ایشیا کا بڑا حصّہ ۶۰۰/سال قبل مسیح سے ان قوموں کے حملوں اور غارت گری کا مرکز تھا اور جس وقت یک بیک یہ حملے رکے وہ کورش (ذوالقرنین) کا زمانہ تھا اس بناپر یہ یاجوج وماجوج قبائل منقول ہیں جن کے روکنے کے لیے ذوالقرنین نے آہنی دیوار بنائی اور اس طرح وہ راستہ جو ان لوگوں نے مغربی ممالک پر حملہ کرنے کے لیے نکالا تھا بند ہو گیا اس کے بعد ان کے حملے کی خبر کبھی نہیں سنی گئی۔

پیشگوئی حزقیل

سفر حزقیل میں یاجوج وماجوج سے متعلق ایک پیشگوئی ہے کہ خداوند عالم کا کلام ہم تک یوں پہونچا ہے کہ: اے فرزندِ آدم (حزقیل!) سرزمین ماجوج پر جو رئیس روش اور ماشک اور توبال کا ہے جوج کی طرف رُخ کر اور میرا پیغام پہونچا اور کہہ کر ہم کو پروردگار نے کہا ہے کہ: اے یاجوج! رئیس روش وماشک وتوبال میں تجھ کو گردش دوں گا اور اپنی لگام تیرے جبڑے میں لگاؤں گا اور کل لشکر اور گھوڑوں اور سواروں کی ایک بڑی جماعت کو جو لباس فاخرہ پہنے ہوں گے اور سپر اور تلوار وغیرہ سے لیس ہوں گے نکالوں گا۔

اس پیشگوئی میں حزقیلؑ نے گوگ کو بعنوان رئیس (مشک وتوبال) ذکر کیا ہے گویا اس پیشگوئی میں قبائل سی تھین (یعنی یاجوج وماجوج) کے رہنے کی جگہ اوران کے جغرافیائی قیام کو بھی

پیش نظر رکھا ہے اس لیے کہ ماشک وہیں پر واقع تھا جو اب مسکو کہا جاتا ہے اور توبال اسی سرزمین مرتفع کا نام ہے جو دریائے سیاہ کے اطراف میں واقع ہے۔

پھر لکھتے ہیں کہ: ایک جماعت عصر حاضر کے شارحین تورات کی اس امر کا عقیدہ رکھتی ہے کہ ماجوج سے یہی قبائل (سی تھین) مقصود ہیں۔

سد یاجوج وماجوج

پھر لکھتے ہیں کہ: سد یاجوج وماجوج کی تعیین کی طرف بھی اب توجہ کرنی چاہیے تو قرآن میں دو صفتیں اس کی ذکر کی گئی ہیں ایک یہ کہ سد ایک ایسی جگہ بنا ہے کہ اس کے دونوں طرف پہاڑ دیوار کی طرح کھڑے ہیں، دوسری یہ کہ اس سد کے بنانے میں لوہے کی چادریں اور پگھلایا ہوا سیسہ کام میں لایا گیا ہے اب چاہیے کہ دنیا میں یہ دیوار تلاش کی جائے تو یہ خصوصیات دیوارِ چین پر مطابق نہیں ہیں کیونکہ وہ اینٹوں اور پتھروں سے بنی ہے اور سیکڑوں میل لمبی ہے، دریائے خزر سے دریائے سیاہ کے درمیان میں قفقاز کے پہاڑوں کا سلسلہ قائم ہے جو شمال وجنوب کی راہوں کو مسدود کرتا ہے لیکن صرف ایک راہ رہ جاتی ہے یہ وہی راہ ہے جو پہاڑی سلسلوں کے درمیان واقع ہے اور شمال وجنوب کو ملاتی ہے اور یہ درہ اس وقت درۂ دانیال کہا جاتا ہے اور وہیں پر اس وقت اس صفت کی دیوار موجود ہے اور کوئی شک نہیں کہ یہ دیوار کورش نے بنوائی ہے اور وہ صفتیں دیوار کی جو قرآن نے بتائی ہیں اس پر منطبق اور حقانیت قرآن مجید پر ایک سندِ محسوس کی صورت ہیں (۱)۔

اس پورے مضمون کا خلاصہ یہ ہوا کہ قفقاز اور دریائے سیاہ کے ساحل سے لے کر منغولیہ اور چینی ترکستان تک جو قبائلی آباد ہیں یاجوج وماجوج ہیں اور اقوالِ مفسرین اور روایات سے بھی اس قول کی تائید ہوتی ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا کہ یاجوج وماجوج یافث ابن نوح کی اولاد سے ہیں یاجوج ترک ہیں اور ماجوج کچھ پہاڑی قبائل ہیں۔

(۱)۔ فرہنگ کتاب قصص القرآن مصنفہ آقائ صدرالدین بلاغی بحوالہ ثقافۃ الہند مضمون مولانا ابوالکلام آزاد۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں قبائل انسانوں سے ہیں مثل جنون کے کوئی غیر مرئی مخلوق نہیں ہے نیز ذوالقرنین کا سد بنا کر ان کا روک دینا خود اس امر کی دلیل ہے کہ وہ انسانوں سے ہیں ورنہ غیر مرئی اور لطیف خلقت کا سد بنا کر روک دینا ایک عجیب سی بات ہے۔

نیز حذیفہؓ نے جو حدیث پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نقل کی ہے اس کا آخری جملہ یہ ہے کہ جانور ان کا گوشت کھا کر موٹے ہوں گے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہماری طرح گوشت پوست اور ہڈی رکھتے ہیں۔

چوتھی یہ کہ روایت میں ہے کہ: جب یاجوج وماجوج نکلیں گے تو ان کی فوج کا اگلا حصّہ شام میں ہوگا اور پچھلا حصّہ خراسان میں ہوگا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خراسان کے قریب کسی ملک سے نکلیں گے اور شام پر حملہ کریں گے اور خراسان سے قریب رومن ہے۔

رہا یہ امر کہ روایات میں یاجوج وماجوج کے عجیب وغریب حالات وصفات بیان کیے گئے ہیں تو بشرط صحت روایات اگر ان سے کچھ ایسی قومیں مقصود ہیں جو ظاہراً ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہیں اور قریب زمانۂ ظہور ظاہر ہوں گی تو مجھے اس سے انکار نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید اور احادیث پر میرا ایمان ہے اور میں قدرت خدا کو کوتاہ بینوں کی طرح صرف محسوسات میں محدود نہیں سمجھتا بے شمار خدا کی مخلوق ایسی ہے جو ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہے جیسا کہ حضرت خضرؑ اور خود ہمارے امام زمانہؑ اور ان کی اولاد اور ان کے احباب و انصار اور اصحابِ کہف اسی دنیا میں موجود ہیں لیکن ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہیں یہاں تک کہ دجال بھی موجود ہے اور پوشیدہ ہے اسی طرح ہو سکتا ہے کہ یاجوج وماجوج بھی موجود ہوں اور ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہوں پس ایسی صورت میں روایات میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہے۔

لیکن اگر یاجوج وماجوج سے دنیا کی انھیں موجودہ قوموں میں سے کوئی قوم مقصود ہے تو شواہد و قرائن سے یہی قومیں ہو سکتی ہیں جو ساحل دریائے سیاہ سے چینی ترکستان تک پھیلی ہوئی ہیں

جیسا کہ اوپر گذرا اس صورت میں بشرط صحت روایات یاجوج وماجوج کے جو عجیب وغریب حالات روایات میں مذکور ہیں ہوسکتا ہے کہ وہ صرف تمثیل واستعارات وکنایات ہوں کیونکہ انبیاء و ائمہ علیہم السلام وعلماء حکماء کا یہ طریقہ رہا ہے کہ پیشگوئی وغیرہ کی قسم کی باتوں کو تمثیل و استعارات میں بیان کیا کرتے تھے۔

مثلاً علامات ظہور میں ایک علامت یہ ہے کہ آفتاب پچھم سے نکلے گا اس کے متعلق علامہ مجلسیؒ عین الحیات میں تحریر فرماتے ہیں کہ نزال نے کہا کہ: میں نے صعصعہؒ سے پوچھا: وہ جس کے پیچھے حضرت عیسیٰؑ نماز پڑھیں گے وہ کون ہوگا؟ انھوں نے کہا کہ: امام حسینؑ کا نواں فرزند جو بارہواں امام ہوگا اور وہی وہ آفتاب ہے جو مغرب سے نکلے گا اور درمیان رکن وحجر و مقام حضرت ابراہیمؑ کے ظاہر ہوگا(۱) اسی طرح یاجوج وماجوج کے حالات جو روایات سے معلوم ہوتے ہیں ان کے بھی تاویلات ہیں جن کو میں نے اپنی کتاب ''جنّات المعارف'' باب علامات ظہور میں لکھا ہے یہاں طول کے خوف سے ترک کرتا ہوں۔

زمین کے بسنے والوں کی آسمان پر فتح
اور راکٹوں کا آسمان تک سفر

تفسیر مجمع البیان کے حوالہ سے روایت گذرچکی کہ یاجوج وماجوج جب زمین پر قبضہ کرچکیں گے تو کہیں گے کہ: اب آسمان کی بھی تسخیر کرنی چاہیے چنانچہ وہ آسمان پر اپنا تیر ماریں گے خدا ان کے تیر کو خون آلود واپس کرے گا تو وہ خوش ہوں گے کہ ہم نے آسمان والوں کو بھی زیر کرلیا، واضح ہو کہ تیر سے پرانے زمانہ کا تیر ہی نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ اس سے دور سے نشانہ لگانے والے آلات مقصود ہیں چنانچہ آج کل ایران میں ریوالور کو تیر کہتے ہیں اور سات فیر والے ریوالور

---

(۱)۔ عین الحیات، صفحہ ۸۶۔

کو ہفت تیر کہتے ہیں تو اس روایت میں تیر سے یہ مقصود ہو سکتا ہے کہ وہ زمین کو فتح کرنے کے بعد آسمان پر اپنا راکٹ پھینکیں گے تو خدا ان کو بظاہر ان کے مقصد میں کامیاب دکھائے گا تو وہ خوشیاں منائیں گے کہ ہم نے آسمان پر بھی قبضہ کر لیا۔

یاجوج وماجوج کا حملہ اور ان کا انجام

جناب حزقائیل نبی کی پیشگوئی کا خلاصہ:

اے فرزندِ آدم! سرزمین یاجوج پر جو رئیس روش اور مشک اور توبال کا ہے جوج کی طرف رُخ کر اور میرا پیغام پہونچا کہ اے جوج! میں تجھ کو گردش دوں گا اور اپنی لگام تیرے جبڑے میں لگاؤں گا اور تجھے اور تیرے کل لشکر اور گھوڑوں اور سواروں کو جو لباس فاخرہ پہنے ہوں گے اور سپر اور تلوار وغیرہ سے لیس ہوں گے نکالوں گا جو اسرائیل کے پہاڑوں پر جو قدیم سے ویران ہوں گے چڑھ آئے گا اور آندھی کی طرح آئے گا اور بادل کی مانند زمین کو چھپالے گا (ہوائی حملہ کی طرف اشارہ ہے) تو اور تیرا لشکر اور بہت سے لوگ جو تیرے ساتھ ہوں گے۔

خداوند یوں فرماتا ہے کہ: بہت سے مضمون تیرے دماغ میں آئیں گے اور تو بُرے منصوبے باندھے گا کہ دیہات کی سرزمین پر حملہ کروں جو راحت وآرام سے بستے ہیں تا کہ تو لوٹے اور مال چھینے (۱)۔

پھر شمارہ ۱۶ میں ہے کہ تو میری امّت اسرائیل کے مقابلہ کو نکلے گا اور زمین کو بادل کی طرح چھپالے گا یہ آخری دنوں میں (یعنی قرب قیامت میں) ہو گا اور میں تجھ کو اپنی سرزمین پر چڑھا لاؤں گا تا کہ قومیں مجھے جانیں (یعنی اسرائیل کی گوشمالی کے لیے تجھ کو لاؤں گا تا کہ وہ مجھ کو پہچانیں)۔

(۱)۔ کتاب حزقیل باب ۳۸ شمارہ ۹ ۷ ۱۴۔

جس وقت اے جوج! میں ان کی آنکھوں کے سامنے تجھ سے اپنی تقدیس کراؤں گا پھر شمارۂ ۱۸ میں ہے کہ جب جوج اسرائیل کی مملکت پر حملہ کرے گا اس وقت میرا قہر میرے چہرے سے نمایاں ہوگا خداوند عالم فرماتا ہے: کیونکہ میں نے غیرت اور آتش قہر میں فرمایا ہے کہ: یقیناً اس روز اسرائیل کی سرزمین میں سخت زلزلہ آئے گا یہاں تک کہ سمندر کی مچھلیاں اورآسمان کے پرندے اور میدان کے چرندے اور سب کیڑے مکوڑے جو زمین پر رینگتے پھرتے ہیں اور تمام انسان جو روئے زمین پر ہیں میرے خوف سے تھرتھرائیں گے (یعنی وہ جنگ ایک عالم گیر عذابِ الٰہی ہوگی) اور پہاڑ گر پڑیں گے اور کرارے بیٹھ جائیں گے (یعنی بم کے گرنے اور پھٹنے سے) اور میں اپنے سب پہاڑوں سے اس پر تلوار طلب کروں گا (یعنی عالمگیر جنگ ہوگی) اور ہر انسان کی تلوار اس کے بھائی پر چلے گی۔

باب ۳۹/ شمارہ ۳ میں ہے کہ تجھے اسرائیل کے پہاڑوں پر پہونچاؤں گا اور تیری کمان تیرے ہاتھوں سے چھڑا دوں گا اور تیرے تیر تیرے داہنے ہاتھ سے گرادوں گا اور میں تجھے ہر قسم کے شکاروں پرندوں اور میدانوں کے درندوں کو دوں گا کہ وہ کھائیں (انتہیٰ بقدر حاجت)۔

ان پیشگوئیوں کا خلاصہ یہ ہوا کہ یاجوج وماجوج آخر زمانہ میں براہِ خراسان شام وفلسطین پر حملہ کریں گے اور بادل کی طرح ساری زمین پر چھاجائیں گے رفتہ رفتہ یہ جنگ بڑھ کر عالمی ہوجائے گی اور دنیا کے ہر بلند وپست مقامات سے تلواریں کھینچیں گی یہاں تک کہ بھائی بھائی کو قتل کرے گا اور چرندوپرند کیڑے مکوڑے اور دنیا سے سارے انسان خدا کے حضور میں تھرائیں گے پہاڑ ٹوٹیں گے اور کرارے گریں گے آخر یاجوج وماجوج کو شام کی سرزمین میں شکست ہوگی اور وہ مارے جائیں گے یہاں تک کہ صحرا کے درندے ان کا گوشت مزے لے لے کر کھائیں گے۔

بہت سی روایات میں ہے کہ حضرت قائم آل محمدؑ قسطنطنیہ اور چین اور دیلم اور سارے مشرق ومغرب عالم کو فتح کریں گے اور بڑے بڑے سلاطین وجبابرہ سے جنگ کریں گے اور ان کو

شکست دیں گے یہاں تک کہ وہ پہاڑ جو دنیا کا محاصرہ کیے ہوئے ہے (ہمالیہ) اور ظلمات اور سمندروں کی تہ کو بھی فتح کریں گے اور خدا کا دین پھیلائیں گے یہی وہ جنگ ہو گی جس کی خبر جناب حزقیل نے دی ہے کہ خدا نے فرمایا کہ: ہم سب پہاڑوں سے تلوار طلب کریں گے۔۔۔ الخ

حضرت آخر الزمانؑ کے ظہور کے متعلق حضرت حزقیل پیغمبر کی پیشگوئی

جناب حزقیلؑ کی پیشگوئی کے باب ۳۹ شمارہ ۲۱ میں ہے کہ میں قوموں کے درمیان اپنی بزرگی ظاہر کروں گا اور تمام قومیں میری سزا کو جو میں نے دی ہے اور میرے ہاتھ کو جو میں نے ان پر رکھا ہے دیکھیں گی اور بنی اسرائیل جانیں گے کہ اس دن سے لے کر آگے کو میں ہی خداوند ان کا خدا ہوں۔

اس پیشگوئی میں خداوند عالم نے حضرت قائم آل محمدؑ کو اپنا ہاتھ فرمایا ہے چنانچہ حدیث مفضل میں ہے کہ جب حضرت ظاہر ہوں گے تو مکہ معظمہ کی طرف پشت کر کے کھڑے ہوں گے اور ایک آواز دیں گے جس کو تمام دنیا کے لوگ سنیں گے اس وقت آپ کے پاس تین سو تیرہ آدمی موجود ہوں گے پس آپ اپنا ہاتھ ظاہر کریں گے جو آفتاب کی طرح روشن ہو گا اور فرمائیں گے کہ: لو خدا کے ہاتھ پر بیعت کرو اس کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائیں گے:

ترجمہ: اے رسول! جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں در حقیقت وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں اور ان کے ہاتھوں پر خدا کا ہاتھ ہے۔ تو سب سے پہلے حضرت جبرئیلؑ آکر حضرت کا ہاتھ چومیں گے اور بیعت کریں گے، یہی وہ خدا کا ہاتھ ہو گا جو یہود و نصاریٰ سب کو خدا کے سچّے دین پر لائے گا جس کا ذکر حضرت حزقیل کی پیشگوئی میں ہے۔

ظہورِ امام بترتیب روایت مفضل

حضرت آخر الزمانؑ جمعہ کے روز اور بقولے شنبہ کے روز عاشورہ کے دن ظہور فرمائیں گے جسم پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لباس سر اقدس پر زرد عمامہ، پائے اقدس میں نعلین، دستِ مبارک میں عصائے حضرت پیغمبر خداؐ، چند لاغر بکریاں ہانکتے ہوئے بیت اللہ (کعبہ) کے قریب آئیں گے اس وقت آپ کو کوئی نہ پہچانے گا آپ چالیس سالہ جوان کامل کی شکل میں ظاہر ہوں گے (۱)۔

امامؑ کا حلیۂ مبارک

اہل سنّت کی روایت میں ہے کہ آپ قوی الاعضاء ہوں گے آنکھیں سرمگیں، ناک نازک، ریش اقدس گھنی، سیدھے رخسار پر تل، چہرہ مثل ستارہ کے درخشاں ہو گا اور جسم میں سایہ نہ ہو گا، تنہا بیت اللہ تک آکر کعبہ میں داخل ہوں گے جب شب تاریک ہو گی تو حضرت جبرئیلؑ اور میکائیلؑ صفوفِ ملائکہ کے ساتھ حاضر خدمت ہوں گے اور عرض کریں گے کہ: آپ کا حکم جاری ہوا! یہ سن کر حضرت اپنے چہرۂ مبارک پر ہاتھ پھیریں گے اور فرمائیں گے: حمد ہے اس خدا کی جس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور مجھ کو اپنی زمین کا وارث بنایا! پس آپ رکن و مقام کے درمیان کھڑے ہو کر ایک آواز دیں گے کہ: اے جماعت نقباء! اے دوستو! جن کو خدا نے میری نصرت کے لیے معین فرمایا ہے میرے پاس آؤ، حضرت کی یہ آواز مشرق و مغرب میں سب کے کانوں تک پہونچے گی، یہاں تک کہ سوئے ہوئے لوگ بھی سنیں گے اور ایک نور زمین سے آسمان تک بلند ہو گا جس کو تمام مومنین دیکھیں گے اور خوش ہوں گے پھر صبح ہونے سے پہلے تین سو تیرہ آدمی بقدر تعداد اصحاب بدر آپ کی خدمت میں پہونچ جائیں گے لوگ اپنے گھر کی ڈیوڑھی سے قدم نکالیں گے اور زمین سمٹ جائے گی اور چشم زدن میں کعبہ میں پہونچ جائیں گے (۲)۔

---

(۱)۔ احتجاج طبرسی، صفحہ ۱۳۷۔
(۲)۔ شجرۂ طوبیٰ، صفحہ ۱۵۶۔

ید بیضاء

صبح کو آپ کعبہ سے باہر تشریف لائیں گے اوراپنادست مبارک بڑھائیں گے جو مثل آفتاب کے روشن ہوگا اور فرمائیں گے کہ: یہ خدا کا ہاتھ ہے اس پر بیعت کرواور یہ آیت تلاوت فرمائیں گے:"اے رسول! جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں وہ در حقیقت خدا سے بیعت کرتے ہیں۔۔۔الخ تو سب سے پہلے حضرت جبرئیلؑ آپ کے دست مبارک پر بیعت کریں گے پھر نجباء پھر نقباء بیعت کریں گے اس کے بعد حضرت جبرئیلؑ ایک پاؤں کعبۂ معظمہ پر اور دوسرا بیت المقدس پر رکھ کہ کھڑے ہوں گے اور آواز دیں گے:﴿أَتَىٰ أَمْرُ اللَّهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوهُ﴾:(۱) یعنی خدا کا حکم آپہونچا پس جلدی نہ کرو!

صیحہ

اس کے بعد ایک صورت سینے تک آفتاب سے ظاہر ہوگی اور آواز دے گی: یہ مہدی آل محمدؑ ہیں۔ان کی بیعت کرو!اس آواز کو خشکی وتری کے رہنے والے سب سنیں گے اس کے بعد آپ اپنا پرچم لہرائیں گے جس کو حضرت جبرئیلؑ لائیں گے اور آپ کے لشکر کے سردار شعیب ابن صالح ہوں گے(۲)۔

اس کے بعد سولہ ہزار تین سو ملائکہ جو دنیا میں انتظار امام زمانہؑ میں ٹھہرے ہوئے ہیں وہ بیعت کریں گے جن میں سے چار ہزار تو وہ ہوں گے جو نصرت حضرت امام حسینؑ کے لیے آئے تھے لیکن اس سے محروم رہے اور انتظار ظہورِ امام میں کربلا میں مقیم ہیں اس کے بعد شام کو ایک شخص مغرب کی طرف سے آواز دے گا کہ: لوگو!تمہارا خدا فلسطین سے وادی یابس سے ظاہر ہوا ہے اس کا نام عثمان ابن عتبہ ہے اور وہ یزید کی اولاد سے ہے اس کی طرف آؤ تا کہ گمراہ نہ ہو اس آواز کو تمام جن و انس سنیں گے مومنین اس کی تکذیب کریں گے لیکن کفّار ومنافقین اس پر ایمان لائیں گے۔

---

(۱)۔[سورۂ نحل، آیت ۱]۔

(۲)۔کتاب الغیب۔

سفیانی کا خروج

عثمان ابن عتبہ سفیانی ایک سُرخ رنگ اور سُرخ بالوں والا آدمی ہو گا جو مقام کلب سے خروج کرے گا جو دمشق کے نزدیک ایک مقام ہے جہاں حضرت الیاسؑ پیغمبر کی قبر ہے اور لوگوں کو دمشق میں جمع کرے گا اور لشکر آراستہ کر کے شہر جزیرہ میں پہونچے گا اس وقت ایک شخص یمانی ظاہر ہو گا اور لوگوں پر حملہ کر کے ان کا مال چھین لے گا پھر اس سے اور سفیانی سے مقابلہ ہو گا، سفیانی اس کو شکست دے کر اس سے سب مال چھین لے گا، اس کے بعد سفیانی وہاں سے بڑھتا ہوا کوفہ پہونچے گا اور وہاں دوستان آل محمدؑ (شیعوں) کو قتل کرے گا اور ایک مرد بزرگ نامدار کو بھی قتل کرے گا(۱)۔

بروایت عمار یاسرؓ اہل مغرب مصر کی جانب سے حملہ کریں گے اور ٹھیک اس وقت جب وہ شام میں داخل ہوں گے سفیانی خروج کرے گا(۲)۔

حضرت آخرالزمانؑ ابھی مکّہ ہی میں ہوں گے کہ ایک شخص حضرت کی خدمت میں حاضر ہو گا جس کا چہرہ اس کی پشت کی طرف پھرا ہو گا اور عرض کرے گا کہ: اے سید و آقا میرے! ایک مژدہ لایا ہوں ایک فرشتے نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ: میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ مژدہ سناؤں کہ سفیانی کا لشکر صحرا میں ہلاک ہو گیا حضرت اس سے فرمائیں گے کہ تو اپنا قصّہ بیان کر۔

سفیانی کی فوج کی ہلاکت

وہ عرض کرے گا کہ: ہم دونوں بھائی سفیانی کے لشکر میں تھے دمشق سے بغداد تک اور کوفہ سے مدینہ تک ہم نے برباد کیا ہم نے مدینہ میں منبرِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو توڑ ڈالا ہمارے گھوڑوں اور خچروں نے مسجدِ رسولؐ میں لید کیا جب ہم وہاں سے روانہ ہوئے تو ہم لوگ تین لاکھ آدمی تھے اور

(۱و۲)۔ کتاب الغیبت، صفحہ ۲۶۷۔

ہم لوگوں کا ارادہ تھا کہ بیت اللہ (کعبہ) کو تباہ کر کے اہل مکہ کو قتل کریں، آخر شب ہم لوگوں نے ایک صحرا میں قیام کیا ناگاہ ایک آواز آئی کہ: اے زمین! اس ظالم قوم کو ہلاک کر! چنانچہ زمین شگافتہ ہوئی اور سب اس میں دھنس گئے کوئی چیز یہاں تک کہ اونٹ باندھنے کی رسی تک نہ بچی سواء میرے اور میرے بھائی کے۔

پھر ایک فرشتہ نے ہم دونوں بھائیوں کے منہ پر طمانچہ مارا جس سے ہم دونوں کے چہرے پشت کی طرف پھر گئے اور مجھ سے کہا کہ: اے بشیر! تو مکہ جا کر حضرت مہدیؑ کو بشارت دے کہ ان کا دشمن ہلاک ہو گیا اور میرے بھائی سے کہا کہ: اے نذیر! تو دمشق میں جا کر سفیانی کو ظہور حضرت قائم آل محمدؑ کی خبر دے اور کہنا کہ: تیرا لشکر صحرا میں ہلاک ہو گیا۔

سفیانی کی ہلاکت

حضرت اپنے دست مبارک سے بشیر کا چہرہ درست کر دیں گے اور وہ حضرت کی بیعت کر کے حضرت کی خدمت میں رہے گا اس کے بعد آپ نجف اور کوفہ کا رُخ فرمائیں گے اور اس کو فتح کریں گے اس کے بعد اپنا لشکر سفیانی کے مقابلہ کے لیے دمشق روانہ فرمائیں گے آخر وہ گرفتار ہو کر آئے گا اور آپ اس کو بالائے صخرا قتل کریں گے (۱)۔

سفیانی آٹھ مہینہ حکومت کرے گا (۲)۔

پھر حضرت فرمائیں گے کہ: اے لوگو! جو حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ و ابراہیمؑ و اسماعیل علیہم السلام کو دیکھنا چاہتا ہو وہ مجھ کو دیکھے! پھر آپ آسمانی کتابیں پڑھ کر لوگوں کو سنائیں گے تو جاننے والے تصدیق کریں گے کہ بے شک یہ وہی کتابیں ہیں جو آسمان سے نازل ہوئی تھیں جن میں کوئی کمی یا زیادتی نہیں ہے اس کے بعد دابۃ الارض ظاہر ہو گا۔

---

(۱)۔ بحار الانوار، مجلسی جلد ۱۳ حدیث مفضل۔

(۲)۔ در مکنون محی الدین عربی۔

دابۃ الارض

خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ: ﴿وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ﴾(۱)۔

یعنی جب ان لوگوں پر قیامت کا وعدہ پورا ہوگا تو ان کے واسطے زمین سے ہم ایک چلنے والا نکالیں گے جو ان سے کہے گا کہ: لوگ ہماری آیتوں کا یقین نہیں رکھتے تھے۔

دابۃ الارض صفا اور مروہ کے درمیان سے ظاہر ہوگا اور مومن کو ایمان کی اور کافر کو اس کے کفر کی خبر دے گا اس کے ساتھ حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی اور حضرت موسیٰؑ کا عصا ہوگا عصا کو مومن کے چہرے پر رکھے گا تو اس کی پیشانی پر لکھ جائے گا کہ یہ مومن ہے اور انگوٹھی سے کافر کے چہرے پر مہر کر دے گا تو اس کی پیشانی پر لکھ جائے گا کہ یہ کافر ہے اور اس کا چہرہ سیاہ ہو جائے گا یہاں تک کہ لوگ ایک دوسرے کو بجائے مومن اور کافر کے سفید چہرے والا اور سیاہ چہرے والا کہیں گے۔

اس کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا کہ اگر اس کے بعد کوئی توبہ بھی کرے گا تو اس کی توبہ قبول نہ ہوگی اور یہ علامات قیامت میں سے ایک علامت ہے۔

دابۃ الارض مشرق و مغرب کی طرف منہ کر کے ایک آواز دے گا: جس کو سارا عالم سنے گا اور اس شب میں نکلے گا جس شب میں حجاج منیٰ کی طرف جا رہے ہوں گے، اور اتنا تیز چلے گا کہ کوئی اس سے تیز نہ جا سکے گا اس کے بعد مغرب سے آفتاب نکلے گا(۲)۔

---

(۱)۔ سورۂ نحل، پارہ ۲۰، آیت ۸۲۔

(۲)۔ تفسیر مجمع البیان، سورۂ نحل۔

دابۃ الارض حضرت امیر المومنینؑ ہیں

حضرت امیر المومنینؑ نے اپنے بعض خطبوں میں ارشاد فرمایا ہے کہ میں ہوں صاحب عصا اور انگشتری اور ایک دوسرے مقام پر فرمایا ہے کہ: میں ہوں دابۃ الارض(۱)۔

فوج امامؑ کی رسد

بروایت مفضل اس کے بعد حضرت آخر الزمانؑ اپنی فوج لے کر روانہ ہوں گے اور فتوحات کرتے ہوئے آگے بڑھیں گے اور ایک شخص آواز دے گا کہ: کوئی شخص اپنے ساتھ کھانا پانی نہ لے! حضرت کے ساتھ حضرت موسیٰؑ کا پتھر ہو گا جس سے دودھ اور پانی کے چشمے جاری ہوں گے جب آپ کوفہ پہونچیں گے تو آپ کے ہم رکاب چالیس ہزار ملائکہ اور چالیس ہزار جنوں کی فوج ہو گی اور تین سو تیرہ نقباء ہوں گے۔

کوفہ سے دس ہزار آدمی نکلیں گے اور کہیں گے کہ: آپ واپس جایئے! ہم کو آل محمدؑ کی ضرورت نہیں ہے! اس وقت آپ اس سب کو قتل کریں گے پھر داخل نجف ہوں گے اس وقت آپ ایک ادھم وابلق گھوڑے پر سوار ہوں گے اس وقت عراق وبغداد کی حالت بہت ابتر ہو گی۔

دنیا کی آخری جنگ اور عراق وبغداد کی تباہی

فرات کے پانی میں ایسا ابال آئے گا کہ پانی کوفہ کی گلیوں میں گھُس جائے گا اور گروہ بنی عباس کا ایک عظیم القدر انسان جلولہ اور خانقین کے درمیان میں جلادیا جائے گا۔ شہر بغداد میں محلہ کرخ سے متصل ایک پل بنے گا، عراق میں ایک سیاہ آندھی اور زلزلہ آئے گا جس سے بہت سے مکانات زمین میں دھنس جائیں گے اور شدید قحط سالی ہو گی، جان ومال وزراعت وباغات کا بڑا

---

(۱)۔ معارف الملۃ الناجیہ۔

نقصان ہو گا اہل عراق پر بڑا خوف وہراس طاری ہو گا۔ ترک حیرہ میں جو کوفہ کی پشت پر ہے اتر آئیں گے اور مسجد کوفہ کی چہار دیواری منہدم ہو جائے گی(۱)۔

بغداد اس وقت ترقی پر ہو گا وہاں کے رہنے والوں کے لیے ایسے سامان عیش و عشرت مہیا ہوں گے کہ وہ کہیں گے کہ: اگر دنیا ہے تو بس یہی ہے اور خدا نے اس سے بڑھ کر کوئی جگہ پیدا نہیں کی ہے وہاں کی لڑکیاں حوریں اور لڑکے غلمان ہوں گے وہاں خدا اور رسولؐ پر افترا باندھا جائے گا اس کے حکم کی مخالفت کی جائے گی وہاں جھوٹی گواہیاں شراب خواری، فسق و فجور دنیا سے زیادہ ہو گا اس پر خدا کا غضب نازل ہو گا وہاں کے رہنے والے مغرب سے آنے والے دشمنوں سے محفوظ نہ رہیں گے وہ نزدیک و دور سے آئیں گے۔ خدا کی قسم! وہاں ایسا عذاب آئے گا جو کسی آنکھ نے نہ دیکھا ہو گا نہ کانوں نے سنا ہو گا وہاں تلواروں کا طوفان آئے گا، وائے ہو ان پر جو وہاں مسکن رکھتے ہیں! وہ ایسا برباد ہو گا کہ جو دیکھے گا کہے گا کہ: بغداد یہاں نہ تھا(۲)۔

قبل ظہور حضرت حجتؑ دو قسم کی موتیں دنیا کو گھیر لیں گی ایک سُرخ موت (یعنی جنگ کی موت) دوسری سفید موت (یعنی وبا) اس میں بے شمار انسان مر جائیں گے یعنی ہر سات میں سے پانچ مر جائیں گے(۳)۔

محمد ابن مسلم نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے حضرت نے فرمایا کہ: قبل ظہور دو ثلث انسان دین و مذہب سے برگشتہ ہو کر مرتد ہو جائیں گے(۴)۔

---

(۱)۔ کشکول بنیاد حسین صاحب، صفحہ ۲۳۲ بحوالہ کشف الغمہ۔

(۲)۔ بحار الانوار، جلد ۳، حدیث مفضل۔

(۳)۔ اکمال الدین بروایت سلمانؓ۔

(۴)۔ اکمال الدین۔

ترک اور مغربی قوموں کی آمد

عمار یاسرؓ سے روایت ہے کہ: اہل بیت رسولؐ کی حکومت آخر زمانہ میں ہوگی اور اس کے لیے چند علامتیں ہیں جب وہ علامتیں ظاہر ہوں تو اپنی جگہ پر چپ بیٹھے رہنا اور اپنی زبان اور ہاتھوں کو بچائے رکھنا (یعنی اس وقت کے فتنوں میں حصّہ نہ لینا اور اپنے دین کی حفاظت کرنا) یہاں تک کہ وہ علامتیں گذر جائیں پس جس وقت کہ اہل روم اور ترک (ترک سے قدیم ترکستان رہنے والے مقصود ہیں جو اب تقسیم ہو کر مختلف ممالک کا حصّہ بن گیا ہے) تم اہل عرب پر غبار فتنہ بلند کریں اور فوجیں آراستہ ہوں اور تمہارا بادشاہ جو دولت جمع کرنے پر حریص ہو، مر جائے اور ایک شخص اچھے کردار کا اس کی جگہ پر بیٹھے لیکن تم لوگ تھوڑے عرصہ کے بعد اس کی حکومت سے باغی ہو جاؤ اور اس کی حکومت کا زوال بھی اسی طرف سے ہو جس طرف سے اس کو حکومت ملی تھی پس اہل روم (عیسائی) اور ترک جنگ کریں اور اسی کے ساتھ ساری دنیا میں جنگ شروع ہو جائے اور ایک شخص دمشق کے قلعہ سے آواز دے کہ وائے ہے اہل زمین کے لیے اس شر سے جو قریب آگیا ہے اور مسجد دمشق کا مغربی حصّہ زمین میں دھنس جائے اور یک بیک اس کی دیواریں منہدم ہو جائیں (بم سے)۔

شام کی تباہی

تین آدمی شام سے خروج کریں جن میں کا ہر ایک حکومت کا طالب ہو ایک ان میں کا سُرخ بالوں والا سفیانی ہوگا اور اہل مغرب مصر کی طرف سے خروج کریں اور ان کا مصر میں داخل ہونا سفیانی کے خروج کی پہچان ہوگی اور ان کے قبل ایک شخص نکلے گا جو لوگوں کو آل محمد علیہم السلام کی حکومت کی طرف دعوت دے گا اور ترک کی فوجیں حیرہ میں اور روم کی فوجیں فلسطین میں پہونچ جائیں اور عین اسی وقت ایک شخص عبداللہ نامی خروج کرے یہاں تک کہ دونوں کی فوجیں مقام قرقیسا میں باہم بھڑ جائیں لیکن مغربی فوجیں تمام شہروں پر قبضہ کرلیں اور لوگوں کا قتل عام کریں

عورتیں اسیر کی جائیں اس کے بعد مغربی فوجیں واپس ہوں اور سفیانی شہر حیرہ تک فتح کرے اور اسی وقت یمانی ظاہر ہو لیکن سفیانی اس کو شکست دے، عین اسی وقت حضرت امامؑ کا ظہور ہو گا اور ان کے لشکر کے سردار شعیب ابن صالح ہوں گے۔

نفس ذکیہ کا قتل

جس وقت شام والوں کو معلوم ہو گا کہ حضرت قائمؑ لشکرِ سفیانی سے جنگ کا ارادہ رکھتے ہیں تو وہ لوگ بھی حضرت سے جنگ کرنے کے لیے مکّہ کی طرف روانہ ہوں گے اسی اثنا میں نفس ذکیہ قتل کیا جائے گا اور اس کے بھائی اس وقت مکّہ میں ہوں گے لیکن اس کی طرف متوجہ نہ ہوں گے اس کے بعد کچھ دیر نہ ہو گی کہ ایک آواز دینے والا آسمان سے آواز دے گا کہ: لوگو! تمہارے سردار حضرت امام مہدیؑ ہیں۔

ایٹمی جنگ

محمد ابن علی نے حضرت امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے کہ: جس وقت شام میں حکومت کے دو مدعی کھڑے ہوں اور آپس میں جنگ کریں تو سمجھ لینا کہ یہ خدا کی ایک نشانی ہے اس وقت خاموش بیٹھنا اور دیکھنا کہ ایک ایسا اضطراب وزلزلہ شام میں واقع ہو گا کہ سو ہزار آدمی مارے جائیں گے خدا اس واقعہ کو مومنین کے لیے رحمت اور کافروں کے لیے عذاب بنائے گا اس وقت سبز گھوڑوں پر سوار زرد نشان والوں کا انتظار کرنا جو بہت تیزی کے ساتھ مغرب کی جانب سے شام کی طرف ٹوٹ پڑیں گے اور منتظر رہنا کہ شام کے دیہاتوں میں سے ایک دیہات جس کا نام الجابیہ ہو گا زمین میں دھنس جائے گا(۱)۔

---

(۱)۔ کتاب الغیبت، صفحہ ۲۶۸۔

جوان حسنی کا خروج

غرض یہ کہ سارے عالم میں موت وہلاکت کا دریا موجیں مارتا ہوگا جنگ کی آگ بھڑک رہی ہوگی وبائیں پھیلی ہوں گی، اس جنگ میں میدان جنگ بالخصوص عراق وعرب و ایران، شام، فلسطین وحجاز و مصر ہوگا، ترک اورروم اہل مغرب(یورپ)اورسفیانی سب کی تلواریں کھینچی ہوں گی، اسی وقت ایک جوان حسنی دیلم سے خروج کرے اور لوگوں کو آل محمدؑ کی حکومت کی طرف دعوت دے گا اس کی فوج ظالموں کو قتل کرتی ہوئی مدینہ تک جائے گی پھر واپس آکر کوفہ میں قیام کرے گی جب امامؑ کوفہ پہونچیں گے تو اس جوان حسنی کی فوج ان سے پوچھے گی کہ: ہمارے ملک میں یہ کون آگیا؟ وہ حسنی حضرت کی خدمت میں آکر پوچھیں گے کہ: کیا آپ ہی مہدی آل محمدؑ ہیں، غرض ثبوت کے بعد وہ تکبیر کہہ کر حضرت کے ہاتھوں پر بیعت کریں گے پھر ان کی فوج بھی بیعت کرے گی لیکن ان کے لشکر کے چالیس ہزار آدمی بیعت سے انکار کریں گے تو ان کو تین روز سمجھانے کے بعد حضرت قتل کریں گے۔

حضرت امام حسینؑ کی آمد

پھر حضرت امامؑ دنیا کو فتح کرنے کی طرف متوجہ ہوں گے اور سارا کرۂ ارض آٹھ ماہ میں فتح کریں گے اور حضرت امام حسینؑ بھی اپنے بہتر اصحاب اور بارہ ہزار صدیقوں کے ساتھ تشریف لائیں گے اور صدیق اکبر حضرت امیر المومنینؑ بھی تشریف لائیں گے اورآپ کے ساتھ شریک ہوکر کفّار سے جنگ کریں گے یہاں تک کہ اس پہاڑ تک جو ساری دنیا کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور بحرِ ظلمات اور سمندروں کی تہوں تک جائیں گے اور دین خدا قائم کریں گے آپ کا لشکر برسوں کی راہ چشم زدن میں طے کرے گا اور جنگ صرف تلواروں ہی کی رہ جائے گی(۱)۔

---

(۱)۔ جدید آلات جنگ بے کار ہوجائیں گے۔

نزول حضرت عیسیٰؑ

جس وقت آپ شام پہونچیں گے حضرت عیسیٰؑ آسمان سے اتریں گے۔

مسلم نے اپنی صحیحہ میں ایک طویل حدیث نقل کی ہے کہ: حضرت عیسیٰؑ زمین مقدس پر منارہ بیضاء کے پاس ایک پہاڑ پر آسمان سے اتریں گے (۱)۔

حضرت عیسیٰؑ دو کپڑے مصری پہنے ہوں گے اور دجال کی تلاش میں روانہ ہوں گے اور خنزیروں کو قتل کرتے اور صلیب اور گرجاگھروں کو توڑتے اور نصاریٰ کو مسلمان بنانے بیت المقدس پہونچیں گے۔

حضرت عیسیٰؑ حضرت امامؑ کے پیچھے نماز پڑھیں گے

اس وقت حضرت آخر الزمانؑ نماز صبح یا نماز عصر کی تیاری کر رہے ہوں گے جب حضرت عیسیٰؑ کو دیکھیں گے تو ان کی طرف اشارہ فرمائیں گے کہ: نماز پڑھایئے! مگر حضرت عیسیٰؑ ہاتھ پکڑ کر امامؑ کو آگے بڑھادیں گے اور فرمائیں گے کہ: آپ اس امامت کے زیادہ حق دار ہیں آپ نائب پیغمبرؐ آخر الزمان ہیں (۲)۔

حضرت امامؑ کے پیچھے حضرت عیسیٰؑ کے نماز پڑھنے کے متعلق اہل سنّت کے طریق پر بھی متعدد روایتیں موجود ہیں (۳)۔

دجّال کا قتل

اس کے بعد حضرت آخر الزمانؑ دجال کو عقبۂ فتق میں قتل کریں گے اور حضرت عیسیٰؑ دجال کے قتل میں حضرت کی مدد فرمائیں گے پھر غار انطاکیہ سے تابوتِ سکینہ اور جبل شام سے

---

(۱)۔ کشکول بنیاد حسین۔

(۲)۔ تفسیر عمدۃ البیان پارہ ۲۵، سورۂ زخرف و عین الحیات، مجلسی، صفحہ ۸۵ بروایت بابویہ وغیرہ۔

(۳)۔ دیکھئے فرائد السمطین واسعاف الراغبین وغیرہ۔

اصل توریت حاصل کریں گے یہودی پہلے تو حضرت سے حجّت ودلیل [طلب] کریں گے لیکن آخر ایمان لائیں گے(۱)۔

شیطان کے لشکر اور امامؑ کی فوج میں جنگ عظیم

پھر شیطان اپنے تابعین اور گروہ کے ساتھ ظاہر ہوگا اوراس کے اور امامؑ کے لشکر میں فرات کے کنارے کوفے کے قریب ایسی گھمسان کی جنگ ہوگی کہ کبھی روئے زمین پر نہ ہوئی ہوگی، یہاں تک کہ امامؑ کی فوج سو سو قدم پیچھے ہٹنے لگے گی اور کچھ فوج کے قدم پانی میں اتر جائیں گے۔ ناگاہ ایک سمت سے ایک ابر آتا ہوا نظر آئے گا اور اس پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دستِ مبارک میں ایک حربہ لیے اور حضرت کے ساتھ ملائکہ کی فوج نظر آئے گی جوں ہی شیطان کی نظر حضرت پر پڑے گی پچھلے پاؤں بھاگے گا اس وقت اس کی فوج کہے گی کہ: اب جب کہ ہماری فتح ہو رہی ہے کہاں بھاگا جارہا ہے ؟! شیطان کہے گا کہ: جو میں دیکھ رہا ہوں تم نہیں دیکھتے مجھے تو اب خدا سے خوف معلوم ہوتا ہے۔

شیطان کی ہلاکت

غرض حضرت اس کے دونوں شانے کے درمیان ایک ایسا وار کریں گے کہ وہ ہلاک ہو جائے گا اس کے بعد اس کے ساتھی قتل کیے جائیں گے اور شیطان کی مہلت کا یہی آخری وقت ہوگا۔

اس کے بعد خالص کفّار اور دشمنانِ اہل بیتؑ جو مرچکے ہیں زندہ کیے جائیں گے اور اس کو دنیاوی سزا دی جائے گی پھر دنیا کفر و نفاق اور ظلم و جور سے پاک ہو جائے گی اور سواء دینِ اسلام کے کوئی دین باقی نہ رہے گا۔

---

(۱)۔ اسعاف الراغبین۔

امامؑ کادارالسلطنت

پھر حضرت کوفہ تشریف لائیں گے اور یہی آپ کادارالسلطنت ہو گا اور دارالقضاء کوفہ کی جامع مسجد ہو گی آپ اس کو گرواکر قدیم بنیاد پر بنوائیں گے اور بیت المال اور مال تقسیم کرنے کی جگہ مسجدِ سہلہ ہو گی، شہر کوفہ کی آبادی اس وقت ۵۴ میل ہو گی اور کربلا سے مل جائے گی (۱)۔

آپ پشت کوفہ پر ایک مسجد تعمیر فرمائیں گے جس میں ایک ہزار در ہوں گے اور کوفہ سے کربلا تک ایک نہر کھدوائیں گے اور اس پر پُل بنوائیں گے کوفہ میں سڑکیں چوڑی چوڑی بنائی جائیں گی اور دوسرے شہروں کی سڑکیں بھی چوڑی کرائیں گے اور سڑک کے رُخ پرنالے اور کھڑکیاں اور دریچے وغیرہ بند کرادیں گے کوفہ میں ایک ایک بکری کے بیٹھنے کی جگہ لاکھوں روپے میں بکے گی لیکن کسی کو خریدنے میں کوئی دشواری نہ ہو گی آپ تمام دنیا میں اپنے احکام روانہ فرمائیں گے۔

ٹیلی ویژن، وائرلس، ہوائی جہاز وغیرہ احادیث کی روشنی میں

اس زمانہ میں خداوند عالم مومنین کو تین قوتیں عطا فرمائے گا:

۱۔ مومنین دنیا میں جس مقام پر رہیں گے وہیں سے جب چاہیں گے حضرت امامؑ کو دیکھیں گے۔

۲۔ جو شخص جہاں رہے گا وہیں سے حضرت امامؑ سے گفتگو کرے گا۔

۳۔ جو جہاں جانا چاہے گا چشمِ زدن میں پہونچ جائے گا (۲)۔

اس روایت میں حضرت امام جعفر صادقؑ نے ٹیلی ویژن، ٹیلی فون ٹیلی گراف، وائرلس، ریڈیو، ریل، موٹر، ہوائی جہاز، راکٹ، وغیرہ کی ایجاد کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کیونکہ خدا کا اصول

---

(۱)۔ بحار، جلد ۱۳۔

(۲)۔ شجرۂ طوبیٰ، بحوالہ روضۃ الواعظین ابو علی محمد ابن علی ابن فتال نیشاپوری از صادقؑ۔

یہ رہا ہے کہ جس زمانہ میں جن چیزوں کی ترقی رہی اس زمانہ کے نبی یا امام کو اسی قسم کا معجزہ عطا کیا گیا تا کہ وہبی کمالات انسان کے حاصل کردہ کمالات پر غالب رہیں اور دنیا یہ سمجھے کہ یہ صاحب اعجاز خدا کا فرستادہ ہے، حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں جادو کا زور تھا تو حضرت کو خدا نے یدِ بیضاء اور عصا عطا فرمایا حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں طب ترقی پر تھی تو حضرت کو مسیحائی عطا ہوئی، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں فصاحت و بلاغت معراج کمال تک پہونچی ہوئی تھی تو حضرت کو قرآن مجید سا کلام فصیح و بلیغ بحیثیت معجزہ عطا ہوا اور حضرت آخر الزمانؑ کو یہ معجزہ عطا ہو گا کہ حضرت کے حکم سے دنیا کے کل بسنے والے جہاں چاہیں گے اور جس وقت چاہیں گے بغیر کسی آلہ اور مشین کے حضرت سے گفتگو کریں گے اور آپ کو دیکھیں گے اور جہاں چاہیں گے چشمِ زدن میں پہونچ جائیں گے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں ان چیزوں کی ترقی ہو گی دنیا والے آنکھیں کھولیں اور محمد وآل محمد علیہم السلام کی ہستی کو پہچانیں یہ تھے خدا کے سچّے رسولؐ کے حقیقی جانشین جو چودہ سو برس پہلے ان باتوں کی خبر دے گئے جن کا اس زمانہ میں تصوّر بھی ممکن نہ تھا۔

حکومتِ الٰہیہ کا پاکیزہ دور

زمین اپنے خزانے اور دفینے اُگل دے گی یہاں تک کہ ساری دنیا میں کوئی ایک فقیر ومحتاج نہ رہ جائے گا(۱)۔

ایک شخص حضرت سے مال کا سوال کرے گا آپ کو اتنا دیں گے کہ وہ اٹھا نہ سکے گا کچھ لے جائے گا کچھ چھوڑ جائے گا مال بحصہ مساوی تقسیم ہو گا(۲)۔

---

(۱)۔ شجرۂ طوبیٰ۔

(۲)۔ کنز العمال، جلد ۷۔

آپ ساری دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے ،بارش وقت سے ہو گی، زمین کی پیداوار کئی گنا بڑھ جائے گی، دنیا ایسی بن جائے گی کہ مُردے تمنّا کریں گے کہ کاش وہ زندہ ہوتے(۱)۔

کوئی موذی جانور نہ ہو گا گائے وغیرہ کو شیر سے اور انسان کو سانپ سے خوف نہ ہو گا(۲) دنیا میں کہیں چور ڈاکو، رہزن کا نام و نشان نہ ہو گا یہاں تک کہ ایک بڑھی عورت سونا چاندی، جواہرات لیے عراق سے شام تک چلی جائے گی لیکن اس کا کوئی قدم ایسی جگہ نہ پڑے گا جہاں سبزہ نہ ہو نہ کوئی درندہ یا راہزن اس کو ڈرائے گا۔ لوگوں کی عمریں طویل ہوں گی، دنیا میں کہیں کفر و شرک و ظلم و شراب خواری و زنا وغیرہ کا نام و نشان نہ ہو گا، حضرت دنیا کے شمار سے ستّر سال حکومت فرمائیں گے (۳)۔ حضرت چھوٹے اور بڑے نزدیک و دور کے رہنے والے سب کو یکساں دیکھیں گے ، بھیڑ بکریاں بھیڑیئے سے اور بچے سانپ بچھو سے کھیلیں گے کھیتیاں سر سبز و شاداب ہوں گی ایک دانہ سے نو سو دانے پیدا ہوں گے (۴) اور یہی وہ دعویٰ ہے خدا کا جو اس نے فرمایا ہے کہ :﴿وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ ؛وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُمْ مَا كَانُوا يَحْذَرُونَ﴾(۵)۔

یعنی ہم نے یہ ارادہ کیا ہے کہ ان لوگوں (یعنی ائمہ اہل بیت علیہم السلام) پر احسان کریں جو روئے زمین پر کمزور کر دیئے گئے ہم ان لوگوں کو امام اور پیشوا زمین کا مالک و حاکم بنائیں اور فرعون

(۱)۔ صواعق محرقہ، صفحہ ۹۷۔

(۲)۔ تفسیر در منثور جلد ۳، صفحہ ۲۳۔

(۳)۔ شجرۂ طوبیٰ۔

(۴)۔ وسیلۃ النجات، ملا مبین۔

(۵)۔ پارہ ۲۰، سورۂ قصص، آیت ۵و۶۔

وہامان اور ان کے لشکر والوں کو انھیں کمزوروں کے ہاتھوں سے وہ امور دکھائیں جن سے وہ لوگ ڈرتے تھے۔

جملہ مومنین و مسلمین کی خدمت میں گذارش

آخر کلام میں مومنین و مسلمین کی خدمت میں یہ عرض کرنا ہے کہ: دنیا[کی] عمر آخر ہو چکی ہے علامات ظہور قائم آل محمد علیہم السلام قریب قریب سب ظاہر ہو چکے ہیں اور جو کچھ باقی رہ گئے ہیں وہ بہت تیزی کے ساتھ آگے آرہے ہیں جس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ظہور میں اب کچھ دیر نہیں ہے لہٰذا ہمارا اور آپ کا فریضہ ہے کہ اپنے دین و ایمان اور عمل کی حفاظت کریں اور اپنے ایمان و یقین پر کوہِ ہمالہ کی طرح قائم و ثابت قدم رہیں تا کہ کفر والحاد و بے دینی کی تند و تیز ہوائیں ہمارے قدم کو صراطِ مستقیم سے ڈگمگا نہ سکیں۔

یاد رہے کہ دنیا کی بربادی سے ہمارا کچھ نہ جائے گا ایک دن خدا کی بارگاہ میں اور اس دنیا میں جہاں انسان کو ہمیشہ رہنا ہے سب کو جانا ہے فرشِ خاک پر موت آئے یا تخت زرنگار پر بھوکے مریں یا دنیا کی نعمتیں کھا کر۔ لیکن آخرت کی بربادی سے ہمارا سب کچھ مٹ جائے گا یہ وہ بربادی ہے جس کے بعد ہم کبھی آباد نہ ہوں گے یہ وہ غم ہے جس سے ہم کو کبھی نجات نہ ملے گی یہ وہ رونا ہے جس کے بعد ہم کبھی نہ مسکرائیں گے۔

دنیا کے چند روز عیش و آرام پر فریفتہ ہو کر یا چند روزہ پریشانیوں سے ڈر کر اپنی دائمی آخرت کو برباد کر دینا اور خدا و مذہب سے باغی ہو جانا دانش مندوں کا کام نہیں ہے محمد و آل محمد ؑ کی ہستی کو پہچانو اور ان کا دامن مضبوط پکڑو ان کی اطاعت و فرماں برداری کرو ان کے بتائے ہوئے مذہب و شریعت پر چلو یہ وہ سفینۂ نجات ہیں جو دنیا و آخرت میں تم کو نجات دیں گے جیسا کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میرے اہل بیتؑ کی مثال سفینۂ نوح کی ہے کہ اس پر [جو] سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے منہ پھیرا وہ ڈوبا اور ہلاک ہوا (۱)۔

اے میرے پروردگار! میں نے اپنی اس حقیر ترین خدمت کو تیرے انھیں اولیاء اور حجتوں کی خدمت میں تقدیم کیا جن کے سوانح حیات اس کتاب میں تحریر کیے ہیں میرے مولا میری اس کتاب کو قبول فرما اور اس کو میرے لیے اور میرے والدین کے لیے ذخیرۂ آخرت بنا!

وآخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ رب العالمین۔

فقط۔

السید علی الرضوی قمی گوپال پوری

در اترولہ ضلع گونڈہ، ۲۵/ ذیقعدہ ۱۳۸۹ھ مطابق ۳/ فروری ۱۹۷۰ء

(۱)۔ مشکوٰۃ باب مناقب اہل بیت و مستدرک حاکم جلد ۳، صفحہ ۱۵۱ و صواعق محرقہ، صفحہ ۹۱ وغیرہ۔